

علمی و تحقیقی سلسلہ

تذکرۃ النساء نادری

مُصَنَّف

دُرگاہ پرشاد نادری دہلوی

مَرْتَب

رفاقت علی شاہد

LUMS

شکر مانی مرکز زبان و ادب، لکھنؤ، لاہور
پاشتراک

سنگھ میل پبلی کیشنز، لاہور



علمی و تحقیقی سلسلہ ۱

تذکرۃ النساء نادری

مُصنّف
دُرگاہ پرشاد نادور دہلوی

مُربّ
رفاقت علی شاہد

گُرمانی مرکز زبان و ادب، لکھنؤ، لاہور

بہ اشتراک

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

891.4399 Delhi, Durga Parshad Nadir
Tazkarat-us-Nhaly Nadir/ Durga
Parshad Nadir Delhi, ed. by Rafiqat Ali
Shahid.- Lahore : Sang-e-Meel
Publications, 2016.
439pp.
1. Classical Literature - Poetry.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ رنگ میل پبلی کیشنز معصوم سے ہا قاصد
خریدی یا بازار سے کے بغیر نہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس قسم کی
کوئی بھی صورت حال نمودر پڑے ہوئی ہے تو فوری کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

2016ء

انتھال احمد نے

رنگ میل پبلی کیشنز لاہور

سے شائع کی۔

عمرانی مرکز زبان و ادب، لکھنؤ کا علمی و تحقیقی سلسلہ ۱
نگران: یاسمین حمید (ڈائریکٹر عمرانی مرکز زبان و ادب)

ISBN-10: 969-35-2874-3

ISBN-13: 978-969-35-2874-9

Sang-e-Meel Publications

26 Shahzad-e-Pakistan (Jinnah Mall), Lahore-54000 PAKISTAN

Phone: 32-423-722-5100 / 32-423-722-4143 Fax: 32-423-724-5100

<http://www.sangameel.com> e-mail: smp@sangameel.com

ملکی حلیہ ایڈسٹریچنگز لاہور

انتساب

خلیل الرحمان داؤدی مرحوم
کے نام

۷ رونق و آبادی ملکِ سخن ”تھی“ اُس ملک
(میر تقی میر، پادنا ص ۲۶)

چشم نظر

زبان — کسی بھی فرقے، قوم یا ملک کی بچپان اور ادب اس کے فانی و ملی رجحانات اور تاریخ کا ورثہ سمجھا جاتا ہے۔ کسی مخصوص زبان کے حامل لوگ کیا سوچتے ہیں، کیا پڑھتے اور لکھتے ہیں، کس تہذیب و تمدن اور اخلاقیات و فکر کے امین ہیں اور عمل کے کس ورے پر قائم ہیں، ان سب امور کا اندازہ اس زبان کے ادبی سرمے سے لگایا جاتا ہے۔

مجھے اچھ ہے کہ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کے ادبی ماہرین اپنے اپنے ادب کے قدیم متون کو تحقیق و ترتیب اور اشاعت کے ذریعے اپنے ادب پاروں کو اصل حالت میں محفوظ کرتے ہیں۔ یوں وہ اپنی تہذیبی و ملی شناخت قائم رکھتے ہیں۔ وہ قدیم متون کی تحقیق و ترتیب کر کے اسے نئی نسل اور ملی دنیا کے لیے پھیلے حصول دیتے ہیں اور تحقیق و تخریج و توضیح کے ذریعے ان متون کو جدید زبانوں سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔

بد قسمتی سے اردو ادب کے کلاسیکی متون کی تحقیق و ترتیب اور تخریج و توضیح کے معاملے میں اپنے معیار اور مقدار حوالے سے ہم دنیا کی دیگر ترقی یافتہ اقوام سے بہت پیچھے ہے۔ اردو نہ صرف ہماری قومی زبان ہے بلکہ دنیا کی سب سے زیادہ بولی جانے والی دوسری بڑی زبان ہے۔ یہ دنیا کی ہر مل و عرصہ، مقبول ترین اور ترقی یافتہ زبان ہے۔ اس کا ادبی سرمایہ بھی قابل قدر اور قابل رشک ہے۔ اردو زبان کی یہ خصوصیات ہمارے لیے بڑے اہمکار ہیں کہ ہم اردو والے ہیں اور اردو ہماری ہے۔ یہ اہمکار ہم پر فرض حاکم کرتا ہے کہ ہم اپنی زبان کی روحانیت اور تہذیب و یعنی قدیم سرمے اور کلاسیکی متون کو تحقیق و ترتیب اور تخریج و توضیح کے واسطے سے نئی نسل اور دنیا تک پہنچائیں۔

اردو ادب کے کلاسیکی سرمے کی حفاظت اور تحقیق کی ضرورت اور اہمیت کا احساس سنگھ میل جلی کی کوشش کو شروع سے رہا ہے، چنانچہ ہم نے اردو کے شیعوں کلاسیکی متون شائع کر کے ان تک رسائی آسان بنائی ہے۔ ان میں بعض ضخیم ترین متون بھی شامل ہیں، جنہیں شائع کرنے کی ہمت پاکستان میں نہ ہو سکی۔ ہمارے سے نہ ہو سکی۔ مثال کے طور پر طلسم ہوش رہا (آٹھ ضخیم جلدیں)، آٹھ ہزار سے زائد صفحات)، فلسفہ آزاد (چار ضخیم جلدیں)، پانچ ہزار سے قریب صفحات)، تاریخ ہندوستان (سات ضخیم جلدیں)، دس ہزار سے زائد صفحات)، وغیرہ۔

چشم نظر کتاب بھی اسی جذبے کے تحت شائع ہو رہی ہے اور اس امر کی نشان دہی کرتی ہے کہ اردو ادب کی ترقی و خدمت اور کلاسیکی اردو ادب کی حفاظت و تحقیق کو سنگھ میل جلی کی کوشش کے علمی منصوبوں میں ترجیح حاصل رہے گی۔ خدا ہماری اس سعی کو بخیر کرے۔ آمین۔

تذکرۃ النساء نادری

فہرست

- ۱۔ حرف آغاز از مہتمم و ناشر ۷
۲۔ مقدمہ از مرثب ۱۱

متن تذکرہ

- ۳۳۔ ویجاپہ مصنف
۵۳۔ مقدمہ مصنف
۶۷۔ گلشن ناز
۱۰۱۔ تکملہ گلشن ناز
۱۱۷۔ "چمن انوار"
۲۰۹۔ "چمن انوار" کا ضمیر

ملکعات متن

- ۹۔ ملحوظہ (۱) تذکرہ ہذا میں مذکور مشاہیر خواتین اور شاعرات کی مشروح لہارس ۲۳۱
۱۰۔ ملحوظہ (۲) قطععات تاریخ و تقریظات حضرمین مال الطہار و دفعۃ اقل (گلشن ناز) ۲۳۹

- ۱۱۔ ملحقہ (۲) قطعات تاريخ تصنيف و طبع مع تقریحات "چمن انداز" ۲۵۹
- ۱۲۔ ملحقہ (۳) قطعات تاريخ تصنيف و اشاعت تذکرۃ النسلی نادرى ۲۶۷
- ۱۳۔ ملحقہ (۵) مرید خدمت حکیم درج میرخی، مصنف بہارستان ناز ۲۷۳
- ۱۴۔ ملحقہ (۶) رقعہ راسی مرقعہ بے محلولہ [بہ جناب ابوالقاسم ^{کاشغری} ۲۸۱
- ۱۵۔ ملحقہ (۷) تاريخ گوئی کا بیان ۲۹۱
- ۱۶۔ ملحقہ (۸) گلشن ناز اور مراث خیالی کی زائید عبارتیں ۳۰۵
- ۱۷۔ ملحقہ (۹) حواشی مصنف ۳۱۱
- ۱۸۔ ملحقہ (۱۰) فرہنگ، از مصنف ۳۲۱

خاتم

- ۱۹۔ ضمیمہ (۱) مرثیہ کے حواشی ۳۲۷
- ۲۰۔ ضمیمہ (۲) اختلافات ^{فروع} ۳۶۳
- ۲۱۔ ضمیمہ (۳) تقریحات الفاظ، تراکیب، اصطلاحات ۳۹۵
- ۲۲۔ ضمیمہ (۴) فرہنگ ۴۱۵
- ۲۳۔ کتابیات ۴۳۱



حرفِ آغاز

اُردو ادب کے سرمائے میں بے شمار ایسے مخطوطات اور نادر کتابیں موجود ہیں جنہیں تحقیق و تدوین کے بعد شائع کرنے کی اہمیت سے ہم سب واقف ہیں۔ اسی مقصد کے لیے ٹرمینائی مرکوز زبان و ادب، لمونے تحقیقی سلسلے کا آغاز کیا ہے۔ تذکرۃ النسائے نادری اس سلسلے کی پہلی کتاب ہے۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں لکھے گئے بیس ترقہ کرے مرد شاعروں کے لیے مخصوص تھے، خواہ تین شاعروں کا ذکر ان میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ پیر کے نکات الشعرا کے ۱۰۲ شاعروں میں ایک بھی خاتون موجود نہیں۔ اسی طرح قائم چاند پوری کے محزون نکات کے ۱۲۸ شاعروں میں بھی کسی خاتون کا نام نہیں، حال آں کہ ایسا نہیں ہے کہ اس وقت خواتین شعر نہیں کہتی تھیں۔ بہر حال چیر کی تواریخ جینی بھی شاعر تھیں جن کا ذکر روشی نظر کتاب میں اور رتج کی بہادرستان نلا میں بھی آیا ہے۔ فیض مصطفیٰ خاں شیخو کے تذکرے کشن بسے خداد کے ۱۷۷ شاعروں میں ۴ خواتین بھی شامل ہیں۔ اُردو میں لکھے والی خواتین شاعروں کے الگ تذکروں کی تعداد بھی کم ہے اور ان میں سے اکثر انیسویں صدی کے اواخر میں مرغب کیے گئے۔ فصیح الدین رتج کے مرغز خواتین شاعروں کے تذکرے بہادرستان نلا میں انھوں نے سب جالیف میں بھی لکھا ہے کہ اس وقت تک ایسے تذکرے دستِ یاب نہیں تھے۔ رتج کا تذکرہ، جو اس سلسلے میں اولیت رکھتا ہے، پہلی مرتبہ ۱۸۶۳ء میں اور پھر ۱۸۶۹ء اور ۱۸۸۱ء میں شائع ہوا۔ درگا پرشاد نادر کا تذکرہ پہلی مرتبہ ۱۸۷۶ء میں اور تیسری مرتبہ ۱۸۸۳ء میں شائع ہوا۔ کتاب کے تیوں حضوں کی تفصیلات مقدمے میں بیان کی گئی ہیں۔ بہادرستان نلا تو مجلسِ ترقیِ ادب نے ۱۹۶۵ء میں دوبارہ شائع کر دیا تھا لیکن تذکرۃ النسائے نادری کی ۱۸۸۳ء کے بعد یہ پہلی اشاعت ہے۔

اس کتاب میں ایک مخصوص مہم کی خواتین کا کلام تو جمع کیا ہی گیا ہے، اس کے علاوہ کچھ روایات اور مشاہدات کا بیان بھی قارئین کے لیے دل چسپی کا باعث ہونا چاہیے۔ ایک خاص بات مولف کا لب و لہجہ ہے، جس سے پڑھنے والی زندگی اور خواتین سے مصطفیٰ مولیٰ رونے کا پتا چلتا ہے۔ ایک طرح سے یہ کتاب پڑھنے والی کی

اور سماجی تاریخ کے ایک مخصوص رخ کی عکاسی بھی کرتی ہے۔ کس طبقے کی خاتون کے لیے کس طرح کی زبان استعمال کی گئی، اس سے کیا توقعات وابستہ تھیں، یہ سب باتیں ایک مذہبی لہر کی طرح کتاب کے متن کو حتمی کرتی ہیں اور پڑھنے والے کے لیے غور و فکر کا سامان فراہم کرتی ہیں۔

ٹرینیٹی مرکزی زبان و ادب، لاہور یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی (LUMS) کے شعبہ سماجی علوم کا حصہ ہے۔ یہ مرکز ۲۰۱۰ء میں قائم ہوا۔ اس کے قیام کا بنیادی مقصد، اردو، فارسی اور عربی زبانوں اور ان کے ادب کی تدریس و ترویج ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جنوبی ایشیائی خطے کی مقامی زبانوں کی تدریس اور اس علاقے کے ادبی سرمائے پر تحقیقی کام بھی مرکز کے اہم مقاصد میں شامل ہے۔ اس مرکز سے تحقیقی مجلہ ”ہندیا“ بھی شائع کیا جاتا ہے۔ نوویں تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے۔ اس کے لیے سہولتیں بھی فراہم کی جاتی ہیں اور انتظامیہ کا تعاون بھی۔

اردو کے کلاسیکی ادب کی تحقیق و اشاعت کی اہمیت کے چلبے نظر ٹرینیٹی مرکز نے ۲۰۱۳ء سے کلاسیکی اردو ادب کا تحقیقی و اشاعتی سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس کے تحت ایسے قدیم متن، مصحف و تحقیق کے ساتھ عربی کے شائع کیے جائیں گے جو اردو ادب میں تاریخی اور معیاری اہمیت سے اہم ہیں۔ اس سلسلے کا ایک مقصد اردو زبان و ادب کے نادر ذخیرے کو محفوظ کرنے میں اپنا حصہ ڈالنا ہے اور اس کے علاوہ اردو ادب کے علماء، ناقدین و چارمین اور خاص طور پر طالب علموں کے لیے اس خطے کی اہم اور قدیم کتابوں کے مستند متن فراہم کرنا ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ اس سلسلے سب میں ایسی کتابیں شامل کی جائیں جن کا مطالعہ، مستند متن اور تحقیقی تجزیہ اردو کے علمی اور ادبی سرمائے میں اضافے کا باعث ہو اور مطالعہ اور ادب کے طالب علموں کے لیے استفادے کا ذریعہ بھی۔

اس کتاب کے عربی رفاقت علی شاہ صاحب ٹرینیٹی مرکز کے فاضل محقق (Research Scholar) ہیں۔ انھوں نے اس کتاب کو حجاز کرنے میں بہت محنت اور عرق ریزی سے کام کیا ہے۔ کتاب میں اصل متن سے حلقہ حوائی، تخریجات، الفاظ و تراکیب و اصطلاحات، فرہنگ اور اختلافات سب بھی شامل ہیں۔

ہم بہت شکر گزار ہیں محمد سلیم الرحمن صاحب اور مظہر محمود شیرانی صاحب کے بھی جن کی رہنمائی نے اس کتاب کی تدوین میں مدد فراہم کی۔

آئندہ ہے کہ ادب کے طالب علموں کے لیے اور دیگر قارئین کے لیے بھی یہ کتاب دل چسپی کا باعث ہو گی اور علمی سطح پر استفادے کی صورت بھی فراہم کرے گی۔



بسم الله الرحمن الرحيم
المترقون



درگاه پادشاه

دستخط بنده مستطاع

مقدمہ

گزارش

تذکرۃ النسبۃ نادری کے مصنف ذرگاہ پر شاد آباد قدیم دہلی کا کالج کے ہونہار سہوت تھے۔ اُن کے حالات اور تفصیلی علمی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات نہایت کم دست یاب ہیں۔ اپنی تحقیق کے دوران میں نے اُن کے حالات اور کامناموں پر کافی مواد جمع کر لیا۔ ارادہ تھا کہ وہ تمام مواد اس کتاب کے حصّے سے پیش کریں گا لیکن وہ حصّہ مرنے کی لحاظ سے اختیار کر گیا کہ مجبوراً مجھے یہ ارادہ ترک کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ تاجدار دہلی، سراج پور علی اور محکم بھڑائی کے درمیان علمی معرکے کی بحثیں بھی نکالنی پڑیں، چنانچہ موجودہ حصّہ سے تذکرۃ النسبۃ نادری سے متعلق محض ضروری مباحث اختصار کے ساتھ پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ تاجدار دہلی کے حالات و تصانیف پر مذکورہ مواد ان شامادہ حصّہ کتاب کی صورت میں شائع کر کے اس کی کوہنرا کیا جائے گا۔

تہمید

ہندوستان میں شعرا کی تذکرہ نویسی کو تقریباً نو سو سال اور اردو شعرا کی تذکرہ نویسی کو تقریباً ایک صدی گزر چکی تھی کہ میر تقی میر نے حکیم فصیح الدین درج (۱۸۳۶ء۔ ۱۸۸۵ء) شاکر دوسمیں کو خیال آیا کہ ہندوستانی شعرا کے تذکرے جو بہت گھٹے گھٹے ہیں لیکن ہندوستانی شاعرات کا کوئی تذکرہ اب تک نہیں لکھا گیا، جب کہ ایران میں شاعرات کے کچھ تذکرے فارسی زبان میں موجود ہیں۔ اس کی کوہنرا کرنے کی خاطر انھوں نے شاعرات کے اولین ہندوستانی تذکرے کی تحریر کا ڈول ڈالا اور پہلا ہندوستان نام سے اردو فارسی شاعرات کا پہلا تذکرہ چار کے (۱۳۸۱ھ / ۱۸۶۳ء) میں چھپوایا۔ اس کے بعد شاعرات کا دوسرا ہندوستانی تذکرہ ذرگاہ پر شاد آباد دہلی کا بیگم تذکرۃ النسبۃ نادری سچا جس کا آغاز ۱۸۷۱ء میں ہوا اور جو ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء تا ۱۳۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں دو حصوں میں شائع ہوا۔ پہلا حصّہ مجلسین دار کے نام سے چھپا جو فارسی شاعرات کے تراجم پر مشتمل تھا اور دوسرا حصّہ

تذکرۃ الشعراء فارسی اور اربابی خیالی کے نام سے جو اردو شاعرات کے تذکرے "چمن اعجاز" پر مشتمل تھا۔ دوسری بار یہ تذکرہ کامل طور پر تذکرۃ النساء کے نام سے ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۴ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ اسی مرتبے میں مولوی عبدالملک صاحب دہلوی نے تذکرۃ شمیم سخن ترتیب دیا جس کا تیسرا حصہ شاعرات کے تراجم پر مشتمل تھا۔ صفائے یہ تذکرہ شاعرات ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۴ء میں تالیف کیا لیکن یہ علاحدہ سے ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۴ء میں شائع ہو سکا۔ ۱۲۹۶ھ/۱۸۸۹ء میں محمد عسکری علی خاں لکھنؤ نے فارسی زبان میں تذکرۃ النساء مکمل کیا جو دہلی سے ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء میں شائع ہوا۔ اہم القاسم مختتم نے نواب شاہ جہاں بیگم دہلی بھوپال کے حکم سے ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں فارسی شاعرات کا تذکرہ اخیر تہذیب اور اگلے سال انہی کی فرمائش پر اردو شاعرات کا تذکرہ سام درخشاں تیار کیا۔ یہ دونوں مختصر تذکرے فارسی زبان میں تھے اور نواب بھوپال ہی کے حکم سے بالترتیب ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء اور ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء میں بھوپال سے شائع ہوئے۔ انیسویں صدی کے اختتام سے پہلے رہا ڈرگاہ پر شاعر سمنو دہلوی نے بھی شاعرات کا ایک تذکرہ حلیۃ عشرت کے نام سے تیار کیا۔ فارسی زبان میں لکھا گیا یہ تذکرہ پہلی بار سمنو دہلوی سے ۱۸۹۳ء میں اور پھر کھنڈر سے ۱۸۹۹ء میں بخیا۔ اس میں اردو کی محض ایک درجن شاعرات کا ذکر ہے۔

تذکرہ کے حالات زندگی

تذکرہ دہلوی نے اپنے اور اپنے بزرگوں اور حلقہ کے حالات اپنی چھ تصانیف: مطلع المتاحات، خزینۃ العلوم فی متعلقات المتعلوّم، ضوابط مسعر بزم، کتب تاریخی، سرگزشت فارسی اور ملحقہ مراتب خیالی میں لکھ کر محفوظ کر دیے ہیں۔^(۱) اس کے علاوہ اپنے معاصرین کے تذکرہ آثار الشعراء ہندو کے لیے بھی انہوں نے اپنے، اپنے والد اور ان کے دادا کے مفصل حالات لکھ کر دیے۔^(۲) تذکرہ دہلوی نے اپنا نام "ڈرگاہ پر شاہ"، نسبت "سرمندی دہلوی" اور ذات "کھتری" بھی کبکھش کر دی۔^(۳) ان کا پیدائشی نام "راج بھان" اور تخلص "تذکرہ" تھا۔ تذکرہ کا شمار کچھ یوں بنتا ہے:

ڈرگاہ پر شاہ بن غلام بن داہ کھیت داہ بن داہ ہرے داہ بن داہ ہرنائن بن داہ بختل۔
تذکرہ کے پردادا داہ ہرے داہ اور تذکرہ کے دادا داہ کھیت داہ اپنے اپنے دور کے ممتاز افراد اور قابل خطروں میں شمار ہوتے تھے۔ تذکرہ کے والد غنی خسار داہ باتواں فیروز پور بھگت، بیگم خسار داہ آدھ کی سرکاروں میں اہل کار رہے۔ اس کے بعد انگریز حکومت میں متعدد ملازمتوں پر فائز رہے۔^(۴) باتواں فارسی اور اردو بھگت تھا میں دہلی تھے۔ ان تینوں زبانوں میں ان کی شعری و نثری تصانیف موجود ہیں۔ ان میں شبو ہرنان کے مہوثر کھنڈ کا فارسی میں نثری اور بھگت میں منظوم ترنہ راسانی (منظوم بھگت)، بھگوت (منظوم اردو)، سنگلکس ہنسی (منظوم اردو)، بہارستان (پہچاپ گلستان)، لگا رستان (پہچاپ بوستان)، دیوان (دوسو ترنوں

پر مشتمل،، سرانہ المسئل (محدودہ رقم کے مقابلہ میں)، کرشن لیل (بھانکھا)، کلرو شیدا (فاری)، نقشہ کلرم و کلرو (آورد) شامل ہیں۔^(۶۱)

۶۲ جمادی الاول سن ۱۲۳۹ ہجری مطابق ۲۱ ستمبر ۱۸۲۳ء موافق ۳۰ جمادی اول ۱۸۹۰ بکری کو پیدہ کے روز رکھنٹی کے دن صبح کے وقت کوچہ برج قلعہ دہلی میں پیدا ہوئے۔^(۶۲) اُن کا ادراک عمری کا زمانہ بے کاری اور بے پردہائی میں گزرا، انیس سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم مکمل کی، پھر مشن اسکول، واقع چاندنی بازار، دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ یہاں وہ مانیٹر (اعلیٰ مدرس) بھی رہے۔ خدا نے ذہن رسا دیا تھا، چنانچہ مدرس کی لیاقت علمی خود سے کم دیکھ کر ۱۸۵۴ء میں دہلی کالج کی دوم فاری جماعت میں داخلہ لے لیا۔ وہاں ۱۸۵۵ء تک فاری، ریاضی، بھاشا عربی اور انگریزی کی تحصیل کی۔ دہلی کالج میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد پچائش تخت اور بیرویلر^(۶۳) سیکھ کر وہ جنگ میں پناہ یوں کی تعلیم کے لیے محو و کہاں مقرر ہوئے تھے۔ اسی دور میں تار نے سیر ذاعمال اللہ یک شاگرد میر پچائش خوش نویس سے مشق تعلیق بھی کی تھی۔^(۶۴)

۱۸۵۹ء سے ۱۸۶۳ء کے آفریک وہ مطبع کوڑگا نواں کے مصلیٰ و تصنیاتی مدرسے میں فاری کے مدرسہ اول رہے۔ ۱۸۶۳ء کے شروع سے برانچ اسکول تیلی واژہ دہلی میں، پھر اُس کے تھوڑے عرصے بعد داخل اسکول، دہلی میں تبدیل ہو گئی۔ یکم فروری ۱۸۷۲ء کو وہاں سے تبدیل ہو کر سرنگپ کب ریاضی کے طور پر مطبع سرکاری، سرحد تعلیم ممالک، پنجاب، ۱۰ ہور میں آ گئے۔^(۶۵)

تارہ دہلی کو لاہور میں لانے کا باعث ماسٹر پیارے لال آشوبہ بنے۔ سرحد تعلیم پنجاب کے ڈائریکٹر میجر فٹر کے ساتھ ماسٹر آشوبہ کے تعلقات اچھے تھے۔ اُن کی سفارش پر مولانا آزاد، حالی، مولوی کریم الدین وغیرہم کے ساتھ تارہ دہلی کو بھی سرکاری ملازمت پر لاہور بجا لیا گیا۔^(۶۶) جنوری ۱۸۷۵ء میں اُن کا جہول پھر دہلی میں مدرسہ ریاضی کے طور پر ہو گیا اور وہ ہندو دہلی کالج میں ڈال کی تعلیم کے لیے چلے گئے۔ فروری ۱۸۷۷ء میں چالیس سال کی عمر میں شادی کی۔ اپریل ۱۸۷۷ء میں دہلی کالج ٹوٹ گیا اور تارہ دہلی کو ایک بار پھر دہلی کو خیر باد کہہ کر اپنے انگریز صہ کے طور پر لاہور آ پڑا۔ ۱۸۸۹ء کو تارہ نے ہمیں سے حصول فائن کے عوض ملازمت سے دست برداری اختیار کر لی اور دہلی واپس چلے گئے۔^(۶۷)

دہلی واپس آ کر تارہ نے دسمبر ۱۸۸۱ء سے بازار دیہ کلاں، دہلی میں کتابوں کی تجارت کے لیے اپنی دکان دہلی یک سوسائٹی قائم کی۔ اس کے علاوہ تارہ ایکٹ دفتر کلکٹر احسان، دہلی، جنرل کمیشن ایکٹ، مجسمہ رسالہ ہندوستانی لغات آورد بھی رہے۔ دور دہلی سوسائٹی کے بھی ممبر تھے۔^(۶۸)

تارہ کی وفات ۲۱ مارچ ۱۹۰۳ء کے بعد ہوئی۔^(۶۹) فروری ۱۸۷۷ء میں شادی سے لے کر ۱۸۹۸ء

تک اُن کے ہاں پانچ لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ پانچ لڑکے جلد جلد فوت ہو گئے اور صرف ایک لڑکی زندہ رہی۔ وہ بھی چھوٹی عمر میں ہیہ ہو گئی اور دائم المریض بھی تھی۔^(۵۵)

تصانیف و تالیفات

تادر نے اپنی تصانیف کی تعداد سو سے زائد بتائی ہے اور لکھا ہے کہ ان میں سے ۳۸ تصانیف شائع ہوئیں۔ کچھ کے مسودے تک ہو گئے اور کچھ قلمی اُن کے پاس موجود رہے۔^(۵۶) اُن کے کئی رسائلے اُن کی مختلف مطبوعات کا حصہ ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے پہلے تذکرے خزینۃ العلوم فی معارف المتظوم میں انھوں نے طبع بدیع اور اسلافِ قلم کا بیجا ذکر کیا ہے اور انھیں اپنے رسائل میں شمار کیا ہے۔ تذکرۃ النسائے نادری میں بھی جبرج کوئی کامیابان، ”چمن اعداؤں کے شے اور گلشنِ دل کے شے کو بھی انھوں نے علاحدہ رسائل میں شامل کیا ہے جو محض ردِ مصلحت پر مشتمل تھا۔ اسی طرح کے مختصر ترین رسائل کو شامل کر کے تادر نے اپنی کتابوں کی تعداد سو تک پہنچائی ہے۔

تادر بلوی کی زیادہ تر کتابیں نسائی فریخت کی ہیں۔ اولیٰ نظر سے ان کی اتنی اہمیت نہیں۔ یہاں تادر بلوی کی قدرے اہم اولیٰ کتابوں کی فہرست تاریخی ترتیب سے درج کی جاتی ہے:

- (۱) شجرۃ غیرت گلزار (تاریخ۔ فارسی)۔ (۲) تشریح طالع نام (نجوم۔ فارسی)۔
- (۳) خزینۃ العلوم فی معارف المتظوم (تذکرہ۔ اردو)۔ (۴) گلشنِ دل (تذکرہ۔ اردو، فارسی)۔
- (۵) لُب لباب فضہ مستلطف شکنی (اردو)۔ (۶) رسالہ شطرنج مسنی بہ پشت لٹہ (اردو)۔
- (۷) مطلب غریب (دعویٰ اردو، فارسی)۔ (۸) فضہ مسرورہ (اردو)۔ (۹) گلزارِ تاریخی (تاریخ کوئی۔ اردو)۔
- (۱۰) رسالۃ لوائی (اردو)۔ (۱۱) تذکرۃ النساء (اردو)۔ (۱۲) رفعة راسنی مرفعة ہے محاذان (اردو)۔ (۱۳) ملحقات مرآۃ خیالی (اردو)۔ (۱۴) فضہ ہنچاب سنگیہ کا دوسرا حصہ (اردو)۔^(۵۷)

تذکرۃ النسائے نادری

تذکرۃ النسائے نادری اصل میں متعدد جزیروں کا مجموعہ ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱) دیباچہ مصنف:

اس میں مختلف تمہیدی مباحث ہیں۔ یہ دیباچہ اصلاً گلشنِ دل کا حصہ ہے۔ بعد میں تذکرۃ النسائے نادری میں بھی یہ شامل ہوا اس فرق کے ساتھ کہ گلشنِ دل میں اس کے شمولات پر زیادہ عنوان قائم نہیں کیے گئے تھے لیکن تذکرۃ النسائے نادری میں تمام مباحث پر علاحدہ علاحدہ عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ گلشنِ دل میں یہ

دیباچہ صفحہ ۴۲ پر جب کہ تذکرہ النسبے نادری میں یہ صفحہ ایک سے ۸ تک ہے۔
(ب) مقدمہ مصنف:

مقدمہ بھی اصلاً گلشنی ناز کا حصہ ہے جو اس ترتیب سے دیباچے کے بعد تذکرہ النسبے نادری میں شامل ہوا۔ گلشنی ناز میں دیباچے کے فوراً بعد یہ مقدمہ سطر ۱۱ سے مسلسل شروع ہو کر صفحہ ۱۳ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ جب کہ تذکرہ النسبے نادری میں بھی یہ دیباچے کے بعد مسلسل صفحہ ۱۵۴۸ پر درج ہے۔ ایک تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ گلشنی ناز میں مقدمے کے فوراً بعد اسی صفحے سے گلشنی ناز کا متن شروع ہو جاتا ہے (ص ۱۳) لیکن تذکرہ النسبے نادری مقدمہ صفحہ ۱۵ پر ختم کر دیا گیا ہے۔

(ج) گلشنی ناز:

اس کے بعد فارسی زبان کی شاعرات کا تذکرہ گلشنی ناز شروع ہوتا ہے۔ اس میں فارسی شاعرات کی تعداد ۵۴ ہے۔ جب کہ تذکرہ النسبے نادری میں شامل کرتے وقت اس میں ایک شاعرہ دل آرام کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ گلشنی ناز میں بغیر کسی تخریج کے شاعرات کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے لیکن تذکرہ النسبے نادری میں اس سے قبل ایک اضافے کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں ہر رام گور کی محبوبہ دل آرام سے منسوب ایک شعر کی نشان دہی کی گئی ہے۔ مصنف نے اسے بھی شاعرات میں شمار کیا ہے۔

گلشنی ناز میں شاعرات کے تراجم مقدمے کے فوراً بعد صفحہ ۱۳ سے ۳۶ تک ہیں۔ اس پر گلشنی ناز اختتام کو پہنچتا ہے جب کہ تذکرہ النسبے نادری میں گلشنی ناز کا متن ۷۷ صفحے، صفحہ ۱۶ پر شروع ہوتا ہے۔ اس صفحے پر اضافہ شدہ تخریج کا متن ہے۔ صفحہ ۷۷ سے شاعرات کے تراجم شروع ہو کر صفحہ ۱۳ پر ختم ہوتے ہیں۔ اس کے آخر میں کتابت کی تاریخ ۱۲۰ اگست ۱۸۸۳ء درج ہے۔ اس سے قبل مقدمہ کتابت، آخر میں تاریخ کتابت ۱۵ جولائی ۱۸۸۳ء درج کی گئی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۲۸ صفحات (صفحہ ۱۷۱۷) پر مشتمل گلشنی ناز کا متن ۷۳ روز میں کتابت ہوا۔ اس میں کتابت کے ساتھ مصنف کی ہروف خرابی کا عمل بھی شامل ہوگا۔

(د) ”قطعات و تقریرات تاریخ، حصہ سوم سال الطہارۃ ۱۲۷۰“:

گلشنی ناز کے فوراً بعد مسلسل تذکرہ النسبے نادری میں گلشنی ناز کے تاریخی قطعات ترتیب دینے کی ابتدا کرتے ہیں (صفحہ ۵۳۳۵)۔ ان میں سے قطعات تاریخ مولف کا تقریباً تخریر مولوی الفتح حسین شاد پوری کی تخریج پہلے مکمل مراتب خیالی کے صفحہ ۷۲ پر شائع ہوئی۔ سید نور اللہ ہوادور مولوی انانت ملی کی تخریج مراتب خیالی کی اشاعت سے لگ بھگ کی مطلوبہ ہیں لیکن مراتب خیالی میں شامل نہیں۔ لیکن ہے کہ اس کی اشاعت کے وقت یہ مصنف کو دست یاب نہ ہوئی ہوں۔

ذکرۃ النسبائے نادری میں ان تحریروں کے آخر میں کتابت کی تاریخ ۱۲۵ اگست ۱۸۸۴ء اور کاتب کا نام سید محمد عبداللطیف دہلوی درج ہے۔ گلشنی ناز کی کتابت ۱۵ جولائی ۱۸۸۴ء کو ختم ہوئی تھی، گویا یہ قطعات تاریخ اور تقریظات کی کتابت اس کے ایک ماہوں دن بعد مکمل ہوئی۔ قطعات تاریخ و تقریظات کُل ۹ صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس کے صفحات کی کتابت میں ناقابل غور غلطی گننا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ذکرۃ النسبائے نادری میں شامل ان تقریظوں کی فراہمی میں کافی دقت صرف ہو گیا ہوگا، جو مراد خیالی میں شامل نہیں تھیں۔

(۱) حتمہ گلشنی ناز:

قطعات تاریخ ترتیب طبع اور تقریظات کے بعد میں گلشنی ناز کا حتمہ ہے۔ اس میں کُل سات نادری شاعرات کا ترجمہ شامل ہے۔ جب یہ حتمہ، ذکرۃ النسبائے نادری میں شامل کیا گیا تو اس میں مزید ۳۳ شاعرات کا اضافہ ہوا اور حتمہ میں مشمول شاعرات کی تعداد ۵۰ ہو گئی۔ مراد خیالی میں حتمہ محض ۹ صفحات (صفحہ ۱۰۹ کا تھا، جب کہ ذکرہ میں یہی حتمہ گیارہ صفحات (صفحہ ۱۳۵ تا ۱۴۵) پر پھیل گیا۔ اس کے علاوہ ذکرۃ النسبائے نادری میں شامل کرتے وقت غلطی میں ایک غلط روپا ہے کا بھی اضافہ ہوا ہے۔ اس میں مصنف نے ترمیم و اضافے کی جانب اشارہ کر کے آئندہ اس سے بھی ”پانچواں خانے“ کا ذکر کیا ہے۔ دیا ہے کے بعد بانو نجم کے ذکر سے تراجم شاعرات کا آغاز ہوتا ہے اور اس کی آخری مشمولہ شاعرہ ”الاعلا“ ہے۔

(۲) ”چمن الاعلا“:

مراد خیالی کا تیسرا حصہ اود شاعرات کے تراجم پر مشتمل ہے جسے مصنف نے ”چمن الاعلا“ سے موسوم کیا ہے۔ اس میں ۱۳۳ شاعرات کا ذکرہ ہے۔ مصنف نے یہ تعداد ۲۲۱ لکھی ہے جو درست نہیں۔ مراد خیالی میں ”چمن الاعلا“ کا متن صفحہ ۱۱ تا ۹۵ پر مشتمل ہے۔ اس میں سب سے پہلے ”چمن الاعلا“ کا مقدمہ اور اس کے بعد شاعرات کے تراجم ہیں۔ ”خاتمۃ الکتاب“ میں دو مختصر نثری تحریریں ہیں جن میں سے پہلی نئی سطر پر تحریر میں کتاب کا تاریخی نام مراد خیالی (۱۲۹۴ھ) قرار دیا گیا ہے [مطابق ۱۸۷۵ء]۔

ذکرۃ النسبائے نادری میں ”چمن الاعلا“ کا یہ متن صفحہ ۶۵ تا ۱۵۵ میں شامل ہے۔ اس میں شہولیت کے وقت سرورق کا اضافہ ہوا ہے اور مصنف کا وہ یک سطر خط تاریخ بھی شامل کیا گیا ہے جو ”چمن الاعلا“ میں مشمول شاعرات سے متعلق ہے اور جس سے ”چمن الاعلا“ کی پچھل کے جہری دو سو سین ہزار آدھوتے ہیں۔

(۳) قطعات تاریخ طبع ”چمن الاعلا“:

ذکرۃ النسبائے نادری میں اس کے فوراً بعد مسلسل ”چمن الاعلا“ کی طباعت کے قطعات تاریخ اور تقریظات شامل ہیں (صفحہ ۱۵۵ تا ۱۶۴)۔ جماعت مراد خیالی کی طباعت سے متعلق ہیں۔ ان میں سے سطر آخر تاریخی

مرثیہ خلی میں شامل تھا، باقی تمام تقریظات اور قطعات تاریخی کو ملی بار تذکرۃ النسبۃ نادری میں شامل ہوئے۔

(ج) "چمن اعجاز" کا ضمیر:

تذکرۃ النسبۃ نادری کا نگار حصہ "چمن اعجاز" کا ضمیر ہے۔ اس کا آغاز بھی ایک مرثیہ سے ہوتا ہے جس کی تحریر کے مطابق یہ ضمیر ۱۸۸۳ء مطابق ۱۳۰۰ ہجری موافق ۱۹۳۹ء بکری میں چار ہوا۔ اسی کے ساتھ مولف بہارستان دلا حکیم راجہ میرٹھی کی خدمت میں روانہ کیا گیا مرثیہ بھی شامل ہے۔

مرثیہ کے بعد اگلے صفحے سے دریا چ شروع ہوتا ہے جس کے بعد شاعرات کے تراجم شروع ہو جاتے ہیں۔ جیسے میں کل ۵۲ شاعرات کے تراجم ہیں جو تذکرۃ النسبۃ نادری کے چودہ صفحات (صفحہ ۱۲۳ تا ۱۷۷) میں آئے ہیں۔ مصنف نے ایک جگہ جیسے میں مشہور شاعرات کی تعداد پچاس لکھی ہے جو درست نہیں۔ جیسے کے آخر میں تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کی کتابت ۱۵ فروری ۱۸۸۳ء کو مکمل ہوئی۔

(د) مرثیہ خدمت بحیم راجہ الدین راجہ میرٹھی:

آدر کے تذکرہ کوں سے استفادہ کرتے ہوئے راجہ میرٹھی نے بہارستان دلا پر نظر ڈالت کر کے ۱۲۹۹ء ۱۸۸۲ء میں بھیجا دیا۔ اس میں انھوں نے آدر پر بہارستان دلا سے مرتے کا التزام لگایا۔ اس کے جواب میں آدر نے تذکرۃ النسبۃ نادری میں راجہ میرٹھی کے نام ایک مرثیہ شامل کیا جس میں انھوں نے تفصیل کے ساتھ بہارستان دلا سے مرتے کی حقیقت، تذکرۃ النسبۃ نادری سے راجہ میرٹھی کے استفادے اور بہارستان دلا کی کچھ غلطیوں کی نشان دہی کی۔ "مرثیہ" کا متن تذکرۃ النسبۃ نادری میں صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۲ پر ہے۔

مرثیے کے آخر میں ۲۰ نومبر ۱۸۸۲ء کی تاریخ لکھی ہے۔ گویا یہ مرثیہ بہارستان دلا کی آخری شامت (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء) کے فوراً بعد لکھا گیا اور تذکرۃ النسبۃ نادری میں شامل ہوا۔ اصلاً تو یہ مرثیہ ۱۸۸۳ء میں کتابت ہو گیا ہو گا لیکن تذکرے کی اشاعت چوں کہ ۱۸۸۳ء کے اوائل میں ہوئی اس لیے یہ مرثیہ ۱۸۸۳ء میں راجہ میرٹھی کی نظر سے گزرا، چنانچہ مصنف کے مطابق بحیم راجہ میرٹھی نے ۲ اپریل ۱۸۸۳ء کے عہدہ خطا کے ذریعے تذکرۃ النسبۃ نادری کی رسید انھیں بھجوائی۔ راجہ میرٹھی کا انتقال ۱۳ مارچ ۱۸۸۵ء کو ہوا اور انتقال سے قبل آٹھ ماہ وہ مرض استسقا لحسن میں مبتلا رہے۔ اس سے اعجاز ہوتا ہے کہ تذکرۃ النسبۃ نادری کی رسید دینے کے بعد چار ماہ تک وہ ٹھیک رہے اور پھر ایسے بیمار ہوئے کہ انھیں آدر کے اصوات کا جواب لکھنے کی مہلت نہ ملی۔

(ی) قطعات تاریخ و تقریظات تذکرہ:

تذکرۃ النسبۃ نادری کا آخری حصہ ان قطعات تاریخ پر مشتمل ہے جنہ کو اس کے مکمل ہونے پر موصول

ہوئے۔ یہ قطعاً تاریخ ”مزینہ“ کے فوراً بعد مسلسل صفحہ ۱۸۲ء سے شروع ہو کر صفحہ ۱۸۵ء پر ختم ہوتے ہیں۔

ک) تاریخ گوئی کا بیان:

”جن اعداد“ کے وسط میں تاریخ گوئی کا بیان ہے۔ یہ تفصیلی بیان ایک مختصر کتابچے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کتابچہ عابد شخص کی شاعری کے ترجمے کے بعد درج کیا گیا ہے۔ مصنف نے ایک طرح سے اس کا تعلق حق تذکرہ سے جوڑا ہے۔ یوں کہ عابد کے ترجمے میں جو یا کی کتاب کا ذکر کر کے اسی میں سے عابد کا مکتبہ کلام نقل کیا ہے اور اسی کے بعد تاریخ گوئی کی ”صنعت“ کا ذکر کچھ جملے کے درمیانے کا متن درج کر دیا ہے۔ تاریخ گوئی کا یہ بیان پہلے مراتب حیاتی کے صفحہ ۶۹۵ء میں اور پھر تذکرۃ النسائے نادری کے صفحہ ۱۲۹۵ء میں شائع ہوا ہے۔

ل) فہارس، مطلقاً نامہ اشتہارات:

تذکرۃ النسائے نادری کے آخر میں کچھ ایسی تحریریں بھی شامل ہیں جو حق تذکرہ کا حصہ تو نہیں لیکن ان کا تعلق براہ راست تذکرے اور نادر سے ہے۔ ان میں سب سے پہلے ان خواتین اور شاعرات کی مشروعات فہارس شامل ہیں جن کا ذکر تذکرۃ النسائے نادری میں ہوا ہے۔ یہ فہریش تذکرۃ النسائے نادری کے صفحہ ۱۸۶۵ء اور صفحہ ۱۹۳ء پر ہیں۔

تذکرۃ النسائے نادری کے صفحہ ۱۹۱ء کے نصف آخر اور صفحہ ۱۹۲ء پر کتاب کا صحت نامہ ہے اور صفحہ ۱۹۳ء پر کتاب کا آخری صفحہ ہے، تذکرۃ النسائے نادری کا اشتہار مع قیمت درج ہے۔ آخر میں درج تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری صفحہ ۱۵ فروری ۱۸۸۳ء کو کتابت ہوا۔ گو کہ تذکرۃ النسائے نادری طباعت کے بعد اعداد تاریخ ۱۸۸۳ء میں شائع ہوئی۔ پشت درج کیا آخری دو صفحات پر نادر کے تجارتی ادارے ”دہلی بک سوسائٹی“ کی فہرست کتب ہے۔

م) ۱۸۸۳ء کی یہ اشاعت تذکرۃ النسائے نادری کی آخری اشاعت تھی۔ اس کے بعد نادر نے اس پر نظر ثانی تو کی لیکن وہ اسے پھر شائع نہ کر سکے۔ اس کی طبعی انہوں نے یوں کی کہ ۱۹۰۳ء میں ”مسلحہ مرآت خیالی“ طباعت شدہ عبارتیں اور ابوالقاسم عظیم کے نام دفعۃً دلتی مرقعہ سے مجادلہ شامل ہے جو قبل ازیں ۱۸۹۲ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ نادر نے اس میں اپنے اور اپنے خاندان کے حالات، اپنی نظم و نثر کے نمونے، اپنی تصانیف و تالیفات کی فہرست اور اپنے تجارتی ادارے ”دہلی بک سوسائٹی“ کی کتابوں کا اشتہار بھی شامل کیا ہے۔

اہمیت

انیسویں صدی میں شاعرات کے پھر تذکرے منظر عام پر آئے جن کی تکمیل پہلے طور تکلی ہے۔ ان میں ڈرگا پرشاد اور کے تذکرے کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے پہلی بار فارسی اور اردو شاعرات کے علاحدہ تذکرے ترتیب دیے اس معاملے میں، نادری کی اہمیت مسلم ہے اس سے قبل بہلول سنگی، دارشائع، ہوا تھا لیکن وہ اردو فارسی شاعرات کا علاحدہ تذکرہ ہے اس کے بعد تذکرۃ شمع سخن، دوسرے تذکرہ ہے جو اردو اور فارسی شاعرات کے علاحدہ حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ مقابدا جی نے پہلی بار علوانف اور گمر علی شاعرات کے طبقے قائم کر کے تذکرہ ترتیب دیا۔

تذکرۃ النسائے نادری کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ یہ پہلی معاصر شاعرات کے حالات و کلام کا واحد مستند ماخذ ہے۔ نادر دہلوی نے شاعرات کے حالات و کلام چار ذرائع سے حاصل کیے ہیں: اپنی ذاتی معلومات سے، اپنے جانشین والوں اور دیگر معاصرین سے، طوطی شاعرات سے اور تذکرہ نگاروں کے بیانات سے۔ پہلے تین ذرائع سے حاصل کی گئی معلومات بظاہر مستند ہیں۔ اسی وجہ سے نادر دہلوی کی سچا کردہ معلومات نہایت درجہ اہمیت اختیار کر گئی ہیں، چنانچہ بعض شاعرات کے حالات و کلام کے لیے نادر کا تذکرہ ہیادی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

تیسرے نادر نے جن شاعرات کے حالات و دیگر تذکروں سے ماخذ کیے ہیں، ان میں سے بھی بعض کے بارے میں مزید تحقیق کی ہے۔ لہذا تحقیق اور بحث کے بعد کہیں تو بیان کو رد کیا ہے اور کہیں اپنے نتائج اخذ کر کے بیان کیے ہیں۔

انیسویں صدی کے زلیخ آفریں، تحقیق کا وہ معیار ابھی قائم نہیں ہوا تھا جسے آج جدید تحقیق یا سائنسی تحقیق کا نام دیا جاتا ہے۔ اردو تحقیق کا ابتدائی ماخذ اردو تذکرے ہیں جن میں ابتدائی معیار کی اور سطحی تحقیق سے واسطہ پڑتا ہے۔ نادر دہلوی کا تعلق بھی اسی دور کی تحقیق سے ہے لیکن یہ کچھ خوش گوار حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے معاصرین یا پیش روؤں سے نہایت زیادہ تحقیق کر کے بہتر نتائج حاصل کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے پہلے تذکرے حریت العلوم فی مستطعات المظلوم میں انہوں نے تحقیق کر کے شعرا کی تاریخ اصداف درج کرنے کا اہتمام کیا، مگر تذکرۃ النسائے نادری میں بھی تحقیق سے کام لیتے ہوئے مشمولہ شاعرات کے حالات و کلام میں اپنی الغرضیت قائم کی۔ تذکروں میں یہ تحقیقی روش ہمیں اس دور کے تذکرہ نویسوں کے ہاں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔

دوسری طرف ان کے بعض بیانات اور استخراج نتائج سے ان کی تحقیقی خامیاں بھی سامنے آتی ہیں۔ کہیں انہوں نے تذکرہ نگاروں کے بیانات کو جرح و تعدیل کے بغیر مان لیا ہے اور بعض جگہ تحقیق سے زبردستی کرتے

ہوئے مسلم علم دانوں کے خلاف شخصیات جذبات و خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہ خامیاں مایوسہ اور غیر حتمین معیار تحقیق کے سبب ان کے ہاں درآئی ہیں جس کا لوہہ ذکر ہوا ہے۔

تآرہ دہلوی معاصر دہلوی شاعرات میں سے اکثر سے واقف تھے۔ بعض سے تو ان کے ذاتی مراسم بھی تھے۔ یہی نہیں، دہلی سے باہر کی شاعرات اور شاعرات چودہویں سے کہیں اور چلی گئیں، ان میں سے بھی بعض سے وہ اچھی طرح واقف تھے۔ انکی تمام شاعرات کے جو حالات اور کام انھوں نے اپنے تذکرے میں درج کیا ہے، وہ تذکرۃ النسائے نادری کے اعتبار کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ یہ خصوصیت اس تذکرے کو شاعرات کے ہم عصر تذکروں میں ممتاز کرتی ہے۔ راجہ میر غمی، مستفاداجی، فتح محمد بھوپالی اور تہر سندیلوی کے تذکروں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تذکروں میں شامل پیش تر شاعرات کے حالات اور کلام تذکرۃ النسائے نادری سے بجا واسطہ یا واسطہ مستعار ہے۔ بہارستانِ ناز و ہندوستانی شاعرات کا پہلا تذکرہ تھا۔ اس میں معاصر شاعرات کی تعداد اچھی نسبتاً زیادہ ہوئی چاہیے تھی اور ان کے بارے میں معلومات بھی براہ راست اور صفحہ ہونی چاہیے تھیں، لیکن میں یہ جان کر راجہ میر غمی ہوتی ہے کہ بہارستانِ ناز کی دوسری اشاعت ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں دونوں زبانوں کی شاعرات کی مجموعی تعداد ستر تھی، جب کہ تآرہ کے مکتبے ناز کی پہلی روایت (اشاعت ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء) میں شاعرات کی تعداد ۵۳ اور ”چمن اعجاز“ کی روایت تآزل (مشمولہ سرانہ خیالسی، مطبوعہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء) میں شاعرات کی تعداد ۳۳ تھی۔ گویا دونوں میں دوسرے قریب شاعرات کے تراجم شامل تھے، چنانچہ بہارستانِ ناز کی تیسری اشاعت (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء) میں راجہ میر غمی نے تآرہ دہلوی کے ان دونوں تذکروں سے استفادہ کرتے ہوئے مزید ۱۰۴ شاعرات کا اضافہ کر کے اپنے تذکرے میں شاعرات کی تعداد بڑھا کر ۱۳۷ کر لی۔^(۹) مستفاداجی، فتح محمد بھوپالی اور تہر سندیلوی نے تو اپنے تذکرے تآرہ دہلوی کے بعد لکھے، لہذا ان میں تآرہ دہلوی کے تذکروں سے دستخط بنانے پر استفادہ بآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ اس امر کی گواہی ہے کہ تذکرہ نگار تآرہ دہلوی نے شاعرات کے حالات و کلام جمع کرنے کی جس قدر تحقیق یا سعی کی، وہ ان کے معاصر اور بعد کے تذکرہ نگاروں سے ممکن نہ ہو سکی اور انھوں نے تآرہ دہلوی کی محنت و کاوش کے سراپے پر ہی اپنے تذکروں کی بنیاد رکھی۔

یہی سبب تھا کہ تآرہ دہلوی نے اپنی محنت پر راجہ میر غمی اور فتح محمد بھوپالی کو اپنی اپنی شہرت کے عملِ قیصر کرتے دیکھا تو ان سے ذرا ہٹا کر انھوں نے راجہ میر غمی کی خدمت میں مرید اور فتح محمد بھوپالی کی خدمت میں رتھ لکھ کر بھیجا، جن میں ان کے تذکروں کی خامیاں اور تآرہ دہلوی کے تذکروں سے سوا چوری کرنے سے حلقہ تحقیقات درج ہیں لیکن دونوں کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا۔ یہ اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ تآرہ دہلوی اپنے دعوے میں برحق تھے اور انھوں نے مرید اور رتھ میں جن غلطیوں کی نشان دہی کی تھی، وہ بھی درست ہیں۔

تذکرے کا نام

تادور دہلوی نے سرائے خیالی اور ”جمن اعجاز“ کے سرورق کے علاوہ مکتبہ گلشنی دلاور ”جمن اعجاز“ کے دیباچے اور غصے میں، یعنی پانچ مقامات پر تذکرے کا نام نذکرۃ النسائے نادری درج کیا ہے۔^(۹۰) اس سے واضح ہوتا ہے کہ تذکرے کا اصل اور پہلا نام نذکرۃ النسائے نادری ہے۔ صرف ایک جگہ تذکرے کی پہلی اور آخری سہل اشاعت (۱۸۸۳ء تا ۱۳۰۱ھ) کے سرورق پر تذکرے کا نام ”نذکرۃ النساء“ درج ہے۔ یہ ظاہر دونوں ناموں میں فرق نظر آتا ہے لیکن یہ فرق کوئی حقیقت نہیں دکھاتا۔ ”نذکرۃ النساء“ اور ”نذکرۃ النسائے نادری“ میں کوئی اصلی اور معنوی بعد نہیں۔ نذکرۃ النسائے نادری تذکرے کا اصل اور شہسمل نام ہے، جب کہ نذکرۃ النساء صرف ایک اشاعت کے سرورق پر درج کیا گیا ہے۔

تادور نے تذکرے کا تاریخی نام ہر جگہ انور مرآت خیالی لکھا ہے۔ گلشنی دلاور مرآت خیالی، نذکرۃ النساء اور مصلحہ مرآت خیالی کے سرورق پر یہی تحریر ہے۔ اس کے علاوہ ”جمن اعجاز“ کے ابتدائے گلشنی دلاور کے سبب تالیف سمیت اور پچھلوں پر بھی تادور نے اس کا اعادہ کیا ہے۔^(۹۱)

مرآت خیالی کے تاریخی مادے سے ۱۲۹۴ کا عدد برآ ہوتا ہے جو نذکرۃ النسائے نادری کی ردولہجہ اولیٰ کی تکمیل کا سال ہے (۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۵ء)۔ گلشنی دلاور کے ”سبب تالیف“ میں تذکرے کا تاریخی نام تادور نے ”چشتان خیالات القادوس“ بھی لکھا تھا^(۹۲) لیکن بعد میں نذکرۃ النسائے نادری کی اشاعت کے وقت اسے دیباچے سے نکال دیا، گو یہ اسے غیر اہم گردانتا۔ ”چشتان خیالات القادوس“ کے مقابلے میں مرآت خیالی میں بندش کی پہنچی اور صاحب انور مرآت لکھتا ہے۔

تادور دہلوی نے تذکرے کے نام کے ساتھ ساتھ اس کے آغاز کے بھی تاریخی مادے نکالے ہیں۔ پہلے انھوں نے آغاز تذکرہ کا تاریخی ماڈہ ”غیرت دار باز نکلا جس سے ۱۸۷۱ء (مطابق ۱۲۸۸ھ) کا سنہ برآ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ شاہد ہا ملدین فقیر دہلوی نے تذکرے کے دونوں حصوں مکتبہ گلشنی دلاور ”جمن اعجاز“ کے تاریخی مادے ایک بار ”تادور“ اور ”ترکیبات تادور“ نکالے۔^(۹۳) ان دونوں سے بھی ۱۲۸۸ھ ہجری (مطابق ۱۸۷۱ء) کا سنہ حاصل ہوتا ہے۔ بعد میں تذکرے کے مکمل ہونے پر تادور نے اس کی تکمیل کے بکری سن ۱۲۹۳ھ سمیت کے مطابق اس کا تاریخی ماڈہ ”چشتان خیالات القادوس“ نکالا^(۹۴) لیکن بعد میں اسے بھی نذکرۃ النسائے نادری میں شامل نہیں کیا اور اس کی جگہ مرآت خیالی کو تذکرے کے تاریخی نام کے طور پر درج کیا۔^(۹۵)

مصلحہ مرآت خیالی کے سرورق پر اس کا تاریخی نام ”تاریخ خاص“ لکھا ہے۔ اس کا تاریخی مادے سے

۱۹۰۲ کا عدد حاصل ہوتا ہے جو اس کی تکمیل کا پچیسویں سال ہے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ دائرہ دلوی کا تاریخ کوئی سے خاص شغف تھا، چنانچہ انھوں نے اپنی تقریر یا بھی کتابوں اور رسائل کے تاریخی نام لگائے، ان کے قطعات تاریخ خود کہے اور دوسروں سے کہلائے۔ ذکرۃ النسائے نادری اور اس کے مختلف حصوں کے تاریخی نام رکھنے میں بھی دائرہ دلوی کی اسی فطری دلچسپی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

زمانہ تصنیف و تکمیل

تاریخی مآذوں کے مطابق ذکرۃ النسائے نادری کی ترویج ۱۸۷۱ء/۱۲۸۸ھ/۱۹۲۸ء سب سے شروع ہوئی۔ تقویم سے رجوع کرنے پر ظہم ہوا کہ ۱۸۷۱ء میں ہجری سال ۱۲۸۸ء کا آغاز ۲۳ مارچ سے ہوا اور سن ۱۹۲۸ء تکری ۱۳ مارچ ۱۸۷۱ء سے شروع ہوا۔ اس سے پتہ چلا کہ دائرہ دلوی نے ذکرۃ النسائے نادری کی تالیف کا کام ۱۳ مارچ ۱۸۷۱ء تا ۲۳ مارچ ۱۸۷۲ء مطابق ۲۲ مارچ ۱۲۸۸ء مطابق تک چلا رکھا تھا، ۱۷ مارچ ۱۹۲۸ء تکری کے دوران شروع کیا۔

ذکرۃ النسائے نادری کے ”سبب تالیف“ میں دائرہ دلوی نے واضح کیا ہے کہ یہ ذکرۃ چار برس میں جاری ہوا۔ (۴۵) گویا تذکرے کی تکمیل ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ سرانہ خیالی تاریخی نام ہے جس سے ۱۹۲۳ء کا سنہ آدہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دائرہ دلوی نے ۱۹۳۲ء تکری کو بھی تذکرے کی تکمیل کا سال قرار کیا ہے۔ (۴۶) گویا ۱۸۷۵ء میں تذکرہ اکس مذت کے دوران جاری ہوا جب ہجری سن ۱۲۹۲ء اور تکری سن ۱۹۳۲ء تھا۔ تقویم سے رجوع کرنے پر معلوم ہوا کہ ۱۸۷۵ء میں ۱۲۹۲ء ہجری کا آغاز ۲۹ فروری کو اور تکری سال کا آغاز ۱۳ مارچ سے ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکرۃ النسائے نادری کی تکمیل ۱۳ مارچ ۱۲۹۲ء تکری ۱۸۷۵ء مطابق ۷ مارچ ۱۳۱۱ء مطابق ۱۲ مارچ ۱۲۹۲ء مطابق تک چلا رکھا تھا، ۱۷ مارچ ۱۹۲۸ء تکری کے دوران ہوئی۔

دائرہ دلوی ۱۹۰۲ء تک تذکرے میں اضافے کرتے رہے۔ انھوں نے سلطان مراد خیالی پر آخری نظر ثانی کا سال ۱۳۲۰ء ہجری مطابق ۱۹۰۲ء عیسوی مطابق ۱۹۵۹ء تکری درج کیا ہے۔ (۴۷) تقویم کے مطابق ۱۹۰۲ء میں ۱۳۲۰ء ہجری سال ۱۳۱۰ء مارچ ۱۹۵۹ء تکری سال حسب روایت ۱۳۱۰ء مارچ سے شروع ہوا۔ اسی بیان میں انھوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ انھوں نے یہ کام خشی لحاظ سے اپنی عمر کے انصاف دس سال میں مکمل کیا۔ دائرہ دلوی نے اپنی تاریخ پر ۱۸ مارچ ۱۸۷۳ء لکھی ہے۔ اس حساب سے ان کی عمر ۱۸ مارچ ۱۹۰۲ء کو انصاف دس سال کی ہوتی ہے۔ اس سے نتیجہ نکلا کہ دائرہ دلوی نے تذکرے میں آخری بار تحمیم و اضافے کا مکمل ۱۸ مارچ ۱۹۰۲ء سے مکمل کیا۔ اگر یہ مکمل ۱۸ مارچ ۱۹۰۲ء تکری کے بعد انھما ہوا ہوتا تو دائرہ دلوی ”انصاف دس“ کے بجائے ”انصاف دس سال“ قرار کرتے۔

اس تحقیق کے بعد اب ہم ایک مضی مذت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جس میں دائرہ دلوی

نے تذکرۃ النسائے نادری پر آخری بار نظر ثانی اور اضافے کیے۔ یہ مدت ۱۳ اپریل ۲۰۰۲ء تا ستمبر ۱۹۰۲ء مطابق ۳۴ محرم ۱۴۰۲ء تا جمادی الثانی ۱۳۲۰ء مطابق یکم و سہ ماہ ۱۲۵۹ء سوچ ۱۹۵۹ء بکری بقی ہے۔

ترمیم اور اضافے

تذکرۃ النسائے نادری میں نادر دہلوی کی تراجم اور اضافوں کا زمانہ دوسرے سؤ دے کی تکمیل ۱۸۷۵ء سے آخری سؤ دے کی تکمیل ۱۹۰۲ء تک کا ہے۔ ۱۹۰۲ء/ ۱۳۲۰ء ۱۹۵۹ء بکری میں حیار ہونے والا سؤ دہ مصنف کا ساتواں سؤ دہ تھا۔ انھوں نے یہ بھی واضح کیا کہ یہ تذکرہ دو حصوں، گلسنپ نثر اور سرائے خیالی کی صورت میں چھپا تو یہ مصنف کا پانچواں سؤ دہ تھا۔^(۲۸) گویا تذکرۃ النسائے نادری بطور ۱۸۸۳ء مصنف کا چھٹا سؤ دہ ہوا۔ یہ سب مصنف کے ترمیم شدہ سؤ دوں کی روایتیں ہیں۔ نادر دہلوی نے تذکرے کے پہلے چار سؤ دات کے بارے میں واضح نہیں کیا۔ ان کے بارے میں قرآن سے اعجاز ہی لگایا جاسکتا ہے۔ مصنف کے بیانات اور قرآن سے تذکرۃ النسائے نادری کے سؤ دوں (دوسرے ٹکڑوں میں تذکرے کی روایتوں) کی ترتیب یوں بنتی ہے:

- ۱۔ پہلا سؤ دہ: ابتدائی سؤ دہ۔ غالباً تذکرے کے آغاز کے فوراً بعد ۱۸۷۵ء میں حیار ہونے والا سؤ دہ۔
- ۲۔ دوسرا سؤ دہ: پہلے سؤ دے کے بعد تکمیل تذکرہ ۱۸۷۵ء کے وقت حیار ہونے والا سؤ دہ۔
- ۳۔ تیسرا سؤ دہ: اشاعت کے لیے حیار ہونے والا سؤ دہ جس کی بنیاد پر ۱۲۹۳ء/ ۱۸۷۶ء میں تذکرے کا پہلا حصہ گلسنپ نثر شائع ہوا۔
- ۴۔ چوتھا سؤ دہ: ”چمن اعجاز“ کو شامل کر کے حیار ہونے والا سؤ دہ۔
- ۵۔ پانچواں سؤ دہ: تذکرے کے دوسرے حصے کی اشاعت کے لیے حیار ہونے والا سؤ دہ۔ مصنف نے واضح کیا ہے کہ تذکرے کے علاحدہ علاحدہ جو حصے چھپے، وہ تذکرے کے پانچویں سؤ دے پر مشتمل تھے۔ اس سؤ دے میں ”چمن اعجاز“ کا متن گلسنپ نثر کا تھلا اور اس کے قطعات تاریخ شامل تھے۔ اس سؤ دے کی بنیاد پر ۱۲۹۵ء/ ۱۸۷۸ء میں تذکرے کا دوسرا حصہ سرائے خیالی چھپا۔
- ۶۔ چھٹا سؤ دہ: تذکرے کے دونوں حصے بالترتیب مع ضمیر ”چمن اعجاز“، تکمیلہ القلم گلسنپ نثر اور تھلا (گلسنپ نثر ”چمن اعجاز“ اور تذکرۃ النسائے نادری) کے قطعات تاریخ و تقریحات، انہماک سرائے عمارت مشمولہ وغیرہم سمیت۔ اس سؤ دے کی بنیاد پر تذکرۃ النسائے نادری کی ۱۸۸۳ء کی اشاعت مکمل میں آئی۔
- ۷۔ ساتواں سؤ دہ: تذکرے کی مکمل اشاعت ۱۸۸۳ء کے بعد مصنف کی نظر ثانی اور اضافات کے بعد ۱۹۰۲ء میں حیار ہونے والا سؤ دہ۔ اس کی اشاعت کی توثیق نہیں آئی، اس لیے نادر دہلوی نے ترمیمیں اور اضافے

۱۹۰۳ء میں دیگر مخطوطات کے ساتھ ملاحظہ مراد خیالی میں شائع کر دیے۔

ان تصنیفات سے واضح ہوتا ہے کہ تذکرۃ النسائے نادری میں اضافوں اور ترمیمات کا متحرک ترین دور اپنے ۱۸۷۱ء سے ۱۸۸۳ء تک کا ہے۔ ۱۸۷۵ء میں تذکرے کے دوسرے سوادے سے ۱۸۸۳ء میں پہلے سوادے کی تکمیل تک تادردہلوی شاعرات کے حالات اور کلام میں مسلسل اضافے کرتے رہے لیکن اس کے بعد آخری سوادہ (۱۹۰۳ء) اس طرح کے اضافوں سے خالی نظر آتا ہے۔ اس آخری سوادے میں محض واقعات اور معلومات میں کمی حد تک اضافے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تادردہلوی عمداً اور ذہنی طور پر ۱۸۸۳ء میں پہلے سوادے کی تکمیل تک اپنے تذکرے کو مکمل کر چکے تھے۔ گویا سوادہِ عظیم کی تیاری محض اس لیے تھی کہ بعد کی کچھ معلومات اور اہم القام نظم کے نام تنقیدی واقعہ تذکرے میں شامل ہو سکیں۔ یہاں غور کرنے والی بات یہ ہے کہ تذکرۃ النسائے نادری میں تادردہلوی کی معاصر سبھی شاعرات تو شامل نہیں ہیں اس لیے ساتویں سوادے میں فطری طور پر کچھ نہ کچھ شاعرات کا اضافہ لازماً ہونا چاہیے تھا۔ تادردہلوی کے مخطوطات اور محنت سے یہ ہیئت نہ تھا کہ وہ اس طویل عرصے میں ایسی شاعرات کی تعداد اور ان کے حالات و کلام میں اضافے نہ کر سکتے جو تذکرے میں موجود نہیں تھے۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ تادردہلوی خود ہی تذکرے میں شاعرات کا اضافہ نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ اس امر کے لیے کوشش کرنے کو اہم نہیں سمجھتے تھے، چنانچہ اٹھارہ سال کے اس طویل عرصے میں انھیں جو کچھ معلومات آسانی سے مل گئیں، انھوں نے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے تذکرے کا ساتواں سوادہ تیار کر لیا۔

سبب تالیف تذکرہ

تذکرۃ النسائے نادری کے ”سبب تالیف“ میں تادردہلوی نے تذکرے کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”جائے میرٹھی کے بہار سہیلہ کی دونوں اشاعتوں کو پڑھ کر خود دیکھنا اور مقابلہ کیا تو دونوں میں بڑا فرق پایا۔ اس کے علاوہ دیگر تذکروں میں بھی اختلافات پائے تو دلِ حقیق منزل میں سہایا کہ مجھے بھی تذکرہ لکھنا چاہیے، تاکہ جو شاعرات ان تذکروں میں نہیں پائی جائیں اور میرے پاس ان کا کلام موجود ہے، اس تذکرے کے ذریعہ قیود کتابت میں آجائیں گی۔“ (۴۹)

ان وجوہات کے بین استلزام پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ تادردہلوی کے دل میں خود ایک تذکرہ شاعرات لکھنے کا خیال اس لیے آیا کہ دوسروں کی لاطیوں کی نشان دہی کر کے وہ اپنی تذکرہ نگاری کی دھاک بخائیں اور کچھ نئی شاعرات کے حالات و کلام سے اپنے تذکرے کو اہم ثابت کریں۔ یوں ان تصنیفات اور بیان تادردہ کے بین استلزام سے واضح ہوا کہ تادردہ نے کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تذکرۃ النسائے نادری تالیف کرنے

کا آغاز نہیں کیا، بل کہ ان کی یہ کوشش رد عمل کا نتیجہ تھی۔ ٹھیک ایسے ہی جیسے حکیم قطب الدین باکن نے شیخو کے حملے پر غار کے رد عمل میں اپنا تذکرہ گلستانِ بے خزاں تھکا، اور دہلی کے رد عمل کا سبب رنج میرٹھی کی تذکرہ مہارستانِ ناز (۱۸۸۳ء اور ۱۸۸۴ء) میں تذکرے کی دوسری اشاعت تک رنج میرٹھی سے اُن کا معارفہ بھی چلا۔ بعد میں اہم القام محکم بھوپالی سے بھی تذکرہ نگاری کے حوالے سے اُن کا سفر کر ہوا۔ ان شہدے سے معلوم ہوا کہ تورو دہلی نے اپنا تذکرہ رنج میرٹھی کے تذکرے مہارستانِ ناز کے رد عمل کے طور پر شروع کیا اور بعد میں یہ تذریعہ نظر ثانی، تنسیخوں اور ترمیموں کے ذریعے اس کے مولد میں اضافے کرتے رہے۔

املائی خواص

تدوینِ تذکرہ میں مستقل حوالہ میں املا کی بعض خرابیاں نظر آتی ہیں، کچھ الفاظ کی مخصوص شکلیں بھی کتابت ہوئی ہیں۔ ان میں سے کچھ کا تعلق کتابت سے اور کچھ کا مصنف کے اختیارات سے ہے۔ ایسی تمام غلطیوں اور اختیارات کو درست اور جدید املا سے بدل دیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ صحیح تصحیح ہی رہے، تحریف نہ بن جائے۔ ان املائی خواص یا غلطیوں اور اختیارات کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) مصنف اور کاتب نے اگرچہ بڑے معروف و مجہول کا امتیاز برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے لیکن بعض مقامات پر یہ امتیاز برقرار نہیں رہ سکا۔ اس کی طرف مصنف نے بھی اپنے درج بالا بیان میں نشان دہی کی ہے۔ ایسے تمام مقامات کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

(۲) متن میں کافی جگہ ہائے تخطو استعمال کی گئی ہے۔ اس کے باوجود ایسے بہت سے الفاظ میں ہائے مفرد کتابت ہو گئی ہے جہاں ہائے تخطو کا عمل تھا۔ مثلاً بجی (بھی)، جی (جی)، جہا (جہا)، کہایا (کہایا)، چا (چا)، اسیجا (اسیجا)، لکھنا چہنا (لکھتے چہنا)، کمر (کمر)، دھن (دھن)، گورے (گورے)، ڈہنگ (ڈہنگ)، لکھوئی (لکھوئی)، وغیرہ۔ مثالیں بہت زیادہ ہیں جنہیں درج کرنا خواہ مخواہ اختصامت کا باعث ہے۔ ایسے تمام الفاظ کی املا درست کر دی گئی ہے۔

(۳) اس کے خلاف ایسے الفاظ میں کاتب نے ہائے تخطو کتابت کر دی ہے جہاں ہائے مفرد کا مقام تھا۔ مثال کے طور پر چٹکے (چٹکے، ص ۱۸)، خدادیم (نہادیم، ص ۲۱)، خال (نہال، ص ۲۱)، نوربھار (نوبھار، ص ۱۵)، منصور (مشہور، ص ۸)، صحران (صحران، ص ۴۷)، بہتان (بہتان، ص ۱۸۰)، نوربھاس (نورجہاں، ص ۱۰)، جہاں (جہاں، ص ۱۴)، پچھلے (پچھلے، پشت ورق ۱)، مذمن (مذمنی، مسلحہ، مرتبہ خیالی، ص ۱۴)، پھارپوں (پھارپوں، "مریضہ"، ص ۸)، وغیرہ۔

۱۱۹ اور ۲۳ پر مصنف / کاتب نے ”شائع“ لکھا ہے، / کاتب (ص ۵۳ پر ”نائب“ لکھا ہے)، / جابج، / گجائیش، / قصاص، / زامری، / شہنکھی، / طوائخان، / منالنج، / دایج، / عایج، / آید، / شایج، / جرایج، / کاججیاں، / جوالہر، / العجلیب، / شائیش، / زبائیش، / طوائف، / حمال، / خرائین، / شمیل، / نایکا، / الحائف، / وخرائف، / نالایق، / منالنج، / پراہر، / گانے، / رانیہ، / بیہائیش، / لایق، / مضایق، / راساہن، / شکاری، / خصال، / بکائین، / لرایش، / فہرائش، / وغیرہ۔

(۱۳) اس کے خلاف جن الفاظ میں آیا ہے ایسے کچھ الفاظ میں امزہ استعمال کی گئی ہے۔ جیسے: لئے، / کئے، / دئے، / چاہئے، / دیکھئے، / سنے، / چاہئے، / کچکے، / دیکھئے، / بڑھئے، / گزرنے، / جائے، / گوئے، / کوئے، / کہئے، / پچھئے، / بدوائی (بدایہی)، / وغیرہ۔ یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ الفاظ میں آیا اور امزہ کا بدل غلط العوام ہے اور کتاب ہذا میں ایسے الفاظ کے احاطہ پر عموماً اختیار مصنف کا گمان کیا جاسکتا ہے۔

(۱۵) بعض الفاظ میں امزہ لڑی چاہیے لیکن ایسے کچھ الفاظ بدولت امزہ کتابت ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر چائے (چائے)، / تمس (تمس)، / ہوئے، / چار، / ہمدوں (ہمدوں)، / لکھنؤ، / بیت (بیت)، / شاعران، / وغیرہ۔ یہ واضح طور پر کتابت کی غلطی تھی۔

(۱۶) عربی لاصل الفاظ کے آخر میں آنے والا امزہ اردو میں آواز نہیں دیتا، اس لیے اس کا لکھنا محض تکلف ہے، جہاں چہ مستند الماکویش نظر رکھتے ہوئے ایسے تمام الفاظ کے آخر کی امزہ نکال دی گئی ہے۔ کتاب ہذا میں ایسے بہت سے الفاظ ہیں یہ امزہ غلط العوام کی تقلید میں لگائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر: خدا، / اجڑا، / شعراء، / تذکرہ، / شعراء، / ابتداء، / تذکرۃ النساء، / تاد، / تاد، / حاد، / مٹکی، / خاد، / مجہ، / ہاد، / پاد، / یکتا، / نژاد، / دستہ، / عاد، / وغیرہ۔

(۱۷) ”دچار لفظ ایسے بھی ہیں جن میں بعض جگہ“ یا ”کتابت ہی نہیں کیا گیا۔ مثلاً: فرمائے (فرمائیے)، / فرمائی (فرمائیے)، / وغیرہ۔

(۱۸) جو الفاظ الف پر ختم ہوتے ہیں، ان میں سے بعض میں الف کے بجائے ہائے ہوڑ استعمال کی گئی ہے۔ جیسے: والد (والا)، / راجہ (راجا)، / دھوکہ (دھوکا)، / آند (آندا)، / مدہیہ (مدہیا)، / جیسہ (جیسا)، / پد (پدا)، / جھروکہ (جھروکا)، / پاندال (پاندالا)، / امیرہ (امیرا)، / ملہ (ملا)، / محمد (محمدا)، / اردہ (اورا)، / نزالہ (نزلا)، / قندہ (قندھا)، / دھندہ (دھندا)، / زالدہ (زالا)، / مہاراجہ (مہاراجا)، / سمنہ (سمنا)، / ہاشمہ (ہاشمھا)، / وغیرہ۔ اردو الفاظ کے اصول کے مطابق مقامی اور دیسی زبان کے الفاظ اکثر ویشی تر الف پر ختم ہوتے ہیں اس لیے چند خاص ناموں یا اسم معروف کے اس کی خلاف ورزی غلط العوام ہے۔ کتاب ہذا کے متن میں بھی متعدد جگہ ہاں الفاظ میں اسی غلط العوام کی جڑی دی گئی ہے جنہیں درست کر دیا گیا ہے۔

(۱۹) اس کے خلاف دو ایک مقامات پر ایسے لفظ الف سے لکھے ہیں جن کا اختتام ہائے ہوڑ پر ہوتا

ہے۔ مثال کے طور پر جبر (جبر)، عز (عز)، آسیا (آسیا) ایسے تین لفظ ہیں۔

(۲۰) لفظ العام کی تحدید میں بعض الفاظ کے آخر میں ایک زائد ہائے متحرکات کی گئی ہے۔ مثلاً موص، مصرد (تخت میں موجود تین فصیح تھیں)، یہ، بکھ، ساتھ، (ساتھ)، رتہ، (رتہ)، دیکھ، (دیکھ)، ساتھ، (ساتھ)، آکھ، (آکھ)، میرٹھ، (میرٹھ)، مہ، (مہ)، بوجہ، (بوجہ)، واقعہ، (واقعہ)، مہ، (مہ)، کجھ، کچھ، (کچھ)، مینہ، (مینہ)، بکھ، (بکھ)، کدھ، (کدھ)، لاکھ، (لاکھ)، فی الدیہ، (فی الدیہ)، وغیرہ۔

(۲۱) اسی طرح بعض الفاظ میں ایک زائد "یا" بھی کتابت ہوئی ہے۔ مثلاً کوئیل، پانچیا، کانکل، ترچن، گچے، شایگان، کانچوں وغیرہ۔ ایک امکان یہ ہو سکتا ہے کہ کاتب یا مصنف نے سمر کی حرکت کے لیے یا استعمال کی ہو۔ یہ اس لیے بھی ممکن ہے کہ مضموم آواز کے لیے کاتب نے بعض حروف میں "واو" بھی استعمال کی ہے۔

(۲۲) کچھ الفاظ میں فتنہ، الحروف کے طور پر "واو" بھی موجود ہے۔ مثال کے طور پر فو حق (فحق)، اوئکے (اُس کے)، دولاٹی (دلاٹی)، لولے (آلے)، دولا (لا)، اولیئے (الھیے)، بندوؤں، دوبراوی (دوبراوی)، گوہر (گھر)، وغیرہ۔ یہ بھی قدیم اعداد کتابت کی جڑی کو ظاہر کرتا ہے۔

(۲۳) بعض الفاظ میں ایک زائد امزہ خواہ لگا دی گئی ہے۔ جیسے جے (سے)، بجائے، بندوئیں، چاچے، ٹلم (ٹلم)، پے (پے)، بلاؤتم (بلاؤتم)، کھبہ (کھبہ)، کینے (کے)، دلائی (دلائی)، مٹی (سے)، بیج (بج)، وغیرہ۔ یہاں بھی لفظ العام کی جڑی کی گئی ہے۔

(۲۴) بعض الفاظ کا املا الف محدود کے ساتھ ہے، انہیں الف محدود کے بغیر لکھا گیا ہے۔ جیسے ارائش (آرائش)، انچہ (آنچہ)، اچار (آچار)، اچاری (آچاری)، اچاریہ (آچاریہ)، ان (آن)، اچار (آچار)، جہان (جہاں)، آکھ (آن کر)، باب (مآب)، مادہ (آباد)، قراں (قراں)، اشائی (آشائی)، انحضرت (آنحضرت)، انگی (آنگی)، اچک (آچک)، اشا (آشا)، اب (آب)، دلام (دل آلام)، القاب (آقاب)، تذکرہ، انشاعر (تذکرہ، انشاعر)، ہنود (ہنود)، اتفاق (آفاق)، اپنے (آپ نے)، ارائش (آرائش)، وغیرہ۔ اس طرح کی غلطیاں بظاہر کتابت کی ہیں۔

(۲۵) اس کے خلاف بعض الفاظ میں خواہ تو لفظ لگادی ہے۔ مثلاً آفسوں (افسوں)، بھرا (بھرا)، جرائیکا (جرائیکا)، آب (آب)، آپنے (آپنے)، آساکھ (آساکھ)، آخر (آخر)، وغیرہ۔ یہاں بھی بظاہر الفاظ کتابت والا سادہ ہی لگتا ہے۔

(۲۶) اسے اضافت پر لفظ طور سے امزہ لگا دیا گیا ہے۔ یہ بھی لفظ العام کی جڑی میں کیا گیا ہے۔ ایسے کچھ الفاظ یہ ہیں: ابتدائی مضمون (ابتداء مضمون)، شعرائے، مصرد، روئے (روئے)، بروئے، بروئی

(ہوئے)، گائے ناگہانی، صہائے، پائی (پائے)، شئی (شرے)، قباے، بلاے، بوئے، پلائے،
تاشائی (تاشائے)، بوئے گل، آہوئے، جھائے، مٹی (ہے)، سودائے، سرائے، برائے، پائے،
جرائے، آرزوئے، دریائے بلا، خدائے، رسوائے شہر، رائے، روئے دنیا، پائے استقبال، جرائے،
سوئے، بجائے، وغیرہ۔

(۲۷) عربی کے جن الفاظ میں کز اذہر ہے، ایسے الفاظ کو اردو میں لکھتے ہوئے کزے ذہر کے بجائے
الف کے ساتھ لکھتے ہیں۔ اس میں اسم کمرہ یا خاص ناموں کو استثنائی جاتی ہے لیکن بعض زبان دان اور ماہرین زبان
انہیں بھی الف سے لکھتے پر زور دیتے ہیں۔ اس مسئلے میں تفصیل کے لیے رشید حسن خاں کی ب مثال کتاب
کرد و اسلا سے رجوع کرنا چاہیے۔ ذہر نظر کتاب میں بھی بعض ایسے الفاظ کزے ذہر کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ مثلاً
دھوی، دھوئے، سٹا، حقینی، وغیرہ۔ اسی قبیل کے الفاظ پر بعض مقامات پر کز اذہر بھی نہیں لگایا گیا۔ جیسے سٹے،
دھوی، لیلی، مرتضیٰ، عیسیٰ، الہی، الہ آباد، لیلے، دھوئے، وغیرہ۔ ان میں سے پہلی قسم کے الفاظ تو مصنف کے
اختیار سے تعلق رکھتے ہیں، جب کہ دوسری قسم کے الفاظ کا تب کی لفظی سے کز گئے ہیں۔ متن میں ان تمام الفاظ کا الفا
الف کے ساتھ اور یک ماں کر دیا گیا ہے۔

(۲۸) کاتب نے شمن کے ساتھ عموماً عیسوی، ہجری اور کمری شمن کے مختلفات "نہ"، "نہ"، "نہ"، "نہ" کتابت نہیں کیے۔ متن میں ان کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

(۲۹) بعض الفاظ میں اصولاً اضافت کی "یا" لکھی جا چکی لیکن وہاں مصنف "یا کاتب نے دو طرح کی
لفظیاں کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اضافت کی "یا" کے بجائے مزہر لگا دیا ہے، جب کہ بعض جگہ۔ مزہر کے نیچے کمرہ لگا
کر اضافت ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر پیکانہ زمان، لہر باہ زمان، خلفاء راشدین، وعاہ خیر، فدائہ خیر، ادھیاء،
شعراؤں، بیابا سجدہ، تذکرۃ اڈل الشعراء ہنود، حیات النساء متذکرہ، عتقاہ، خلفاء راشدین، وغیرہ۔
غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ مصنف "یا کاتب نے عموماً عربی الاصل الفاظ کے ساتھ ایسا کیا ہے۔ نمبر ۱ میں وضاحت کی
گئی ہے کہ کاتب مصنف نے عربی الاصل الفاظ کے آخر میں رائے مزہر لگائی ہے۔ اسی مزہر کو یہاں اضافت کے
لیے استعمال کر لیا گیا ہے۔ یہ کاتب نہیں، بل کہ مصنف کا اختیار معلوم ہوتا ہے۔

(۳۰) ہم الفاظ یا سنے تانی یا سنے تانی پر فہم ہوتے ہیں اور ترکیب میں استعمال ہوتے وقت اس "یا"
میں مزہر کی واضح آواز ظاہر ہوتی ہے، ایسے الفاظ کے لیے قلمی تقسیم انجمن ترقی اردو (ہند) نے مزہر لگانے کی
سفارش کی تھی۔ اس دور میں اور اس کے بعد عبد اللہ محمد علی، رشید حسن خاں اور بعض دوسرے ماہرین زبان نے
تحقیق کر کے سفارش کی کہ بے شک ایسے الفاظ میں "یا" پر مزہر کی آواز ظاہر ہوتی ہے لیکن نامناسب ہے کہ "یا"

پر اضافت کا مزہ لگایا جائے، بل کہ ایسے تمام الفاظ میں یا کے نیچے کسرۃ اضافت یا دی لگائی جائے۔ ایسے کچھ الفاظ اس کتاب میں بھی کسرۃ اضافت کے بجائے مزہ اضافت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ مثلاً درود صدیقی آن، گرمی، شاطری، رمی، غری، خلی، سرا، تنگی، ہم بڑی، دلی، منگی، تہلی، ناکھی، خواگی، بدائی ٹہ، وغیرہ۔ مندرجہ بالا تمام الفاظ میں مستند املا کے مطابق تصحیح کر دی گئی ہے۔

(۳۱) مصنف نے مالے کا بھی خیال نہیں رکھا۔ البیوی صدی کی مطبوعات میں یہ نہ جان عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے، بل کہ بیوی صدی میں بھی یہ طرز عمل جاری رہا۔ مالے والے الفاظ کو لکھا ہائے نواز سے جاتا لیکن انہیں چھتے وقت املا کیا جاتا۔ اس کتاب کا مصنف بھی ایسی کا بھروسہ ہے۔ قدوین کے دوران کتاب میں ایسے تمام مقامات پر الفاظ میں املا کیا گیا ہے۔

قدوین کا طریق کار

زیر نظر قدوین میں ذیل کے چار نسخے استعمال کیے گئے ہیں جو میری دست دس میں ہیں:

(۱) مجلسین نثر: مطبوعہ مطبع فوقی کاشی، دہلی: ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۳ء؛ ۳۶ صفحات۔ تذکرۃ النسائے نادری کا پہلا نسخہ جو قاری شاعرات کے تراجم پر مشتمل ہے۔

(۲) سراپ خیالی: مطبوعہ ایضاً: ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء؛ ۶۶ صفحات۔ تذکرے کے دوسرے نسخے "مجموعہ انعام" مجلسین نثر اور دیگر تقریروں پر مشتمل۔ اس کے سرورق پر اسے تذکرۃ النسائے نادری اور سراپ خیالی، دونوں ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ تذکرۃ النسائے نادری چون کہ مکمل تذکرے کا نام ہے، اس لیے اقتبازی کا خاطر اس اشاعت کو سراپ خیالی سے موسوم کیا گیا ہے۔

(۳) تذکرۃ النساء: مطبوعہ اکمل المطابع، دہلی: ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء؛ ۴ + ۱۲۳ صفحات۔ تذکرے کی مکمل اور آخری اشاعت۔

(۴) مصلحت سراپ خیالی: مطبوعہ مطبع سری رام پرکاش، دہلی: ۱۹۰۳ء؛ ۸ + ۳۶ صفحات۔ تذکرۃ النسائے نادری میں تراجم اور غلطیات پر مشتمل۔

تادرد دہلی کی تصانیف و تالیفات میں سے کسی کے سوا دے کا لب تک کہیں کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ تذکرۃ النسائے نادری اور تادرد دہلی کے دیگر دوسرائے کے سوا دات (اگر موجود ہیں تو) بنو پردہ کم ہی میں ہیں۔ متعلق خواجہ مرحوم نے لکھا تھا کہ تادرد دہلی کا ذخیرہ کتب لالہ سری رام کو ملتا اور لالہ سری رام کا ذخیرہ بخاریس احمد پور تھل لاہوری، دہلوانی، کتب خانہ جامہ پنجاب، لاہور، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی اور انجمن ترقی اردو

ہندوئی دہلی میں مقیم ہو کر تھمر گیا۔ (۳۶) انہوں نے کتب خانوں میں بھی قارء دہلوی کی کئی کتاب کے مسودے کا سراغ نہ لگ سکا۔ ایک قیاس یہ ہے کہ قارء دہلوی نے تذکرے کے اپنے ذاتی نسخے میں ترمیمات اور اضافات نوٹ کر لیے ہوں لیکن تذکرے کی اشاعت کا ہندوستان نہ ہونے کی وجہ سے انھیں مصنف کی صورت میں تحریر نہ کیا ہو۔ یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ قارء دہلوی نے تذکرۃ النسائے نادری کے حواشی میں یا صفحات اور سطروں کا حوالہ دے کر الگ سے تراجم و اضافات نوٹ کیے ہوں اور تذکرے کی تیسری اشاعت کے لیے بھی ان کا حوالہ مسودہ ہو۔

بہر حال، چون کہ قارء دہلوی نے تیسری اشاعت کے لیے تراجم و اضافات، ملحقات، مرآت خیالی میں درج کر دیے ہیں، لہذا انھیں تذکرے کی دوسری اشاعت، تذکرۃ النسائے نادری میں شامل کر کے تذکرہ مسودے کی نقل تیار کی جاسکتی ہے اور خوش نظر ترمیم میں بھی کیا گیا ہے۔

تدوین کے لیے تذکرۃ النسائے نادری کی دوسری اشاعت، نام تذکرۃ النساء کو بنیاد بنا لیا گیا ہے، کیوں کہ موجودہ نسخوں میں یہ مصنف کا نظر جانی شدہ آخری نسخہ ہے۔ اس امر کا قوی امکان موجود ہے کہ تذکرے کی دوسری اشاعت کے لیے کتابت خود مصنف کی نگرانی میں ہوئی۔ تذکرے کے بعض بیانات سے اسے تقویت ملتی ہے۔ اول تو تذکرے کے ہر حصے کے بعد کالی کی تحریر یا کتابت کی تاریخ لکھنا ظاہر کرتا ہے کہ ایسا خود مصنف کی مرضی سے ہوا ہے۔ دوسرے، صحت نامہ تذکرہ کے آخر میں مصنف کا وہ بیان قابل غور ہے جس میں انھوں نے کتابت میں پائے معروف و مجہول کی غلطیاں رو جانے اور ان کے لیے 'ع' اور 'ف' کے اشارے کتابت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ (۳۷) اس کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ مصنف نے اپنی نگرانی میں کتابت کرائی اور وہ کتابت شدہ صفحات کی پڑتال بھی کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے پڑتال کے بعد ان غلطیوں کی نشان دہی بھی کی، جہاں کی غلطیاں اور مرضی کے خلاف کتابت ہو گئی تھیں۔ صرف یہی نہیں، پائے معروف و مجہول کی بعض اخطا پر انھوں نے کاتب سے دستور قدیم کے مطابق 'ع' اور 'ف' کے نشان بھی لگوائے۔

اس شہادت سے صاف ظاہر ہے کہ تذکرۃ النسائے نادری کی دوسری اشاعت (مطبوعہ ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء) مصنف کی نظر جانی شدہ بھی ہے اور اس کی کتابت بھی مصنف کی نگرانی میں ہوئی ہے۔ اصول تدوین کے پیش نظر یہ اشاعت تذکرے کی تدوین میں بنیادی متن بننے کی اہل ہے، اور اسی کو خوش نظر ترمیم و تدوین کی درست طور پر بنیاد بنا لیا گیا ہے۔ مصنف نے تذکرے کی تیسری اشاعت کے لیے اس میں ضروری تراجم و اضافات پر مستقل مسودہ تیار کیا تھا، جو درست پاییدہ ہے۔ خوش قسمتی سے مرثیہ کو ملحقات، مرآت خیالی کے نام سے قارء دہلوی کی وہ آخری کتاب اور سالہ ہم دست ہو گیا جس میں مصنف نے تذکرے کی تیسری اشاعت کے لیے ترمیمات و اضافات درج کر دیے تھے، چنانچہ مصنف نے جہاں جہاں اور جن جن جگہوں پر ان ترمیمات اور اضافات کی نشان دہی کی

تھی وہاں حلقہ اضافے اور تراجم کردی گئیں۔ یہاں تذکرۃ النسائے نادرۃ موجودہ اشاعت خطائے مصنف کے مطابق اور مصنف کے نظر ثانی شدہ آخری نسخے کے مطابق ہے۔

اختلافات نسخ کے لیے تذکرے کی پہلی اشاعت کے دہائیوں میں مکتبہ ناز اور مراۃ خیالی پیش نظر رہے۔ سچ متن اور حواشی کے لیے تذکرے کی ان اشاعتوں کے علاوہ کچھ ثانوی یا تخریجی پیش نظر رہے جن میں تذکرۃ حسینی، مہارستان ناز، تذکرۃ شمیم سخن، حور مقصودات اور تذکرۃ البخوانین شامل ہیں۔ ان سب کی تفصیل کتابیات کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

مطبوعات اور غیپے

متن کے علاوہ اس کتاب میں دس مطبوعات اور چار غیپے بھی شامل ہیں۔ مطبوعات مصنف کتاب کی تحریریں ہیں اور ان کا تذکرے سے براہ راست تعلق ہے، جب کہ غیپے مرثیہ کی کوششوں سے ترتیب پائے ہیں۔ مطبوعات میں سے کچھ تذکرۃ النسائے نادرۃ میں سے اور کچھ مکتبہ مراۃ خیالی میں سے لیے گئے ہیں۔ آخری ملحقہ ان الفاظ کی فرہنگ پر مشتمل ہے جن کے متن بین السطور یا حاشیے میں خود مصنف نے تحریر کیے ہیں۔ انھیں ترتیب دے کر ایک فرہنگ کی صورت دے دی گئی ہے۔

عمیموں میں پہلا ضمیر مرثیہ کے حواشی پر مشتمل ہے۔ خیال رہے کہ اس غیپے کے تحت دو حواشی شامل ہیں جو متن اور مطبوعات پر لکھے گئے۔ مقدمے کے حواشی اس کے آخر میں درج ہیں۔ دوسرا ضمیر "اختلافات نسخ" کے لیے مخصوص ہے۔ اگلے دو غیپے اصل میں فرہنگ کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں ان الفاظ کی فرہنگ پیش کی گئی ہے جن کے استعمال کے حوالے سے وضاحت یا تخریج کی ضرورت محسوس ہوئی اور دوسرے حصے میں نہایت مشکل اور نامانوس الفاظ کی "فرہنگ" ہے۔

تذکرے میں مشمولہ شاعرات اور دیگر مشاہیر کی مکمل فہرست تلخیص (۱) کے تحت درج ہے۔ یہ فہرست اصلاً مصنف کی حیا رکھ ہوئی ہے۔ اسی فہرست میں موجود کتاب کے صفحات نمبر درج کر کے اسے موجودہ کتاب کی تفصیلی فہرست بنایا گیا ہے۔

علامات اور رموز اوقاف

تذکرے کا پیش نظر متن مرثیہ کرتے ہوئے درج ذیل علامات اور رموز اوقاف اختیار کیے گئے ہیں :

[] ایسی انگوٹھی قوسین : یہ قوسین متن میں ان عبارتوں کے شروع اور آخر میں استعمال کی گئی ہیں جو مصنف کی آخری نظر ثانی، تراجم اور اضافات پر مشتمل ہیں۔ یہ عبارتیں مکتبہ مراۃ خیالی میں شائع ہوئی تھیں۔ مصنف کے نشان زد مقامات پر ان قوسین کے اندر یہ عبارتیں درج کر دی گئی ہیں اور آخر میں

ماضیے کا فہرہ دے کر ماضیے میں حلقہ عبارت کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔ کچھ مقامات پر یہ قوسین بھری اور نکرہ سنین کے متبادل بھوسو سنین درج کرنے کے لیے بھی استعمال کیے گئے ہیں۔ "عواشی مصنف" میں لمبی قوسین کے اندر جو عبارتیں غلطی حروف میں درج ہیں وہ مرتب کا اضافہ ہیں۔ یہ عبارتیں عموماً حوالوں کے لیے لکھی گئی ہیں۔

() جھوٹی / کھلی قسمن : یہ قسمن ماحیے کے نمبروں کے ارد گرد لگائی گئی ہیں اور عام طور پر مچھ سے ڈرا اور گر کے ان میں ماحیے کے نمبر درج کیے گئے ہیں تاکہ مچھ سے متبر رہیں۔

متن کے اوپر دوئی کا نشان بنا کر بھی جاچے کے نمبر لکھے گئے ہیں۔ یہ نشان اور نمبر مصنف کے حوالی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان نمبروں کے حوالی علاحدہ سے ملحقہ (۹) کے تحت کتاب ہذا میں شامل ہیں۔

معن میں بعض الفاظ پر ایک مترادف کا نشان ہے۔ یہ وہ الفاظ ہیں جن کے معنی ہیں التسلوہ میں اور ج
تھے۔ ایسے تمام الفاظ اور ان کے معنوں کو "المعجم (۱۰) فرہنگ از مصنف" کے تحت جمع کر دیا گیا ہے۔

محقق نے ”سہ“ کے سین کے اوپر سال درج کر کے شیخ کا اندراج کیا ہے۔ مثلاً ۶۷۸ھ، ۳۰۱ھ،

۱۹۳۲ء کو۔ موجودہ صورت میں کچھ لڑکتا بہت میں یہ شکلیں ایک تو درست طور پر نہیں بنتیں اور دوسرے

فردی بحال پر گراں گزرتی ہیں اس لیے اس کتاب میں ایسے تمام مقامات پر ”سہ“ کا لفظ پہلے اور سال کا

ہندو ساس کے بعد درج کیا گیا۔ مثال کے طور پر مذکورہ بالا متنیں کو "سنہ ۱۸ء" "سنہ ۱۳۰۱ھ" "سنہ ۱۸۰۱ء" کے بعد درج کیا گیا۔ مثال کے طور پر مذکورہ بالا متنیں کو "سنہ ۱۸ء" "سنہ ۱۳۰۱ھ" "سنہ ۱۸۰۱ء" کے بعد درج کیا گیا۔

۱۹۳۲ء کی صورت میں لکھا گیا ہے۔

تخلص پر تخلص کا نشان التزام الگایا گیا ہے، چاہے متن میں ہویا نہ ہو۔ تاکہ کرے کے مطلوبہ متن میں اس کا

احرام نہیں کیا گیا، بل کہ عام لباسوں کی طرح تنفیس پر بھی ایک ٹکیر سمجھ دی گئی ہے۔ اس سے بعض جگہ

مخلص اور عام میں التزام کرنا ممکن نہیں رہا اس لیے بھی ماورچوں کا اردو میں مخلص کے لیے ایک نشان

سو جو وہ ہے اور اسے استعمال نہ کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اس لیے بھی تخلص پر مخصوص نشان

کے احترام کیا گیا ہے۔

لکھوں اور رسائل کے نام امتیاز کی خاطر فتح میں کتابت کرائے گئے ہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ یہ مفید

طرز عمل میں نے کمری ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی سے سیکھا اور اسے مفید قرار پایا۔ ڈاکٹر صاحب کا طریق کار

ہے کہ مطبوعہ وغیر مطبوعہ ایسی کتب اور جرائد کے نام فہرست میں کتابت کرائے جائیں جو مطبوعہ حیثیت کی

مالی ہیں، جب کہ مشورہ کتب درسا کی اجرائی، کتاب کے مختلف حصوں اور مضامین، وغیرہ کے خاص

نام دلوں میں (" ") کے اندر کتابت کرائے جائیں۔ اس کتاب میں ہر جگہ اسی کی ضرورت کی گئی ہے۔

— رموز اوقات کم سے کم استعمال کیے گئے ہیں۔ کوشش کی گئی ہے کہ ان میں استعمال کیا جائے، جہاں ان کا استعمال کرنا لازم ہو۔ رموز اوقات میں سکتے (۰)، وقفہ (:)، ختمہ (۔)، ربطیہ (:)، اندازیہ (۱)، سوالیہ اور استفہامیہ (؟)، وغیرہ کی علامتیں عام طور پر استعمال ہوئی ہیں۔

— الفاظ پر ضروری حرکات، خاص طور پر حق، طعنہ اور کسرہ لگانے کا خاطر خواہ اہتمام کیا گیا ہے۔ یاے معروف و مجهول اور باے مفرد و مثنوی کے امتیازات اختراعات قائم کیے گئے ہیں۔ یہ امتیاز مصنف نے بھی اکثر و بیش تر قائم رکھا ہے لیکن بعض مقامات پر کاتب یہ امتیاز برقرار نہیں رکھ سکا، چنانچہ موصوفت نے ”صحت نامہ“ میں یہ القاس کیا تھا کہ تذکرۃ النسبے نادری میں یاے معروف و مجهول کی شناخت ملحوظ رہی ہے مگر بعض جگہ ”ع“ اور ”ف“ کا اشارہ کر کے لفظ کی درستی کرنی پڑی ہے۔ ایسے تمام مقامات کی تصحیح کر کے ان کا امداد مست کر دیا گیا ہے۔

— اردو میں ”اور“ کا لفظ دو معروف معنوں میں مستعمل ہے۔ ایک لفظ ربط کے طور پر اور دوسرے حرید کے معنوں میں۔ جہاں یہ لفظ ”حرید“ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے وہاں الف پر زورے کر اس کا تلفظ کیا جاتا ہے، چنانچہ کتاب ہذا میں ایسے تمام مقامات میں الف پر فتح یا زبر لگایا گیا ہے جہاں ”اور“ پر معنی ”حرید“ استعمال ہوا ہے۔ امتیاز کے لیے لفظ ربط ”اور“ پر کوئی حرکت نہیں لگائی گئی۔

— مصنف یا کاتب نے بعض الفاظ کا املا بالذات العام کی تقلید میں لکھا تھا۔ انھیں بدل کر ان کی جگہ ان الفاظ کا مستعمل لکھا گیا ہے۔ ایسے الفاظ کی تحصیل خصوصیات کتابت کے تحت بیان ہوئی ہے۔ تفصیل کے لیے اسی سے رجوع کرنا چاہیے۔

کتابت: متن کی کتابت قدرے بلی حروف میں کرائی گئی ہے۔ اس معاملے میں مجلس ترقی ادب، لاہور کی مقرزہ روش اختیار کی گئی ہے۔ راقم الحروف کچھ عرصہ مجلس ترقی ادب میں مدبر کتب بھی رہا ہے۔ اس دوران تحقیق سے معلوم ہوا کہ جب مجلس ترقی ادب میں کلاسیکی اردو کی کتابیں شائع کرنے کا منصوبہ ماقبہ طے کیا گیا کہ امتیاز کی خاطر کلاسیکی کتابوں کے متون بلی حروف میں طبع کیے جائیں گے۔ مقصد سے اور خواہی کی کتابت قدرے فنی رکھنے کی۔ ہدایت کی گئی۔ مجلس نظر کتاب میں اسی نقطہ نظر کے تحت متن اور ملحقات کے ساتھ ساتھ آخری دو حصے بھی بلی حروف ہی میں کتابت کرائے گئے ہیں۔

شکر ہے

کسی بھی علمی، تحقیقی، ترویجی کام کا اہتمام دینا فرد واحد کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ عالم ہو یا عامی یا پھر

کوئی طالب علم سب کو اپنے علمی اور تحقیقی کاموں میں دوسروں سے مدد حاصل کرنی پڑتی ہے۔ نذکرۃ النسبے نادری کے پیش نظر تدوینی کام میں مجھے بھی اپنے تخلص کرم فرماؤں گا علمی تعاون حاصل رہا جس کے لیے میں فردا فردا سب کا شکریہ ادا کروں۔

تحقیق و تدوین کا یہ کام ہرگز مصدعہ بشعور پر نہا سکتا اگر کٹر مافی مرکز زبان و ادب، لکھنؤ، لاہور اور اس کی منظم علم اعلیٰ محترمہ یا سبکین حمید اس علمی کام کے انجام دینے کا فیصلہ نہ کرتے۔ نذکرۃ النسبے نادری کی تدوین میرے تحقیقی منصوبوں میں عرصے سے شامل تھی لیکن میرے دیگر منصوبوں کی طرح یہ بھی خود منظمہ القلم تھی۔ اس تدوین کے لیے ضروری مواد اور کتابیں بے شک میرے پاس موجود تھیں لیکن اگر یہ تدوینی منصوبے کے طور پر مجھے تقویٰ بعض نہ ہوتا تو شاید ابھی تک (اور نہ جانے کب تک) اس تذکرے کی تدوین شرمندہ تعبیر رہتی۔ موجودہ تدوین کی کامیابی تکمیل محترمہ یا سبکین حمید کی دل چاہی اور کاوشوں کی مرہون منت ہے۔

آج یہ کام مکمل ہوا ہے تو مجھے اپنے بہت سہراں مرحوم خلیل الرحمان داؤدی بہت یاد آ رہے ہیں۔ شہدۃ مرآت حبیبی کا انتہائی کم باب اور یاد نہ ہو مجھے انھوں نے مرحمت فرمایا تھا۔ اگر یہ نسخہ نہ ملتا تو جتنی طور پر تدوین کا یہ کام مکمل نہ ہو سکتا۔ داؤدی صاحب مجھے ناخبر کے حال پر بڑا کرم کرتے تھے۔ شہدۃ مرآت حبیبی کا مخطوطہ نسخہ بھی ان کی کرم مستوری کا ایک نمونہ ہے۔ اس طرح کے نادر کم باب تھے آج بھی مجھے ان کی یاد دلاتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس دنیا میں نہیں لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس تدوینی کام کی تکمیل پر وہ خوش ہیں اور میری حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ میں ان کے درجہ کی پابندی کے لیے دعا گو ہوں اور ان کے فرزند شقائق ایمان داؤدی کا شکریہ ادا کروں۔

متن کی ترتیب کے دوران دو قابل صد احترام بزرگ سنیوں کا تعاون میرے شامل حال نہ ہوتا تو یہ کام کبھی بھی موجودہ صورت میں نہیں نہ کیا جاسکتا۔ محترم محمد سلیم الرحمان اور محترم مظہر محمود شیرانی سے میں ازاؤل تا آخر راہ نمائی لیتا رہا۔ متن کی خواندگی اور تسمیل کے ساتھ ساتھ تدوین کے طریقہ کار پر ہنگ اور مقدمے کی مباحث، اہر مقام پر ان دونوں کی راہ نمائی نے میرے لیے بڑی آسانیاں پیدا کیں۔ میں اسے اپنی خوش قسمتی پر محمول کرتا ہوں کہ محمد سلیم الرحمان جیسے منفرد ادیب اور زبان دان و زبان شناس اور ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی جیسے دقیقہ رس و مدبران اور زبان شناس نے مجھے بے باپ کی درخواست کو شرفِ تواتر بخشا اور نہایت شہدہ چٹائی سے میری راہ نمائی کرتے رہے۔ میں اس عطا شدہ فرائد کے لیے دونوں بزرگوں کا تہ دل سے شکریہ گزارا اور احسان مند ہوں۔

مواد کے حصول کے لیے میں نے اپریل ۲۰۱۳ء میں نئی دہلی کا پتہ بھی لگایا۔ دہلی پر نور علی کے شعبہ اُردو کے پروفیسر ڈاکٹر انصاری کریم میرے سہراں دوست ہیں۔ انھوں نے ہر ممکن طور سے میری مدد کی اور دہلی پر نور علی ۱۵ مہریری سے استفادہ کرنے کو ممکن بنایا۔ اس کے علاوہ نادر کی دو کتابوں فضیلا سہروردہ اور گلشنِ نادر کے نگار بنانا

کر دیے۔ ترجمہ حق اور مفاد سے کی سوچ میں ان کتابوں نے بڑی مدد دی۔

ڈاکٹر ارتضیٰ کریم کے حوالے سے دہلی یونیورسٹی کے اسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر عویم حسین، دہلی یونیورسٹی لائبریری کے ڈپٹی لائبریریئن سلیم انور، اسی لائبریری میں شعبہ اردو کے عارضی انچارج ڈاکٹر محمد شائع ظفر نے بھی دہلی یونیورسٹی لائبریری سے استفادے میں آسانیاں بہم پہنچائیں۔ دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے طالب علم سعد مشتاق نے بھی دہلی میں میری آسانی کی خاطر بڑی دقت گوارا کی۔ وہ اپنی سولر سائیکل پر مجھے کتب خانوں اور کتاب فروشوں کے پاں لیے لیے گھرے۔

قیام دہلی میں ڈاکٹر عبدالرشید اور ان کے بھائیوں سے رابطہ اور تحارف ہوا۔ ڈرگ پرشاد پور دہلی اور اس کے تذکرے کے بارے میں عبدالرشید صاحب کو بھی وقتاً فوقتاً پریشان کرتا رہا۔ وہ کھدہ ڈیشانی سے میرے استفسارات کے جوابات دیتے اور دیگر ضروریات کے حصول کی خاطر جگہ دہکتے رہے۔ انھوں نے ناہر دہلی کے حالات کے ضمن میں بعض ایسے مآخذ کی نشان دہی اور ان تک رسائی ممکن بنائی جو میرے علم میں نہیں تھے۔

استاد محترم ڈاکٹر حسین فریقی، ماسٹر اسٹنٹ لاہور کے رواج رواں برادر محمد علی انجم، برادر ڈاکٹر ضیاء الحسن، پروفیسر شیر احمد نادری اور رمانی مرکز کے ڈپٹی مانیٹر بھی اس کام کی جلد از جلد تکمیل کے لیے مجھے مجبور کرتے رہے۔

کتب خانہ جامہ پنجاب (پنجاب یونیورسٹی لائبریری) لاہور کے اسٹنٹ چیف لائبریریئن برادر ڈاکٹر ہارون عثمانی (موجودہ: استاد شعبہ اردو ناہر دہلی کالج لاہور) نے ناہر دہلی کی بعض ناہر کتابوں تک رسائی کو ممکن بنایا۔ ان میں خاص طور پر ناہر دہلی کا پہلا تذکرہ خسرو ستہ العلوم اور مستحقات المظلوم ہے جو قریباً زمانہ کم یا بچہ درجہ نوادر ہے۔ یہ تذکرہ ۱۹۷۹ء میں لاہور سے شائع ہوا لیکن اس کی کپی ۲۵۰ کاپیاں طبع ہوئیں۔ محتلف ہمسار کے بعد اس کا ایک نسخہ مجھے کتب خانہ جامہ پنجاب لاہور کے ذخیرہ آزاد میں ملا۔ اسی ذخیرہ اور ذخیرہ شیرانی سے ناہر دہلی کی تین اور کتابیں دست یاب ہوئیں۔ ان سب سے استفادے میں ڈاکٹر ہارون عثمانی، محمد ابراہیم (انٹرنٹ) اور کتب خانے کے دیگر عملے نے بڑا تعاون کیا۔

برادر محمد حق حسین نے جس مہارت اور خوبی کے ساتھ اس کتاب کی مشقی کتابت کا کام سرانجام دیا، اس کی داد دینا اور شکر یہ ادا نہ کرنا زیادتی ہے۔ میری تاخیر، پہلوں پر سمجھات کی بھرمار اور غیر تہارتی فرمائشات سے دوسرے مشقی کتابت (کمپوزر) کا بیڑا عاجز آ جاتے، لیکن محمد صاحب نے ان مشکل مراحل کو کھدہ ڈیشانی سے طے کیا اور میری حسب فضا کتابت کا کام مکمل کیا۔

ان کے علاوہ میرے شکر پہ کسب سے زیادہ حق دار میری اہلیہ شہناز بیگم اور میرے دونوں چچے حیدر علی اور دانش علی ہیں۔ انھوں نے مجھے مؤثر سکون ماحول اور یک سوئی دی کہ میں اس علمی کام اور دل سے غولی

مہدو برآ ہو گا۔ اس کام کے دوران میں نے جون تا اگست ۲۰۱۳ء یعنی کم و بیش تین ماہ بے روزگاری میں گزارے۔ اس عرصے میں آمدنی کے ذرائع معدوم تھے لیکن کی تدوین کا کام جاری تھا۔ ان مشکل حالات میں میرے حقیقتاً نے جس طرح میرا ساتھ دیا اور اپنے مہربانانہ ہاتھ سے مجھے چھوڑا، یہ مجھے پرانے قیوں کا احسان ہے۔ یہی نہیں، اس دوران ان قیوں کے حصے کا بہت سادقت بھی میں نے اس کام میں صرف کر دیا۔ اس کے باوجود یہ قیوں ہستیاں خدہ چٹائی کے ساتھ میرے آماں اور سکون کے لیے سادقت کوٹیاں رہیں۔ میں اپنی بیوی اور بچوں کو اپنے حق میں محبوب خدا کی خیال کرتا ہوں اور اس نعمت کے لیے خدا کا بے حد شکر گزار ہوں۔

آخر میں قارئین سے درخواست ہے کہ اس کتاب میں کوئی خامی نظر آئے تو ضرور مطلع کریں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔

رفاقت علی شاہ

نورالابرار، ۱۸ جنوری ۲۰۱۵ء

حواشی

- ۱۔ ملحقات مرآت خیالی، صفحہ ۴۔
- ۲۔ تذکرۃ آثار الشعراء بنود، صفحہ ۱۳۶، ۱۳۹۔
- ۳۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المظلوم، سرمدی؛ رسالہ لغوی، سرمدی؛ ملحقات مرآت خیالی، صفحہ ۹۔
- ۴۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المظلوم، صفحہ ۲۳۸؛ ملحقات مرآت خیالی، صفحہ ۵۔
- ۵۔ تذکرۃ آثار الشعراء بنود، صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷؛ ملحقات مرآت خیالی، صفحہ ۸۲۶۔
- ۶۔ تذکرۃ آثار الشعراء بنود، صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷؛ خزینۃ العلوم فی متعلقات المظلوم، صفحہ ۸۱۷، ۸۱۸۔
- ۷۔ ملحقات مرآت خیالی، صفحہ ۶؛ خزینۃ العلوم فی متعلقات المظلوم، صفحہ ۲۳۸، ۲۳۹۔
- ۸۔ دہلی پرشاد خان نے ”پرن میٹر“ لکھا ہے [تذکرۃ آثار الشعراء بنود، صفحہ ۱۴۸]۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرن میٹر کا پُرانی اردو میں یہی تلفظ کرتے ہوں گے۔
- ۹۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المظلوم، صفحہ ۲۴۶؛ ملحقات مرآت خیالی، صفحہ ۱۵؛ تذکرۃ آثار الشعراء

ہندو، صفحہ ۱۲۸۔

- ۱۰۔ تذکرۃ آثار الشعرائے ہندو، صفحہ ۱۲۸؛ خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم، صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲؛ ملحقہ: مرآت خیالی، صفحہ ۱۵۔
- ۱۱۔ مرحوم دہلی کالج، صفحہ ۶۹۔
- ۱۲۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم، صفحہ ۲۳۱، ۲۴۰؛ ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۱۵۱۱؛ فقہ سہر و ماہ، صفحہ ۱۳؛ مرحوم دہلی کالج، صفحہ ۸۷۔
- ۱۳۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم، صفحہ ۱۵، ۱۶؛ تذکرۃ النسائے نادری، مرورق دہشت و ورق ۳۔
- ۱۴۔ ملحقہ مرآت خیالی، تاوردہ لوی کی آخری کتاب ہے۔ اس کے بعد ان کی کسی مطلوبہ تحریر کی موجودگی کے شواہد نہیں ملتے۔ ملحقہ مرآت خیالی میں تاوردہ لوی نے ایک جگہ ۱۲۱۲ھ/ اپریل ۱۹۰۳ء کی تاریخ لکھی ہے [ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۳۳]۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی وفات اس تاریخ کے بعد ہوئی۔
- ۱۵۔ ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۱۴۱۱۔
- ۱۶۔ ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۳۳، ۱۳۔
- ۱۷۔ اصل کتابیں کے علاوہ ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۳۳۲، ۳۳۳۔
- ۱۸۔ ملحقہ مرآت خیالی، صفحہ ۱۳۔
- ۱۹۔ مرآت خیالی، مرورق، صفحہ ۱۱۰۹؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۵، ۶۴۔
- ۲۰۔ مرآت خیالی، صفحہ ۱۱؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۔
- ۲۱۔ گلشنِ دار، صفحہ ۶۔
- ۲۲۔ ایضاً: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۔
- ۲۳۔ گلشنِ دار، صفحہ ۶۔
- ۲۴۔ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۔
- ۲۵۔ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۶۵۔
- ۲۶۔ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۔
- ۲۷۔ مرآت خیالی، صفحہ ۲۲۔
- ۲۸۔ مرآت خیالی، صفحہ ۲۲۔
- ۲۹۔ گلشنِ دار، صفحہ ۶۔
- ۳۰۔ ”نگارستانِ بشیر“، (مضمون)، صفحہ ۶۹۔
- ۳۱۔ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۹۲، حاشیہ۔

ہو مطمح نادیر رسالہ | ہو مطمح خلایق بھی خدا یا
سب دنیا میں نہ تھی قائم | کہ نادور کی ہے یہ نادور نما

تذکرۃ النساء

یہ شاعرہ عورتوں کا ذکر کرے۔ جسکا تاریخی نام (مرات خیالی)
ہے اور وقت انطبلاع (گلشنِ مروتِ نادر) اسکا لقب ہے

مولفہ

عجزِ نیا در گاہِ پرشادِ ششتر ششتر تعلیمِ مالکِ پنجابِ غیرِ منیر
ہلی بکسِ ساشی، انجنتِ مفر کلیدِ امتحانِ ملیِ خیر۔ مہاجر
بنابرِ پیش کشِ بندگانِ نالِ متالی

چھپ کرتا رہا ہے کہ قبولِ قدر ہو ششتر

۱۹۱۴ء

شہرِ ہلی کے محلِ الطمانِ مرثیٰ خوالدیکے اہتمام میں ششتر نے چھپوایا

قصص کا کلیں (۷۸۶) مع اعظمی لکھنؤ

گرچہ از نیکیاں نیم نمود را بنیکیاں بہ نام

در بہارِ آفرینش رشکِ گلستان

ملحقہ میراثِ خیالی

ملقب بہ اسم تاریخی

میراثِ خیالی

۱۹۰۲ء

دو بیانِ احوال پرماں نکال نہایت تذکرۃ النساء اور کی معروف ہے

میراثِ خیالی جسکے دو نو جتے موسسہ بہ گلشنِ ناز و چمنِ انداز

تجِ تملک و ضمیمہ و عریضہ رشکِ گلستان میں چھپے تھے۔ اور رقص

راستی مرقعہ بے مجاؤلہ رشکِ گلستان کو شائع ہوا تھا۔ اب پچھلے ملحقہ

تیار ہوا ہے (پچھلے اسکے دو نو جتے رشکِ گلستان میں ملائے گئے چلے

مرحوم تاج کتب دہلیک مطبعہ فرق کاشی دہلی سے خود چھاپے ہوئے ہیں اور

اسکے ہر اچھہ نوٹ متعلقہ تذکرہ میں جو تفصیل متون میں لکھے گئے ہیں

دو نو جتے ۵۰۰ رشکِ گلستان میں ۱۹۰۲ء میں ۱۹۰۲ء میں ۱۹۰۲ء میں

مطبعہ سیرام پورہ کاشی دہلی میں ۱۹۰۲ء میں ۱۹۰۲ء میں

ہوا مطبوع نادر یہ رسالہ ہو مطبوع خلّاق بھی خدایا
رہے دنیا میں مدت تک یہ قائم کہ نادر کی ہے یہ نادر حتم

تذکرۃ النساء

یعنی شاعرہ عورتوں^(۱) کا تذکرہ، جس کا تاریخی نام (مرآت خیالی) ۱۲۹۲ [ھ] ہے اور وقت الطباع (گلشن مرآت نادر) ۱۳۰۱ [ھ] اس کا لقب ہوا

مؤلفہ

عزیز آباد ڈرگا پر شان، پختہ سرحد، تعلیم ممالک پنجاب وغیرہ، شہر دہلی
ہک سوسائٹی، لیکچر^(۲) دفتر کلید امتحان دہلی وغیرہ، تاجر کتب
پناہ پریش کش ہندگان عالی مقام
محب کر چار ہوا ہے۔ مگر قبول اقتداء ہے عز و شرف

سنہ ۱۸۸۳ء

شہر دہلی کے اکمل المطالع میں سید فخر الدین کے اہتمام سے مؤلف نے تصدیق کیا ہے

تعداد جلد: ۱۲۵۰۔ ہر کاغذ دو لہجہ، فی نسخہ ۱۲۰۔ ہر کاغذ سری رام پوری ۱۰۰۔ ہر کاغذ ہادی ۱۰۰۔ محصول ڈاک فی نسخہ ۱۰۰۔ دھڑی ۲۰

حصارِ سعادت پناہ تو باد ۱۳۰۱ ہجری (۳)

ہو القادر

یہ نادر بیچ کارہ گو ہے شاہا! رسالہ نادرہ پر غرر لایا
ہو یہ مقبول، ہے میری تمنا کہ خونِ دل بہت ہے میں نے کھایا

کتبہ سید عبداللطیف — دولتِ عمرت فزوں باد (۱۳۰۱ ہجری) [مطابق ۱۸۸۳ء]

ہو القادر

خاتمہ بالخیر ہو یا رب کریم بسم اللہ الرحمن الرحیم (۴)
خدایا تُو مجبور و مہجور ہے
ہوا تیرے جو ہے، سو ناکور ہے

دیباچہ مصنف

محمد رفعت کے بعد شعر و سخن کے مشاققوں کو معلوم ہو کہ سبت ۱۹۳۲ راجا وحرمنیت بکراجیت مطابق سنہ ۱۸۷۵ عیسوی موافق سنہ ۱۲۹۴ ہجری کو یہ تذکرۃ النساء نادری تیار ہوا تھا۔ جس کا پہلا حصہ مقلب بہ گلشنِ ناز، ایک سال بعد طبع سے آراستہ ہوا۔ اُس کے دو برس بعد دوسرا حصہ بہ نام ”چمنِ امداد“ نیز طبع سے جبراستہ ہوا، مگر میرا دل چاہتا تھا کہ دونوں ایک ہی جلد میں رہے، تاکہ قاری و اُردو شعروں کا ذوق اور ابتدائے مضمون کا شوق، ایک ساتھ ہی لطف دیتا۔ اسی سبب سے اب ان کو پایہ اولیٰ ضمیمہ حصہ ثانی و تکمیلی حصہ اول، مع ان تقریروں اور تاریخوں کے، جو قیافہ قائم حاصل ہوئی تھیں، اکٹھا کر کے شائع کرتا ہوں۔ اللہ بس، ما سواہوں!

[دیباچہ بنا برانطباع دفعہ ثالث]

واضح رہے فیضِ حیرانے ناظرانِ باعز و شان ہو کہ سنہ ۱۳۲۰ ہجری و سنہ ۱۹۰۲ عیسوی مطابق سبت ۱۹۵۹ ہجری کو یہ کتاب فیضِ اقتساب، مع مکتبہ مکمل کر کے بنا برانطباع دفعہ ثالث، مولف نے اپنی عمر کے انہتر ویں (۶۹) سال میں، بہ حساب شش، و کچھ بھال کر رکھی ہے۔ گویا یہ مولف کا ساتواں مسودہ ہے، جو اُس نے قمری حساب سے اٹھائیس (۲۸) برس میں جمع کیا ہے، کیوں کہ اول دفعہ جو اس کا حصہ حصہ الگ الگ چھپا تھا، وہ پانچویں مسودے کی نقل تھا۔ اب اگر یہ تذکرہ میری صیبنِ حیات، بہ فضلِ ربِّ الکائنات، چھپ گیا تو گویا سلسلہٴ مستند ثلاثہ سالہ سال کامل گیا۔ آئندہ مرضی مولانا ازہر اولاً۔

اس ترمیم اور تکمیل کی تاریخ عیسوی اسی فقرہ سے ظاہر ہے:

(تذکرۃ نسائے نادری نام نہاد) ۱۹۰۲ء (۵)

تہمدی مضمون، جس کا تاریخی نام ”ریاض الفیض“ ہے
[۱۹۳۲ء سبت]

نخل ہندی چنستان مضامین و معانی، در بیان سبب آرائش ایں گلشن پر بہار جاودانی

اے اشرف زمانہ زمانے کرم نما در ہاے بست ماہ کلید کرم کشا

کیا خدا کی قدرت کاملہ ہے کہ اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور تعلیم اور تعلم کو شرف کے حاصل کرنے کا ذریعہ ٹھہرایا۔

پارہی جی، سیتا جی: ۱۱۰ اکثر اس زمانے کے مردوں نے اپنا افتخار زیادہ کرنے کی نیت سے عورتوں کو بے علم رکھنا پسند کیا، ورنہ دیکھو ہندوؤں میں سری پارہی جی اور سیتا جی، وغیرہا منکرت دان بہت سی عورتیں گزری ہیں، بل کہ بعض کھٹائی یعنی شاعری بھی کر گئی ہیں، جن کا حال مقدمے کی دوسری فصل میں لکھا جائے گا۔

پاکرت یا بھاشا جس وقت سے جاری ہوئی، اُس وقت تک بھی ہندوؤں کی عورتیں لکھنا پڑھنا سیکھتی رہیں۔ بھوج ہر ہندہ میں ہے کہ ”اس راجا کی قلم رو میں زنانے مدرسے جاری تھے۔ ہر پرگنے میں ملی مجلس مقرر تھی۔“ بالفضل، سرکار کی بدولت جو انجنینس اور سوسائٹیاں انعقاد پا رہی ہیں، انھیں کاغذ نہ بھجو۔

اس زمانہ کے بعض بعض شریف^(۱) خاندانی ہندو ایسا تو بے شک کرتے ہیں کہ بال بدھو یا نوجوان راغز عورت کو ناگری، خواہ گورکھی کے حروف سکھا ہنسن سہسرو نام سکھتا یا آنگ سکھ منی جب جی وغیرہ پڑھا دیتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ عورت پر عبادت معبود یا دہتر فرض ہے۔ سہاگن اپنے خاندان ہی کی فرماں برداری کو عین عبادت سمجھے^(۲)، اور ظاہر ہے کہ ”بے علم گواں

خدا را شناخت“ کا مقولہ بہت درست ہے۔ پس تیراؤں کو خدا شناسی کے لیے علم سکھایا جاتا ہے تو خاندان والیوں کو اس نظر سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ وہ اپنے خدمت گزاری کے حق اپنے شوہر کی نسبت کبھیں اور اپنی عصمت کے نگاہ رکھنے کی خوبیاں جانیں اور گناہوں کی سزا کو دیکھ کر ڈریں، جیسا منشی مکھن لال صاحب نے ایک رسالہ منشی بہ حقوق زن و شوہر میں مختلف دہشیوں کے قول ترجمہ کر کے درج فرمائے ہیں۔

نیز، عورت خاندانہ ہوگی تو اپنی اولاد کو علم کے زیور سے خوب آراستہ کرے گی، ورنہ بھلا کی طرح زیور دکھاہری، مٹائی و ٹھٹھائی سے اُن کو بچہ راستہ رکھے گی جس کی بدولت اکثر بچوں کی جان بھی تلف ہو جاتی ہے، جیسا کہ اس قسم کے مقلد سے اکثر اخباروں میں طبع ہوتے رہتے ہیں۔

گھر فسوس اگر ہمارے اہل خانے جنس اس طرف متوجہ نہیں ہوتے، اور زیادہ تر فسوس کا مقام یہ ہے کہ اگر کوئی ہندوستانی، علی الخصوص ہندو بھائی، اس باب میں گفت گو بھی کرے تو سامعین عارض ہوتے ہیں، گو بظاہر خاموش ہی رہیں، اور بولیں تو یہ جواب ناسواب دیں کہ اچھا صاحب! آپ اپنے خاندان میں تو اس سلسلے کو جاری فرمائیں، پھر شاید کہ دیکھا دیکھی کسی اور کو بھی شوق ہو جائے۔

ایک کھتری کا ذکر : میں عرض کرتا ہوں کہ:

شوق درد بردل کہ باشندہ رہبری اور کار نیست

اور اگر بغیر تجربے کے نہیں مانے تو تحقیق کر لو کہ غدر سے پہلے قصبہ کوئل، یعنی علی گڑھ میں ایک کھتری صاحب شریف الاصل، نجیب النفس، باشندہ بہارس کی زوجہ فارسی زبان کے سیاق و سباق سے اس قدر بہرہ ور تھی کہ اپنے گھر کا حساب کتاب، خطوط نویسی خود کیا کرتی تھی۔ اہل برادری سے کوئی اُن پر طعنہ زن بھی نہ تھا، پر نہیں معلوم کہ یہ طریقہ پچھلے آگے کو جاری کیوں نہ ہوا!

کاحصیوں کا ذکر : اور شیخے! یہاں کا میں تحقیق فرمایا لیجے کہ بہت سی کھتریاں،

باصدیاں، ناکری و گورکھی داں موجود ہیں۔ کاحصیاں فارسی بولتی ہوئی زبہ، اپنی برادری کی رونق افزا ہیں، مل کہ آج کل تو انگریزی کا چہ چاہی اس قوم میں ہوتا جاتا ہے، اور کیوں نہ ہو! کہ فارسی کی

زبان دانی بھی اوائل میں اسی قوم میں آئی، انگریزی غزالی میں بھی اسی فرقے نے سبقت فرمائی۔ پس،
عظیم نسواں میں بھی اگر یہ ہی سہاورت نہ کریں، تو کون کرے گا؟

مسلمانوں کا حال کیا بیان کیا جائے۔ اُن کے ہاں تو شرعاً حکم ہے کہ عورتوں کو بھی پن حاضہ اور
اکثر خانہ دانی عورتیں اُن میں خواہندہ ہی ہوتی ہیں۔ اگر زیادہ نہ ہو تو چار برس چار مہینے چار دن کے بچہ کی
بسم اللہ کروا، کلام اللہ ضرور پڑھوا دیتے ہیں، اور یہ حکم اس حدیث نبوی سے ثابت ہے: **مَطْلَبُ الْعِلْمِ**
بِرِضَةٍ "علیٰ غلّٰی غلّٰی منسلّم و منسلّمۃ۔" (۸)

فارسی و اردو زبان کے تذکروں کے نام جن کی مدد سے یہ تذکرہ لکھا گیا ہے

اس فرقے کی عورتوں نے تو عمری، فارسی اور اردو کی شعر گوئی کو بھی کمال پر پہنچا دیا، چنانچہ
آتش کدہ کی فروع، سرۃ الخیالی کا آخری حصہ، جواہر المعجب تمام، کلمات الشعراء
مستخب اللطائف و گلستان مسرت و ملاحت النحل و غریبہ جولہ و ریاض القردوس وغیرہ
فارسی کے تذکروں میں جتنے جتنے مستورات کا کلام موجود ہے اور اردو میں حکیم قاسم کا تذکرہ حسب
موقع (۹) گلستانہ نازنین کا جزو اخیر، گلشن بے خار و گلستان سخن و مخزن شعراء
طبقات الشعراء و نادر الاذکار وغیرہ لکھیں گئیں، اور ہمارا ناز گل، سخن شعراء کا
آخری جزو، بعض بعض صفحہ تاریخ شعراء عرب کے، (۱۰) جس میں عبارت اردو اور شعر عمری کے
ہیں: مستورات کے شعروں سے آراستہ و سیراستہ ہیں۔

ان سب کو دیکھ لو انہیں کسی ہندی کا نام نہ پاؤ گے۔ ہاں انہیں شاد و نادر کسی رنجی یا پاترا کا
نام آ جائے تو حجب نہیں۔ پس، وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے، کیوں کہ یہ ہر جاتی، ہر فنی، جتنی ہوتی ہیں۔
[الحمد للہ! کہ اس کتاب کے ضمیر میں ایک کاٹھنی کا نام نامی شائع ہوا ہے، یعنی اہل غلطی،
بی بی جاگی نامی گرامی الہ آبادی کے اردو شعر وہاں موجود ہیں۔ پس، کیا حجب کہ اس قوم میں اور شاعرہ
و قاضی بھی موجود ہوں، مگر اُن کے لواحق اس امر کا افشا نہیں چاہتے، بل کہ اکثر دیگر اقوام جنہو کی

عورتیں بھی اپنی بھاشا زبان میں بچن اور گیت وغیرہ بتاتی رہتی ہیں، پر ان کا نام و نشان ظاہر نہیں ہوتا۔ نیز یہ کتاب فارسی و اردو شاعروں کے بیان میں ہے، اس سبب ان کا ذکر کرنا غیر مناسب ہے، ورنہ میں دس پانچ کا پتا بھی لکھ سکتا ہوں۔

ہندوئوں کی علم آموزی کا حکم ان کے وید مقدس سے ثابت ہے۔ اتھروہ وید (کاڈ ۱۴، انواک ۲، منتر ۱۸) سے ظاہر ہوتا ہے کہ ”اے نیک اوصاف والی! اپنے خاوند کو ہمیشہ شکھ دے! اس کے ساتھ ناپاتی ہرگز نہ کر! گھر کے کاروبار میں عمدہ اصول پر عمل کر! اپنے پالے ہوئے چانوروں کی حفاظت کر! عمدہ کمال و خوبی اور علم و تربیت حاصل کر! طاقت و راولا و پیدا کر! ہمیشہ اولاد کی پرورش میں مستعد رہ!“ (از وید بھاش بھومیکا، یعنی وید مقدس کی شرح کا دیباچہ)۔

دیکھو رسالہ ”حدائق النساء“ جلد ۲، نمبر ۲، بابت ماہ فروری سن ۱۸۹۷ء، جہاں پر گوگل بانی کا ذکر غیر شائع ہوا ہے۔ شاہنشاہ اکبر کے عہد میں یہ عورت راجا مان سنگھ کے شہر پورہ کی رانی، پالیتھ، خوش گفتار، نیک کردار، نیک رفتار، بڑی طنز اور سنسکرت اور بھاشا زبانوں کی واقف کار تھی۔ غرض یہ کہ بچپن زمانہ کی ایسی صد ہا مثالیں مل سکتی ہیں مگر ان کا پتا لگانا ”گوہ کندن و کاہ برآوردن“ ہے۔ (۱۸) تاہم یہ بات تحقیق طلب ہے کہ آیا مسلمانوں میں عورتوں کو شعر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ کیوں کہ نوردوں کی شعر گوئی کا سہاج ہونا تو بندہ اپنے تذکرے ناصر الاذکارؒ میں حدیثوں اور روایاتوں اور مثالوں سے ثابت کر چکا ہے۔

جواز شعر گوئی عورات

عائشہؓ: جواہر العجائب والا، ابواللیث فقیہ مخلص پابونفیر جانی کی کتاب ہوسنان سے نقل کرتا ہے کہ ایک روز حضرت عائشہؓ اپنے بچانوں میں مہمان گئیں۔ وہاں سے واپس آئیں تو اس حضرتؓ نے فرمایا کہ ہمارے واسطے کیا تھلا لائیں؟ ارشاد ہوا کہ ہم نے آپ کے لیے وہاں ایک شعر کہا تھا۔ حکم ہوا کہ ”خاؤ!“ انھوں نے یہ شعر پڑھا:

اَتَيْنَاكُمْ اَتَيْنَاكُمْ فَعَبُّوْنَا بِعَبْنِكُمْ فَلَوْلَا الْعَبْوَةُ الشُّوْطَةُ نَاكُنَا بَوْلُو بَكْمُ (۱۹)

آں حضرتؑ نے کہا کہ اگر دوسرا مصرع اس طرح ہوتا تو خوب ہوتا:

فَلَوْلَا طَاعَةُ الرَّحْمَنِ مَا كُنَّا بِوِاقِئِهِمْ^(۳)

ان تینوں مصرعوں کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم تمہاری خاطر سے آئیں ہیں (کلام)، پس تم بھی اپنے دستور کے موافق ہمارے حق میں دعاے خیر کرو! اگر ہم کو تمہاری طعنہ زنی اور سوئے ظنی کا ٹھن نہ ہوتا تو ہم ہرگز نہ آتیں^(۴)۔ اگر خویش و اقربا کے طاپ میں خدا کا حکم نہ ہوتا تو ہم ہرگز نہ آتیں۔^(۵)

فاطرہ: اور شیخ! کہ خیر النساء حضرت فاطرہؑ زہراؑ نے خود آں حضرتؑ کا مرثیہ موزوں

کیا، جس کا ایک شعر جو ابہر مذکور ہی سے لکھا جاتا ہے۔ وہوا پڑا:

صُنِفْتُ عَلَى مُضَابٍ لَوْ أَنَّهُ صُنِفَ عَلَى الْإِسْلَامِ صِرَ لِيَالِيَا

ترجمہ: مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو وہ راتیں ہو جاتے۔

خدیجہؑ زبیرہ: النساء مفید النساء والا لکھتا ہے کہ اتم المومنین حضرت خدیجہؑ و مسماۃ

زبیرہ خاتون، منکوحہ ہارون رشید خلیفہ عباسیہؑ فاضلہ شاعرہ گزری ہیں۔

اس سے بڑھ کر جو اب شعر گوئی کی اور کیا دلیل چاہیے؟ کہ خود آں حضرتؑ کی منکوحوں وغیرہما

رضی اللہ عنہما نے شعر کہے، آپؑ نے اصلاح دی، آپؑ کے جانشینوں کی بیویاں شاعرہ ہوئیں۔ ہاں ایہ

شرط ہے کہ اشعار مناجاتی، توحیدی، نعتی، معنوی ہوں، عشقیہ نہ ہوں۔

الغرض، اس گروہ کی چند شاعرہ محروقات کے نام، جو شیوع اسلام سے پہلے یا آں حضرتؑ

کے زور و عربی زبان کے شعر کہتی تھیں، مقدمہ کی پہلی فصل میں لکھوں گا، اور ان کے پہلے لکھنے کا سبب

یہ ہے کہ مجھے فارسی اور اردو شاعراؤں کا تذکرہ لکھنا ہے اور زبان اردو، فارسی کی بچی ہے اور فارسی،

عربی کے تابع ہے۔ پس عربی کو مقدمہ رکھا، اور تذکرہ زمانہ کے اعتبار سے سنسکرت والیوں کو پہلے لکھتا،

اور اسی اعتبار سے اس دیباچے میں ہندوؤں کا حال پہلے گزرا دکھایا، اور ہندوؤں میں تعلیم بہت کم

ہے، اس نظر سے بھی اس موقع پر ان کو پہلے رکھا ہے کہ ہندو بھائی اس مضمون سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

پس، اے ناآدرشاؤ! زیادہ مع خراشی نہ کر! اس تذکرے کے بنانے کا اصلی سبب بیان کر!

سبب تالیف مرآت خیالی ۱۲۹۲ھ

سنہ ۱۸۶۳ ع و سنہ ۱۲۸۱ ہجری میں حکیم محمد فصیح الدین صاحب رنج ریکس میرٹھ نے ایک رسالہ بطور تذکرہ شاعرہ غورقوتوں کے بیان میں، بنام بہارستانِ نازِ قلمیہ لیا، پھر چار سال کے بعد سنہ ۱۲۸۵ [ہجری] میں اس کی ترمیم کو دوبارہ مستشرق فرمایا۔

(۱) بیچ دعاں نے دونوں کو پہ نظر غور دیکھا، تذکروں مذکورۃ الصدور سے ملایا تو مقابلے میں بڑا فرق پایا، اہل کراکٹر اور تذکرہ نویسوں نے بھی بعض بعض کے بیان میں اختلاف کیا ہے، ایک نے دوسرے کے منافی لکھ دیا ہے۔ پس دل تحقیق منزل میں یہ سہا کیا اگر ایک رسالہ مختصر و ثوبہ بھی اس بیان میں، اپنے علمۃ اعمال کی مانند سیاہ کرے تو فائدہ سے خالی نہ ہو۔ نیز جو دس پانچ شاعرہ ان تذکروں میں نہیں پائی جاتیں اور تیرے پاس ان کا کلام موجود ہے، اس ذریعے سے قید کتابت میں آجائیں، وہ بے چاریاں بھی شاعروں میں شمار ہو جائیں۔

اب خداے سخن آفریں کے فضل سے، چار برس کی محنت میں، یہ رسالہ نادرہ تیار ہوا۔ پہلے بندے نے اس کا نام تاریخی ”غیرت ہار ناز“ رکھا تھا اور اس کے دو حصے کیے تھے۔ ہر حصے کا نام تاریخی میاں بہاء الدین عرف عبداللہ شاہ صاحب بشیر خوش تقریر نے ”ایک ہارغ نادر“ ۱۲۸۸ (۱۶) اور ”ترکیبات نادر“ ۱۲۸۸ مقرر فرمایا تھا، اور فنی بخاری داس صاحب فکین نے سبت ۱۹۲۸ ہجری بکرا جیتی ہوں نکالے تھے:

مہ جبینوں کے کلاموں کا یہ نادر نسخہ ہے ”غیرت شعرا“ ہوئی تاریخ بھی بے رنج ہے (۱۷)

لیکن اب تک اس کے مسودے کے اجزاء مانجہ حواسِ فہمہ سوانح پریشان و پراگندہ پڑے تھے۔ اب جو اُن کو فراہم کیا تو ایک محض سے اور دو حصوں میں محصور ہوا۔ پس اس کا نام مرآۃ خیالی ۱۲۹۲ھ [مطابق ۱۸۷۵ء] رکھا۔

اس کتاب میں کس کس زبان کی شعریوں کا حال ہے

اس کے مقدمے میں پہلے عربی زبان کی چند شاعروں عورتوں کا نام ہے، پھر سنسکرت اور بھاشا کی فاضلہ شاعروں کا کچھ ذکر ہے۔ انگریزی کی فاضلہ عورتوں کا بیان کرتا اس لیے فضول سمجھا کہ وہاں ناخواندہ تو شاید شاذ و نادر ہی کوئی ہوگی اور شاعروں اکثر ہوں گی۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں ان کے بیان کا کوئی رسالہ نظر سے نہیں گزرا، انگریزی سے بندہ خود بے بہرہ ہے۔

[یہودیوں کی عورتیں بھی تعلیم یافتہ ہوتی ہیں۔ میں نے کئی یہودیوں کو انگریزی اخبار، وغیرہ پڑھتے دیکھا ہے۔ پارسیوں کی بہو بیٹیاں بھی خواندہ ہوتی ہیں۔ دیکھو! ایک پارسی لیڈی مستطابہ کلبانی ڈاکٹری فاضلہ کا احوال وکیل ہند، دہلی والے نے دکن ٹائمز نامی انگریزی اخبار سے اپنے پرچے نمبر ۱۱، جلد ۱۳، صفحہ ۵، کالم ۳، مطبوعہ ۱۹ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء میں شائع کیا ہے۔ فرض یہ کہ جس قدر تجسس کیا جائے، ماسی قدر زیادہ تحقیق ہو کہ ہر فرقے اور ہر مذہب کی مستورات میں تعلیم کا رواج موجود ہے۔

دیکھو! منشاہر نسوان، مرغہ فحش فاضل مولوی محمد عباس صاحب ایم اے جوائنٹ ایڈیٹر ہیسٹ اخبار، لاہور، جس میں مترجم و مفسر فاضل نے فحش الامکان تمام کنز و ارضی کی باشندہ عورتوں کا ذکر بھر دیا ہے مگر افسوس! کہ اس میں بھی حضرت نے اپنی رائے عالی سے کہیں کہیں کام لیا ہے۔ مثلاً، میم کی ردیف میں زعیبرا قائم فرمایا ہے کہ مغل، بیبا جان نام، خاندان مغل کی پردہ نشین۔۔۔ الی آخر (۱۸)۔ آگے اس کے صرف دو شعر لکھ کر ان پر تذکرۃ النساء کا پتا دیا ہے مگر یہ نہ سمجھا کہ خاندان مغل صرف امیر تیمور کے گھرانے کا لقب مشہور ہے، نہ کہ ہر مغل بچے کو اس سے منسوب کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب کہ اس کی والدہ مغلانی اور باپ کشمیری چنڈ تھا، وہ خود سنسکرت کی عادی، ناچ بھرے کو سلام کر کے صرف ستار ہاتھ میں لے، برسوں اپنے آشنا کے پاس رہی ہو، وہ پردہ نشین کیوں کر ہوئی؟ جیسا اسی اصل تذکرے سے ظاہر ہے، جس کا حوالہ فاضل صاحب نے دیا ہے۔ (۱۹)

پہلے حصے میں فارسی زبان کی نثری سراہوں کا کلام لکھا ہے، دوسرے میں اردو کی شاعروں عورتوں کا ذکر بھرا ہے۔

اس کتاب میں کہاں کہاں کی مستورات کا ذکر ہے

بڑا عظیم ایشیا کے ممالک کی عورتوں کا تذکرہ: دیکھو اپنے عظیم ایشیا کا کوئی حصہ ایسا نہ ہوگا جہاں کی عورتیں عالمہ فاضلہ شاعرہ نہ ہوں، کیوں کہ عرب، ایران، افغانستان، ہندوستان، سرحدِ پچ، یعنی لڑکا کی شاعرہ تو خود اس رسالے میں لکھی گئی ہیں۔ روم، تاتار کی عورتیں عربی و ترکی زبان میں شعر کہتی ہیں، چنانچہ جو اہلہ العجائب مذکور الصدر میں بعض کے ٹکڑے شعر موجود ہیں۔ چین والیاں اپنی بولی میں کہتی ہیں۔ وہاں کی زبان میں کوئی کتاب یہاں مشہور نہیں، ورنہ اس کا بھی حوالہ دیتا۔ سائیکس ہیریا، چینی تاتار و خشیوں کا ملک ہے، وہاں اپنی بولی میں ضرور وہ بھی کچھ نہ کچھ کہتی ہوں گی۔

اہل ہند کو ترغیب، تعلیم نسواں کی طرف: فرض یہ کہ ہندوستان جس قدر نشان کی شانگلی ہمیشہ سے مشہور ہے، وہاں ایسا زور و دراز میں اس کا تذکرہ ہے۔ پس، یہاں کے باشندوں کو اپنی نام آوری قائم رکھنے کے لیے تعلیم نسواں کی طرف بالضرورت توجہ ہونا چاہیے، اور اپنا تو یہ حال ہے کہ: برسوں بلاغ باشندہ ہیں۔

مقدمة مصنف

مقدمہ

چمن آرائی خلمہ عنبریں شامہ پہ تسوید آسای چند شاعرات عربی لسان،
عہد جاہلیت و قیام شیوع اسلام جنت نشاں

شعر کی فضیلت اور اس کے معنی لغوی و اصطلاحی اور ابتدائے شعر گوئی و اقسام شعری اور شاعری کے ڈھنگ کو مع ان بیانوں کے، جن کی واقعیت شعر گوئی و شعر جمی کے واسطے ضرور ہے (مثلاً علم عروض، علم قوافی، متنازع بدائع، بیان، معانی، سرقات شعر، وغیرہا)، اپنے تذکرۃ شاعر الاذکار میں نہیں نے مفصل درج کر دیا۔ اب مکترونوہی طویل فصول ہے، کیوں کہ تذکرہ مذکور کے ملاحظے سے ان سب فنون کا مدعا حصول ہے، اور اہل اسلام کی روایات سے عورات کی شعر گوئی مباح و جائز بھی ثابت ہوگئی ہے۔ اب زبان عرب کی چند شاعرہ عورتوں کا نام لکھا جاتا ہے۔

زلیخا : واضح ہو کہ بنی اسرائیل کے زمانہ کا ذکر ہے، زلیخا نے حضرت یوسفؑ کی شان شایان میں شعر کہے۔

آسیا : فرعون کی بیوی آسیا نامی بڑی فاضلہ تھی۔

ذہنا : ذہنا نامی شہزادی (پہ) زمانہ جاہلیت، شعراء عرب میں بڑی نامی شاعرہ گزری ہے۔

امنیہ : امنیہ، دختر عبدالمطلب کی، جو آں حضرتؐ کے دواختے: مع اپنی اور بہنوں کے، شاعرہ تھی، چنانچہ سب نے حسب درخواست اپنے والد کے، اس کی حالت نزع میں نوحے کہے۔ اس وقت آں حضرتؐ نے، یہ عمر بہشت ساگی، وہ تمام اشعار سنئے تھے۔ (۴)

قتیلہ : قتیلہ بنت النضر بن حارث، شعراء عرب میں مشہور تھی۔ جب اُس کا باپ جنگجو بدر کے قید یوں میں آ کر قتل ہوا تو اُس نے چند شعر کہے، جن کو سن کر آں حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر میں یہ شعر پہلے سنتا تو اس کے باپ کو قتل سے امان دیتا۔ پس، دیکھو! شاعری کا کیا زحیم ہے اور موزوں کلام کس قدر موثر ہے۔

ایم مسلم : ایم مسلم، یعنی مسلم کی والدہ نے، جب مسلم، جنگ جمل میں ہارا گیا، اُس کا مرثیہ موزوں کیا، اور نیز اسی لڑائی میں ایک عورت نے، جو عبدالقیس کے قتل کی تھی، اپنے خاوند کو مقتولوں میں دیکھ کر اشعار مرثیے کے طور پر کہے تھے۔

عائکہ : عائکہ بنت عمرو بن نفیل، زوجہ زہیر نے بھی اپنے خاوند کا مرثیہ کہا تھا۔

میسون : میسون جنگیلہ، زوجہ معاویہ، والدہ یزید بھی شاعرہ تھی۔

بنت النجر : بنت النجر بنت عدی کنذی مصری، جو کوفہ میں آ رہی تھی۔ جب اُس کے باپ کو معاویہؓ کے لوگوں نے گرفتار کیا، اُس نے چند شعر مرثیے کے کہے۔ انجام کو اُس کا باپ، اس علت میں کہ حضرت علیؓ سے محبت رکھتا ہے، ذبح کیا گیا۔

عائشہؓ : عائشہؓ زوجہ عبداللہ نے اپنے بچوں کے ذبح ہونے پر نوحہ کیا تھا، جن کو بنی ہاشم معاویہؓ کے سردار نے قتل کیا تھا۔

بنت عقیل : بنت عقیل نے چند شعر کا مرثیہ اُس وقت موزوں کیا تھا، جب کہ حضرت امام حسینؑ کا سر زید کے پاس آیا تھا۔

تقیہ : تقیہ، ہاشمہ، صومر، سنہ پان سو پانچ ہجری میں پیدا ہوئی اور پان سو اسی میں مر گئی۔ اس شاعرہ فاضلہ کا جیسے جیسے قصائد اور قتلے مشہور ہیں۔

اس بیان میں عورتوں کی شاعری کی اہمیت اور درازی معلوم ہوگئی۔ ہاں، اگر میری اس تحریر کی سند درکار ہو تو تاریخ شعرا سے عرب، مولفہ مولوی کریم الدین صاحب پانی پتی، جو دریں دلا امرت سر کے ضلع میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ہیں، ملاحظہ ہو۔ اس میں ان سب عورتوں کے شعر عربی بھی موجود ہیں۔

[ان کے علاوہ اس فرقے میں بہت سی پاک طینت، نیک نیت بی بیاں عالم، فاضلہ عالم، حافظہ روشن خمیر، خوش تقریر، صاحبہ عرفان، برگزیدہ مکان گزری ہیں، جن کے نام ہی وہ اسم گرامی تہذیب کا سالہ تہذیب النسوان، مصنفہ حکیم سید حسین صاحب سے لکھتا ہوں:

حضرت زاہدہ، کنیز باقیز جناب صدیق اکبر: بی بی حاج، بی بی ناز، بی بی نور، بی بی نور، بی بی گوہر، بی بی شبناز، دختران نیک اختر حضرت عقیلہ حضرت علی: بی بی شعرا، بی بی حفیظہ، بی بی رابعہ بصری، بی بی نفس، بی بی فاطمہ میثا پوری، بی بی تحف، بی بی میون، بی بی سیدہ خدیجہ، بی بی سادہ، بی بی فاطمہ سام، بی بی فریہ، بی بی زینب، بی بی فاطمہ سیدہ گیلانی، بی بی جمالی خاتون، وغیرہا رضی اللہ عنہما۔ جمہین۔ حدیث زندہ گویم، مردہ درگور

عہد حکومت سلطان افغازی عبدالحمید خاں ثانی، فرماں رواے ٹرکی، دام سلطنت، ترجمہ "دوازدہ سالہ حکومت"، مرتبہ جناب محبوب عالم صاحب (کذا) [ایڈیٹر بیسہ اخبار، لاہور، مکتوبہ سنہ ۱۸۹۵ء، بار دوم کے صفحہ ۱۳ کے نوٹ کو ملاحظہ فرماؤ! جہاں لکھا ہے کہ عورتوں کو بھی مردوں جیسی تعلیم ملتی ہے، بلکہ مدارس میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ ہے۔ نہایت مشہور زندہ شاعروں میں تین عورتیں ہیں۔ ایک پری شیخ خانم، سلطان مصطفیٰ کی پرائیوٹ سکریٹری تھیں۔ محمد علی پاشا، خدیو مصر کی خلیفہ خط کتابت کرنے والیاں دو لیڈیاں (کذا) سکریٹری تھیں۔ آگے بڑھ کر صفحہ ۱۷ سے جو مضمون تعظیم نسوان کا، اصل موقف لیڈی صاحبہ لکھا گیا ہے، وہ بھی ملاحظے کے لائق ہے۔ بندہ اس کو بد خوف طوالت نہیں لکھتا۔] (۶)

روشن، میراے کلکب جواہر سلک برائے قوم ہوں، پہ جواز علم آموزی
عورات، حسب دھرم و رواج ایں فرقہ صاحب کشف و کرامات

اب اور مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں، یعنی ہند کی شاعرہ عورتوں کا بیان لکھتا ہوں۔

نور جہاں : یہ تو بندے کو ثابت نہیں ہوا کہ اردو زبان میں پہلے پہل کس عورت نے شعر
کہا، کیوں کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ نور جہاں، حرم جہاں گیر بن اکبر بادشاہ نے اردو شعر کہا، بل
کہ یہ شعر اُس کی طرف منسوب کرتے ہیں:

کل تم جو یہ کہتے تھے، شمشیر ہے اور میں ہوں^(۳۲) یہ طشت ہے، یہ سر ہے، نقشیر ہے اور میں ہوں
دیکر

چمن میں ہے جو یہ فنی سی ہوئی نگہ کے بوجھ سے جاتی ہے لونی
دیکر

ظاہر میں میرے حال کو سرسبز نہ جانو پوشیدہ جگر رکھتی ہوں، مانند حنا کی
لالہ، یہ قول پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ اس کا حال تذکرہ ندارد الا ذکر میں مفصل لکھ دیا ہے
اور کچھ نور جہاں کے بیان میں آ جائے گا۔

چندا: مگر ہاں، یہ تحقیق ہے کہ سب سے پہلے عورتوں میں اردو زبان کی صاحب دیوان
چندارنڈی دکنی ہوئی ہے۔ دیکھو! کیا خدا کی شان ہے کہ مردوں میں بھی صاحب دیوان سب سے پہلا
دکنی ہی ہے۔^(۳۳)

منسکرت و بھاشا، یعنی ہندی زبان میں اردو فارسی زبانوں کے سے تذکرے نہیں ہیں، جو
ہندو عورتوں کا حال مفصل لکھا جائے۔ [مثلاً ہے کہ شیو سنگھ سرودج ٹائی کتاب بہ حروف ہانگری
و زبان بھاشا، در بیان کئی البشوراں^{۳۴}؛ آؤدھ اخبار پر لیں، لکھنؤ سے چھپ گیا ہے [کذا]۔ اُس میں
بہت سی کبرائوں^{۳۵} کے دوہرے وغیرہ موجود ہیں۔] ^(۳۴) لالہ، یہ بات بہ خوبی ثابت ہوگئی کہ ہماری

بزرگ زادیاں نوشت خواند سے بہرہ ور تھیں۔ اب ہندی کی چند فارسی اصطلاحوں کے نام لکھتا ہوں۔

کارگی : کارگی نامی ایک عورت نے یاگ دھن سے راجا جنگ کے وقت میں خوب مہذب علمی کیا۔ گوانجام کو پارگی مکرادافصاحت و بلاغت دے گئی، سروں میں نام کرگئی۔

مندودوری : مندودوری — لکا کے راجا راون کی بیاتہابیوی۔ ایسی عقل تھی کہ جس نے شطرنج بازی کا کھیل اختراع کیا۔ ہندو اپنے رسالہ شطرنج مسنی بہ ہفت ثلثہ (۱۶) میں اس بازی کا حال بہت مفصل لکھ چکا ہے مگر افسوس کہ یہ حال اس رسالہ کے چھپنے کے بعد مجھے معلوم ہوا۔ لہذا یہاں مختصر آبیان کرتا ہوں۔

اگرچہ بہت سی قومیں اس بازی جلیلہ کے اختراع کا دھوا کرتی ہیں مگر سرولیم جوز صاحب انگریز نے خوب تحقیق کر کے لکھا ہے کہ یہ کھیل ہندوؤں ہی نے ایجاد کیا، اور ہندو اس کو مندودوری مذکور سے منسوب کرتے ہیں۔

اصل میں اس کا نام چترنگ تھا۔ چتر، چار اور انگ، حصہ۔ ان دو لفظوں سے یہ نام بنایا گیا ہے۔ قدیم زمانہ میں ہندوؤں کے لشکر میں رتھ، ہاتھی، گھوڑے تو سواروں کے لیے ہوتے تھے اور بیادوں کی فوج بھی ان کے ہم راہ رہتی تھی۔ پس، ابتدا میں اس کھیل کے نمبرے انہیں ناموں سے اختراع ہوئے تھے۔ پھر رتھ کی جگہ کشتی کا لفظ مقرر ہوا، چنانچہ اب تک چند لوگ رتھ کو نوکا، یعنی کشتی کہتے ہیں، کیوں کہ جب بحری فوج کی ضرورت ہوتی تو کشتی لانی ضرور پڑی۔ بعض کے نزدیک اس کا نام شترن ہے تھا۔ اس کا ترجمہ دشمنوں پر فتح ہے، کیوں کہ شتر، دشمن، نون جمع کی علامت، ہے، فتح۔ اس کی ترکیب سے یہ لفظ بنا، نیز کر شطرنج ہو گیا۔

ہاں، اسی طرح بنگال کی عورتوں نے مثل پٹان کا کھیل ایجاد کر رکھا ہے، جو میرزا باہر کے وقت میں اختراع ہوا ہوگا۔

سکرمتی : خیر، یہ بحث اپنے مطلب کے منافی جان کر عرض کرتا ہوں کہ [راجا اشوک، خلف راجا ہندوسار (۲۶) پسر راجا چندر گپت بن راجا تند، کی بیٹی مسودا سکرمتی، بدھ مت کی مہتمی *،

بڑی فاضلہ و عالمہ و تارک الذنبا گزری ہے۔ جس کا ذکر خیر مہاراجا اشوک کی سوانح عمری میں موجود ہے۔ اُس وقت زبانِ پانی پر سرِ عروج تھی۔ یہ راجا دوسو بائیس (۲۲۲) برس، پہلے حضرت مسیحؑ سے تارک الذنبا ہو کر پرم لوک کو روانہ ہوا تھا۔ (۵۷)

گلیا : ایک عورت گلیا نامی دکن کی، زوجہ چندرہاس، جو کتوال کا راجا ہو گیا تھا، بڑی زبردست سلسکرت کی فاضلہ تھی۔

بدیا تھا : بدیا تھا، کالی داس کی بیوی، راجا سرو دانتھن برہمن کی بیٹی بھی عالمہ فاضلہ تھی، جس نے اپنے زمانہ کے اچھے اچھے فنون کو ذک و بی تھی۔

لیلاوتی : لیلاوتی ہست بھاسکر آچارج۔ علاوہ اُور علموں کے ریاضی، خصوصاً حساب میں بڑی دست گاہ رکھتی تھی۔ اس کا حال اپنے رسالہ حساب مستجابہ سوالات عجیبہ مع قواعد عربیہ کے پہلے حصہ میں مفصل لکھ چکا ہوں۔ [افسوس ہے کہ تعلیم النساء کے پہلے حصہ کی ساتویں فصل میں لیلاوتی زوجہ بھاسکر آچارج چھاپ کرنا ظریح بائیں کو، اس کے مولف نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ بندے نے بخوبی تحقیق کر کے نکلت الحساب میں اسے صحت آچاری موصوف لکھا تھا، وہی گلشنِ ناز کے ابتدائی مضمون میں درج ہوا، ایسا ہی مشاہیرِ نسوان والا لکھتا ہے، دیکھو اُس کا صفحہ ۵۰۱۔ لیلاوتی، ہندستان کے قدیم ریاضی دان بھاسکر آچاریہ کی بیٹی کا نام ہے۔ یہ آچاریہ سنہ ۱۱۱۵ء میں پیدا ہوا تھا۔] (۵۸)

کھوتا : کھوتا درہیر، جو راجا بکرماجیت کانٹری تھا اور بیت دانوں میں مشتری تھا، یاس کی بیوی بھی عالمہ فاضلہ گزری ہے، جہاں چا آج تک جوتشی اُس کو مانتے ہیں۔

کھوتا : کھوتا، زوجہ کنور بھگن سین بن راجا جلال سین، فرماں روا اے گور، جو دسویں (۱۰) صدی عیسوی میں تھی، نہایت عاقلہ، فاضلہ اپنے زمانہ کی گزری ہے۔

میراں بائی : میراں بائی ، مارواڑی راجاؤں میں میرتا کے راجا، قوم راجھور کی بیٹی، پندرہویں صدی مسیحی میں شاعرہ نامی گرامی گزری ہے۔ اس کے بہت سے گیت اور بھجن ہندوستانی گاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کا کلام بے دریغ، بنگالی شاعر، صاحب گیت گووند کے ہم پلہ ہے۔

مرگ نینا : مرگ نینا گوگری زوہد راجا مان سنگھ گوالیاری۔ جو کہ اس راجا کو سنگھرن، یعنی ملے ہوئے راگ بہت پسند تھے، رانی نے اس طرح کے بہت سے راگ ایجاد کیے۔ ان اس جملہ گوگری، بھل گوگری، مل گوگری، سنگل گوگری، یہ چار اس کے نام سے اب تک مشہور ہیں۔ (۳۹)
(تان سنن نامی گویا بھی اسی کے وقت میں وارد گوالیر ہوا، جس کے نام پر آج تک سارے گانے والے اپنا اپنا کان پکڑتے ہیں)۔

روپ متی : روپ متی — مالوے میں اجمین کے قریب کالی سندھ ندی کے کنارے سارنگ پور شہر میں پیدا ہوئی۔ وہاں کے مشاہدین بازاری میں اپنے حسن و نضر و شاعری کے سبب سب سے فائق تھی، شہاشی بھٹوں کے لائق تھی۔ اسی سبب باز بہادر بھی، حاکم مالوہ نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ جب سنہ ۱۵۶۰ء، پندرہ سو ساٹھ عیسوی میں اکبر بادشاہ نے آدم خاں (یا آدم خاں اور بیچر محمد خاں) کو باز بہادر کے مقابلے پر روانہ کیا اور باز کی فوج بھاگ گئی۔ تاجپار، یہ بے چارہ بھی بے پروا ہو گیا۔ اس وقت اس شاعرہ مغنیہ نے اپنے تئیں آپ ہلاک کر ڈالا۔ (۴۰)

باز بہوپ کلیان

اس کے ایک گیت کا ترجمہ، جسے باز بہوپ کلیان کہتے ہیں، ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۷۲ء کے رسالہ

انالیہ پنجاب سے نقل کیا جاتا ہے۔ وہ ہوا تھا:

کرنے دو فخر اُن کو جو ہیں صاحبِ ذوق
سرمایہ نشاط ہے یہاں عشق ہے دل
مضبوط قفل دل کا ہے، اس گنج پر لگا
اس کو نگاہ رکھتی ہوں میں جان سے سوا
محفوظ چشم غیر سے ہے اور بے خطر
لکھی ہے اس کی بس میں مرے، قصہ مختصر
سرمایہ ہوتا جاتا ہے ہر روز کچھ سوا
اس گنج شاکس کو ہے سمجھنے سے کام کیا

اُب دل میں خُشان لی ہے کہ ہو نفع یا ضرر دینا ہے ساتھ باز بہادر کا عمر بھر اور ابتداءے عشق میں جو گیت اس نے بنایا تھا، وہ خاص اُسی کی بولی میں یہ ہے:

پانی پران رہت ٹہنت بھیتر کو چاہت سکھ راج
روپ متی! پیا ہم سے دکھیا گیا بہادر راج^(۳۱)

اور مرتے وقت اُس نے یہ کہا تھا:

ثُم بن جیو را رہت نہیں، مانگت ہے سکھ راج روپ متی دکھیا بھیئی، پنا بہادر راج

الہیا : الہیا بائی۔ یہ مرہٹن رانی سنہ ۱۷۳۵ء میں سیندھیا کے خاندان میں پیدا ہوئی۔ میانہ انعام، ہنزہ رنگ، اکھرے بدن کی تھی۔ یہ عورت اپنی^(۳۲) قوم کی عورتوں میں بڑی مہذب تھی۔ راج بیت کے^(۳۳) گرنختہ اکثر اس کے مطالعہ میں رہتے تھے۔ جب اس کا شوہر کندے راؤ بن ملہر راؤ ہلکر اس کو خفیہاً تیس برس کا چھوڑ کر راجی ملک بھا ہوا، تو اس نے اپنے بیٹے ملی راؤ اور بیٹی ملپا بائی کی پرورش میں اپنا وقت اچھی طرح صرف کیا۔ ملہر راؤ کے بعد ملی راؤ صرف نو مہینے سلطنت کر کے، بہ عارضۂ خفقان رحلت کر گیا تو اس عورت نے اُس ریاست کا انتظام تیس برس تک اس خوبی و خوش اُسلوبی سے کیا کہ جس کا ثانی ہونا مشکل ہے۔ جیسا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلیستان، اعلیٰ کہ تمام جہان میں لاثانی سمجھا جاتا ہے، اُسی طرح عورتوں میں اس عورت کو خیال کرنا چاہیے۔

انسابق پنجاب کے اخیر رسالہ میں اس عورت کے بیان کے سترہ (۱۷) صفحہ پڑ ہیں۔ یہ مختصرہ مغل بیان کی گنجائش نہیں رکھتا۔ بس، اسی قدر کافی ہے، اور اس عورت کی وفات سنہ ۱۷۹۵ء میں لکھی ہے۔

یہ تمام بیان، ہندوؤں کی مشہور عورتوں کا انسابق پنجاب سنہ ۱۸۷۴ء کے مختلف رسالوں سے لیا گیا ہے، جو پنجاب کے سرمدیہ تعلیم سے جاری ہوتا تھا۔ جن صاحبوں کو ان کا مفصل احوال معلوم کرنا ہو، اور نیز اور نام آدہ عورتوں کا ذکر دیکھنا ہو، در سائل مذکور ملاحظہ فرمائیں۔

[جسوں جلترو، یعنی سوانح عمری دیا اندر سرتی جی مہاراج کے صفحہ ۱۶۵، تحت سرفخی "بھارس کے مہاتوں کی مفضل کیفیت" کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سبت ۱۹۳۶ بکری (مطابق ۱۸۷۹ء) میں وہاں ایک برہمنی، سنسکرت کی فاضلہ، مسنات ۴ بدھ نگری روٹن افراد تھی، اور صفحہ ۵۰۹ پر راماپائی سنسکرت دان لکچرار دکنی کا ذکر خیر موجود ہے۔

سبت ۱۹۵۸ء (۳۳) رامادھرم نیت بکرماجیت [مطابق ۱۸۰۰-۰۱ء] کو [کلا]، خاص اسی شہر کرامت، بحر دہلی میں جس وقت سنان دھرم مہامنڈل کا جلسہ ہو رہا تھا، ایک برہمنی ہال بدھوا، بڑی بدوان، سنسکرت بولنے والی بھی آئی تھی۔ وہ نیل کے کٹرا کی دھرم سالہا میں فروکش ہوئی تھی، جس کے درشن ہزاروں آدمیوں نے کیے تھے۔

اخبار وکیل، نمرت سر، مطبوعہ ۱۵ ستمبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۸ (ب)، کولم ۲ کی فہرست کتب سے معلوم ہوا کہ سوانح عمری آئندی ہائی جوشی، جو امریکا سے ڈاکٹری کی سند لے کر آئی ہے، بارہ (۱۲) آنے پر ملتی ہے۔ دیکھو یہ بھی ایک ہندو فی فاضلہ کا پتا بتاتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ہند کی اقوام مختلفہ میں زمانے کی رفتار نے اپنا اثر ظاہر کرنا شروع کر دیا ہے۔ اغلب کہ اب اس قوم کی جہالت دور ہو، تعلیم نسواں تر گئی پائے۔

اخبار وطن، لاہور، نمبر ۷، جلد ۳، مطبوعہ ۳۰ فروری ۱۹۰۳ء کے صفحہ ۷، کولم دوم سے معلوم ہوا کہ مہارانی کالج، بنگلور سے دو برہمنیوں نے بی اے کا امتحان پاس کر کے فطیلت کی سند حاصل کی ہے۔ (۳۵)

گلدستہ ہندی قلم فیض توام، بہ نتیجہ عجیبہ ایں بارغ حسنات، یعنی در بیان احوال
تعلیم نسواں زمانہ حال — چند کلمات

ہندو اور مسلمانوں کے قدیم زمانے کی عورتوں کا حال، تحریر بالا سے بخوبی ظاہر ہو گیا، اور نیز میری تحریر سابقہ سے یہ بھی ہو پدا ہو گیا کہ اہل ہندو نے اپنی عورتوں کو اس وقت سے جاہل رکھنا



October 10, 1885

Dr. Anandabai Joshee, Seranysore, India
Dr. Kei Okami, Tokio, Japan
Dr. Tabat M. Islambooly, Damascus, Syria

شروع کیا ہے، جب سے مسلمانوں نے اس ملک پر غلبہ پایا ہے۔ پہلے بڑی بڑی زبردست عالمہ فاضلہ عورتیں گزری ہیں۔ ہماری دیوانگناں اور آوتاروں کی بیویاں اور راجاؤں کی رانیاں اور رشیوں کی گھر والیاں، سب شکرست اور پراکرت کی جاننے والیاں (۳۶) ہوئی ہیں۔ بھوج پر بندہ کا کچھ خلاصہ بھی پہلے لکھ دیا ہے مگر ٹوکوں کے خوف سے یہ سب باتیں یک لخت متوقف ہو گئیں، کیوں کہ ان کے ہاتھوں سے اس گروہ نے نہایت ذلتیں اٹھائیں ہیں [کذا]۔

اب، جو کہ سرکار ابد پائدار، صاحبان عالی شاہ کی عمل داری انگلستان سے ہندوستان تک پھیلی اور ہر نوع کے امن و امان نے رواج پایا، تو پھر یہ سلسلہ بھی اس طرح قائم ہوا کہ مدارس زنانہ جا بجا کھل گئے، استانیات و پنڈتانیات یا بابائیاں پڑھانے کو مقرر ہوئیں۔ اس شفقت شاہانہ اور مرصعہ مدارائے حضور ملکہ معظمہ کوئین و کٹوریہ صاحبہ زادہ اللہ سلطنت ہندو کشہما، شاہنشاہ ہندوستان کے کیا کہنے ہیں۔ ایسے عہد دولت مہد میں بھی اگر کوئی اپنی عارضی جہالت کو نہ چھوڑے تو مجبوری ہے۔

بس، اب میں اس مقلد سے کو ختم کرتا ہوں اور اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ پہلے حصے میں عورات فارسی گو درج ہوتی ہیں، دوسرے میں اردو زبان کی شاعرہ لکھی جاتی ہیں۔

تحریر کاظمی رفیعہ ثانی: ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۸۳ھ بمطابق ۱۹۸۳ء

مطابق ۹ رمضان المبارک ۱۳۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء

گلشنِ ناز

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہست کلید در کج حکیم

گلشن ناز

حدیقہ آرائی خلدہ نخل ہند گلستانِ فرخی نشان، بہ تسلیم
حالات و مقالاتِ شاعرانہ، محی نشان

قادی زبان میں عورتوں کی شاعری بھی اسی وقت سے گنی جاتی ہے، جس وقت سے مردوں نے شعر گوئی اختیار کی ہے۔ جیسا علم عروض کے اکثر رسالوں میں مسطور ہے، تذکروں میں بھی اس کا تذکرہ ہے کہ بہرام گور، فارس کے بادشاہ نے ایک روز شکار گاہ میں کسی شیر کو زندہ پکڑ کر یہ مصرع سوزوں کیا:

مسم آں شیرِ ثریاں و مسم آں شیرِ یلہ

اسی وقت اس کی محبوبہ، مرغوبہ دل آرام (۳۷) نامی نے، جو ہم رکاب تھی، یہ جواب پاسوا ب دیا:

نام بہرام ترا و پدرت بو بجلہ

پس، اس پر دو مصرع اور لگا کر ”چار گانی“ نام رکھا گیا تھا۔ نیروز، وغیرہ مقامات میں اب تک اس قسم کی چار گانی مشہور ہیں، زبانِ نر و نزدیک و دور ہیں۔ رودی کی ہم عصر شاعرہ کا کلام آگے آ جائے گا، یہ بھی اس دعوے کا مصداق سمجھا جائے گا۔

اب یہ ترتیب حرفِ ابجد، قادی زبان کی شاعروں کا حال و مقال ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا حصہ

فارسی زبان کی شاعراؤں کا بیان

آقون

تخلص ہے سنا آقون، منکوحہ ملہ جاتی شکار، جس کا معتقد میر نظام الدین علی شیر تھا۔
ان دونوں میں خوب مبالغہ شعری ہوتا تھا، چنانچہ ایک دوسلہ نے یہ رباعی کہی:

یاراں استم بحر نے غلغٹ مرا کاواک شدہ چو نے ازو پشت مرا
گر پشت بسوے لودے خواب کلم بیدار کند بہ ضرب انگشت مرا

آقون نے یہ دو مان سنائے:

ہم خواہی سست رگے غلغٹ مرا روزے نہو ازو بحر پلغٹ مرا (۳۸)
قوت نہ چنانکہ پا تواند برداشت بہتر بود از پشت دوسد پشت مرا

آرام

آرام تخلص، دل آرام نام، کسی بادشاہ کی بیگم، شاعرہ، شاطرہ (۳۹) بڑی عداوت تھی۔ بعض نے اس کو جہاں گیر سے منسوب کیا ہے۔ (۴۰) جہی بے نظیر والا اپنی مرآت العاشقین میں شاہ جہاں لکھتا ہے۔ سلاحِ الحفلا کا موافق شاہ امیران کی منکوحہ بتاتا ہے۔ [سحرِ محفل والا بادشاہ شاطر ہی لکھ کر اپنا چچا چھڑاتا ہے]۔ (۴۱)

بہر کیف، کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کے تین بیویاں اور بھی تھیں۔ جہاں، حیات، فنا۔ ایک دفعہ بادشاہ نے کوہر کسی اور دلاہت کے شرازوہ سے یا سوداگر سے شطرنج کھیلنے بیٹھا اور یہ شرط ہدی گئی کہ جو شخص

ہارے، اپنی مشکوٰۃ حریف کے حوالہ کرے۔ زمانہ کج رفتار نے بادشاہ کی بازی مات کے قریب پہنچائی،
تو شہر یار کو یہ دھن سنائی کہ تھرے چار بیویاں ہیں، اُن میں سے کس کو دے گا؟ بس، اس کا تصفیہ کرنے
محل میں دوڑا دھوئے اور چاروں بیگموں کو جمع فرما کر شرط کا ماجرنا پایا اور فرمایا کہ کہو! حریف کے ہم راہ
کس کو جانا منظور ہے؟ پہلے جہاں نے یہ شعر سنایا:

ٹو بادشاہ جہانی، جہاں دوست مدد کہ بادشاہ جہاں را جہاں بکار آید
بہر حیات نے اپنی خوشی ہوں نگاہری:

جہاں خوش است و لیکن حیات می باید اگر حیات نہ باشد، جہاں چہ کار آید
فتانے ان سب کی ہوں دجیاں اڑائیں:

جہان و حیات و ہر بے وفاست فنا را نگہ دار، آخر فکاست
دل آرام، جو شاطران زمانہ کو خیال میں نہ لاتی تھی، حریف کو ایک ہی دو چال میں زنج کر
دیجی تھی، دو چار رفتار میں شہ مات کہ سنائی تھی، یوں کو ہر افلاس ہوئی کہ حضور جس چال کے پنجہ میں
پھنس کر عقد رہیں، وہ نقش تو لوطی کو بتائیں! شاید جاں نثار (۴۴) کوئی ایسی ترکیب عرض کرے کہ
طرف دانی کے جھٹکے جھوٹ جائیں، لینے کے دینے پڑ جائیں، حضور کو یہ بارہ نظر آئیں، اُسے تعین
کانے ہی دکھائی دیں۔ بادشاہ نے نقش بچایا، تنگم نے بدیدہ یہ شعر سنایا:

شاہ! دو رخ بدو دل آرام را مدد بیل و پیادہ پیش کن از سپہ کشت مات
شاہ نے باز پچہ خانہ میں آ، یہی چالیں چلیں اور بازی جیت لی۔

شاطر جانتے ہیں کہ یہ نقشہ روی چالوں کا ہے، جس میں فیلہ صرف تعین ہی گمراہ اڑا چکا ہے
اور سب راہ کو خیال میں نہیں لاتا۔ یہ نقشہ اپنے رسالۃ شطرنج مستفی بہ ہشت نعمہ میں، مع حل،
لکھ چکا ہوں، جو تحفہ کر مشہور ہو گیا ہے۔

اب یہ شعر آ آرام کے نام کے لگھتا ہوں:

محو از دل خود ساز بہر نقش عدم را منزل کہ اغیار کن فرش حرم را
سرایے عقیقی بکف آدر کہ مہار تقدیم کشد بر سر شو مخی دو دم را

بہ آہ و نالہ کردم صید خود وحشی نکاہاں را بزور جذب کردم رام پا خود کج کلاہاں را
 ہوشیہم سحر کہ چون شراب ارغوانی را گرد کردم بہ جام سے لباب پارسائی را
 شدم ہدم بہ سے خواہاں مخلوت خانہ حیرت شکستم ساغر و بچاۃ زہد ریائی را
 گرفتہ دامن صحرا شدم ہم پیدہٗ بجنوں سبق آموز حشمت و رب عشق بے لوائی را

آرزو

آرزو تخلص کی کوئی عورت سرحدی خوش گوئی:

ماند داغ عشق او بر جانم از ہر آرزو آرزو سوز است عشق و من سراپا آرزو

آرزو کی (۳۳)

آرزو کی تخلص کی یہ خوش خیال بھی سرحدی تھی:

شویم خاک رہت گر بہ درد ماند ری چنان رویم کہ دیگر پہ گرد ماند ری

آقاؑ

آقا تخلص، مہتر، یعنی دارغہ رکاب خانہ محمد جان ترکمان مستا پہ مہتر فزائی خراسانی کی و مہتر
 نیک اختر کا یہ مطلع زبان زد ہے:

ز ہشیاران عالم ہر کرد و پیم غمے دارد دلا دیوانہ شو دیوانگی ہم عالمے دارد

آقا بیگمؑ

آقا بیگم تخلص بہ نام، ہراتی شاعرہ، سلطان حسین بہادر خاں کے عہد میں مریخ خاص و عام
 تھی۔ ہر سال شاعروں کو غلہ، بہ طور تحفہ کے دیا کرتی تھی۔ اتفاقاً ایک سال غولہ، آصفی کا دھیند نہ
 پہنچا تو یہیں نقاشا ہوا:ؑ

ایا عروپ خطا بخش مجرم پوش بگو کہ کئے دھیند مارا قرار خواہی داد

ہارے، اپنی منگودہ حریف کے حوالہ کرے۔ زمانہ کج رفتار نے بادشاہ کی بازی مات کے قریب پہنچائی۔
تو شہر یا کو بیڈ من سائی کہ تیرے چار بیویاں ہیں، اُن میں سے کس کو روے گا؟ پس، اس کا تفسیر کرنے
محل میں در آمد ہوئے اور چاروں بیگیوں کو جمع فرما کر شرط کا جائز سنا یا اور فرمایا کہ کہو! حریف کے ہمراہ
کس کو جانا منظور ہے؟ پہلے جہاں نے یہ شعر سنایا:

شو بادشاہ جہانی، جہاں دوست مدد کہ بادشاہ جہاں را جہاں بکار آید
پھر حیات نے اپنی خوشی یوں ظاہر کی:

جہاں خوش است ولیکن حیات می باید اگر حیات نہ باشد، جہاں چہ کار آید
تقاً نے ان سب کی یوں وجہیاں اُڑائیں:

جہان و حیات و ہر بے وقاست فنا را نگہ دار، آخر قناست
دل آرام، جو شاطران زمانہ کو خیال میں نہ لاتی تھی، حریف کو ایک ہی دو چال میں زچ کر
دیتی تھی، دو چار رفتار میں شہ مات کہ سنائی تھی: یوں گوہر افشاں ہوئی کہ حضور جس چال کے پچھ میں
پھنس کر غصہ رہیں، وہ نقشہ تو لوٹری کو جتائیں اشیاء جاس مار (۳۲) کوئی ایسی ترکیب عرض کرے کہ
طرف دانی کے جھٹکتے چھوٹ جائیں، لینے کے دینے پڑ جائیں، حضور کو وہ بارہ نظر آئیں، اُسے تین
کانے ہی دکھائی دیں۔ بادشاہ نے نقشہ بچھایا، بیگم نے بدیدہ یہ شعر سنایا:

شاہ! دو زرخ بدہ و دل آرام را مدد چل و پیادہ پیش کن از اسپد کشت مات
شاہ نے باز بچہ خانہ میں آ، یہی چالیں چلیں اور بازی جیت لی۔

شاطر جانتے ہیں کہ یہ نقشہ روی چالوں کا ہے، جس میں فیملہ صرف تین ہی گھر آڑا چلتا ہے
اور سب راہ کو خیال میں نہیں لاتا۔ یہ نقشہ اپنے رسالۂ شطرنج مسکمی بہ ہشت ثمنہ میں منع حل،
لکھ چکا ہوں، جو منہ پ کر مشہور ہو گیا ہے۔

اب یہ شعر، آرام کے نام کے لکھتا ہوں:

محو از دل خود ساز ہر نقش عدم را منزل مہ اعیار کن فرش حرم را
سرمایہ حقنی بکف آور کہ مبارا تقدیر کشد بر سر تو حنی دو دم را

یہ آہ و نالہ کرم صید خود وحشی نکلاہاں را
 بزور جذب کرم رام با خود کج کلاہاں را
 خوشیدم سحر کہ چوں شراب ارغوانی را
 مگر کرم بہ جام سے لباب پارسائی را
 شدم ہدم بہ سے خواراں مخلوت خانہ حیرت
 شکستم ساغر و پیاۃ زہد ریائی را
 مگر غم دامن صحرا شدم ہم پھڑ پھڑ
 سبق آموز عیشتم درہ عشق بے نوائی را

آرزو

آرزو تخلص کی کوئی عورت سرقدی خوش گوئی:

ماند داغ عشق او بر جام از ہر آرزو آرزو! سوز است عشق و من سراپا آرزو

آرزوئی (۳۳)

آرزوئی تخلص کی یہ خوش خیال بھی سرقدی تھی:

شویم خاک رہت گر بہ درد ماندہ ری چنان رویم کہ دیگر بہ گرد ماندہ ری

آقاؑ

آقا تخلص، مہتر، یعنی دارنہد رکاب خانہ محمد جان ترکمان مستاپہ مہتر فزائی خراسانی کی دستبر
 نیک اختر کا یہ مطلع زبان زد ہے:

ز ہشیارانِ عالم ہر کردارِ ہم غمے دارد ولا دیوانہ شود یونگی ہم عالمے دارد

آقا حکیمؑ

آقا حکیم تخلص بہ نام، ہراتی شاعر، سلطان حسین بہادر خاں کے عہد میں مرجع خاص و عام
 تھی۔ ہر سال شاعروں کو غلہ، بہ طور وظیفہ کے دیا کرتی تھی۔ اتفاقاً ایک سال خواجہ آصفی کا وظیفہ نہ
 پہنچا تو یوں تھکا ہوا:ؑ

ایا عربی خطا بخش مجرم ہش بگو کہ مجھے وظیفہ مارا قرار خواہی داد

بوقت غلہ مرا گھنٹہ کہ ہار دہم سرمِ فدائے درت چند بار خواہی داد
جواہر العجبائب میں اس کا نام آفاق جلازنگشا ہے، اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ نیز
کتاب مذکور سے معلوم ہوا کہ یہ شاعر میر علی جلازنگشا بنی، سلطان احمد بغدادی بادشاہ کی نسل میں تھی
اور امیر علی درویش کتاب داری حرم تھی۔ ایک درز میرزا بدیع الزماں کے حضور حاضر تھی اور شراب کا
بیالہ دوڑ رہا تھا، اور اُن کی وہ مثل تھی کہ ”نوسو چو ہے کھا کے بلی جج کو چلی“، یعنی بے نوشی سے تابع
تھیں۔ غرض کہ اس وقت یہ شعر کیا:

من اگر توبہ زے کردہ ام، اے سر دہی! تو خود ایں توبہ بگردی کہ مرا بے ندی (۳۵)
دیگر

اٹکے کہ سر ز گوشہ چشم، بروں کند بر زوے من نصیب و دعوای خوں کند (۳۶)
آہ! ازاں نہ کہ دار و رشہ جاں تاب ازو واسے لعلے کہ ہرم بخورم خوں ناب ازو

تو اس دید ز رخ خوب ترا ماہ بہ ماہ زان کہ آساں نتواں کرد بخورشید نگاہ
ترانہ

آہے کہ فلک بلب چکاند ما را سر گشتہ بروے خود دواند ما را
اے کاش! بمزلے رساند ما را کز مستی خود ہار رہاند ما را
حمید: منجملہ اشعار بالا کے، پہلا شعر ایک کتاب میں کسی اور کے نام سے لکھا ہے۔

امائی

امائی تخلص، زیب اللہ حق کی کچھ خاص با اختصاص تھی، جس کا مکان دہلی میں کھان محل
کے خصل تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حق امائی محل گشت، جہن میں مصروف تھیں، ایک بیک شہزادی
کے لہجہ و ہن سے یہ صدائے جاں (۳۷) فرائی:

اے امائی انگلی صد برگ چراہی خندو؟

اُس عندلیب ہزار داستان نے بھی فورا اپنی منتظاریوں کھولی:

برہتاے خود پر غفلتِ ہامی خند

الغیر۔ اس کا کلام کم یاب ہے۔ صرف یہی شعر نظر سے گزرا:

آں قدر روزِ ازل حیرہ نصیم کردہ تیرگی می طلبہ شامِ غرباں از من

بادشاہِ خاتون

بادشاہِ خاتون نامی ایک شزاوی قلعہ الدین محمد سلطان کرمانی کی بیٹی، سلطان قازن کے وقت میں خوش نویس اور فاضلہ گزری ہے۔ اکثر مصنف کی کتابت سے بسروقات کرتی تھی۔ جب کہ خود زیب و حسنِ سلطنت ہوئی، اور باپ فضل و کمال کو نہال کر دیا۔ یہ شعر اس کے نام نامی سے مستعار ہیں:

درونِ بے پردہ عصمت کہ بکلیہ گاؤ من ست مسافرانِ ہوا را گزرد بہ دشواریست
بیش باد سر زن بجز مقلعہ من کہ تار و پود دے از عصمت کھوکاریست

آں روز کہ در ازل نقش کش کردہ آسائشِ جاں بہ بے دلائش کردہ
دعا بہ لب نگار می کرد نہات زان روی سر چوب در دہانش کردہ

بر لعل کہ دید ہرگز از منک رقم با غالیہ بر دوش کھا راندہ قلم
جاناں! اثرِ خالِ بینہ بر لب ٹو تاریک بہ آب زنگاہ نیست بہم

بزرگی

بزرگی تخلص کی ایک کشمیری بکھری، یعنی کسی تھی۔ جہاں کیر بادشاہ کے وقت میں اپنا پیشہ ترک کر، متوجہ ناولیات بسر کرنے لگی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس کی شہرت سن کر چارشاہ و سلاطین دور دراز طے کر اس کی ملاقات کو آئے مگر باریاب نہ ہوئے۔ اس اثنا میں کوئی حرب چھو، اوہاں وضع، آنکلا اور ذرا اندام چلا گیا۔ شاعروں نے محفل کریدہ باقی لکھ بھیجی:

اے شیوہ کفر و دیں بہم ساخدا! غم را بوجہ خود عدم ساخدا

آثار بزرگی از جنسیت پیدا است کہ ہا عرب و کہ ہجم ساحت
 اس شاعر نے یہ جواب لکھا:
 روزے کہ نہادیم در ہی ویر قدم را کہ تقسیم صلاحیت عرب را و ہجم را
 الفرض، یہ شعر بھی اسی کا ہے:
 مویہ و نالہ آم گوئی کہ استوار ازل رھضہ جانم بہاے تار بر مینور بست

چھ مجملہ ۳۷

چھ مجملہ نامی عورت، طبع نجوم کی قاضیہ لاکلام تھی۔ شاعر، لطیفہ گو اور عارفانہ نادرہ انعام تھی۔
 سامان دنیوی سے نہال، امرا و سلاطین کی ملاقاتوں سے خوش حال تھی۔ مثلاً جاتی سے اس کی نہایت
 عرافت رہتی تھی۔ یہ بھی خوب خوب چوٹ چلتی تھی۔ کہتے ہیں کہ مثلاً صاحب نے حمام و درسد و مسجد
 چنا رکھے۔ اس نے بھی ایسے ہی مکان بنوائے، شہر کے اکابر اس کو نماز کے واسطے بلوایا، نہایت تکلف
 کیا مگر مثلاً روٹی افزان ہوا، بل کہ ایک قطعہ لکھ بھیجا جس کا ایک ہی شعر بندے کو ملا:

نہ گزاردم بمسجد تو نماز زان کہ عراب آں نمازی نیست

اس نے سنتے ہی گھبرا کر کہا کہ ”ہیں املا جی کیا فرماتے ہیں! جو شے انھوں نے بنوائی، میں نے بھی
 چنا کروائی۔ جو جو فضائل اُن میں ہیں، مجھ میں بھی ہیں۔ پھر اُن کو کس بات پر ناز ہے؟“ جاتی
 علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ”ہم ایک ایسی چیز رکھتے ہیں، جو اُس کے پاس نہیں ہے۔“ اس نے کہا بھیجا کہ
 ”ہمارے پاس بھی ایسی شے ہے کہ وہ نہیں رکھتے، بل کہ وہ ہمارے محتاج ہیں۔“ حضرت کو یہ لطیفہ پسند
 آیا اور اُس کے مکان میں قدم رنجہ فرمایا۔

یہ مطلع اس کا، جو اس نے اپنے خاوند کے مرثیہ میں لکھا تھا، مشہور ہے:

کوکب، ختم کہ بود از دے معور آسماں نگرے مرا از فرقت روز میں است اس زماں

ہیدلی (۳۸)

ہیدلی تخلص، منکوحہ شیخ عبداللہ دیوان، پیر خواجہ حکیم کا ہے، جو شہر برات میں نہایت خوش طبع

مشہور تھا اس کا حال امیر علی شیر نے اپنے تذکرہ شعرا میں بہت لکھا ہے۔ فرض، یہ شعر بدلتی کا ہے:
 رزم پہ باغ و ز فرس دو دیدہ دام کتم کہ تا نظار آں سرو خوش خرام کتم

پرتوی

پرتوی تحفص کی کوئی تحریری خوش کپ تھی:

جامہ گل گونے در آمد مست در کاشانہ ام نیز، اے ہم دہا کہ افتاد آتش در خانہ ام

جمالی

جمالی تحفص، مولانا بدرالدین ہالائی کی بیٹی، جس کے کمال کی خوبی اس غزل سے واضح ہے۔ جامہ جمالی:

بہار و بہرہ و گل خوش پہ روئے جاہان مست و گرنہ ہر یک ازیں جملہ آفت جاہان مست
 پہ غنچہ مہر چہ بندہ ز گل چہ بہ کشاید و لے کہ خوں شدہ از خار خار بھران مست
 مراں بخواریم، اے باغباں! ز مجلس خویشتن کہ بیچ روز و گر گل بھاک یکسان مست
 صحت ز لب دل آویز، اے نگار آشوب دمن تیرس! کہ بس خاطر م پریشان مست
 گوئی شعر جمالی کہ نزد سیم براس ہزار بیت و غزل پیش کجہ یکسان مست

جمیلہ

جمیلہ تحفص کی کوئی زین فیض و صفائی، بطریق سعد، حبیب اللہ ترک کے گھر میں تھی:
 نوحہ خاتم نہ دست ز گل زار غلب ما آں ہم ظنیدہ در ہکر لخت لخت ما

جہاں آرا

جہاں آرا تحفص ہے بدست کلاں شاہ جہاں، بمشیرۃ اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ دہلی کا،

جوسنہ ۱۰۹۲ ہجری میں فردوس آرا ہوئی۔ اس کا حراز نظام الدین اولیا کی درگاہ میں واقع ہے، اور کوہِ حراز پر یہ شعر کندہ ہے:

بغیر سبزہ نہ پشد کسے حراز مرا کہ قبر پوشِ غرباں ہی گیا، بس است (۳۹)
درگاہِ موصوف کے خادمِ شعرِ مسطور شد اوی مذکور ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس لیے یہاں لکھا گیا۔

جہاں

جہاں خاتون نای، مشکوٰۃ خواجہ قوام الدین امین الدولہ وزیر ابو اسحاق۔ سلمان و عبید شامروں کی ہم عصر تھی۔ عبید زاکانی پر یہ بلیغہ فیصیحہ اپنے نکاح سے ایک روز پیش تر غلبہ پا چکی تھی۔ اس نظر سے عبید مذکور، نکاح کے دن اس کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے نکاح کر لیا ہے۔ پس، ایک قلعہ لکھ بھجا، جس کا آخری مصرع یہ ہے (۵۰)۔

خداے جہاں را جہاں تنگ نیست

وزیر خوش تدبیر نے اس کا اجرا دریافت کر، اُسے نکال لیا اور اپنی صحبتِ خلوت میں دوبالا گرم جوش ہوا۔ (۵۱) سنا ہے کہ عبید زاکانی نے یہ شعر بھی اس کی شان میں کہا تھا:

گر غزل ہائے جہاں خاتون بہ ہندستان قند روحِ خسرو ہم حسن گوید کہ ایں کس گفتہ ست کہتے ہیں کہ خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی بھی اس شاعرہ سے ملے تھے، بل کہ انھوں نے اپنی ایک غزل بھی اس کو سنائی تھی، جس میں یہ شعر تھا:

اعتادے نیست بر کار جہاں بلکہ بر گردون گرداں نیز ہم

خاتون نے اپنے نام کی توجہ سمجھ کر یوں جواب دیا:

حافظ! ایں سے پرستی تاجکے سے زخو ہزار و مستان نیز ہم

یہ شعر بھی اسی کا ہے۔ (محبیبہ: منتخب التواریخ والا لکھتا ہے کہ سنہ ۷۲۳ ہجری [مطابق ۱۳۲۲-۲۳] میں بہ عبید غیاث الدین قنقل، عبید زاکانی شاعر، اچھان شاہ زادہ تھلقلیہ کے ہم راہ تھا، جس نے امیر خسرو کی نسبت یہ شعر کہا تھا:

(خلد اُفتاد خسرو راز غای کہ سپا^{۱۱} پخت در دیکِ نکامی)

منوریت کہ صورت ز آب می سازد ز ذرہ ذرہ خاک آفتاب می سازد

جَبّاتی

جَبّاتی تخلص، بہت خوبہ ہادی استرآبادی کا ہے، جو ہمیشہ نقاب کے جباب میں رہتی تھی:

مہِ جمالِ ثُو و آفتاب، ہر دو یکے است خطِ عذارِ ثُو و مخکِ تاب، ہر دو یکے است^{۱۲}

حِیات

حِیات تخلص، حیات النساءے تذکرہ تحت آرام، کے یہ شعر اور ہیں:

چہ سازم طوفِ دیر و کعبہ و نہت خانہ و مسجد مگر و چشم و اندوخت، دلم ہر لحظہ می گردو
بیا زاہد، کہ جامِ بادۂ گلِ گول ہوشام مرد در کعبہ کا نہا نیست جز خونِ جگر خوردن

حِیاتِ عا

حِیاتِ تخلص، یہ ظریفہ و ماریف، خوبہ قوام الدین شوہر جہاں خاتون تذکور کی پہلی منکوحہ تھی۔

جب اس نے نکاحِ ثانی کی خبر سنی، خوبہ کو لکھ بھیجا:

ہر کہ ظلم جہاں خورد، گئے خورد از حیات بر روِ ثُو ظلم جہاں خورد تا ز حیات بر خودی

حِیاتی

حِیاتی تخلص کی ایک عورت، لطیفہ گو، حسینہ، جمیلہ تھی، جس کی یہ نغزل مشہور ہوئی:

عجب شیریں لے، لچلی عذارے کردہ آم پیدا (ar) دریں تمام خوشِ عالم کہ یارے کردہ آم پیدا
عجائِل شیریں می کنم چوں کوہ کن جانے چو فرہاد از برائے خویش کارے کردہ آم پیدا
ز پا آقاوم، ز اندوہ ہجر اس چوں کنم، یارب! کہ ایں اندوہ از وسعِ نگارے کردہ آم پیدا

چو بھٹوں می خم زو برکت پائے سب کویش من دیوانہ نیکو خم گسارے کردہ ام پیدا
بیک دم صرف راو آں نئے بیکانہ دش کردم حیاتی آں چہ من درد زگارے کردہ ام پیدا (۵۳)

خان زادویؒ

کوئی اس کو تیریزی نکلتا ہے، کوئی ترقی، کسی کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شاعر و فخر النساء
نسائی کی بہن تھی اور امیر یا دگاری بی بی۔ بہر کیف، یہ مطلع اس کا ہے:
ہے در منزل باد مہماں خواہی شدن یا نہ؟ ایس خاطر این ناتواں، خواہی شدن یا نہ؟

دویتیؒ

دویتی شخص، نسائی نام، دھڑیر میر قیام ہزادری کے یہ شعر ہیں:

ہر کہا آں مہ بہ آں زلف پریشاں بگورد ہر کہ کلر زلف او بیند ز ایماں بگورد
اے بھماں! بواجب و دوست ورو عاشق ہر کہ دامن گیر و این وروش ز وداں بگورد
ہر کہ عاشق لحد ازو دیگر سرد سماں بگو زان کہ عاشق ترک سر گوید ز سماں بگورد
در فراقش دویتی گریہ چو ہر نو بہار گریہ زارش چو بیند یار گریاں بگورد

ز آشنائی تو عاقبت جدائی ہو فقاں کہ با تو مرا این چہ آشنائی ہو؟

زائر تہیؒ

زائر تہی شخص، مجہول الحالؒ کوئی خوش مقام تھی، جس کا کلام یہ ہے: (۵۴)

خودن خون دل از ہضم تر آموختہ ام خون دل خودہ ام و این ہنر آموختہ ام
کار من ہے تو بجز خون (بجر) خودن نیست (۵۵) طرفہ کارے کہ بخون بجر آموختہ ام
شیوہ عاشقی و طرز نظر بازی را ہمہ از مروم صاحب نظر آموختہ ام
نامہا چند کی مع من از عشق بجاں من ز استاد قضا، این قدر آموختہ ام

زارعی! بھر طواف حرم کوے نکاس صبح خیزی ز نسیم سحر آموختہ ام (۵۶)

سلطان

سلطان تخلص، خدیجہ سلطان بیگم نام، مؤخر علی قلی خاں والدہ افغانی۔ بعض کا خیال ہے کہ خانہ گور اس پر نہایت شیفتہ و فریفتہ تھا۔ فرض کہ اس کے کلام کا یہ نمونہ ہے :

من ساقی ام و شراب حاضر اے عاشق تھکا! آب حاضر
 باسین من آفتاب بچہ است ایک من و آفتاب حاضر
 سلطان! جو من نمود در دہر عالم عالم کتاب حاضر

شیریں

شیریں تخلص ہے، سلطان رضیہ بیگم نام، بنت سلطان محسن الدین اتش کا۔ جب کہ سن ۱۲۳۶ع میں اتش کی وفات ہوئی تو رکن الدین فیروز اپنی والدہ خاتمہ کے طور پر، سلطنت کو چھوڑ کر مدحی میں مصروف ہو، سات ہی مہینے میں معزول ہوا اور اس کی بہن، یعنی یہی رضیہ بیگم تخت پر بیٹھی۔ اس نے اصطبل کے داروغہ مدحی غلام کو، جو اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے پر سوار کروایا کرتا تھا، امیر الامرائی کا خطاب دیا۔ ارکان سلطنت کو یہ امر سخت ناگوار گزرا، چنانچہ اسی فساد میں بیگم مع غلام مذکور شہید ہوئی۔ اس کی قبر بنگلی خانہ کے محلے میں، اندر ضلع دہلی، بہ علاقہ ترکمان دروازہ موجود ہے:

باز آ شیریں! اندر در راہ اُلفت گام خویش ہاں، ولے نہ شنیدہ ہاشی قصہ فرہادر (۵۷)

غلطی دی نور ز رخ خورشید نجر ایں چہ؟ کھل شدہ تجی نگاہ غضب ماست
 از ماست کہ بر ماست، چہ تھیر دل زار؟ آں کھنڈ انداز غم بے سہ ماست

کسم چہ بر کسچ پا چرخ محض سلطانی دہم چہ بال ہوا، خدمت کس رانی

ضعفی

ضعفی تخلص ہے، کسی ہم عصر آرزو مذکور کا۔ آرزو کے شعر مسطور کا جواب اس کی طرف سے یہ ہوا:

در دلم بود آرزویت پیش از ہر آرزو دیدم آں روے دفنوں شد آرزو پر آرزو
کہتے ہیں کہ ضعیفی نے اپنے ضعیف خاوند کی شان میں یہ دو بیت انشا کی تھی:
اے مرد! خرابہ مہر انگیزی نیست ہم بچہ و ضعیفی و ترا خیزی نیست
ہائیں ہمہ ی دی لہجہ ز زون خود قوت آں خرا کہ بر خیزی نیست
جس کا جواب اس طرح ملتا تھا:

اے زن اگر آں کہ ہامن آمیزی نیست کار تو بغیر قند انگیزی نیست
دارم ہمہ عیب را کہ گفتنی لقا ہے ہر از بلاے بر خیزی نیست

عائشہ

عائشہ تخلص، کسی سمرقندی کی بیوہ ماں ملی ہے:
بھٹکے کہ ز چشم من بہ رو غلطید است در گوش کسے واہ کہ مروارید است (۵۸)
از گوش بروں آر کہ بدنامی ٹست کاں را بہ رخم تمام عالم دید است

عصمتی ۳۲

اس تخلص کی تین عورتوں کا کلام اس وقت پیش نظر ہے۔
اول، قاضی زادی سمرقندی، جس کو ایک تذکرہ والا بنام وخر لکھتا ہے: ۳۲
مگر رسوائے عشق از مردم عالم طے دارد کہ عاشق کشتن و رسوا شدن ہم حالے دارد

عصمتی

دوم بخلاف کے حاکم مختصص بہ حاجی صاحب دیوان کی بشیرہ پارسا (۵۹) جو با کروہی نرگسی:

از پا خستگیاں، طلبِ کعبہ مشکل است آں کعبہ کہ دست دہد کعبہ دست

معصیتی

سیوم، نواب جہاں آرا بیگم، جس کے نام پر بہارستانِ ناز میں ایک قصہ غیر معتبر
مصلح الدین سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کا لکھ کر یہ شعر لکھے ہیں:

ہمیں آئید وارم از تو، اے پروردگارِ من چون دیوانہ گرد آں نہ ز غارِ دارِ من
نمی دانم کہ رجب ماہ گرد آلودہ از خاکم کہ نورِ عرش را شرمندہ ی سازد غبارِ من
یقیناً ہے بہارِ سازش بے معصیتی آں دم بکوشش گر رسد دُرّ کلامِ آبِ دارِ من

علقی

علقی تخلص، اسفری علقہ پناہ، شیخ آذری کی خادمہ کا ہے، جو نہایت شیریں کلام تھی:
قاصدِ سر و کہ در آب نمودار شدہ کردہ دعوایِ قیدِ یارِ نگوں سار شدہ

قفا

قفا تخلص، نواب قفا علیا بیگم، تذکرہ تحت آرام کا یہ کلام ہے:
مکن تکرار، اے دل! ہر نفسِ درہی حیرت را مدہ در ہر دو عالم، نغمہ صہبائے حیرت را

نورِ تومارے شاہ جہاں بخش اور میں عالم کیست؟ نوجو جمع آور ارواح، تنِ آدم کیست؟

ہنگامِ سحر، دلیرِ من جلوہ گر آید صد نغمہ خوابیدہ محشر پہ سر آید

من از فراقِ تو الماسِ غم پہ دلِ خود دم تو دلِ گلستی و سوکھِ وصلِ ما خوردی

مکنا بیگم

مکنا بیگم نامی سیدیہ علی خاں والدہ مختاری، زوجہ نواب عماد الملک بہادر کی تھی۔ کہتے ہیں، جس روز اس کا لختِ جگر فوت ہوا اور نواب نے خبر سنائی تو اس نے اپنی سوزشِ درونی یوں جھٹائی:

از حالِ ما پیرس کدل چاک کردہ ام لختِ جگر بریدہ تو خاک کردہ ام
بعض کا قول ہے کہ اس شعر کا مصرع جانی کسی استاد کا ہے۔ لیکن، واللہ اعلم کہ اس کو تورا ہوا یا اس نے نظمیں بنا لیں۔ بہر کیف، ترانہ لا حقہ بھی اسی کا ہے۔ ("چمن اعدا" میں اسی کو بہ تحفہ شمع لکھا ہے۔ اختر شاہان والا کہتا ہے کہ یہ عروسی کے سالہ دکھائی دیتی تھی۔ وزن میں نو سو روپا بھر، یعنی ۱۱۸ [سوا گیارہ] سیر کی دفعہ بھی تھی):

نورہ ز ہر گوشہ شرارہ برزد از تار ترشحِ گمہ گوہر زد
نے نے عظم کہ در رگ دریدہ آب فضا و ہوا ہزار جا فشر زد

لالہ خاتون

لالہ خاتون نامی عورت مردانہ، بیعت قطب الدین محمد، ولایت کرمان کی حکم ران تھی، جس کی طرف اشعار لا حقہ تذکرہ نویسوں نے منسوب کیے ہیں:

من آں زخم کہ ہمہ کار من گلو کاریت بزمِ مقعدِ من میں بے گلہ داریت
نہ ہر زنی بہ دو گز مقعد است کہ بانو نہ ہر سرے بہ کلا ہے سزائے سرداریت
دردنِ تکیہ عصمت کہ تکیہ گامِ منست مسافرانِ صبا را گزر بہ دشاریت
جمالِ سایہ خود را در بخی می دارم ز آفتاب کہ او کوچہ گرد ہزاریت

تصنیف: آقا بیگم کے بیان میں جو شعر من اگر تو بہ زی۔۔۔ الخ — لکھا گیا ہے بعض نے وہ بھی اس کی انتہا پر دازی سمجھی ہے مگر میرے نزدیک قولِ اذل، لذل ہے اور تیسرا شعر، جو اس کے نام پر لکھا گیا ہے، وہ بادشاہ خاتون کے نام پر بھی آچکا ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کا کیا سبب ہے۔ مرے نزدیک بادشاہ خاتون اور لالہ خاتون، ایک ہی مستی کے دو اسم ہیں۔

الغیف

الغیف محفل کی لطیف اشیا، زوجہ شمشیر خاں، محفل عظیم آیا، قاری واروہ کو تھی:

یاد زلفت سر بہ سر داریم ما شغلِ این شام و سحر داریم ما
گاہ سر برسنگ و کہ برسنگ سر کے جزِ این شغلِ دگر داریم ما
دیدہ ام سن آفتاب و روئے تو بر زرخِ نہ چوں نظر داریم ما؟
کاوشے بیجاست، اے چرخِ ہدوا صاحبِ حشمت نہ زر داریم ما
گاہ در کعبہ و کہ در بُت کدہ جستجویت در پدر داریم ما
از کہ پُرم؟ سن زحالی رفتاں کس نمی گوید خبر داریم ما
ہم و غم و دیگر نمی دارم لطیف یک از محشرِ خطر داریم ما

مغلی

(اخترِ تہاں والا اس کو بہ محفلِ زیب لکھتا ہے اور صاحبِ دیوان نہیں مانتا)۔ اگرچہ شہرت کے باعث اس کا احوال سب پر عیاں ہے، مگر یہ کہ جب سے اس کا دیوان چھپ گیا، یہ خود ظہوری ہو گئی، مگر جو کہ بعض اشخاص اس کے صاحبِ دیوان ہونے کے قائل نہیں ہیں، اس واسطے یہ چند سطور لکھتا ہوں۔

داخج ہو کہ اور نگ زیب بادشاہِ قلند کے پانچ لاکے اور پانچ لاکھ لڑکیاں تھیں۔ از اس جملہ صرف شاہ زادہ محمد سلطان سے چھوٹی اور سب سے بڑی یہ شہزادی، نواب زیب القسامی، دسویں شوال سنہ ۱۰۲۸ھ (مطابق ۳ فروری ۱۶۳۹ء) میں (کد) اول درجہ بانو دختر شاہ نواز خاں کے بطن سے پیدا ہوئی اور پندرہ برس کی عمر پر سنہ ۱۱۱۳ھ (مطابق ۱۰۷۰ء) میں فوت ہو گئی۔ اس کی وفات کی تاریخ میرے مہربان خوش آفرین شاہ بہادر الدین صاحبِ بقیع نے یوں سوزوں فرمائی ہے:

تاریخ

بہر تاریخِ مغلیہ ام، بیجاٹ! نوہِ خلی جتنی، بقیع نگاشت
غرض کہ یہ شہزادی، سعید اشرف پسر مصالح مازندران صنفانی کی شاگردی سے صاحب

دیوان ہوئی۔ اگرچہ بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ دیوان، جو اس کے نام سے منسوب کر مستحضر ہو رہا ہے، قطعی رشتی (۶۱) کا ہے جس کو مولیٰ جانی کا استاد خیال کرتے ہیں۔ سنہ ۱۸۷۶ء کی فہرست کتب مطبع غشی نول مشور صاحب میں لکھا ہے کہ یہ دیوان قطعی رشتی کا ہے، اور رشت، قاریس میں ایک شہر کا نام ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ زبیب الشاہ کا تخلص غشی تھا۔ کوئی لکھتا ہے کہ یہ اپنا نام غشی موزوں کرتی تھی، اور کچھ تخلص نہ تھا۔ ایک لکھتا ہے کہ یہ سنہ ۱۱۱۴ھ [مطابق ۱۷۰۱ء] میں، دہلی کے کابلی دروازہ کے باہر دفن ہوئی، اور دوسرا قاتا ہے کہ لاہور کے قریب موضع نواں کوٹ اس کا مزار ہے۔ لاہور دہلی اسی بات پر قائم ہیں کہ اس کی قبر دہلی کے تیس ہزاری باغ میں تھی، جو اب چنیل میدان پڑا ہے۔

[تاریخ دن چسپ اردو، مطبوعہ سنہ ۱۳۱۳ھری [مطابق ۱۸۹۵-۹۶ء] کے پہلے حصے سے ظاہر ہوا کہ دولت آباد کا قلعہ، اورنگ آباد سے پانچ کوس پر ہے۔ یاں پہاڑ کاٹ کر ایک لافانی قلعہ ہندوؤں کے زمانہ کا بنا ہوا ہے۔ اس کے تین کوس پرے خلد آباد موضع ہے۔ وہیں اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی قبر ہے، جس کی تاریخ وفات وہاں کے بھادروں کو "مظاہر" (۱۱۱۸ھ) مطابق ۱۷۰۶ء (۱۰۶۰ھ) یا ہے۔ (اس کلام سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ وہاں کی کسی جلی بھنی بیگم یارانی نے یہ تاریخ کہہ دی ہو۔ اسی نظر سے اس موقع پر لکھی جاتی ہے)۔

یہ بھی یاد رہے کہ کتاب مسطور میں زبیب الشاہ زادی کا کچھ ذکر نہیں لکھا۔ بس، سفر نامہ کی عبارت مندرجہ اختتام آئندہ محقق، پایہ اعتبار سے گرگئی۔ [۶۲]

انتہاء : یہ رسالہ پہلی دفعہ سنہ ۱۸۷۶ء میں چپ کر مستحضر ہو گیا تھا کہ ہندو مؤلف ۱۷۸۰ء کو بہ حصول فائز، نوکری سے دست بردار ہوا، اپنے گھر پر مطالعہ کتب مختلفہ میں مصروف رہا۔ ایک ایک کتاب علم سیر میں نہایت عمدہ موسم بہ تاریخ یوسفی مشہور بہ عجائبہ فرنگی (۶۳) ہاتھ آئی کہ دراصل وہ کتاب یوسف خاں کسبل پوش سلیمانی مذہب کا سفر نامہ ہے جو سنہ ۱۸۳۸ء میں اپنے وطن حیدرآباد سے نکل کر نیپال، مندراج، شاہ جہاں آباد، وغیرہ کی سیر کرتا ہوا لکھنؤ میں، بہ عہد شاہ نصیر الدین حیدر، رسالہ خاص کا جامعہ دار (جس کو جامعہ دار کہتے ہیں) اور پھر صوبہ دار رہ کر سنہ ۱۸۳۶ء کو نکلتے گیا۔ وہاں سے سنہ ۱۸۴۷ء کے تاریخ مینے میں لندن، فرانس، وغیرہ ممالک

کی سیر کو کیا۔ آتے ہوئے مصرعہ بھئی ہوتا ہوا اور نگ آ باد آیا۔

وہ لکھتا ہے کہ اس جگہ عالم گیر کی قبر ہے۔ اُس کے مقبرہ کے پاس زینب القضا کا مزار ہے اور نہایت عمدہ مقبرہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ فی الحال اس کے مختصر نظام الملک نکال کر اپنی والدہ کے مقبرہ میں لگوا رہا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت حال۔

ہاں، یہ بھی سنا ہے کہ یہ دیوان، جو لکھنؤ اور دہلی اور میرٹھ میں اس کے نام سے بچھا ہے، نہایت مختصر ہے۔ اس کا کھیتا حصہ ضخیم (۶۳) قلمی، لوگوں کے پاس موجود ہے، اور ایک انشا بھی اس کی نشانی ہے، جس کا ایک دفعہ نمونے کے طور پر یہاں لکھا جاتا ہے۔

رقعہ زینب النساء، جو اُس نے اپنے چچ کو لکھا تھا

”نقطہ پر کار تدویر وجود مطمئن، خطِ محبتِ صلہ فلکِ مطمئن، حضرت چچ من اعظم ابا اے

مردی مردانِ خدا، دروید سید زینب القضا حرامانے کہ دار، پایا نے خدا۔ اگر از

تجربہ خود دم تغریذ دم، رواست۔ من کہ بصورت گرفتار نادستی خبردار۔ ایات:

با لب دم ساز خود گر خطمتے ہم چہ نے من گفتنی با کلماتے (۶۵)

اُس کہ از ہم زبانے شد جدا (۶۶) بے نوا شد گر چہ دارد صد نوا

[ایات بالا مشنوی (۶۷) کے پہلے دفتر کے شروع ہی کے ہیں اور مولانا محمد عبدالرحمن صاحب

رائج نے اپنی کتاب مرقوم، حصہ اول، دفتر اول، شرح اردو مشنوی مولانا دروم میں پہلے شعر کی شرح چار طرح پر لکھی ہے اور خوب مترج کر کے سمجھایا ہے۔ غرض، وہ کل کتاب ہی دیکھنے کے لائق ہے۔ وہاں ان شعروں کا ترجمہ یہ لکھا ہے:

میں اگر لب دم ساز سے مٹی نے آگاہ کرتا راز سے

ہو گیا ہو ہم زباں جس کا جدا بے نوا ہے، گر چہ ہووے با نوا

میں نے یہ نوٹ صرف اس خیال سے لکھا ہے کہ ان بیتوں سے کوئی مجھ سنا کم فہم یہ خیال خام

نہ کرے کہ زینب النساء اپنی ناکہ خدا کی کاملال ظاہر کرتی ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ [۶۸]

المختصر، اس خوش نویس شاعر، فاضل، حافظہ کے لطائف و طرائف بھی اکثر زبانِ زہر و جہور

ہیں۔ [جیسے یہ لطیف ہے: کہتے ہیں، بادشاہ عالم گیر کے حضور ایک شاعر حاضر ہوا، جس نے بد یہ گوئی کا

ایسا پایا۔ اس نے گردن اٹھا، بھروسے کی طرف دیکھا مذہب النساء کا جلوہ نظر میں اتر آیا اور اہل انصاف
تاریخیں دیدم اندر غرق نہ رہیں، عشوہ سخن طرقت حیلے پایہ ز سحر و پیش
(شکوہ یا عطش یا سرفرازی) (۷۹)۔

تین ہی مصرعے کہہ کر خاموش ہو رہا۔ ہر چند سوچا، چوتھا مصرع خیال میں نہ آیا۔ شاہ جم جاہ نے جملہ
نکھار دو بار سے اس کا بیحد چاہا، پر کوئی عہدہ برآ نہ ہو سکا۔ بلا خرگی علی نے چوتھا مصرع کہلا بھیجا، جو
بریکٹ بالائی میں درج ہوا۔ (۸۰)

بندہ بہ خوف طوالت سب کو ترک کر کر چند شعر مشہور، دیوان کی سند ہونے کے لکھتا ہے (۸۱)۔
آہستہ، برگ گل بنشاں بر حزار ما بس نازک است شیخ دل در کنار ما
گرچہ من لیلی اسام دل چو بختوں در ہواست سر بہ صحرائی زخم لکین حیا زنجیر پاست
کہتے ہیں، اس شعر کا جواب عاقل خاں رازی نے یہ دیا تھا:
عشق تا خام است باشد بس ناموس و ننگ پختہ مغروران جنوں را کے حیا زنجیر پاست؟
اس نے رد جواب اس طرح سنایا:

پاک باذن محبت را حیا باشد عام چوں تو مرغ بے حیا را کے حیا زنجیر پاست؟
اس غزل کا مقطع، جو دیوان کو اسی کا ثابت کرتا ہے، یہ ہے:
دختر شام و لکین رو بہ فقر آلودہ ام زب دہشت ہم غم، نام جمہ مذہب النساء (۸۲)

اے عدلیہ نالوں ام در گوگرد گیر نازک مزاج شاہاں تاب خن عمارد
آفریں بر جگر باد کہ در کشور بند سکتہ تھو خن دلج ایمان زدہ ام
تصحیح: ہاں، ناظران باعز و شان! میں نے اپنے تذکرۃ نادر الادب کلام میں اقسام شعریہ مع
امثلہ، مفصل لکھے مگر اس کے دیوان فصاحت و بیان میں ایک مستند قسم، عجیب و غریب نظر آیا، جس کا
جانی آج تک دیکھا نہ تھا۔ میں، اس کو نو طرز مرثعہ کہاں رہا ہے، جس کے مطلع کا بند یہ ہے:
چہ ستا نا نکو یار قسم چہ سر طرقت دل دار قسم

ہر کہاں خانہ ابدو سوگند ہے ہر زکریا جادو سوگند
کہ شوم سحر چشم [د] نگہت خاک رہ سحر طرز سمت

ہر صفائے ملک العرش قسم از سنا تا ہے ہر عرش قسم
بخدا و تحقیقت سوگند ہے ہر طبع ہوا سوگند
مدعا خاک رو جاں ست نظر لطف ہے درماں ست

مشتق

مشتق تخلص ہے موجود الوقت، قرن جان (۷۷) نام، بی تھو لقب کا، جو طواغیان تھنوں سے
ہے اور ہر شاگردی میاں محس صاحب کے، اپنے تئیں فلک چہارم سے بھی بلند پر سمجھتی ہے۔ جب
کہان زبان کوڑہ کرتی ہے تو بے تحاشا (۷۷) زبان آوران زبان کو گرم و سرد سنا تی ہے، اپنے نزدیک
آوروں کو چھلیوں کی طرح بھونچ (۷۷) ہے۔ اے اس کو بھی ہوا بتانے والیاں موجود ہیں۔ گو یہ مراد خدیم
مارتی ہے مگر ان کے زور و اس کی تمام نفسا نہیں بے سود ہیں۔ الغرض، یہ شاعرہ اردو کے شعر بھی کہتی
ہے اور زہرہ نای اس کی، لیکن بھی اردو کی شاعرہ ہے۔ پس، ان کا جھگڑا ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرے حصہ
میں لکھوں گا۔ اب اس کے اشعار فارسی لکھتے ہیں:

بر در یار جہد سائی ہا ہے ازیں نیست پارسائی ہا
رحبہ من فزوں ز شاہاں ست ی کسم بر دوش گدائی ہا
از کہ آموختی؟ سرت گرم جان من! طرز دل ربائی ہا
چہ قدر سادہ است آئینہ ی کند ہاٹو خود نمائی ہا
از تو آموخت مشتق شاید عند لیبان غزل سرائی ہا

مطربہ

مطربہ چخلص کی کوئی کاشغری عورت، سلطان شاہ کے کمر میں تھی، جس کے سرے میں یہ دہائی کہ گئی ہے:

در ہامت، اے شاہ! بیہ شدہ روزم بے روے تُو دیدگاں خود بر روزم
تغی تُو کجاست؟ اے دریا! تاسم خون ریختن از دیدہ بہ او آموزم

ملکہ

ملکہ ^{۱۵۰}، جس کو اکثر دکن نے سیدہ بیگم کے نام سے لکھا ہے، بہت سیدہ حسن کارہ گویا، باشندہ جرجان معروف بہ امیر آباد، پایۂ تختِ باژند دان۔ سادات عالی نسب سے تھی۔ اس کا دیوان بھی موجود ہے لیکن اس سے بہت کم لوگ واقف ہیں:

مراد دوست در دل بے قرار از ہر یار خود ^{۱۵۱} چہ گویم؟ فلش بے درداں ز درو بے قرار خود
بہ درو دل چنان گریم کہ خوں گردد دل خارا چہ یاد آرم من سرگشتہ از یار د دیار خود
ازاں پیوستہ در عالم چنیں سرگشتہ ی گرم کہ ی ظنم چہ ژلب او پریشاں روزگار خود
گلے از بارغ وصل او، پیچیدم بر مراد خود (۱۵۲) چہ غنچہ گر چہ خوں دیدم، دل اُمید وار خود
ز استغنا مدارد گوش یک ہار آں جفا پیش اگر در پیش او صد ہار گویم حالی زار خود
بکار خویش حیرانم کہ از عشق بجاں ہرگز سر د سلاں فی ظنم من مسکین بکار خود
ازیں سوزے کہ من دارم ز عشق آدیں از مردان بنواہد سوخت آفراسے ملک! لوج ہزار خود ^{۱۵۳}

مہرئی

مہرئی ہراتی۔ اس کے بیان میں تذکرہ نویسوں نے جب جب گل کھلائے ہیں۔ سب سے معتبر قول تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعرہ شاہ رخ میرزا کے عہد میں، پہلاز مسجد کوہر شاہ بیگم متناز تھی۔ خواجہ عبدالعزیز حکیم اس کا خاندان تھا جو سرکاری طبیب کہلاتا تھا۔ اصل اس کی کوکان سے ہے۔ بعض کا

خیال تھا کہ یہ، بیگم موصوف کے بھانجے سے میل رکھتی تھی، چنانچہ اس کے خاوند نے اسی اشتہاد میں اسے قید کیا تو اس نے بیڑ بائی موزوں کی:

سر کندہ نہاد سر دیکھیں تن را زیں واقعہ شیون است مردوزن را (۷۷)

افسوس! کہ در کندہ نخواہد سودن پائے کہ دو شامہ یو صد گردن را

(الحتیٰ لہلہا ظاہر کرتا ہے کہ یہ مہر کی ہر وہ شاعرہ ہم عصر جاتی کی تھی، شاہ ایران کے محل میں رہتی تھی۔ اُسی نے اسے قید کیا تھا، کیوں کہ کسی جوان سے پھنس گئی تھی۔ اس کے خاوند کو غضب ہوا تھا جو اُسی کے کلام سے ظاہر ہے۔ یہ بائی اُس کی ہے، نہ کہ مہر کی ہراتی کی (عصہ)۔ اشعار ذیل سے شعر نمبر ۵۳ و ۵۴، یعنی ہر وہ ہر وہ بائی ازل مع اس رہائی کے، ہر وہ یہ کلام ہے، باقی ہر اسیہ کا)۔

اور مستحضر لعل ہے کہ ایک روز سلطان مسعود میرزا، خواہر زادہ بیگم مسعود، اس کو لیے مع عبیدی شاعر کے، اختیار الدین کے قلعہ پر، جو ہرات میں مشہور مقام ہے، رونق افروز تھا کہ اس کا خاوند دکھائی دیا۔ میرزا نے مسکرا کر اشارہ کیا، اُس نے بدینہ یہ شعر سنایا:

کردم بر اوج برج نہ خود شمعن طلوع ہاں، اے حکیم! طالع مسعود من مگر

اور روایت ہے کہ ایک دفعہ بہار کے موسم میں سُرخ محل کے نیچے بہت آدمی گل گشت کر رہے تھے۔ یہ بھی جھروکا سے دیکھ رہی تھی کہ اس کی نگاہ ایک بڑے پر پڑی جو اسی کو گھور رہا تھا۔ اس نے اُس سے احتضار حال کیا، اُس نے یوں جواب دیا۔ مصرع:

آں جا کہ عیاں ست، چہ حاجت بہیاں ست

اس حاضر جواب نے قہقہہ لگا کر کہا:

یارب! کہ سر شتم نہ چہ آپ و چہ گل است؟ معلّم ہم سوے دلبران چہ گل است
گر میل مرا بہ سوے ہواں بودے از چہ ضعیف تا تو اتم چہ گل است
اور شیے! کہ ایک روز یہ لطیف گو، بیگم صاحب کی خدمت میں حاضر تھی کہ حکیم جی دکھائی دیے۔
بیگم نے بلوایا۔ وہ بے چارہ کبرِ سنی و ضعف کے باعث عصائییتا، چلو کے کھانا بلو حکمتاً پڑھتا، زعمائیں دینا حاضر ہوا۔ اُس نے اپنی خدمت کے اشارہ سے کہا کہ:

مرا با تو سر یاری نہادہ سر سر و وقاداری نہادہ
 ترا از خفت و جبری قوت و زور چنان کہ پاسے برداری نہادہ
 اب اس کے احوال کی مختلف کیفیتیں دیکھیے۔ ایک کہتا ہے کہ یہ نور جہاں کی مجلس خاص
 تھی اور ترائے بالا چلی کا کلام ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں، یہ اسی کی طبعی رسا کا کام ہے۔ حیرت کا مقام
 ہے کہ نور جہاں جہاں گیر کی حرم اور چلی اُس کی پوتی عالم گیر کی بیٹی، اور یہ اکبر شاہ والدہ جہاں گیر
 سے پہلے زمانے کی۔ تیسرے کا مقلوہ ہے کہ مہر کی، جلائر قوم کی شاعرہ، چلی اوسدی کی، ہم عصر فاضلہ
 گزری ہے۔

الغیر، اشعار لاحقہ بھی لوگوں نے اسی کی طرف منسوب کیے ہیں۔ ایما ت :
 وہ چہ پستان؟ دو ترنج سیماب زوہ سر جوش لطافت دو جہاب

در خانہ تو آں چہ مرا شاید نیست بندی ز دل رمیدہ بکشايد نیست
 گوئی، ہمہ چیز دارم از مال و منال آرے ہمہ بہت آں چہی شاید نیست

شوی زن نوجواں اگر سر بود چوں سر بود ہمیشہ دل گیر بود
 آرے مثل است آں کہ گوچند زمان ”در پہلوئے زن تیر بہ از سر بود“

حلق ہر کتہ کہ بر سر خود مشکل بود آزمودیم یک جرمہ سے حاصل بود
 مکتوم از حدسہ پرسم سبب حرمیت نے در ہر کس کہ زوم بے خود و لاعقل بود
 خواہم سوز دل خویش بگویم باطن داشت او خود بظاہر آں چہ مرا در دل بود
 در چمن صبح دم از گریہ و از بللہ من لالہ سوختہ خون در دل و پا در گل بود
 آں چہ از باطل و ہاروت روایت کردند بحر چشم تو دیدم ہمہ را شامل بود
 دولتی بود تماشائے رخت مہر کی را حیف! صد حیف! کہ آں دولت مستجل بود

دلچ ہر خادے کہ آں از خاک من حاصل شود زاہدار مساو کہ سازد مست و لاعقل شود

سرو گویند نے آرد ہار قدرت آرد ز پستان دو انار (۷۸)

کنتم کیا بہ مرد مکی دیدہ ام نفس گفتا کہ من بہ خاتہ مردم نمی روم

حیف! کہ از علم نہ بر رہ روی شمع بکف گیری و در چہ شوی

مہستی

مہستی مخلفس، گچہ کی اکابر زادی کا تھا۔ بعض نے اس کو نیشاپوری سمجھا ہے۔ بہر کیف، سلطان بخر کے معزز سر فرازوں میں تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ عبداللہ خاں ازبک کی فتنہ پردازی کے وقت یہ شاعرہ موجود تھی۔ بہر حال، ایک رات کا ذکر ہے کہ وہ بخر کے پاس سے اسٹجے کے واسطے باہر آئی تو والہی پر سلطان نے باہر کا حال احتضار فرمایا، اس نے یوں لہوا کیا:

شاہا! فلک اسب سعادت زیں کرد و ز ہلہ خمر داں خرا تحسین کرد

در حرکت سمجہ زوڑیں نعلت بر گل نہ نہد پایے زمیں یکمیں کرد

اگرچہ اس کا اور کلام بھی میرے پاس موجود ہے مگر وہ تمام بزل و فحش الغصام ہے، اس لیے نہیں لکھتا۔ صرف یہ شعر اور دیکھ لو:

جام ما بر کب و سب ٹو نشے دگر است پو بیضا دگر و سب ٹو و سب دگر است

نسائی

اس مخلفس کی دو شاعرہ دریافت ہوئی ہیں۔ ایک خراسانی سید زادی، جس کا نام فخر القسا تھا۔ یہ غزل اس کی ہے:

شادم اگر دلم ز ٹو بے غم نمی شود آری غم ٹو از دل من کم نمی شود

مرہم میار بھر دوائے من، اے طیب! کہیں درد عاشقی است بہ مرہم نمی شود

محراب امد است فقط تا نیایدم از بھر بھدہ قاصد من غم نمی شود

دائے نہاد بر دلم آں بے وفا کہ عمر گلوشت و دروندی آں کم نمی شود
سازد بہ داغ ہجر نسائی خاکسار چوں خاطرش بہ وصل ٹو خرم نمی شود

اس شاعر نے مصطفیٰ قاضی زاوی سرحدی کے مطلع کا جواب یوں موزوں کیا تھا:

بہ عالم ہر کراہی بہ دل درد و غمے دارد ز سبب غم منال سے دل اکہ غم ہم عالمے دارد
اور ایک یہ شعر بھی اس کا مشہور ہے، اکثر تذکرہ کروں میں مسطور ہے:
عاشقی بر قاتلے اہد کندے کردہ ام (۷۹) باہر پستی حتمے بلندی کردہ ام

نسائیؒ

دوسری نسائی، ولایت کی رہنے والی کا صرف ایک ہی شعر دیکھا گیا، سو بھی وہ شعر جو میں پنجابی کے نام پر لکھ چکا ہوں لیکن یہ معتبر استاذ ولایت ذرا کی تحریر ہے، اس لیے مکرر لکھتا ہوں:
میر جمال ٹو و آفتاب، ہر دو یکے است خطِ مزار ٹو و مشک ناب، ہر دو یکے است

نور جہاںؒ

نور جہاں، حرم محترم جہاں گیر بن اکبر شاہ ہند کا نام نامی ہے، جس کے نام سے خطبہ دستہ نے بھی زیارت پائی تھی۔

اس کے بیان میں تذکرہ نویسوں نے خوب خوب گل کھلائے ہیں، عجیب عجیب طرح کے فقرے اڑائے ہیں۔ سب سے بڑھ کر تو یہ لپیٹ ہے کہ دو چار شعر اردو کے اس کی طرف منسوب کیے گئے اور یہ نہ سمجھا گیا کہ یہ ایلا زات تاری کی بیٹی، قندھار کے جنگل میں پیدا ہوئی، اپنے والدین کے ہم راہ اکبر شاہ کے زمانہ میں وارد ہند ہو کر شیر آگن خان ترکمان سے منسوب ہوئی، جو اس کو اپنی جاگیر اختراع پورب میں لے گیا اور جہاں گیر نے تخت نشیں ہو کر منہ جلوی چھد یا سات میں شیر خد کو دروا سے اپنی گل میں داخل کیا تھا۔ پس، فرمائیے کہ اس کی زبان کس طرح سے آلود ہو سکتی ہے؟ کیا سمجھتے کہ گونگیوں کے زمانہ میں حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمۃ نے کچھ کچھ جھپڑ چھاڑ ہندی بولی میں

شروع کی تھی۔ اہل اُردو کی زبان شاہ جہاں کے وقت سے مقرر ہوئی ہے، بل کہ شعر کوئی تو اس کے زمانہ میں بھی، یہ خوبی نہ ہوئی تھی۔ ہاں اعالم گیر کے وقت میں صادق و معتمدی صاحب دیوان اس زبان کے ہوئے، پھر نور جہاں کیوں کر اُردو کے شعر کہتی؟ شاید ایسا ہو کہ اس شاعرہ فاضلہ نے وہ مضامین فارسی میں ادا کیے ہوں، متاخرینوں نے اپنی (۸۰) زبان میں ترجمہ کر لیے۔ جیسا کہ ایک شعر کا ترجمہ اسی رسالہ میں موجود ہے۔ بہر کیف، وہ اُردو شعر، جو لوگوں نے اُس کے قرار دے رکھے ہیں، یہ ہیں:

کل ٹم جو یہ کہتے تھے ششیر ہے اور میں ہوں یہ طشت ہے یہ سر ہے، قصیر ہے لہ میں ہوں (۸۱)

ظاہر میں مرے (۸۲) حال کو سرسبز نہ جانو پوشیدہ جگر رکھتی ہوں مانند حنا کے

جن میں ہے جو یہ تھکی سی لُٹی نگہ کے بوجھ سے جاتی ہے ٹوٹی

اگرچہ یہ ماجرا دوسرے حصہ میں لکھنا مناسب تھا مگر جو کہ مجھے اس حقیقت کی بے حتمی

ثابت کرنی تھی، اس لیے اس موقع پر اشارہ کر دیا۔ اب اس کا فارسی کلام مختلف کتابوں سے جمع کیا

جاتا ہے اور اس باب میں جو جو اختلافات ہیں، وہ شعروں کے بعد عرض کروں گا، اور جو جو شعر لطیفے پر

داعی ہے، اُس کا بیان بہ سبب طوالت کے ترک کیا گیا۔ بعض کا یہ قول بھی ہے کہ گلاب کا میٹر اور

چاندنی کا فرش اور مفتح کا زہر، نور جہاں ہی نے ایجاد کیا تھا۔ بعض نے اس کا تخلص مٹھی لکھا ہے۔ (۸۳)

گرہ ز کار چو نکشاد بے قراری ما مگر چہ سود دلا! از فغان و زاری ما

بلبل از گل بکود گر در جن جیند مرا بُت پرستی کے کند؟ گر برہمن جیند مرا

درغن پنہاں شدم چوں بوسے گل در برگ گل میل دیدن ہر کہ دارد درغن جیند مرا

بظاہر مگر گرچہ سر بسر ہزار ام دیک باطنی من چوں حنا پڑ از خوں ست

در نہاں خویم ظاہر گرچہ رنگ ما خوش است رنگ من در من نہاں چوں رنگ سرخ نقد حنا ست

نورجہاں گرچہ بظاہر زن ست در صفت مرداں زن شیر آنگن ست

ایں خانہ برآمد از کہ در خانہ دریں ست معمار حنائے من خاک نقشیں ست
دقیقہ ہائے معشیش در سواں حروف چہ در سیاہی شب روشنی پردیں ست

بہار چوں منی کہ خاطرست خوشنودی گردد بہان منت دے تیغ خوش آلودی گردد (۸۳)

رعان خرابات کرا بادہ فریاند خود سادہ بخوابد کرا سادہ فریاند
ٹو بادہ آفاق و ہم گادہ آفاق حیف است ا کہ بر بادہ دگر بادہ فریاند

ز بار عشق گر ظاہر کنم، گل در چمن سوزد اگر نالم بختوت خانہ صبح اجمن سوزد

ہرزہ ام ہرزہ نہ گردید، بہار آخر شد روے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

ہنگام بحر دل بر من جلوہ گر آمد جاں بر لبم از قالب فرسودہ برآمد
عافل معشیں، اے دل فطرت از من! برخیز کہ ہنگام نغمائے ہر آمد

گزشت وقت خزاں، موسم بہار آمد ہزار نخل خزاں کشتہ ام بہ بار آمد

عشقت چنان گذاشت غم را کہ آب شد گردے کہ ماند سرمہ چشم حباب شد

ہنوز آن طفل شہیدین غائد نگہ دزدین و دیدن غائد

ہلال صید بر آویج فلک ہویدا شد کلید سے کدہ گم گشتہ بود پیدا شد

خرا نہ بکمر لعل است در تباے حریر (۸۵) شدہ است قطرۂ خوں منت گر جاں گیر

دست ز گل چیدم اشب بہار (۸۶) ی چکد از برگ لہم آب ناز

نامِ تو بردم و زدم آتش بہانِ خویش در آہم چو شمع ز دستِ زبانِ خویش

من در طلبت کرد جہاں کی گرم گیر ستاک [کذا] مگر بادشوی بہ سوئے زخمِ نری شش [کذا]

بنی و چشم [و] دو ابروئے ثور اے گل اندام! شاخِ بادام، دو بادام، دو برگِ بادام

نورم، نارم، حدیقہ ام، گل زارم دریم، صم، برہمن، زکارم
نے نے عظیم ہر آں چہ کفیم نیم بوسے کلم و طبعِ گل زارم

بیت فرامہ کہ بنی بہ سر آب رواں آب از گرمیِ این فصل برآوردہ زبان

زیر دامنِ تو پنیاں چیست؟ اے نازک بدن! نقشِ سُم آہوے بچن است بر برگِ سخن

مگر دو چیکِ صبا اندر وہانِ حجب کو قطرہ قطرہ می چکد لعلِ بدخشاں، بوزِ سخن

رباعی

دل بہ صورتِ عدمِ ناشدہ سیرتِ معلوم بندہ عشقم و بہتاد دو ملتِ معلوم

زادہ! ہولِ قیامت بہ دلِ ما ملکن ہولِ جہراں گزرا ندیم قیامتِ معلوم

ستارہ نیست بذیں طولِ سر بر آوردہ فلک بہ شاطریِ شاہِ سر بر آوردہ

تفسیر: واضح راے ناظرانِ تحقیق طلب ہو کہ ان شعروں میں پہلا اور چوتھا شعر اور دوسرے

اور آخری شعر سے پہلی رباعی زیبِ انسا کا کلام ہے۔ جس کا جی چاہے، اس کے دیوانِ مطبوعہ ہی

میں دیکھ لے مگر ایک شخص نے پہلی رباعی کا ایک شعر حکیمِ حاوق کے نام پر بھی لکھا ہے، وہ بھی غلطی پر

ہے۔ پانچواں شعر کسی ظریفِ طبع نے اس شاعرہ کی شان میں کہا تھا، وہ بھی اس کا نہیں ہے۔ شعر

پانزدہم کا پہلا مصرع جہاں گیر کا، دوسرا نور جہاں کا؛ اقبویں کا پہلا حصہ کسی امیرِ زادہ کا، دوسرا

نور جہاں کا؛ رباعی نمبر ۲۳ کا پہلا مصرع سولایہ بادشاہ کا، باقی تین مصرعے جوابیہ تنگم کے ہیں؛ اخیر

کے تین اختلاط اور ایسا و بندہ ہیں، باقی تذکرہ نویسوں کی غلطیاں ہیں۔ میں طوالت سے ڈرتا ہوں، اور نہ

ایک ایک کا حال مفضل لکھتا۔

[نور جہاں کا مقبرہ، واقع شاہ درہ، لاہور میں اُس کی لوحِ حزار پر یہ شعر کندہ ہے جس کو بندے نے بھی نظرِ جہرت دیکھا ہے:
بر حزار ماٹریاں نے چراغے، نے لگے نے پر پروانہ سوز، نے صدائے پہلے] (۸۷)

تہائی

تہائی۔ اس شخص کی پانچ صورتوں کا کلام دستِ یاب ہوا ہے۔ از اس جملہ ایک کو بعض نے یہ نام ^۱تہکم لکھا ہے۔ اور کچھ احوال اس کا معلوم نہیں:

خواہم کہ پہ آں سینہ خم سینہ خود را تا دل پہ ٹو گوید طبع دینہ خود را

ترجُمہ: خالِش بلائے نہان ست ہر اس از بلائے کہ شب در میان ست ^۲

ہم بخون بر زخِ خواہاں نظرِ پاک انداز ہر کہا دیدہ آلودہ بود خاک انداز

تہائی

دوسری تہائی کرمانی، خواجہ افضل دیوان کی ہمشیرہ تھی:

اگرچہ مہر ز تقدیر لا یزال بر آید پہ ماو من فرسد گر ہزار سال بر آید

تہائی

تیسری تہائی شیرازی، جو اپنے زمانہ میں مشہور تھی اور ملا جاتی کے بعد ہوئی تھی، چنانچہ ملا موصوف کی غزل پر غزل لکھی، جس کا مطلع یہ ہے:

شدم دیوانہ تا در خواب دیدم آں پری زود را چہ باشد حال گر بیند پہ بیداری کے او را

دیکر

شب سب کویت بہر جائے کہ پہلوی نہد روز خورشید آں زمیں را بوسہ پر زوی نہد
اور یہ شعر مگر سوائے عشق — جو عصمتی کے نام پر لکھا گیا ہے، بعض نے اس کا سمجھا ہے۔

نہانی

چو نھی نہائی دہلوی، کوئی امیر زادی، والدہ شاہ سلیمان کی بیوی تھی، جس نے اپنا نکاح اس
نرہائی کے جواب پر مختصر رکھا تھا :

از مرد برہنہ روئے زر سے علم از خانہ عنکبوت پر سے علم
من از دہن مار شکر سے علم از پنڈہ مارہ شیر زر سے علم

اس کا جواب مدت کے بعد سعد اللہ خاں دہری نے اس طرح دیا ہے :

علم است برہنہ رو کہ تحصیل درست تن خانہ عنکبوت، دل پاں و پرست
زہر است بجائے علم، معنی شکرست ہر پنڈہ کزو چشمید واں شیر فرست
الغرض، یہ شعر بھی کسی کسی نے، اس کے نام پر لکھے ہیں :

در ندیم ما تو بہ ز سے خانہ حرام است زہد و درج و سحر و صد دانہ حرام است

با بادہ فروشاں غم قیام حرام است با دود کشاں دولت بہرام حرام است
فرض است بہ عاشق کہ بخشد بہ تجریہ با زاد خودیں بے گل قیام حرام است
مارہ قدح نوش دو عالم زہد بہرام اندر بان و طبع خام حرام است

قدم بہ خانہ ہشتم بے کہ جا ایں جا ست رواق مظر خوابان خوش ادا ایں جا ست

سز کردم بہ ہر عشق زادم عشق جاناں ست غم و درد کہ در دل و اشتم آخر دو چنناں ست
دریں گلشن بسان نچہ چنناں خواب دل خودم گل مقصود من تا از نسیم صبح خنداں ست

دعاں نظر پہ جلوۂ دنیا نمی کنند
خود آرزوے ساطع صہبا نمی کنند
اتحاد بر لوگو کہ باشد کہ نہ باشد (۸۸)
عجب نگاہ تو کہ باشد کہ نہ باشد اکلا

ز بھر درد من این دیدہ خون فشان بستم
نظر بھر تو حیف است من ازاں بستم
قطرہ

آوا این شاعران تا دیدہ کہ عداوت نور در دیدہ
قد خواباں بہ سردی خوانند زبغ ایٹاں پہ ماہ مانیدہ
ماہ قرصی است ناقص عیار سرد چو بی است تا تراشیدہ

حصید: میرا گمان ہے کہ تذکرہ نویسوں نے ضرور ایک نہائی کا کلام دوسری کے نام (۹۰) لکھ
دیا ہو گا۔ لاہور کی تیز اپنی (۹۰) حد امکان سے باہر ہے۔

تہائی

پانچویں نہائی، جعفر احادی کی والدہ، جو اکبر شاہ کے وقت کشمیر میں بہ خدمت میر بحر می مقرب
تھا۔ آگرہ کی رہنے والی پہنچی ہردلی کی قرابت وار گزری ہے:

رو زخم، شب درد ہے آرام پیدا کردہ ام
درد مندی با دریں کلام پیدا کردہ ام
صاحب مستطاب التواضع، بدایونی تحریر فرماتے ہیں کہ:
”ہر چند شاعران دہر جواب با گفتہ المایح کلام در برابر نیامدہ۔ مصرع:
چہ مردے یوز، گردنے کم یوز“ (۹۱)

وزیر

وزیر تخلص، وزیر القضا نام۔ لاہور کے سر در خط تعلیم نسواں کی محنت اور مدد سے جو تکلیف
برخواست ہو کر سن ۱۸۷۳ء میں اپنے وطن کرب و جوار دہلی کو روانہ ہوئی۔ میرزا خاور سیستانی، بختی مال

رواقی افروز پنچالہ کی شاگرد ہے اور اردو کے شعر پہلے سے کہتی ہے:

ولم از کوچه آں زلفِ دوتا باز آید رفتہ بود آں چہ زما باز ہاں باز آید

ہمدی تخلص، شریفہ بانو تائی کی یہ جامہ ہے:

من سوخته لاله زخاتم چه توای کرو؟ والہ شدہ سبز خطاتم چه توای کرو؟

صد تجر بلا و حتم و جور رسیدہ زلزل ناوک دل دوزخ جانم چہ توان کرد؟

مجنوں صفت از عشق بجاں زار و خوارم دیوانہ لیلی صفا نم چه توں کرو؟

ج: نام تمام ہر نلے ذکرِ دگر نیست نامت شدہ چوں و روزِ بام چہ توان کرد؟

اے ہمدانی! از جور بھائی ستم گار ہر چہ بھائی بریں رفت لغانم چہ تو اس کرو؟

تجصیہ: ایک مصنف نے اس کے نام پر یہ شعر بھی لکھ دیا ہے: قامت سرو.....الع - جو
میں علقی کے نام پر، ایک مستند کتاب سے لکھ چکا ہوں۔

حکایت : ایک دیوانہ بغداد کا رہنے والا، عاشقی پیشہ، چارستانی بغداد میں لباس نفیس زیب تن کیے ہوئے پر چلتا ایک شعر بے آواز دردناک یہ طور و کیفیت پڑھتا تھا۔ وہ ہواؤں:

در عشق ٹو انگشت نمائی زن و مردم در لطف فروخت ز سودای تو دردم
خلقت کا ازدحام اُس کے گرد حلقہ زن تھا۔ ناگاہ کسی دل چلنے آگے بڑھ کر استغفار حال کیا تو
اُس نے یوں جواب دیا: ”یہ محلّہ تھاج، پراسے احمد و ہقان، خاتہ ترسائی است۔ زوہ قبلہ برو
و ازبان من بگو:

در حقیق تو آم طالع تہائی نیست در ہجر تو آم روے فکھبائی نیست
تا وسیع تو اس بود خصل کردم دیگر چه کنم؟ وسیع توانائی نیست“
کہتے ہیں کہ یہ صاحبِ دل بھی چاند گور پر پہنچا اور روزِ روزہ کو دھک دیتے ہی ایک شیخ آئی،
وہ ان کا جاسن پھر اندر لے آیا تو آ کر گویا ہوئی کہ ”محبوب! اس چٹیں فرمودہ:

در صفتی کے را کہ توانائی نیست در بھر تحمل و کھیلانی نیست
مرگت علاج او و بھرون از مرگ ہر مصلحت دگر کہ فرمانی نیست
غرض یہ کہ جب پیٹا بھرنے یہ جواب سنایا، عاشق صادق نے ایک آہ کے ساتھ دم دے
دیا۔ اب اس شخص کو یہ شوق ہوا کہ یہ عمر وحشت اثر اُس سٹاک، عاشق کش کو بھی سنائی چاہیے لیکن
اُس کے گھر جاتے ہی معلوم ہوا کہ وہ بھی جہان گزراں سے گزر گئی، انا للہ والنا الیہ راجعون۔
ازاں جا کہ اس عورت کا نام و تحفّص کچھ معلوم نہیں ہوا، اس واسطے ختم پر یہ روایت مہربت
خیز، حیرت انگیز حوالہ قلم ہوئی۔

لا آدر

روایت : سنا ہے کہ امیر تیمور کے سائیکس کی مدخلہ شاعرہ، اصفہان سے دہلی میں آئی تھی۔
وہ ایک شب شعر خوانی کر رہی تھی اور خود بدولت کہیں سن رہے تھے۔ صبح سائیکس کو نکلا کر احوالِ شہینہ
دریافت فرمایا۔ اُس نے بعد عرض معروض اُس عورت کو حاضر کیا، جس نے بعد عذر و معذرت یہ دو شعر
بدیہ سنائے:

ہر یشکامے کہ لنگاں آفریند ترا بر جملہ سلطان آفریند
برائے نردون گوے سعادت خیم پائے ثو چوگان آفریند
آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ٹو کیا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حب الوطن و امن دل کھینچتا ہے، (۳۲)
مگر جس شخص کے پاس ہوں، وہ بھی ہم راہ چلے تو لطف ہے۔ امیر صاحب نے انعام و اکرام سے مالا
مال کر اصفہان کو روانہ کر دیا۔
لفظ خدا کے فضل و کرم سے پہلا حصہ تمام ہوا۔

اس خطہ مختصر سے آخر

تکملة گلشنِ ناز

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہست صلاح سر خوانِ کریم

تکملة گلشنِ ناز

تہذیب

وہو! ہمارے محبوب و محبوب کی کیا ذات مستبہ الاسباب ہے کہ انسان ضعیف البیان جس طرف کو عنانِ توجہ پھیلتا ہے، اُسی جانب خزانہ غیب سے گنجِ شایگان پاتا ہے۔ دیکھو! مجھ بچے عداں نے جو یہ زنا نہ کرنا چاہتا تھا تو کس قدر ذخیرہ حاصل ہو گیا کہ آج تک دوسرے کو میسر نہیں آیا، اور روز بروز اُس کے فضل و انضال سے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، چنانچہ سنہ ۱۸۷۶ء میں جو گلشنِ ناز چھپا تھا تو اُس میں صرف تریچن ہی شعر گودرج ہوئی تھیں، پھر سنہ ۱۸۷۸ء کو (۹۳) "چمن انداز" کے ہم راہ اس کا ایک چھوٹا سا تھلہ شائع ہوا جس میں آٹھ کا کلام آور لکھا گیا۔ اب سنہ ۱۸۸۳ء میں جو یہ تذکرہ، کامل اور نو چھپتا ہے تو اُس تھلہ کی تکمیل بھی ہوتی ہے۔ کیا معنی کہ اس میں ۲۹ شعر گویوں کا حال و مثال بہ قدر معلومات، لکھا جاتا ہے اور آئندہ اس قسم کی تحریر سے بھی یہ بچے عداں ہاتھ اٹھاتا ہے، جس طرح شعر گوئی سے غائب ہے۔ اللہ التوفیق و ہوا المستعان۔

آغازِ تکملہ (۹۳)

بانو یکتا

بانو یکتا بلوئی کا یہ مطلع اختصارِ ناول سے ملا، اور کچھ حال نہ کھلا، مجبور یہ ہی لکھا گیا:
 مگر میسر شود آں روزے چہ خورشید مرا باوشای چہ کہ دعوائے خدائی یکتا (۹۵)

بلیدہ

بلیدہ شیرازیہ کا یہ شعر بھی وہیں سے ملا ہے:
 شب سب کویت بہر جاے کہ پہلوی زند روز خورشید آں زمیں را بوسہ بر روی زند (۹۶)

بنت

بنت صفہائی: صبیحہ مستام الدین سالار شاہ عباس مغوی کے زمانہ میں یوں سخن سرائی کرتی تھی:
 روزے کہ طرب ہا لب و خال ٹوئی کنیم جاں تازہ بہ فرخندہ جمال ٹوئی کنیم
 ایں جرم کہ زندہ ماندہ ام بے زہٹ ٹو در گردن امید وصال ٹوئی کنیم

بہشتی

بہشتی تخلص سے کوئی کچھ کی شاعرہ، غزل و مثنوی کے آئین کی ماہرہ، اس لب و لہجہ سے
 مژمومتھی:

بر خیز و بجا کہ تجرہ پرداختہ ام از بہر ٹو پردہ خوش انداختہ ام
 با من بہ شرابے و کبابے می ساز کیس ہر روز دیدہ و دلم ساختہ ام (۹۷)

بیدلی

بیدلی خیابانیہ ^{۶۶}، برڈی، ایران میں تھی اور اس اعداز کے شعر کہتی تھی:
 چشم پڑخون و خیال خام آں دل بردود بحر پُر آش سست و پارہ خنبر درد

پری

پری بیکہ خیشا پوری کا یہی شعر ملا، سو لکھا گیا:
 سرا سر چانی، اسے باو صبا! در قلب شوقم سرت گردم مگر درد کوے او بیاری گردی

تصویر

تصویر ہندی مرشد آبادی، بقیہس خانم نامی، اُلٹے کردہ فارسی کی شاعرہ، میر عشقی کی بیوی تھی۔ بد یہ کوئی و حاضر جوانی میں لاثانی تھی۔ ایک روز اپنے بچے شیر خوار کو لیے مکان کے گھن میں کھڑی تھی، اتفاقاً میر صاحب کی سواری آئی، دوست ہائے کات یہ کلام پیوستہ زبان پر لائی۔ مصرع:
 دیدم بدو دُش آں مد ظلے پری ز اوے (۹۸)

جس کے جواب با صواب میں یہ خوش گپ یوں لب کشا ہوئی۔ مصرع:
 چوں مصرعے کہ باشد پیوند مستزادے
 الغرض، یہ شعر بھی تصویر ہی کا سُنا گیا ہے:

نقد زائی، منت شناخت آم بد بلائی، منت شناخت آم
 تھیں: خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم کی پانچویں کلید کے خمر پر جو بحث مستزاد کی بندہ نے لکھی ہے اور اُس میں ثابت کیا ہے کہ مستزاد کے ارکان زیادہ شدہ نثر کے فقرے نہیں ہوتے، بل کہ نظم کے شعر یا مصرعے ہوتے ہیں، اس کی تصدیق تصویر کا مصرع مندرجہ بالا بھی کرتا ہے۔ ہیں، جو لوگ اس نکتہ سے بے خبر ہیں، وہ گویا باخبر مردوں سے بھی کم تر ہیں۔ فانیہ۔

توتی

توتی تائی کوئی ایرانی عورت پاک دامن تھی، جس کا شوہر اُردو پرستی پر مائل تھا۔ ایک روز اس صحت مآب نے دق ہو کر اپنے شوہر کو یہودیہ بیت بے بغض و کین تحریر کیس:

آں شوخ کہ ہست حسن عالم کیرش یارب! چہ شود شے بخوابم زیرش
اے خوابو! بیا تا من و تو صلح کلیم تو باکوش باز و من با کیرش

اس کلام طرز انعام نے ایسی تاثیر کی کہ اس مردک نے فعل تاجا سے فوراً توبہ کی اور باقی عمر اپنی مشکوٰۃ کے ساتھ عیش و عشرت سے بسر کی۔ [مولوی نور احمد صاحب نور سترۃ المغفور نے اپنے انوار الاخلاق (۸۸) میں تحجہ بیانِ تعظیم نسواں، اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔] (۹۸)

جاناں بیگم

جاناں بیگم، دُصرتیک اختر عبدالرحیم خاں خانِ خاناں۔ نہایت پارسی تھی، جس کے حسن کا شہرہ سن کر شہزادہ سلیم نے شادی کا بیقیام کیا۔ خانِ دیشاں نے اس کے دانت توڑ، ہال ٹکڑ حضور میں لا حاضر کیا۔ طالب نے بہ کمال افسوس اس کی محبت پر آفریں فرما سورۃ الطاف شاہانہ فرمایا۔ یہ شعر اُس کا ملا:

عاشق و غلق، عشق تو پنہاں چہاں کند پیدا ست از دو چشم ترش خوں گریمین

جہانی

جہانی دہلوی کا یہ شعر اختصارِ تالیاں میں شائع ہوا ہے :

فصلِ باغ و زرخ آں غنچہ دامن، ہر دو یکسبت قد و عتاءے دے دسر دامن، ہر دو یکسبت

حاکمی

حاکمی، شہرِ غواف کی حکم راس تھی، اس انداز کے شعر سوزوں فرماتی رہتی تھی:

کتابِ ابروئے [من] فکرِ من زارِ بلائش کن گلشنِ در سید ام تیرے دیپکائش در آتش کن

جہاںی

جہاںی جرباد قانیہ کے یہ دھڑا خستہ تالیاں سے ملے ہیں:

خطِ ناموس ٹوٹا نہخِ رسولی من در نہ بھون ٹو رسوا ترازیں می ہایت

بہ عمر خویش کے کڑ ٹو یک سخنِ نمود اگر کند گلہ از ٹو شرم سار تو نیست (۳۸)

حسینہ

حسینہ تخلص تھا، حسینا بیگم نام، زوجہ گڑھاس رفعت مرحوم کا جو گڑھالوالقاسم عظیم سہو مولفہ
تذکرۃ خستہ تالیاں کی والدہ ماجدہ تھی۔ اردو پیش تر فارسی کم تر کہتی تھی:

سرتِ گدوم کہا ہوئے ٹو امروز؟ دصالت شد مرا عیدِ دلِ امروز

ماہِ نو ہر کس ہیچہ بر زرخِ آں ماہِ زو ماہِ کالِ گدود او را بہ شادی بیکماں

دل شاہ

دل شاہ خاتون دھڑا میر علی جٹاڑ، نظم و نثر کے نکات سے ماہر کو خستہ تالیاں والا آقا بیگم

تذکرۃ گلشنِ ناز سے علاحدہ خیال کرتا ہے، میرے نزدیک وہی ہے، کیوں کہ یہ شعر اس کے نام پر
لکھا میرے دعوے کو ثابت کرتا ہے: شکے کہ سر..... شعر — دوسرے شعر اس کے نام پر اس کتاب میں
پہ لکھا گیا ہے:

حل شد از غم ہر مشکل کہ مرادِ دل ہو جز غمِ عشق کہ حلِ کردنِ آں مشکل ہو

دولت

دولت تخلص، بی بی دولت نام، سر قندی، ناچنا۔ امیر تیمور کے وقت میں موجود تھی۔ تذکرہ

ہے کہ جب امیر نے اس شہر کو تاخت و تاراج کیا، لٹکری ٹوٹ کا مال اس بے چاری کے سر پر رکھوا کر لائے۔ یہ ہاؤز بلند شعر خوانی کرتی چلی آتی تھی۔ اٹھاتا امیر، صاحب تو قیر نے اس کا شعر لاشعش کر اس کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ حیرانام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ دولت۔ حضور نے ارشاد کیا: کیا دولت اندھی ہے؟ اس حاضر جواب نے بے دھڑک کہا کہ اگر اندھی نہ ہوتی تو انگڑے کے ہاتھ کیوں کر آتی! شاہو ذی جاہ نے یہ لطیف نہایت پسند کیا۔ [سحر محفل والا یہ دولت کا لطیف کسی مطرب کی طرف سے منسوب کرتا ہے۔] (۱۰۰)

آتش در شہر سر قد باد دیں قمر نگ چو اسپند باد

~~~~~  
 رابعہ

رابعہ صفہائی کے دو شعر نظر آ رہے ہیں۔ ازاں ہاست:

دعوت آست بر ٹو کا جزوت عاشق کناں بر کئے نگیں دل و نامہاں چوں خوشن

~~~~~  
 رابعہ

رابعہ طلحہ شیرازی، ہم عصر رودکی، بکاش نام غلام پر مرتی تھی، چناں چہ اسی بدنامی میں اپنے بھائی حارث نامی کے ہاتھ سے ماری گئی۔ فارسی، بل کہ عربی شعر بھی اچھے کہتی تھی، جس کی یہ باگی ہے:

چو زہاں شد اند لہاس کبود برفہ مگر دیں ترسا گرفت

تصیہ: ہاں، ناظرین باحکیم و صاحبین تحقیق کریں! یہ مقام میرے اس بیان کا پورا گواہ ہے جو گلشن ناز کے شروع پر لکھا یاہوں کہ نردوں کے ساتھ ہی ساتھ عورتوں کی شعر گوئی بھی شروع ہوئی ہے۔ کیا معنی! جیسا بعض کا اعتقاد ہے کہ رودکی ہی سے فارسی کی شعر گوئی کا اختراع ہے، ویسے ہی دیکھ لو کہ اس کے زمانہ میں یہ شاعر موجود تھی۔

زبیدہ

زبیدہ خاتون، زوجہ خلیفہ ہارون رشید عباسی نے اپنے بیٹے کے مرثیہ میں کہا ہے:
 اے جانِ جہاں! جہاں تاغوش، بے ٹو بنداو پریشان و مشوش، بے ٹو
 رقی، ٹو دمن بے ٹو پ مادم فریاد ٹو در خاکی دمن در آفتش، بے ٹو

زلیخا

زلیخا خانم، زوجہ توغ بخش خاں ترک جنگ۔ دہلی میں مدفون ہوئی۔ اس کی ایک مثنوی
 قصیدہ راسی دوس خوب ہے [رامی دوس بے معنی معلوم ہوتا ہے، اغلب کہ نام رام داس ہو] (۱۳۲)،
 جس کا یہ شعر اختر تالہاں سے لکھا گیا جو نہایت مرغوب ہے:
 چوں نہ باشی ٹو شری و اوباش؟ ہر دو چشم ٹو جواں شیر، قول باش [کذا]

زہرہ

زہرہ کنھوی، خواہر مشترقی شاگرد حسن جس کا احوال ”چمن انداز“ میں مشترج درج ہے۔
 فارسی میں یوں سخن سرا ہے:

ہے ہے! چہ بے حیاست کہ در پیش مردماں (۱۳۳) پروانہ را بہ بزم بغل کیر کرد شمع

زینت

زینت تحفص، زینت النساء بیگم نام، خواہر زبید القسا کا ہے۔ یہ عی بانی زینت المساجد
 دہلی کی ہے، جو اسی کے گھن میں آسودہ ہے اور یہ شعر اس کے حزار پر کندہ ہے:

مونہں مادر لہ فضل خدا تھا بس است سایہ از ہر رحمت قبر پوش ما بس است

سلیہ

سلیہ بیگم، زوجہ ہیرم خاں خانِ خاناں کا یہ مطلع آتھا آیا ہے:
کاکلت را گر زمستی رهیز جاں گشتہ ام مست بودم زمیں سبب حرف پریشاں گشتہ ام

سید

سید بیگم سیدانی جرجانی، بھول الحال کا یہ شعر بہادر، محبوبہ دفعہ ثالث میں ہے:
مراد و دست و رد لب بے قرار از بیم یار خود چہ گویم قش بے درواں ز درد بے قرار خود
تحمیہ: ہاں، اے ناظرانِ باہر و شاں! ملاحظہ فرمائیے کہ یہ وہی جرجانی صاحبِ دیوان ہے جس کا تخلص ملکہ گلشنی نادر میں لکھا گیا ہے اور یہ شعر: دلدارم بہ پہلو بے قرار از بھر یار خود... الخ مع دیگر اشعار کے وہاں موجود ہے، یعنی پوری فزل اُس کی نقل ہوئی ہے۔ پس، جناب حکیم فصیح الدین صاحب ریح کی تحقیقات کو ملاحظہ فرمائیے کہ کس پتے کی ہے۔ میں نے اس موقع پر صرف اس بات کے ظاہر کرنے کو ہی یہ دو چار سطریں سیاہ کی ہیں۔ اللہ میس، ماسواہوں!

شاہ جہاں

شاہ جہاں تخلص، نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ والی بھوپال (۱۰۳۰) کا ہے۔ آپ اردو زبان کے اشعار میں شیریں تخلص فرماتی ہیں۔ حضور کی دارالریاست میں، دریں والا، فارسی شاعروں کے پانچ تذکرے نئے تالیف ہو کر پہنچے (۱۰۵۰) ہیں: شمع النجمین، نگارستانِ سخن، صبح گلشن، روزِ روشن اور اختصارِ تہلکان۔ نسخہ آخری میں صرف مورخوں ہی کا کلام ہے جو ہندے کی نظر سے بھی گزر رہا ہے اور اُسی کی بدولت یہ غلط کمال ہوا ہے۔ کتاب موصوف میں بہت سا کلام فیض انظام، سرکارِ دولت دار کا مستدرج ہے۔ میں ظہر کا یہ شعر زیبِ صفا کرتا ہوں:

اے چرخ! چہ کردی بہ سلیمان و سکندر؟ کز تو ہوئی بیش بود شاہ جہاں را

شاعری

شاعری گیلانی فاحشہ^(۱۰۶) کا نقش کلام اختصارِ قلم میں موجود ہے، بہرہ اُس کی تحریر سے معذور ہے۔

شعر

اختصارِ قلم کے مؤلف صاحب کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ کوئی رٹنی لکھنوی، زبان اردو کی صاحب دیوان ہے۔ میرا یہ گمان ہے کہ یہ شاعرہ پاک دامن حکیم قمر الدین کی بیٹی متذکرہ، جنم انداز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب^(۱۰۷)۔

فاحشہ سرور و رخش گل قام است چشم ہارام و دو زلفش دام است

شیریں

شیریں تحفہ، بیگانہ نام، جو اردو کی صاحب دیوان ہے۔ اس کی توغز لیں فارسی زبان کی مجھے ملی ہیں جو اس نے خوب کہی ہیں۔ اگر یہ کلام اسی کا ہے تو بہت ہی اچھا ہے۔ اس کے کلام سے یہ بھی تراوش کرتا ہے کہ اس کا مذہب شیعوں ہے۔ بہر کیف، لکھنؤ میں یہ شاہد بازاری غنیمت ہے، جس کی ایسی طبیعت ہے۔^(۱۰۸)

زینکاں مر مرا مشہد من آئم کہ من دامن
طریق حسن ظن جگوار من آئم کہ من دامن
سیر نفس لقا دم گنہ گار و خطا دارم
نیم کاذب بدیں گفتار من آئم کہ من دامن
رو غنوت نے پویم ہی ہر پار ی گویم
خراب و زشت و بد کردار من آئم کہ من دامن

اگر علقم کند حسین مگر دم شان اے شیریں!
بہ غلوت خالی از اختیار من آنم کہ من دامن

صراحتی

صراحتی تخلص محترم قسائے خاتمہ دوسرے میر علی اکبر شہیدی، ازوجہ میر مرتضیٰ شاہ کاریہ شعر ملا ہے:
صراحتی اگر طے داری ز غلبہ سرگون خود قدح را ہدم خود ساز و خالی کن درون خود

فاترہ

فاترہ تخلص کسی شاعرہ، نکات علوم کی ماہرہ، خراسانیہ کی یہ رباعی پسندیدہ ہاتھ آئی ہے۔

دوران:

اے! از تو وفا و مہربانی نایاب ہے وصل تو لذت جوانی نایاب
وصل تو حیات جاودانی لیکن مایہ حباب زندگانی نایاب

فاترہ

فاترہ تخلص، بی بی فاطمہ سام نام، دہلوی، قدس سرہ۔ حدیقۃ الاولیاء، مولفہ مطہری
نظام سرور صاحب لاہوری میں اس عورت صالحہ کا قصہ عارف کاملہ کا یہ کلام نصیحت انعام نظر آیا جو یار الہی
معنی طلب کو سنایا گیا اور پارسائے موصوف، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے گزری ہے۔
چرمونیتا بیس نبوی میں اس کی دو قاف لکھی ہے:

ہم عشق طلب کنی و ہم جاں خواہی ہر دو طلبی دے میسر نہ شود

نصیر

نصیر خاتمہ ہراتی۔ شاہ عباس ماضی کے زمانہ میں حبیب اللہ ترک اصفہانی سے نکاح کر اکبر
شاہ کے وقت ہند میں آسوداگری کرتے کرتے مر گئی۔ یہ کلام اس کا ہے:

روزے کہ پہ خوانی وصل یہاں عشرتم شرمندہ ز انتظار ہجراں عشرتم
 زان چشمہ حیاں کہ کشیدم آجے از زندگی خویش پشیمان عشرتم

قرۃ العین

قرۃ العین، درزیں تاج اہم سطرہ! غلیظہ مآب اللہ، مختصر مذہب بابی میرزا محمد صالح ایرانی
 مجتہد کی بیٹی۔ علم میں طاق و صاحب دیوان ہونے سے مشہور آفاق تھی۔ یہ مطلع اُس کے دیوان کا ہے:
 لمحات و جہلک اشرفیت بشفاع طلعک اعتلا زچند الست برہکم نذری بزان کہ ہلے ہلے

کاملہ

کاملہ بیچم و ہلوی، پاک دامنہ اکبر شاہ کے زمانہ میں تھی جس نے فیضی کے مرنے میں کہا ہے:
 فیضی، خور دیں غم کہ دلت تگی کرد یا پائے امید مر تو تگی کرد
 ی خواست کہ مرغ روح بند رخ دوست دیں واسطہ از قفس تن آتگی کرد

کنیز فاطمہ

کنیز فاطمہ، والدہ شاہ سلیمان کابلی کا یہ شعر نظر آیا ہے:
 سزد کہ فخر نزد آسماں بدور نام کنیز فاطمہ و مادہ سلیمانم

کوکب

کوکب، مختص، ستارہ ہا نو نام، نیک انجام، مختصر مصلح الذین سعدی شیرازی کا یہ مطلع
 ہاتھ آیا:

مشق بازاں زد پہ سوے قبلہ آں کو کنید ہر کہا محراب اہدویں نماید زد کو کنید

گل بدن

گل بدن تنگم، دختر بابر شاہ بادشاہ ہند کا یہ شعر ہے :
ہر پری زوے کہ آدبا عاشق خود یا رنجست تو یقین ی داس کہ بچ از عمر بر خوردار نیست

گل چہرہ

گل چہرہ تنگم، شاعرہ سمدھ بالاک کی ہم شیرہ، یوں سخن سرا جی :
بچ کہ آں شہن گل رخسار ہے اغیار نیست راست پوست آں کہد عالم گل ہے خار نیست (۱۰۹)

گلشن

گلشن۔ اس شاعرہ مجہول الحال کی یہ مقال ہے :
بہ خیال قد رحمانے تو، اے غیرت گل! سرو آ ہے ست کہ از سیر گلشن برخاست

ماہ۔ ماہ لقا

ماہ یا ماہ لقا، جس کو پہ تخلص چندا حسن انداز میں زبان اردو کا پہلا صاحب دیوان، مورقوں
میں لکھا ہے۔ فارسی زبان میں یوں گوہر جہنمی :

مگرانی ی کند ہار تہتم لعل چاہاں را کہ آں لب از زناکت برند و مرقی پاں را

ق

بہ روز حشر، الہی! چو نامہ معلم کشد باز کہ آں روز باز خواہ منصف

نکن مقابلہ آں را بہ سرو نوحہ ازل کی و پیشی اگر باشد، آں گناہ منصف

ماہی

ماہی، خواہر ملا شامی کے نام پر اختر تالہاں میں دہی شعر لکھا گیا ہے جو بندہ نے آج تک (۱۱۰)

کے نام پر لکھا ہے، یعنی: اگلے کے سر..... الی۔ دیکھو! اول شاد کا ذکر عمر زنا ہالا۔

محترم

محترم تخلص، دھڑ ملا علی شہدی، زوجہ میر مرتضیٰ ارقمانی۔ یہ وہی شاعرہ ہے جس کو پتخلص سراجی اور پرکھو آیا ہوں۔ بعضوں نے اس کو اس تخلص سے بھی لکھا ہے مگر وہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

محموی

محموی قتی، عربی و فارسی کی شاعرہ کا یہ کلام ہے:
نیست، ایں خال، بندہ بریدت ابرویت خوشت نقطہ از کلکب قضا در انتخاب افتادہ است

مخدومہ

مخدومہ، بزدکی پردہ نصیب عصمت کا یہ کلام محبت التیام ہے:
شب مریدہ با محبت ہجراں کرم یا اودل و جاں دست و گریباں کرم
چوں دیدم از [و] روئے خلاصی مشکل جاں دادم و کار بر خود آساں کرم

مدینہ

مدینہ مظانی کے نام سے یہ شعر درجاض قصائد میں مرقوم ہیں:
جہتے کہ نہد زمین گر بہ پشت سسلہ ہزار بہمن و یزن در تو رو نکند (ii)
امیر اعظم و لقمان خرد، ارسطو جاہ کہ نام ہائیش از فرش تا بہ عرش بلند

مستورہ

مستورہ تخلص، ماہ شرف نائی گردستانی، پاک دانت، صبیہ ابوالحسن بیگ، زوجہ خسرو خاں

نے سنہ ۱۲۶۳ ہجری میں وفات پائی۔ اختصارِ تہذیب والا کو یہ بات تذکرۃ مجمع الفصحاء، مولفہ مرزا رضاقلی ہدایت، مطبوعہ طہران سے ہاتھ آئی، یاروں نے بھی دہیں سے ادھر اڑائی۔ بہر کیف، اس مستورہ کی یہ ہے سخن سراہی:

قبش بالائے بلعدت بہ چمن، از سر شرم مرد پوشید بہ خود کسوت کوتاہی ما

می سوزم دی نالم پیوست بہ ہجرات^(۱۲) رخسے بدول و جانم، دست من و دانات
دل خستہ و محزونم از زکس نیات سرگشتہ و مجنونم از زلب پریشان

نظیر

نظیر مرزا امان اللہ بیک شیرازی کی بیوی یوں سخن سراہی:

مگر آں سرو چہاں سوے چمن ی آید کز چمن راکھ متکب نقس ی آید
شوخ عاشق کش من ایں ہمدے باک بہاں کہ ہنوز از لب ثوبے لبین ی آید

نہائی^(۱۳)

نہائی اسمہانی، آقون خاتون سلطان حسین مرزا یوں گویا تھی:

از ہر دو طرف در ظلم زلب نکارت در خدیب ما سجد و تقار نہ باشد

تہا

تہا، افراسیاب بیک خاں شرک جنگ کی بیوی کا یہ شعر ملا ہے:

ز خون چہرہ قاتل چو افلاک وقت زخم شد رخس یک سادہ قراں بود از خونم رحم شد

پاکمین بو

پاکمین بو، ہم سر مرزا عسکری اور اسمانی میرزا مہدی اقبال شیرازی کی تھی۔ جب اس کا شوہر

گل برک، واقع دکن میں مر گیا تو یہ کسی امیر کے ہم راہ دہلی میں آئی۔ شاعری کے علاوہ ٹلٹ، ضخ، شفیقہ (۱۳۳) اور استعین خطوط خوب لکھتی تھی۔ یہ اس کی جو دست طبع کی نشانی رہی:

ایں قدر ریش، چہ معنی دارد؟ صورتِ ہمیش، چہ معنی دارد؟
کشتن و زندہ نمودن ہے ادا اے ستم کیش! چہ معنی دارد؟

لا اعلم

لا اعلم، مولانا محمد الدین ہم گر (چونکہ کتدہ) شیرازی کی بیوی نہایت کریمہ منظر تھی۔ ایک روز اُس نے یہ مصرع کہا:

چش از من و تو لیل و نہارے بودہ است

مولانا رحمت اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ایسے مجھ سے پہلے ہوا ہے مگر تجھ سے پہلے ہرگز نہ تھا۔

تمت، بحون الملک

”چمن انداز“

ہوا ناادر

چمن انداز

یعنی مراۃ خیالی (۱۲۹۳) نامی تذکرۃ النساۃ نادری کا دوسرا حصہ ، جس میں زبان اردو کی شاعراؤں کا ذکر ہے

مؤلفہ

عجز بنیاد دُرگا پرشاد کھتری دہلوی، پشتر سررشتہ تعلیم ممالک پنجاب، جس کی تصنیف و تالیف سے کتب ذیل پہلے چھپ کر شائع ہوئی ہیں: مطلع الحساب، نکات الحساب: ۷۶، معلم المبتدی، شجرة خاندان تیموریہ: ۷۴، گل دستہ اخلاق یعنی اخلاق ناصرہ کا خلاصہ مع ترجمہ و فرہنگ: ۷۴، تشریح طالع نامہ، رسالۃ بشرط رنج، مختصر لفظ معتزلہ، قصۃ مسہر و ماہ، ترجمۃ رسالۃ نحو فارسی مع ترجمۃ رسالۃ کمالی در علم فوائد: ۷۴، خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم: ۶/ (۸۵)

اور یہی تذکرہ ہے، جو پہلے حصہ حصہ چھپا تھا،

اب مکرر تکرار کی تکمیل اور ضمیمے کی ایڑ ادبی سے مجموعہ

سنہ ۱۸۸۳ ع کو

دہلی کے اکمل الطالع میں سید فخر الدین مہتمم کے اہتمام سے چھپا

چمن پیرائے قلم معجز بیاں، بہ تسوید حالات چینی نسواں

تہنید

اللہ اللہ! وہ ذات جامع الصفات کیا مسبب الاسباب ہے، جس کا وصف بے پایاں، عشر عشر بھی زبان قلم دولسان سے ادا نہیں ہو سکتا۔ میں نے پہلے حصے میں لکھ دیا تھا کہ چین کی مستورات کے حالات میں کوئی کتاب اردو زبان میں موجود نہیں ہے، ورنہ ان کا احوال بھی لکھتا۔ اب اس کتاب کے چھپتے چھپتے اؤدھ اخبار، مطبوعہ جنوری ۱۸۷۶ء میں ایک مضمون اپنے مفید مطلب لکھا، جس کا مذہا ہے کہ چین میں ایک کتاب مستطابہ نوشن، یعنی ہدایۃ نسواں، مرقوم ہے، جس کے بموجب وہاں بہ خوبی عمل درآ رہا ہوتا ہے۔ اس کے چند قاعدوں کا ترجمہ، جو نہایت مفید و بہ کار آمد ہر شہر و دیار اور ہر قوم و ملت کے روزگار ہے، درپے ناظرین باحکیم کیا جاتا ہے۔

لپ نہاب خلاصہ نوشن، اہنی ہدایۃ النسواں

لڑکیوں کو لازم ہے کہ بڑے بھائیوں اور بہنوں کو بجائے والدین کے سمجھیں، بزرگوں کو صبح شام سلام کریں، ہمیشہ ان کی رضا فرمیں۔ اگر وہ ناراض ہو کر کچھ کہیں تو سر جھکا کر سنیں اور جواب نہ دیں، بل کہ آئندہ اس سے دست بردار ہوں، جو ناراضی کا باعث ہوا ہو۔ کھنے پڑھنے میں کوشش کریں، حقہ میٹوں کی تفصیلات دیکھیں مگر وہ کتابیں نہ کھولیں جن میں عشقہ مضامین ہوں۔ حساب کا سیکھنا ایک فہر ضروری ہے، ورنہ مصارف خانگی کی نوشتہ خواندہ میں محتاج رہیں گی۔ یہ جوہر ذاتی پیدا کریں، نرم گوئی، کم گوئی، نیک خلقی، آہستہ روی، تعمیل ارشاد بزرگاں۔ جو باتیں آگے بتائی جاتی ہیں، ان کا ترک کرنا لازم جائیں، سخت کھادی، بخرش روی، بے چاہی، بے باکی، عدول حکمی اور جواب دہی بہ حکم والیان۔

جب لڑکیوں کی شادی ہو جائے تو انھیں والدین کی یا دفراموش نہ کرنی چاہیے، بلکہ خاوند سے اجازت لے کر گاہے ماہے ان کی خدمت میں حاضر ہوا کریں۔ ساس سسرے کی تعظیم بھی مثل والدین کے کریں۔ فروتنی کی عادت پیدا کریں۔ بزرگوں کی اطاعت فرض چاہیں۔ تلوان حرفتی سے باز رہیں۔ دستہ چلتے پیچھے پھر پھر کرتے دیکھیں۔ جب گھر میں مرد آئیں، مستورات کو علاحدہ مکان میں ہو جانا ضرور ہے۔ مردوں کی طرف حسرت و حیرت کی نگاہ سے دیکھنا نہ دستور ہے، بلکہ جو لڑکائی مرد کی جانب آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے، وہ بڑی ذی شعور ہے۔ مستورات کو لازم ہے کہ مندروں میں نہ چائیں، تہجد مار کر نہ بنیں، سہادی وضع کا لباس رکھیں، پیش قیست زیور کی طمع نہ کریں۔

بیوہ عورت اپنی حیثیت کڈائی (۳۱) کو ایسا تبدیل کرے کہ بالکل خاک سار ہو جائے، حتیٰ کہ لوگوں کو اس کی صورت سے نفرت ہوا کرے۔ جس طرح لڑکیوں کو والدین اور بھائیوں کی اطاعت اور جوانوں کو خاوند کی فرماں برداری و متابعت فرض ہے، اسی طرح ضعیفہ کو اپنے فرزند اور جند کی رضا بخائی مفہوم ہے۔

[اس فقرہ کی تائید میں یہ نوٹ لکھا جاتا ہے۔ اختصار رسالہ قومی و فنی، جلد ۱، نمبر ۳، مطبوعہ ۱۹۰۲ء، صفحہ ۳۳، کولم اڈال، بطراپہ دھرم سٹوٹ، لاہور، نمبر ۵، جلد اڈال سے نقل کرتا ہے کہ لڑکی ہو، جوان ہو یا بوڑھی، مگر عورت کو واجب نہیں جو اپنے گھر میں کوئی کام اپنی آزاد ولی یا خود رائی سے کرے۔ بچپن میں وہ ما باپ کے اختیار میں رہے، جوانی میں خاوند کی تابع دار، (ضعیفی میں اپنی اولاد کی رضا کار ہے، از منو سمرانی، ادریائے بچم، مآشلوک ۱۳۶-۱۳۷] (۳۱)

ترغیب تعلیم نسواں پہ اہل ہند

دیکھو! چین کی ولایت میں بھی کیا عمدہ قاعدے مستورات کے لیے مقرر ہیں۔ کہو! ان کی پابندی سے کیا عمدہ (۱۸) نتیجہ نکلا ہوگا۔ اگر ہمارے دسکی بھائی بھی اس پر غور فرمائیں اور تعلیم نسواں کی ترقی میں کوشش کریں تو کیا اچھی بات ہو۔

دیکھو! جس وقت ہندوؤں^(۱۱۹) کا دور دورہ تھا، اُس وقت اس کی کس قدر ترقی تھی، جس کا حال بھوج برہمنہ وغیرہ سے، پہلے حصہ میں لکھا گیا [انتباہ: گزشتہ منوسمرتی سے اس کی تصدیق بہ خوبی ظاہر ہو گئی ہے] (۱۲۰)، پھر مسلمانوں کی حملہ آوری نے اس سرشارت کو معدوم کر دیا۔ ذراں بعد سرکار انگلش کے ظلم حمایت میں کینن بہادر کا عہدہ ہوا تو تعلیم کا سلسلہ بھی کھلا۔ خدو سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد، جو حضور ملکہ معظمہ کو نین و کنور یہ زاد اللہ سلطہا نے ہندوستان جنت نکاس کی باگ حکومت و سچ مبارک میں سنبھالی، اس جگہ نے زیادہ رونق پائی۔ [جناب مجدد (۱۲۱) سنہ ۱۹۰۱ء میں آرام گاہ حقیقی کی رونق افزائی کو حوثہ ہوئیں۔ دیکھو فسرہ سنگد اصلہ کی چوتھی جلد کا اخیر، جہاں حضور کا تعزیت نامہ درج ہے۔ بندہ شک خواہ ہے وقار نے اس واقعہ تعجب خیز کے یہ مادہ تاریخی نکالے ہیں: خبر وفات دی ہے (۱۳۱۸ھ) (۱۲۲) خاتمہ بالآخر ہوا (۱۹۰۱ء) داخل مظلہ سے بریں (۱۲۳) شدہ (۱۹۰۱ء) (۱۲۴)

اب جو یکم جنوری سنہ ۱۸۷۷ء سے حضور مجدد ملتیں زماں، مریخ دوراں و فرماں رواے انگلستان و ہندوستان نے اپنے سال جلوس کے اتالیکوں بریں میں شاہنشاہی کا خطاب منظور فرمایا ہے تو یقیناً باق ہے کہ اس ملک کی بھودی کے واسطے تعلیم کی طرف زیادہ توجہ ہو۔

یادگار قیصری کا اہتمام ہے، مدعاے اصلی پر جانے کا انتظام ہے

اگرچہ اس مقام پر دلی عقیدت منزل تو یہ چاہتا تھا کہ تاریخ مذکور الصدور کو، جو دربار و رہار دلی میں نواب معلی القاب حضور و میراے صاحب بہادر گورنر جنرل ہند، یعنی امیر کبیر لورڈ لینن صاحب بہادر زاد اللہ شرفانے، بہ حضوری جملہ راجگان ذی شان و نوابان رفیع الکمان، مع والیان قرب و جوار ہندوستان، منعقد فرمایا تھا، اُس کا مفضل حال ابتدا سے انتہا تک قلم بند ہو لیکن پھر جو خیال کیا کہ اُس کی تحریر کو تو ایک دفتر کا دفتر چاہیے۔ اگر تو صرف معاملات چشم دید ہی لکھے تو بھی سو بوج کا غد سے کم میں نہ سائیں، چنانچہ دس دس دس دس میں بچوں کی کئی کتابیں، اس بیان میں شائع ہو گئی ہیں مگر اُن کے دیکھنے سے طبیعت مطمئن نہیں ہوتی، کیوں کہ اُن میں نہایت اختصار، ہر ایک بیان میں کیا گیا

ہے۔ پس، اس کے بیان میں اپنا مطلب رہ جائے گا۔ اسی واسطے ان چند سطروں ہی کو یادگار و رہا رہا
قیصری، جس کا نظیر ہر فلک نے بھی شاداب تک نہ دیکھا ہوگا، کچھ کریمہ عا نگاری پر آمادہ ہوتا ہوں۔
شعر:

اے کار ساز قبلۂ حاجات کار ہا! آغاز کردہ ام تو رسائی بہ انتہا
دیگر

گر خطائے رفتہ باشد در کتاب قاریا! برمن مکن نظر عتاب!

دعوتِ سرملی خلد، ہزار داستان، بہ تحریر اشعار شاعراتِ اردو زبان

واضح راے علوم ہر اے ناظرین باخودشان ہو کہ ہندی کے حروف گجی کل ہاون (۵۲)
ہیں۔ اذان جملہ، بالائتفاق تین حرف خاص سنسکرت کے ہیں اور دو، یعنی لری، لری بھی بھاگیا میں
بہت ہی کم آتے ہیں۔ دس حرف مرکب ہیں، ”کھا“ یعنی لون چار طرح کا ہوتا ہے مگر اردو فارسی میں
ایک ہی آتا ہے۔ پس، انھارہ حرف گویا اردو میں نہیں بولے جاتے۔ باقی چونتیس حرف ہندی و اردو
زبان میں اشتراک رکھتے ہیں۔ ہاں، اردو میں ٹ، س، ہس، تین حرف ہیں اور ہندی میں صرف ایک
سنا۔ اسی سبب سے اس حصے میں چھتیس روئیں لکھنی مناسب معلوم ہوئیں، مگر ایسا تخلص یا نام کسی
شاعر کا نہیں ملا جس کا ہر حرف ’زائملہ‘ ہندی ہو۔ پس، چھتیس روئیں پر اس رسالے کو محدود کیا۔

ہندے نے ہزوف طوالت شاعر اؤں کا حال نہایت ہی اختصار سے لکھا ہے۔ پہلے
مسودے میں بہت طویل طویل تھا۔ اُس کو فضول سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اس پر بھی اُس واحدہ (۳۵) کا شریک کی
عنایت سے بے غایت سے یہ کتاب لا جواب اس قدر ضخیم (۳۶) ہو گئی ہے کہ آج تک اس قدر، اس بیان
میں کوئی رسالہ نظر نہیں آیا، بل کہ فارسی گو مستورات کا تذکرہ جواہر العجائب اور اردو فارسی گو یوں
کا بلاغیلا بہارستانِ ناز ہی چھپا ہے مگر یہ دونوں سے کئی حصے بڑھا ہوا ہے۔

ہاں! اب اگر کوئی اور صاحبِ بخت بخت کرے تو اس کو کسی قدر اور زیادہ کرے، کیوں کہ میں نے کچھ تمام زمانے کی شعر کہنے والیوں کو تو فراہم نہیں کیا، بل کہ صرف نمونے کے طور پر، جہاں تک ہو سکا، لکھ دیا۔ اللہ بس، ماسواہوں!

[اس کے بعد اختر تلہاں، ماہ درخشاں، شمیم سخن کا قیصر اصفہ، دیوان نشاط، مشاہیر نسوان، وغیرہ وغیرہ تذکرے شاعرانہ وغیرہ کے بیان میں چھپ گئے ہیں اور تائری میں بھی سیوسنگھ سروج نامی کتاب چھپی ہے، جس میں اکثر ہندوؤں کی شاعری بھی دکھائی گئی ہے۔] (۱۲۷)

ہر کہ نامِ رفقاں آرد بہ یاد نامِ نیکش در جہاں آباد باد

.....

الف مردودہ کی ردیف

آرائش

آرائش محفل کی کوئی مہول المسم بھی بازاوردی کی زیبائش بڑھاتی تھی، اب کسی کے گمری نرائش کر رہی ہے۔ اس نے یہ شعر اپنے حسب حال کہا ہے:

جوانی میں بھلی معلوم ہوتی تھی یہ آرائش بڑھاپے میں تو مہندی ہنسی کی ہے خاک زیبائش

الف مقصورہ کی ردیف

اچھل

اچھل محفل، چونکہ جان نام کسی چلی عورت کا، صرف ایک ہی شعر ہاتھ آیا۔ اس کے مزاج کی انچلاہٹ کو دیکھیے کہ غلاماہٹ کے مارے اپنا احوال بھی ظاہر نہ ہونے دیا۔^۱ خیر، اس کے کلام ہی کے غیلے پن کو دیکھ کر اس کے اچھلے پن کو سمجھ لو!

ہے عیش اس کے جی کو اتنی غم بہت ہے یاں شادی وہاں رچائی ہے ماتم بہت ہے یاں

اختر

اختر محفل ہے، نواب اختر محل نامی گرامی کا اور یہ نیک اختر تیمور یہ خاندان کی ہے جس کا اختر طالع اب نیک ادب لکھب نام آوری پرورشیاں ہے، اور کیوں نہ ہوا کہ یہ بلند اختر مضامین تھی و

معصیتی کی شائندہ ہے۔ قدسی سزا کی نازل کو اس نے کیا اچھی طرح تصیین کیا ہے جس نے ربّی کا مزہ بھی چکھا دیا ہے۔ عام شعر بھی اس اختر برج کوئی کے عام پسند ہیں، عاشق حجابوں کے دلوں کے پیوند ہیں:

غسی اختر، در نصرتِ بخیر صلی اللہ علیہ وسلم

تجھ پہ قربان ہوں، اے ہاشمی و مقلّی! کہ ہے مشہور دو عالم تری عالی نبی (۱۳۸)
دیکھ زبے کو ترے شوکتِ افلاکِ دہلی مرحبا سہو مقلّی مدنی العربی
دل و جاں باو فدائیت کہ جب خوش نصی

وہ ترا نور ہے ماو فلکِ مہرِ کرم تیرے جلوے سے منور ہوئے دونو عالم
تابِ یوسف کو کہاں ہے کہ ترے دیکھے قدم منی بیدل پہ جمالِ ثوبِ عجب حیرانم
اللہ اللہ! چہ جماعتِ بدی بواجبی

دادا! کیا درجہ ہے، کیا شان ہے اور کیا تہ (۱۳۹) خالقِ ارض و سما خود ہے ترا مدح سرا
انگیا کہتے ہیں سب: صلی علی، صلی علی نیست نیست بذاتِ ثوبی آدم را
برتر از آدم و عالمِ ثو چہ عالی نبی

ثو ہے نیمانِ کرم اور صاحبِ اکرام بھر دیا موتیوں سے دامنِ آئینہ انام
بار آور ترے باعث سے ہے مکلّ اسلام مکلِّ بختانِ مدینہ ز ثو سرسبز دام
زاں شدہ شہرہ آفاق بہ شیریں رطبی

سب سے پہلے کیا پیدا ترا اللہ نے نور پردہ ذات میں اُس نور کو رکھا مستور
اور اُس نور کا اظہار ہوا جب منظور ذاتِ پاکِ ثوری ملکِ عرب کردہ ظہور

زاں سبب آمدہ قرآن پہ زبانِ عربی

ہے ترے نور سے نور میں دشتِ بدشت گھٹنِ چراغ ہے تیرے ہی برائے محلِ گشت (۱۴۰)
تیرے ہی واسطے ہیں خاص یہ جہاتِ ہشت شبِ سراجِ مروجِ ثو ز افلاکِ گزشت

ہے مقامے کہ رسیدی نرسد بچہ نبی

قدسیں آنکھیں بچاتے ہیں ترے زیر قدم خاک پا حیرتی ہی ہے سرمۂ چشم عالم
بخش و بجز مری قصیر پر، اے شاہِ اُم! نہایت خود پہ سکتا کروم و بس مفضل

زماں کہ نسبت بہ سب کوئی تو شد بے ادبی

نہی حشر سے گھبرائے گی جب مخلوقات اور نہن آئے گی، ماے ابرکرم! کوئی بھی بات
انگیساب تجھے کہو یں گے کسے بوجہات! ماہر تشہد لہانیم توئی آپ حیات

لطف فرما کہ ز حدی گزرد تشہد لبی

ہو گئی لبو [د] لقب میں ہے مری عمر بسر یاد خالق میں نہ مصروف ہوئی میں دم بھر
بکستی ہوں نامیہ بجز کو حیرے در پر چشم رحمت بکشا سوے من اندازِ نظر
اے قریشی لعلی، ہاشمی و مطہری

دردِ حصیاں کے سبب سے ہے مری جان جلی اور بچنے کی نہیں سوچتی تدبیر کوئی
عرضِ اختر کی بھی قدسی کی طرح سے ہے یہی سندی اُنت حبیبی و مطہبِ قلہی
آمدہ سوے تو قدسی ہے درماں جلی

اختر کے متفرق اشعار، پسندیدہ و عاشقِ دار

آستان پر ترے پیشانی کو کھستے کھستے سر ہی غائب ہوا جس میں کہ ترا سودا تھا

اک آہ شعلہ بار سے دل کو جلا دیا لہا آج ہم نے اس کا بھی جھگڑا مٹا دیا
لکھ کر جو میراث نام زمیں پر مٹا دیا اُن کا تھا کھیل، خاک میں ہم کو مٹا دیا
نخل لے کے نامہ بر سے جو کھڑے آزاد دیا غیروں نے آج اُن کے تئیں کچھ پڑھا دیا
قصیر یار کی، نہ قصورِ عدو ہے کچھ اختر! ہمارے دل ہی نے ہم کو جلا دیا

تجی نگاہ یار کا دونو پہ وار ہے کھڑے ادھر جگر ہے، ادھر دل نگاہ ہے

اسیر

اسیر محفل ہے، مسادۂ امیر بیگم نام کا، جو شاہ فخر الدین احمد صاحب دہلوی کے سلسلۂ شاعری میں اسیر، بیگمات چغتائی کے ذمے میں اسیر، بدینہ گوئے نظیر، حاضر جواب خوش تقریر ہے۔ ایک دوزمیرے کسی مہربان نے اس شاعرہ کو یہ مصرع سنایا:

بے قراری، قرار ہے اپنا

اس لطیفہ گو نے فوراً پیش مصرع بہم پہنچایا، بل کہ ایک بیت اور اس میں شامل کر دی۔ وہ ہند:

عشق دار د عار ہے اپنا بے قراری قرار ہے اپنا
خاک میں مل گئی ہو جس پہ اسیرا اُن کے دل میں غبار ہے اپنا

الحک

الحک محفل کسی شہزادی کا ہے، جس کا دہلی مقام ہے اور اس طرز کا کلام ہے:

نہ بوسہ دینا آتا ہے، نہ دل بہلانا آتا ہے تجھے، اے کلہر ترسا! فقط ترسانا آتا ہے
کسی عاشق کا ہے شک تھوٹا ہے، میں سانوں کا کر شانہ حیرے رخ تک اتکا ہے ہا کانا آتا ہے (۳۳)

امراؤ

امراؤ جان (۳۴)، محفل پر اسم خود، کوئی کھنڈ کی شہید بازاری سخن کی گرم بازاری اس

طرح پر کرتی ہے:

گر جگ کو سر کا کل خم دار نہ ہوتا تو میں یوں بلاؤں میں گرفتار نہ ہوتا

پلاوے سا قیام ازوروں پہ ہے عالم جوانی کا لگاوے غم مرے منہ سے شرابِ ارغوانی کا (۳۳)
نفاہت کو مری نا طافی مجھ پر زلاتی ہے ہنساتا ہے طعنی کو مرا عالم جوانی کا (۳۴)
یہ دل، جیسے کہ غلط خانہ اس آئینہ دکا ہے ملا ہے دیدۂ حیراں کو عہدہ پاس پانی کا

امراؤ! کیا کہوں کہ شب ہر بیش فم چھتا رہا ہر اک رگ جاں میں سحر خلک

امراؤ

امراؤ حخلص، جسینی بیگم نام، کسی پردہ نقیس دہلوی کا یہ کلام ہے:

باغ عالم میں ٹھونانا تھا اگر انہوں سے پہلے ہی سبزۂ بے گانہ بنایا ہوتا
گرچہ منکھور نہ تھی خانہ نشینی میری تو مجھے ساکنی ویرانہ بنایا ہوتا

امراؤ

امراؤ جان بنت امیر جان معروف بہ علی بخش دہلی، شہد بازار، دہلی کی مشہور ڈیرہ دار
ہے۔ اخفق جوانی، نئے (۳۵) جوین کی بہار ہے۔ کہتے ہیں اس کی یہ طرز گفتار ہے:
آئے، امراؤ! دن ترے اچھے دن بدن مطلق جو گفتی ہے

امیر

امیر جان، متذکرۃ کالا کے نام کا یہ شعر گوش آتا ہے:

غنتے سے چہرہ میرا گل بار ہو گیا بس، یار مجھ کو طعنے اغیار ہو گیا
حصبیہ: واضح راے مشتاقانِ سخن ہو کہ میرے مہربان، نیک اساس میرے صاحب تاج
کتب دہلی نے یہ دونوں شعر علی بخش دہلیوں کے مجھے سنائے اور اس کتاب میں درج کرائے ہیں۔
المسوں! اسی سال، یعنی سنہ ۱۲۹۵ ہجری [مطابق ۱۸۷۸ء]، جب کہ یہ رسالہ اول دفعہ چھپا تھا، میر
موصوف نے وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

امیر

امیر حخلص اور نام کسی کسنوی گل فام کا ہے، جس کا یہ کلام ہاتھ آیا ہے:

یہ بحر کے دیکھنے سے جان زار جاتی ہے اُسی طرف کو نظر بار بار جاتی ہے
یہ بغض تھا کہ نہ چھوڑا تمہارے کو ہے میں صبا لیے مرا معیتِ غبار جاتی ہے
یہ جو دہ زرخ گل ہے ہلہل شیدا نہیں خبر کہ جمن سے بہار جاتی ہے

باعربی کی ردیف

ہستی

ہستی نامی آگرہ کی رفا ص کا صرف یہی مطلع نظر سے گزرا:
ہستی! ضرور چاہیے اسبابِ ظاہری دنیا کے لوگ دیکھنے والے ہوا کے ہیں

بسم اللہ

بسم اللہ مخلص اور نام ایک عورت ہندی نژاد کا ہے، جس کی والدہ ولایتِ ذرا ہے۔ خود کے
بعد عام چٹے سے کنارہ کش ہو، کسی سے نکاح کر لیا ہے، یوں پیشِ مہاجر روا رکھا۔ میرے عنایت فرما
ششی انعام اللہ صاحب سے مشورۂ سخن رہا۔ یہ کلام اُس کا میراے یادگار لکھا گیا:

بسم اللہ! جانِ عشق میں قربان کیجیے مایہِ دُلفِ دل نہ پریشان کیجیے

تری اُلفت میں یہ حاصل ہوا ہے کہے مضطر ہے دل، گاہے تپاں ہے
نہ کچھ تازِ حسنِ عارضی پر نہ سمجھو یہ بہار بے غزاں ہے

تجو

تجو نامی دہلی کی ایک گھر سن تھی جو گلاب سنگھ آشفقہ سے رہا ضبط رکھتی تھی۔ [ایک صاحب
اہلِ برادری کے معزز رکن کی زبانی معلوم ہوا کہ تجو مذکور کسی تھی۔ آشفقہ صاحب قوم کے کمتری،

باشعہ کوچہ مہاجانی واقع بازار چاندنی چوک تھے جن کے خاندان میں آج کل لالہ بہادر سنگھ صاحب چودھری موجود ہیں۔ [۳۶۱]

ایک روز آشفۃ آشفۃ حراج نے اُس کی مفارقتِ افتخاتی سے اپنے گلے پر مخمر پھیر لیا، یوں زندگی کا قصہ پاک کیا، مگر وہ رے جذبہ عشق اکہ دل برشتے ہی مسجانی کو دوڑا مگر خویش و اقارب نے بہ بہات دیا گئی گھیر لیا۔ تاگزیر، اپنے مفتون کا یہ شعر پڑھنے لگی، اسی سے دل ناخلیب کی تسلی کرنے لگی: پچھا نہیں ہے کوئی بھی بیمار عشق کا یارب! نہ ہو کسی کو یہ آزار عشق کا

الغرض، یہ شاعرہ اُسی روز ممنوعات سے تائب ہوئی اور جہم سینے کے عرصہ میں اپنے محبت صادق کی روح سے جا ملی۔ اس موقع پر نواب نجم الدولہ و میر الملک، اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ مقلص بہ غالب، معروف بہ میرزا نوشہ صاحب مرحوم مغفور کا فرمودہ کیا برجستہ صادق آیا ہے:

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ (۱۳۷) ہاے! اُس زو پشیمیاں کا پشیمیاں ہونا اظہار: حضرت کے نام نامی سے یاد آ گیا کہ اُن کی تاریخِ وفات کسی شاعر نے "برکل غالب و برکل غالب" (۱۳۸۵) (۱۳۸) [مطابق ۱۸۶۹ء]، حمایت عمدہ تجویز کی ہے۔ بیچ خداں نے بھی دو تیس عرض کی ہیں، وہ بھی اس موقع پر لکھتا ہوں:

تاریخِ وفاتِ غالب سنہ ۱۸۶۹ء

اسد اللہ خاں بہادر را چوں اجل فاش حق تعالیٰ بُرد
گفت تا در خود از سرِ الحسوس: غالب بے مثال، آء ۱۰۰ پر مرد (۳۶)

[۱۸۶۸ (+) - ۱۸۶۹ء]

۱

خیر، کہتے ہیں کہ تو آشفۃ کے غم بھر میں بہ عارضہٴ دق مبتلا ہوئی، کسی کے معالجہ سے اتفاق نہ ہوا تو اپنا ڈکڑا ہوا روپا:

میں چ غم سے جلوں اور یہ کریں دق کا علاج ہو سمجھ اٹلی طبیعوں کی تو اس کا کیا علاج
الغرض، یہ شعر اس کے مشہور ہیں، مگر کروں میں مسطور ہیں:

چھوڑ کر گنج کو کہاں اے بُج گم راہ! چلا؟ تو چلا کیا کہ یہ دل بھی ترے ہم راہ چلا (۳۸)

نُحْت گما غم سے مرا کھٹے اُہدو مر کر اک سُخری میرے گلے پر بھی مری آء! چلا

نہ تو موت آتی ہے، نے زیت کا یار بُج کو ہائے آشفۃ! ترے مرنے نے مارا بُج کو
موت پر بس نہیں چلا ہے کروں کیا، ورنہ تو نہیں ہے تو نہیں زیت کو مارا بُج کو
اب کسے بھٹن، کہاں بھٹن، کہو ہر ستر خواب نہیں مغل بھی کم از ستر خارا بُج کو
کیا ہوئی، ہائے افغاں کی ترے شورا گیزی لے چلے سُج کو تو ٹوٹنے نہ پکارا بُج کو

نعلین آشفۃ کو بے درمیں نے پھونکا آگ سے آتش غم بھی جوا مارگ کی کچھ کم نہ تھی^(۳۶)

بہو

بہو، معروف بہ بہو بیگم صاحبہ مرحومہ، محل خاص نواب یوسف علی خاں بہادر مشہور ناظم والی
رام پور، یوں گوہر نفاں ہیں، سبحان اللہ! کیا شیریں زباں ہیں:

قطعہ

شب بزم ملاقات میں ہر چند یہ چاہا آنکھیں تو لڑاؤں ذرا اُس رعبِ قمر سے^(۳۷)
پر خوف مرے دل میں یہی آیا کہ ہے! نازک ہے، نہ وہ چائے کہیں تارِ نظر سے

بیگم

اس شخص کی تین شاعراؤں کا کلام اس وقت خوش نظر ہے جو تفصیل یاروں کی نذر ہے۔

اول: میر محمد تقی کی بیٹی، لکھنوی، یوں سخن سرا ہے۔ اللہ اللہ! کس لب و لہجہ سے گویا ہے:

برسوں سر گیسو میں گرفتار تو رہا لڑا کہتے ہو کیا تم نے ہمیں مار تو رکھا^(۳۸)
کچھ بے ادبی ہم نے نہ کی یار سے، شب بھر^(۳۹) ہاں! یار کے رخسار پہ رخسار تو رکھا
اتنا بھی غیبت ہے، تری طرف سے عالم! کڑکی نہ رکھی، روزِ بیدار تو رکھا^(۴۰)
وہ ذرا کرے یا نہ کرے، غم نہیں اس کا سر ہم نے جو خنجرِ خوں غوار تو رکھا

اس عشق کی جنت کے میں صدقے ہوں کہ تجھما ہر وقت مجھے مرنے پہ حیار تو رکھا

ہیکم

دوم: تارا جیگم بھول الخال کی یہ مقال ہے، صاف صاف بول چال ہے:

کیوں وصل میں چھپاتا ہے ٹوہم سے یار پیٹ رکھتا ہے سو بہار کی یہ اک بہار پیٹ (۱۶۷)

ہیکم

سوم: رشک محل، پنجابن، جو واجد علی شاہ صاحب بہادر کے متاع میں ہے اور ہم رکاب حضور، کلکتہ میں رہتی ہے، یوں رشتی کا ڈھنگ دکھاتی ہے:

نہ بھیجوں گی سسرال میں ٹم کو خانم! نہیں رنج کو دُور ہے کھانا تھمارا (۱۶۸)
 مری کنگھی چوٹی کی لیتی خبر ہو (۱۶۹) یہ احساں ہے سر پر دو گانہ تھمارا
 ہوا بال بیکا جو مرزا تارا تو پھر سنگ ہے اور شانہ تھمارا

گھر سے گانہ کے دو گانہ مری مہمان گئی میں یہ انگاروں پہ لوٹی کہ مری جان گئی

پا قاری کی ردیف

پارسا

پارسا، اسم باسستا، بنت کلاں نواب میرزا آقے خاں ہوسنیشاپوری لکھنوی، جو نواب آصف الدولہ بہادر مرحوم کے عزیزوں میں تھے اور اپنے نزدیک بڑے صاحب قیروں میں تھے۔ میرزا موصوف کی ایک عجیب و غریب روایت مشہور ہے جو کتابوں میں بھی مسطور ہے۔ آپ نے اس خیال خام سے اس صاحبِ مصمت کی شادی کت خدائی نہ کی کہ کسی کو اپنا داماد بنانا ہامٹ نک ہے، سسر

کہلانے سے دل تنگ ہے۔ افسوس! یہ نہ کہجے کہ ہم بھی تو کسی کے داماد ہیں، جس کے سبب نہایت دل شاد ہیں۔

خیر، یہ تو عمر سے کی بات ہے۔ اس زمانہ میں وہ لوگ، جو محض بے علم اور جاہل مطلق تھے، دختر کٹھی کو چائز رکھتے تھے اور اسی مسئلے کے معتقد تھے مگر میں اس سے بہت بڑھ کر ایک اور فقرہ سنا تا ہوں اور اہل دنیا کی خود فرضی ظاہر کرتا ہوں:

روایتِ حیرت خیز، مہر تانگیز

ایک ہندو، صاحبِ عالی خاندان، فارسی و ناگری خواں، عالم و ناخبر ہر دلساں، یعنی فارسی و ہندی، اہل کہ اردو میں بھی صاحبِ دیوان^(۳۴) نے اپنے فرزندِ عزیز، سعادت مند و میرے کی شادی اس خیال سے نہیں کی کہ مہاراجا کا زن مرید ہو جائے تو ہماری معنی برباد جائے۔ سبحان اللہ! حلِ حلالہ! اس زمانہ میں بھی، باوجود کے کہ اس قدر علم کی روشنی نے جہالت کی تاریکی کو دور کر دیا ہے، پھر بھی ایسے ایسے خود ہیں، خود مطلبی، اس دارِ ناپائے دار میں جلوہ افروزیاں کرتے رہتے ہیں۔ آفرین ہے اُن کے وابستگان پر کہ وہ کس کس طرح تہلیلِ عارفانہ سے، دیدہ دانستہ ان ظلموں کو سمجھتے رہتے ہیں۔ الحاصل، ایسی لغویات سے خاندانِ غارت ہو جاتا ہے، بزرگوں کا نام و نشان مٹ جاتا ہے، کوئی نام لیو اور پانی دیوا نہیں رہتا۔ ہاں! یہ قصہ ضرور یادگار زمانہ رہتا ہے۔

خیر جی! ان جھگڑوں کو چھوڑ کر پارسا کا کلام یک فرجام سنو!:

تن صورتِ حباب بنا اور بگڑ گیا یہ قصرِ لا جواب بنا اور بگڑ گیا
چل نہیں ہے اہلِ ایام ایک چال اکثر یہ بد رکاب بنا اور بگڑ گیا

پنا باز

پنا باز کے نام سے صرف ایک شعر کی عنایت فرمانے سنایا تھا اور یہ ارشاد کیا تھا کہ یہ شلوہ بازارِ ندی ندر سے پہلے سہارن پور میں موجود تھی۔ اب اس کی حقیقت مفقود ہے مگر اس کا شعر لاحق اچھا ہے، مضمون نیا ہے۔ جو سکتا ہے، عشق عشق کرتا ہے، جو دل گدازی رکھتا ہے، اس تازہ مضمون پر

فحش کرتا ہے:

گرتیاں جالی کی پھینیں ہیں جواہانِ حبیبیں فحش کی فوج میں دیکھے یہ زور پوش نئے
 حبیبہ : اس کتاب کے لڑلے دفعہ چھپنے کے بعد رام پور کا تذکرہ اشعرا (۱۵۰) جو دیکھا گیا تو
 معلوم ہوا کہ یہ شعر عورت کا نہیں ہے، بل کہ مولوی وجیہ انراں خاں رحیق مخلص کا ہے۔

تاقرشت کی روئیف

تلی

تلی مخلص، مدہ جان نام، کرناں کی خانگی کا یہ مطلع بہار (۱۵۱) میں دیکھا ہے۔
 اے تلی! ترا دل چھین لیا ہے کس نے؟ ہاتھ سینہ پہ دھرے گور میں کیوں جاتی ہے

تصویر

تصویر: اس گل انعام کے کلام سے نغمۃ عندلیب (۱۵۲) یوں گرم ہوا ہے، یعنی صاحب
 گلستانِ بے خزاں کی، ہزار ہا تصویر یہ صدا ہے:

بہل ہوا کھانا، نہ مہا اس دلِ دلیر کو چھیڑا! کیا مزہ پائے گی ٹو فنیہ تصویر کو چھیڑا؟

محبت اب تلک رکھتی ہے یہ تاثیر بھٹوں کی کہ ہن لیلی نہیں کہیں تصویر بھٹوں کی
 حبیبہ : سخنِ ورنہ معنی دس کو نکاہر ہو کہ کتاب مذکورہ بالا حکیم میر تقی میر صاحب ہاتھ اکبر آبادی
 نے بہ جواب تذکرہ گلشنِ بے خزاں، چھپوائی ہے جس کا مختصر جواب الجواب مستجاب ارمغان (۱۷۳۹۳)
 [مطابق ۱۸۷۳ء] بن چاہے شعراے دہلی، میرے ایک دوست نے چھپوا کے حکیم صاحب کی
 خدمت میں ارسال فرمایا مگر اکبر آباد سے صدائے برخواست کا معاملہ پیش آیا، چنانچہ اس ارمغان
 کی تاریخ طبع یہ ہے :

و جی کا ہے کلام ز بس طرف بے نظیر ظاہر یہ ہے بن آئے گا باطن کو کیا جواب
 باذوق داب طبع کی رو سے نکھو میاں! ”ہے یہ جواب گلشن بے خار کا جواب“ (۱۵۳)

[(-) ۱۵۸۸ (=) ۱۲۹۲]

ہاں اغرض اس تحریر سے اور مطلب اس تقریر سے یہ ہے کہ شاید یہ شاعرہ حضرت باطنی صاحب سے تھیں ظاہری و باطنی حاصل کرتی ہوگی جو آپ نے اُس کی سکونت وغیرہ کا بھی پتہ نہ لکھا، بقول حکیم مومن خاں صاحب مرحوم:

قہر رعب ہم کلائی ہے، میں گزرا داو سے باز پُرس اُس سے مگر کچھ داو و محشر! نہ ہوا
 پس، اس کلام پر استغنا کی ہے، اس عالم تصویر کی کوئی نکائی نہیں دی:
 شکل حال اس کی یہ ہنگام نظارہ پر وہ پوش، مصو طبع صلحہ خیال پر حسرت سے ہم روش۔ (۱۵۴)

چامٹھلہ ہندی کی روئیف

مضمون

مضمون کسی مجہول الاسم ولسکن کا شعر ہے جو اس شخص کا صداق ہے :
 مضمون باز کہے تھا یہ کل مضمون سے کہ مان میرا کہا، آ! اتر کے ڈولی سے

چامٹھلہ کی روئیف

شہ

شری شخص، بنزی بگم نام، زہد میرزا علی خاں مرحوم و حفید غوار شاہ دہلی، کا ہے جو نذر کے

بعد کسی اپنے عزیز کے پاس آ کرہ چلی گئی۔ بحالت بیہوشی شاعری سے بھی تاب ہو گئی۔ نیک بختوں کا ایسا ہی شیوہ ہوتا ہے۔ روز جزا ایسی ہی باتوں میں سنا ہلا رہتا ہے :

بتا دیں ہم تمہارے کا کل شب گوں کو کیا کبھے؟
بے بختی ہم اپنی یا اسے کالی بلا کبھے
چدھر دیکھا، اٹھا کر نیم دھسل کر دیا اس کو
تری مڑگاں کو ہم سو فار پہکان قضا کبھے (۱۵۵)

تھا

تھا، ہاشدہ آ کرہ کا یہ شعر نظر آتا ہے، وہی نذر عثمان باصفاء ہے:
زہدا! تو بہ کی جلدی کیا ہے (۱۵۶) یہ بھی کر لیں گے جو فرصت ہو گی

جیم تازی کی روئیف

جان

جان تحفص، صاحب جان نام، فرخ آبادی مال بازاری، کا ہے جو دہلی میں بھی آئی تھی۔
موتف گلدستہ نازنہاں کے کسی دوست کی دوست رہی تھی۔ اسی سے شعر کی اصلاح لی، پھر نہیں
معلوم کہ نغمۂ عندلیب والا یہ راگ بے گل اور دور از قانون کہاں سے گاتا ہے، اپنی کتاب کے
مشتاقوں کو سنا تا ہے کہ ”یہ جان صاحب فیض آبادی ہے۔“ شاید اس شخص کو انفرادی میں آزادی
ہے۔ بہر کیف، اس شاعرہ کی طرز تحریر یہ ہے:

جان جاتی ہے، دل ترستا ہے جلد آ جاؤا منہ برستا ہے
حال جاں بازی کا میں کس سے کہوں جس سے کہتی ہوں وہ ہی ہستا ہے
جان و دل بیچے ہیں ہم اپنا ایک بوسے پہ لے لیا سستا ہے

جانی

جانی تخلص، بیگم جان نام، نواب قمر الدین خاں صاحب مرحوم کی دختر ایک اختر کا تھا جو بیگمات آؤدھ میں بیو بیگم کے خطاب سے سرفراز تھی اور سب سے ممتاز تھی۔ مشہور ہے کہ بہ حالت بیماری آپ کی عیادت کو ہم دم ہی خوب سرا آیا، آپ نے یہ شعر سنایا:

کیا پوچھتا ہے ہم دم! اس جسم ناتواں کی؟ رگ رگ میں عیش غم ہے، کیسے کہاں کہاں کی؟

بہار میں ان کی نسبت ایک لطیف لکھا ہے جس میں یہ شعر درج ہے۔ (حمید: تیسری دفعہ کی بھی ہوئی بہار میں یہ چٹکے نہیں رہا):

نہیں پتیاں پہ جو ہر ہے یہ نامہ حیر پر لکھا اشارہ قتل کا میرے یہ کس تفسیر پر لکھا؟

مگر دراصل یہ شعر سونا کا ہے۔ اسی سبب سے میں نے وہ چٹکے نہیں لکھا:

بیاں میں کس سے کروں جا کے اب گلہ دل کا یہ دل کا دل ہی میں ہوئے گا فیصلہ دل کا

دل جس سے لگایا، وہ ہوا دھمن چلتی کچھ دل کا لگانا ہی ہمیں راس نہ آیا

نہیں تانکے مرے دلم جگر پر یہ اس کا خندہ دعاں فنا ہے

نہیں فٹنی کسی عنوان سر سے وہ غم بھی کوئی کالی بلا ہے

دہاں پر تیرے تھا ہم کو تو ہم یہ ہم کو آج ہی غلہ لکھا ہے

جعفری

جعفری تخلص، عارف کامل بیگم نام، شاگرد شاہ نصیر دہلوی مرحوم کی تھی، جو اکبر شاہ ثانی کے عہد دولت میں اس طرح خن سرا تھی:

ساقیا نچ کو ترا ساغر پلانا یاد ہے (۱۵۷) کھڑے آتش فشاں سے دل چمکا تا یاد ہے

تصور اس صنم کا دل میں لائے جس کا پی چاہے ہماری بات سن کر آزمائے جس کا پی چاہے

محبت کے نکل میں عاشق جاں باز رہتا ہے نہیں خال کا گھر اس میں جو آئے جس کا جی چاہے
 کہا منصور نے سونی پہ چڑھ کر عشق بازوں سے ”یہ اس کے ہام کا زینہ ہے آئے جس کا جی چاہے“
 غرور حسن پر ہم سے وہ ناخجھ کرتا ہے یہ نوریت چند روزہ ہے، بجائے جس کا جی چاہے

جمعیت

جمعیت تخلص اور نام ہے ایک عیسائی عورت کا۔ جس کی والدہ یا نانی ہندوستانی اور باپ انگریز تھا۔ میجر آرجنٹن صاحب بہادر سے اس کی شادی ہوئی۔ پس، ہر طرح کے غم دائم سے اس کو آزادی ہوئی۔ اس کی بیٹیاں بھی صاحبان عالی شان سے منسوب ہیں۔ ان میں صاحب کے اشعار آگرہ کے گوتوں کو مرغوب ہیں۔ سنا ہے کہ علم موسیقی میں بھی اس کو کمال ہے۔ آگرہ میں بالفضل یہ صاحب اقبال ہے۔ انگریزی داں، فارسی خواں، برج بھاکھا میں ہولیاں، داورے، وغیرہ بتاتی ہے، زبان اردو میں یوں اشعار سناتی ہے:

روٹھا ہے ہمارا جو وہ دل برکئی دن سے اس واسطے رہتی ہوں میں غمگینی دن سے
 مقوم کی خوبی ہے یہ قسمت کا ہے احساں رہتا ہے خفا مجھ سے جو دل برکئی دن سے

خدا کے زور و جانتا دعاست مجھ کو بھاری ہے کوئی نیکی نہ بن آئی اسی کی شرم ساری ہے

جینا

جینا تخلص، جینا نیکم نام، ہندو مرزا پار، محل خاص میرزا جہاں دار شاہ شاگرد میرزا رفیع السنودا۔ دہلی کی خوش گپ تھی۔ اچھے شعر کہتی تھی:

یا الہی! یہ کس سے کام پڑا دل تڑپتا ہے صبح و شام پڑا

روشنے کا عہد بہانہ تھا مدعا، تم کو یاں نہ آتا تھا

یہ کس کی آتشِ غم نے جگر جلایا ہے؟ کہ نالک مرے شعلے نے سر اٹھایا ہے

ڈبڈبائی آنکھ، آنسو تھم رہے کالے زرخس میں جوں شبنم رہے

آیا نہ کبھی خواب میں بھی وصلِ مینر کیا چاہے کس صاحبِ بد آنکھ لگی تھی

نہ دل کو صبر نہ جی کو قرار رہتا ہے تمہارے آنے کا بیت انتظار رہتا ہے

جیم جی کی روئیف

چند

چند اونکی کا حال یوں تحریر ہے، اردو زبان میں سب سے پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ کے بیان میں یہ تقریر ہے:

(کیا خدا کی قدرت ہے، یہ بھی ایک بیانِ قدرت ہے، جاے ہجرت ہے، دلی والوں کے واسطے مقامِ غیرت ہے۔ اس بات کو سب جانتے ہیں، اونا سے اعلیٰ تک مانتے ہیں کہ زبانِ ریختہ اردو خاص دلی والوں کی میراث ہے۔^(۱۳۸) یہ مقولہ زبانِ زوہام و عام ہے، کیوں کہ اس زبان کا شیع و خراج اردو بازار، واقع شہر شاہ جہاں آباد ہے، جس کی بولی سے ہر ایک کا دل شاد ہے۔ لہذا جو کہ اس شہر کی تعمیر سے پہلے بھی کسی قدر الفاظِ ترکی، عربی، فارسی اور ہندی کے لمبے چلے ہوئے جاتے تھے مگر وہ بھی شاہانِ اسلام کے لشکرِ علیٰ الخصوص دار الخلافہ میں، جو اکثر اسی شہر کراست بحر کے قرب و جوار میں رہا ہے۔ مثلاً مثلاً کلکڑی، تھلقل آباد، وغیرہ۔ پس، ہندو نے اپنے تذکرہ شعراے دکنی مستجاب کلمہ ستہ نادر الافکار میں جس میں تذکرے کے علاوہ تو اربعہ علوم مختلفہ جملہ شعرا کا بیان بھی صاف صاف اردو ہی میں مع اشلہ ورج کیا ہے، بہ خوبی ثابت کر دیا ہے کہ اشعارِ اردو کی اکثر صنف کا مسودہ امیر خسرو دہلوی ہے، پر وہ اس زبان کا صاحبِ دیوان نہیں ہے، بل کہ اس بیت کا پہلا معمار دلی دکنی،

عالم گیر بادشاہ کے وقت میں پیدا ہوا ہے (۱۵۹)۔ اسی طرح تذکرۃ حکیم قاسم سے ثابت ہوا کہ عورتوں میں بھی سب سے پہلے اسی عورت نے اردو زبان کا دیوان فراہم کیا۔

اگرچہ اس سے پہلے بعض بعض نے شعر گوئی پر مہارت کی، لفظ، صاحب دیوان نہ ہوئی۔ مزید برآں یہ کہ دکنی معروف و مشہور موجد شعر اردو (۱۶۰)، عالم گیر اول کے زمانے میں موجود تھا تو چنداڑی دکنی نے بھی عالم گیر ثانی کے عہد میں یہ فخر پایا کہ عورت میں سب سے پہلے صاحب دیوان کہلائی، یعنی اس فن میں، جس کا چچا عالم گیر ہوا، وہ عالم گیری کے زمانے میں پیدا ہوا۔

لطیفہ: کیا اللہ جل شانہ کی شان بے پایاں اس بیان میں جلوہ کناس ہے کہ اس خالق مطلق نے جس قدر فرق مرد اور عورت کی خلقت میں رکھا ہے، اس کا جلوہ یہاں بھی دکھایا ہے۔ دکنی، جو مرد تھا، اس شاہنشاہ کے عہد سلطنت میں پیدا ہوا جو درحقیقت عالم گیر تھا، اور چنداڑی، جو عورت تھی، اس وقت میں ظاہر فرمایا کہ جو زمانہ برائے نام عالم گیری کہلاتا تھا۔ غرض یہ کہ اس موقع پر بھی تذکرہ مونس کا تفاوت قائم رکھا۔

حکیم صاحب کا فرمودہ ہے کہ یہ رقاعہ خوش اندام، مہلقا نام، حیدر آبادی، عورت بازاری تھی اور بڑی مال دار گنتی جاتی تھی۔ قریب پان سو آدمی کے سپاہی وغیرہ اس کے نوکر تھے، اکثر شاعر اس کے شاعر تھے، اور کیوں نہ ہوتے کہ جو اس کی مدح طرازی کرتا، صلہ معقول سے اپنی مراد کا دامن بھرتا۔ اس کو روز دس اور پہلوانی کا بھی نہایت شوق تھا، گھوڑے کی سواری کا کمال ذوق تھا۔ سوار ہو کر اس قدر آسن بجاتی تھی کہ جولان گاہ میں اچھے اچھے چابک سواروں کا قافیہ تنگ کرتی تھی، شہ سواروں کا بلیہ آدھیرتی تھی، تیر اندازی کے میدان میں اپنا ہم ردیف نہ رکھتی تھی۔ الحاصل، یہ شاعرہ جامع کمالات ظاہری تھی، چشمہ قیہ صائب باہری تھی۔ شیر محمد خاں مختص بہ ایمان کی شاگردی سے صاحب دیوان ہو گئی، گویا دکنی کے ہم عنوان ہو گئی۔ تحت مفاد کلام۔

بیچ خداں نے اس کے استاد کے نام سے بتا لگایا ہے کہ یہ شاعرہ ارسلو جاہ صوبہ دار صوبہ دکن کے وقت میں موجود تھی اور وہ عالم گیر ثانی کا زمانہ تھا۔

طبقات الشعراء (۱۶۱) سے دریافت ہوا کہ سنہ ۹۹۷ھ میں اس یکساں زمانہ نے اپنا دیوان

کسی بھرے گاہ میں، ایک صاحب ذی شان، عالی خاندان انگریز بہادر کوغز رویا تھا جو سرکار کبھی بہادر کے کتب خانہ موجود شہر لندن میں رکھا گیا (۱۲۳) مگر افسوس! کہ اُس کے کلام سے صرف یہی ایک شعر اکٹڑتہ کروں میں دیکھا گیا، اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اختصارِ تنہاں سے ظاہر ہوا کہ چند اُس کا نام اور مدِّ اُتھا خُلفس تھا۔ اُس کی وفات کے بعد کئی من سونا چاندی اور بہت سا جواہر، اس کی نوچیوں نے باہم تقسیم کیا بلکہ یہ عورت قاری کے شعر بھی کہتی تھی (۱۲۳)۔

اخلاق سے تو اپنے واقف جہاں ہے گا پر آپ کو غلط کچھ آپ تک گمان ہے گا

چھوٹے صاحب (۱۲۴)

چھوٹے صاحب نامی کوئی لکھنؤ کی شہر بازار، دربارِ لکھنؤ کی نوکر کا مطلع لاحق ایک مہربان کی بیاض سے نقل کیا گیا:

یار میرے ہاتھ آیا اس قدر چالاک ہے جس کی چالاک کے آگے برق بھی غم ناک ہے

حاصلی کی ردیف

حاتم

حاتم خُلفس کسی پردہ نشیں، جملہ مصمت، دہلوی کا ہے جس کے دو شعر ہاتھ آئے:

مجھ کو کدورتوں سے طلاء کے خاک میں کہم دیجیے جو آپ کے دل میں غبار ہو
دشن کا لکھو تم نہیں سنتے، نہیں سہی میرا ہی غم سنو! نہ اگر ناگوار ہو

حبیب

حبیب خُلفس کسی پردہ نشیں، خواندہ، پاک دامنہ مرحومہ دہلوی کا ہے جس نے ندر سے پہلے

اپنے بچا مقیم تھمہ کو یہ شعر موزوں فرما کے لکھا تھا:

رکھیں ہم نے ہار یک نہٹ کر بیویاں بچا آ کے تاجما سے پٹ کر بیویاں!

حجاب

حجاب تحفص، بی بی جان نام، سکھ باپوڑ (۱۸۵) ضلع میرٹھ، مقیم بنارس کا صرف ایک شعر
ہاتھ آ یا، اور کچھ احوال نہ نکلا:

نکلے نہ کیوں کر بھلا منہ سے سدا واہ وا! نام خدائے صنم! تیری ادوا، واہ وا!

حجاب

حجاب، یہ دوسری شاعرہ اسی تحفص کی ہے جس کا نام عسکری بیگم ہے۔ یہ عطف تاجہ، سلا محمد
زمان اصلہانی کی پوتی، محمد علی خاں مسیحا کی شاگردہ، لکھنؤ کی ساکنہ ہے۔ کبھی اپنے مکان فیض نشان پر
یوم مشاعرہ آ راستہ فرماتی تھی، اب کسی کے معتقد کالج میں ہے مگر ہنوز مشقِ سخن جاری ہے، چناں چہ
حال کے مشاعرے میں اس کی غزل پڑھی گئی جو لکھنؤ سے بھبھ کر شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک شعر مجھے
یاد آ گیا ہے، وہ ہی اس جگہ لکھا گیا:

رات کو آئیں گے ہم صاف متنا یہ ہے وعدہ وصل کیا اس نے دکھا کر گیسو

حجاب

حجاب، یہ تیسری شاعرہ پردہ پاک دامنی میں مجوب، اپنے میاں کی محبوب ہے۔ یہ عورت
دراصل کشمیرن ہے مگر بمبئی میں کسی محلے مانس کے گھر خیمڈان ہے۔ فارسی زبان کے شعر بھی کہتی ہے۔
اُردو میں یوں بولتی ہے:

کیا جانے بھلا لذت دیدار کو اپنی جب تک کوئی ہادیۂ خوں ہار نہ ہو سے

حجاب

حجاب، یہ چوتھی نقاب پوش ہے جو بہ غایت لڑی ہوش ہے۔ عالمِ خلص، نواب بادشاہ محل صاحب، منکوتہ و امجد علی شاہ صاحب اختر کا دیوان جو نظر سے گذرا تو اس میں ایک قصہ اس کے نام کا بھی دکھائی دیا جس کا مقطع یہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعصین کا لڑھک بھی اچھا ہے:

کہیں کیا ہے حجاب آفرید کیا آنکھ سے ہم نے کیا طوقاں بپا عمر سر رکھ چشم بزم نے
اڑا دی نیند اس کی جب فراق یار کے غم نے گذری رات ساری تارے ہی گن گن کے عالم نے
ہوا شب کو جو دھوکا اپنے اختر کا ستاروں میں

حجاب

حجابِ خلص، نواب بیگم نام، عرف چھوٹی بیگم، دھتر داروہ اعظم علی خاں فرزند نواب معتد الدولہ بہادر برادر شاہ خاں الدین حیدر بادشاہ آودہ۔ سنہ ۱۲۵۹ ہجری [مطابق ۱۸۷۸ء] میں پیدا ہوئی۔ اس کا دیوان چھپ گیا ہے۔ یہ شعر ایک مہربان کی تحریر سے لکھا جاتا ہے اور میرا قیاس چاہتا ہے کہ حجاب مذکورہ بالا شاید بھی ہو۔ اسی سبب سے میں نے اس کو پانچویں حجاب نہیں قرار دیا۔

[بے شک یہ مقولہ درست ہے۔ اس کا دیوان، مطبوعہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری [مطابق ۱۸۷۳ء]، جو اس کی عین حیات چھپا تھا (اس میں آٹھ غزلوں کے مختلف اوزان سالم و ضربیف مستعمل ہیں، ایک سو پانچ (۱۰۵) غزلیں، تین قطعے، تین رباعی، چار قصے مع قصہ مذکورہ، ایک ترجیع بند، ایک تاریخ دیوان کہ جس کا "تغریب عاشق" ۱۲۸۹ھ - [مطابق ۱۸۷۲ء] نام تاریخی ہے، دوسری تاریخ اپنے پیدا ہونے کی لکھی ہے)، بندے کی نظر سے گزرا۔ نہایت عمدہ، قابل دید ہے۔] (۱۲۶)

بن کے تصویر، حجاب! اس کو سراپا دیکھو منہ سے بولونہ کچھ آنکھوں سے نہاں نہکھو!

حسن

حسنِ خلص، وزیر جان نام، بدست گوہر جان، ساکن پانچا ناہ واقع کھنڈ کی ایک غزل پہ سبیلی

واک ایک عنایت فرما کی معرفت آئی اور بچہ درج ہوئی۔ اس کے اودا حوال سے بندہ بے خبر ہے:

اے زلیخا! تاز خج کو حسن یوسف پر ہوا
دیکھ دل پر کو مرے جو طفس خطیر ہوا
پوستہ آہرہ اگر مانگ، خفا دل پر ہوا
شکل ماو تو خنیدہ وہ مہ انور ہوا
پہلے وہ چشم عنایت اب یہ آنکھیں کیوں حضور
وہ ستم کیوں کر ہے جو لطف کا خوگر ہوا
تلا سوزاں جو کھینچے رو کے میں نے بھر میں
رشتہ سے بجلی بجلی، شرمندہ ہر تر ہوا
وہ مریض غم ہوں میں جس کو دوا آئی نہ داس
سر پہ جب صندل لگایا اور درد سر ہوا
جب کہا میں نے مجھے عشق دلی ہے آپ سے
نہس کے فرمایا کہ "ہاں، سچ ہے! مجھے پادور ہوا"
وصل کی شب بھی نہ باز آیا شرارت سے وہ شوش
مسکرا کر پھیر لی کروٹ ستم ہم پر ہوا
خلد میں تو نے گاہے شہرہ وہ حوروں سے مرے
حسن! دنیا میں جو مسکرا پادور کوثر ہوا

حشمت

حشمت مخلفس، مہر جان نام، شاکرہ سید احمد معروف پہ چھوٹے صاحب مخلفس بہت ت۔
مقیم پہاڑ گنج حضل دہلی، اس طرح جنم سرا ہے:

منہ کہیں پھرتا ہے، اے قاتل! تری گوار کا
خون بہ جائے نہ جب تک بے گنہ دو چار کا

حور

حور، اس مخلفس کی دو حوروں کا کلام ہاتھ آیا ہے، گویا اس کتاب میں حورین نے جلوہ ظہور فرمایا ہے۔
ازاں جملہ ایک ہستی بیگم ہادی دلی میں کوئی ناگہی ہستی ہے جو رنجی میں معاملہ بندی کا دھنگ
اس خوبی سے برتی ہے:

باغ میں جاؤ گے کب؟ کیوں جی جہاں گیر اکو! تم نے نصیرائی ہے جو مجھ سے دو تذہیر کوا
اپنے خواہندوں کو ان سب نے کیا دیوانہ نہ مجھے شیریں، نہ لیلیٰ، نہ ملا گیر کوا

خو

خو، یہ خو ثانی، مٹا جاں نامی، شاگرد محمد رضا المخلص بہ طور، ہزار کھنڈ کی کوئی شیریں ادا ہے، اس کا کلام بھی ہامزہ ہے:

جو پہا پاؤں میں سونے کا توڑا مے پری اٹھنے مسلسل پائے دیوانہ ہوا زنجیر آہن سے
بدی کی جس نے ہم سے ہم نے اس کے ساتھ نیکی کی ہماری خو ہے یہ ہم دوستی کرتے ہیں دشمن سے

حیا

حیا تخلص اور حیات النساء بیگم نام، معروف بہ بھورا بیگم، بنت شاہ عالم ثانی، شاگرد شاہ نصیر صاحب مرحوم کی، شاعرہ، بے نظیر، دہلوی تھی۔ خدو سے پہلے بہ حالت ناکت خدائی کبریتی میں اس پاک دامنہ نے سطر آفرین اختیار کیا۔ اس پارسا کا صرف ایک ہی شعر ملا:

نہ کیوں حیرت ہو یا رب اوہ زمانہ آ گیا ناقص حیا و صوفیے نہیں ملتی برائے نام سو سو کوس

حیا

حیا، یہ وہ صاحب حیا ہے جو پارسا مسطورہ ردیف پے کی چھوٹی بہن ہے۔
تصنیف: اب بہار آرا کی بہار دیکھیے، نئے تذکرہ نویس کی گل کاریوں کا گلزار دیکھیے۔
پہلے تو حضرت سلامت اس کو صاحب دیوان کہے اور دیوان مطلوبہ شعروں سے دو صفحے کے قریب سیاہ کیے، پھر ترمیم کے وقت اس کی خوب سی ترمیم کی۔ خدو کلام رکھا، انداس کو صاحب دیوان لکھا، اعل کہ صرف یہ چنانچہ شعر اس کے نام پر رہنے دیے، باقی سب اڑا دیے:

زنجیے گا بھی بھولے سے بھی قصہ محبت کا اڑا دیتی ہے خند، اٹلا اثر ہے اس کہانی کا

آج سینا و ستم پیشہ نے کیا گل سکرے دودلے جا کے چمن سے پرتل گل سکرے

دل صاف چڑیا مرا کیا حیرتی نگہ نے اس بات پہ شاہد تری دزدیدہ نظر ہے

ہن مکنی کان کی ہالی خلک اُن کی بھلی گری خُسن غضب، روئے غضب ناک میں ہے
دل میں اک بوند تو رہنے دے لہو کی میرے (۱۶۹) جہمِ غول بار اترے ہاتھ سے دم ناک میں ہے

عرض بے غرض یہ ہے کہ شاید پہلی دفعہ حضرت کو حیا کا دیوان ناقص ہاتھ آ گیا ہو گا جو ازل
آخر سے کم ہو گا۔ پس، اُس میں صاحبِ دیوان کا نام کہاں سے ملے۔ حضور نے اُس کو حیاتِ المسا کا
کلام خیال فرمایا مگر درحقیقت وہ دیوان میرزا رحیم الدین صاحبِ حیا خلیفہ میرزا کریم الدین صاحب
شہزادۃ والا تارکا ہے، چنانچہ اشعار مندرجہ ذیل مرقومہ بہار، ازل — تذکرۃ گلستانِ
سخن ہی میں دیکھ لو اور کچھ لو کہ کس کا کلام قابلِ اعتبار ہے:

روتا کہاں ہوا مجھے دل کھول کر نصیب دو آنسوؤں میں نوح کا طوقان آ گیا (۱۷۰)

یہ باتواں ہوں کہ آیا نظر نہ موت کو میں قضا پھری مرے بستر کے گرد ساری رات
جگر وہ کیا کہ نہ ہو چاک دن میں سو سوار وہ دل ہی کیا، نہ ہے جس کو بے قراری رات

اُلٹی چھری سے ایک تو کاٹا گلا مرا تڑپا جو میں تو اور وہ اُلٹے خفا ہوئے
تو بہ دھری رہی جو وہ آ بیٹھے اے حیا ہے کس کو اعتبار کہ ٹم پارسا ہوئے

الحاصل، بہارستانِ نازِ بلا ترسیم و ترسیم شدہ اور گلستانِ سخن اور حیا موصوف کا دیوان،
چاروں کتابیں رو برو ہوں تو اس بیان کی تصدیق ہو۔ مجھے کسی سے تعرض نہیں ہے، صرف اٹھا نا
سامعہ غراشی (۱۷۱) کی ہے۔

صحیب: تیسری دفعہ جو بہار چھپی ہے تو پہلی بہار کا پہلا شعر اس شاعرہ کے نام پر پھر لکھ دیا
ہے۔ وہ بوند!

ہے موتیں کے ہار میں پڑو نکار کا آبِ غمر میں عکس نہاتا ہے یار کا
اگر حضور پوری غزل ہے، مستحضرۃ دفعۃً ازل درج فرماتے تو کیا کوئی مانع تھا؟ (۱۷۲) واللہ علم اس
خاص مطلع کے لکھنے کا کیا سبب ہوا ہے۔

حیدری

حیدری مختص، حیدری خانم نام، زوجہ بشارت اللہ خاں، خواہش شام دہلی۔ غدر سے پہلے ستر برس کی عمر میں عالم جاودانی کو سدا جاری، یہ ہے اس کی یادگاری:

حیدری نام ہے ترا کیا خوب! جو کہ تجھ سے پھرا وہ حیدر سے

خاتجہ کی روایف

خاکساری

خاکساری، سنا ہے کہ کوئی پردہ نشین سراوق مصمت، وئی میں کشمیری دروازے کے قریب رہتی ہے، اپنے نام کو اپنے جمال کی طرح حجابِ مصلحت ہی میں پنہاں رکھتی ہے۔ صرف ایک یہی شعر اُس کا ملا ہے:

لکھا نصیب کا کوئی مٹا نہیں سکتا کسی کے درد کو ہم دم مٹا نہیں سکتا

خفلی

خفلی مختص، بادشاہِ حکیم ہند چھوٹی بیگم کا ہے جن کا ڈیرا وئی میں یوسف والیوں کے نام سے مشہور ہے۔ سنا ہے کہ یہ شاعرہ محمد یوسف سادہ کار کشمیری کی نواسی ہے اور بلاک صاحب بہادر سے پیدا ہوئی ہے۔ چھٹا مادری کو چھوڑ کر کسی انگریز ہی سے منسوب ہے مگر صاحب بہادر کو نامرغوب ہے۔ زبانِ انگریزی سے بہرہ ور، فارسی خوانی و خوش خطی میں صاحبِ مکر ہے۔ میں نے اُس کے ہاتھ کی تحریر، خطِ انگریزی و فارسی، جلی قلم کی، دیکھی ہے۔ سبحان اللہ! کیا خوب لکھتی ہے۔ خاص خاص مردوں کو اصلاح بھی دیتی ہے۔ بالکل یہ شاعرہ یہاں موجود نہیں ہے۔ مجبوراً اس کا کلام ہمدانی سے نقل کرتا ہوں:

خود شوقِ اسیری سے پھنسے دام میں سینا دا شرمندہ ترے ایک بھی دانے کے نہیں ہم

جن سے ہم آشنائی کرتے ہیں ہم سے وہ بے وفائی کرتے ہیں
اے غفل! اپنے اٹک بے تاثیر مفت میں بک ہنسی کرتے ہیں

خورشید

خورشیدِ نای کوئی سیدِ زادی و بلوی، عصمت پناہ، علومِ ضروری سے آگاہ، تاکہ خدا، مرشدِ
خوانی میں یکا ہے، جس کا صرف ایک شعر سنا گیا۔ اے، مجھے اس میں بھی کلام ہے کہ یہ اُسی کا کلام
ہے۔ وہ بولدا:

اے جذبہ دل! کیوں کہ اجازت دوں میں شج کو ہے سخت کششِ حیری، وہ ایسا نہ ہو ڈر جائے

دال مہل کی روئیف

دلیر

دلیر شخص، چھوٹی بیگم نام، اکبر آبادی یا حیدر آبادی کوئی رطبی تھی جس کی تحریر تذکرہ
نویسوں نے اس انداز کی لکھ رکھی ہے۔ اے، اور کچھ حقیقت نہیں کہلی:

ہر روز جو تم روئے کے تہدی ہو بدلتے بے جا تو ہمیں ناز اُٹھاتا نہیں آتا

قسمت میں ہماری نہ ہوا، اے، صدِ افسوس! اک روز لپٹ کر شبِ مہتاب میں سوتا

جو اک دن آپ پھر تشریف لائیں رقیبوں کے گلے تم سے کہوں سب

دل ہمیں دو چار دن گر اپنا دو تم مستعار اس کو کھلائیں وفاقِ یکی کہ ہووے بے قرار

ہے چوکت آپ کی اور سر ہمارا قیامت تک یہیں ٹکرائیں گے ہم

اپنے آنے کی جو سناٹے ہو شقی تاجق یہ تم جتاتے ہو
اس پہ قسمیں جو تم یہ کھاتے ہو مڈعا یہ کہ دل لہجاتے ہو (۳۳)
لفظِ رخصت زباں پہ لاتے ہو جان کو میری تم گلو جاتے ہو
رات کو گاہ گاہ آتے ہو اپنے کشتے کو آ جلاتے ہو
دلبر مجھے اس واسطے لکھتی ہے یہ سب غلط تاج کوٹو دل بری سمجھ کر بھی آئے

دلہن

دلہنِ حقیقہ، دلہنِ بیگم نام، مشہور بہ نواب بہو، صوبہ نواب انتظام الدولہ، زوجہ نواب
آصف الدولہ بہادر مرحوم والی آؤدھ، کا ہے جو سر لہاسن کی تپائی کے وقت فیض آباد میں مدفنِ افروز
تھیں، پارسیا سیرت، مرادانہ طبیعت رکھتی تھیں۔ یہ شعر اس شاعرہ کے مشہور ہیں، مژدگروں میں مسطور ہیں:
یہاں میں کس سے کروں جا کے اب گلہ دل کا
یہ دل کا دل ہی میں ہووے گا فیصلہ دل کا
بہا ہے مٹھوٹ کے آنکھوں سے آبلہ دل کا
خری کی راہ سے جاتا ہے قافلہ دل کا
جہاں کے باغ میں ہم بھی بہار رکھتے ہیں مثال لالہ کے دل داغ دار رکھتے ہیں
ایسے کم طرف نہیں ہیں جو نہکے جائیں** گل کی مانند جدھر جائیں مہکتے جائیں
مست کرو لکر عمارت کی کوئی زیرِ فلک خانہ دل جو گرا ہو، اُسے تعمیر کرو!
دن کٹا فریاد سے اور رات زاری سے کئی عمر کٹنے کو کئی پر کیا ہی خواری سے کئی
دیکھ دیا کو مرے دل پہ یہ لہر آتی ہے کشتی عمر یہ انہوں! بھی جاتی ہے
** چوتھے دو پنجویں شعر جوابیہ ہیں، یعنی نواب آصف الدولہ بہادر کے ان شعروں کے جواب ہیں، (۳۴)

ساقیا! اے سے چھاوے کہ بھگتے جاویں برق کی طرح جدھر جاویں بھگتے جاویں

جہاں میں جہاں تک جگہ پائی عمارت بناتے چلے جائے (۱۷۵)

وال مشغلہ ہندی کی روایات

ڈھب

ڈھب تحفہ، نمبر اس نام، نازک بدن، خوش اندام، خوب صورت، ٹیک سیرت، ٹیکو افعال، مسترد افکار، برس کا حسن وصال، بقول حسن۔ مصرع: جوانی کی راتیں فراوانوں کے دن
نقد حسن میں سرشار مگر بنو لہذا بندہ دنیوی سے مجبور و پرکنا کوئی ہندی پر وہ نہیں ہوں شکر حسن
سنی گئی ہے۔ گو حرف آشنا نہیں مگر ہم سایہ کے موزوں طہوں کے فیض سے ایسی ہو گئی ہے کہ معاملہ
ہندی میں گاہ بول اٹھتی ہے۔

[کس قیامت کا حسن پایا تھا، آپ اللہ نے بنایا تھا۔ انہوں نے اکٹوبر سن ۱۹۰۴ء کو یہ دو شعرا،
ٹیک کردار اس دار تا پاکدار سے رخصت ہوئی۔ مجھے اس سے دلی پاک بہت تھی۔ یہ پاک دامن بھی بہ
نظر الفتح دیکھا کرتی تھی:]

مگر اس شوخ سے تھا میں سر رہا ہے گا ہے کرتا تھا وہ بھی تو کچھ مجھ پہ لگا ہے گا ہے
اس کی شان میں نہیں نے یہ شعر کہا تھا:

تھو کو ہے مانع حیا اور مجھ کو مانع نک ہے پر بند لئی حیری عالم! دل پہ میرے سنگ ہے
اب اس کی وفات حسرت سات پر یہ تاریخ تحریر کی ہے:

مگی مہراں جو اس دنیا سے یارو! پہ سوے دار عقیقی نامکھانی
ہوس کی رو سے نادر نے کہا ہوں "چراغ افس تھی وہ آں جہانی"

یہ کلام اُس کا اس تذکرہ میں برائے یادگار درج ہوا:

ذہبِ بن گیا تو آئیں گے، دل اپنا مت کڑھا
بے ذہب لگی ہے دل پہ محبت کی تیرے چٹ

ذال نقطہ دار کی ردیف

ذیل

ذیل مخلص کسی کثیر باتمیز کا تھا جو میرزا سلیمان شکوہ بہادر کی غلامی میں تھی۔ گو اُس کا نام نوہار تھا مگر مخلص کی علت سے اشعار فحش ریختی زبان کے کہتی تھی۔ دو شعر اُس کے تذکرہ لکھے جاتے ہیں:

میں فرشتے کی بھی سنتی نہیں، نا صبح کیا ہے
اپنے کروت پہ جس دم کہ میں آ جاتی ہوں

ختم سے اللہ رکھے اپنی لماں میں اُختم تو ہم سی پر یوں کو بھی دیوانہ بنا لیتے ہو

رابے نقطہ کی ردیف

راویہ

راویہ، دہلی میں سیتارام کے بازار کی طرف کوئی چھپی بچی اس مخلص سے اپنا رنگ چمکاتی ہے مگر اُس کے کلام میں شوخی کم پائی جاتی ہے۔ شاید اُس کو کوئی پر راؤ ستاؤ نہیں ملا جو اُس کا کلام پیکار بہ:

صحب: بعد اظہار رسالہ ہذا تحقیق ہوا کہ یہ شاعرہ دراصل شیخ زادی، کسی ڈاکٹر کی بیٹی ہے اور اس کا نام رابعہ ہے۔ اب اس کی عمر ۳۶ برس کی ہوئی۔ کسی بحیم صاحب کے عقد نکاح میں منعقد ہے۔ انگریزی ڈھنگ کا کشیدہ و وغیرہ خوب بتاتی ہے:

ہوتی نہ مہبت تو یہ آزار نہ ہوتا دل عشق کے صدموں سے خیردار نہ ہوتا

دے اپنی مہبت مجھے، اے بار خدایا! کر دُور دلی زار کا آزار خدایا!

اُٹھی! سب ملنے سے پاک کر کر مجھے لے جائیو جنت کے در پر

رعنائی

رعنائی تخلص، قدسیہ عظیم نام کا ہے :-

حقِ طرح وار آپ بھی لیکن وہ نہ سکتی تھی ابھی صورتِ بن
اس کا صرف ایک شعر ہاتھ آیا، اور کچھ حال نہ نکلا:

میں چانتی تھی آنکھ لگی، دل کو شکھ ہوا کم بہت کیسی آنکھ لگی، دُور دکھ ہوا

زا منقوطہ کی ردیف

ذہرہ

ذہرہ، اب تک اس تخلص کی پانچ سحریمانوں کا کلام جاودہ انضمام ہاتھ آیا ہے۔

ابراں جملہ ایک شاہِ دہلی کی گانگوں میں کوئی عورت نصیبِ ثانی تھی جس کو ذہرہ کا خطاب ملا۔ اس نے اسی کو تخلص مقرر کیا۔ قبل اذند یہ شاعر موجود تھی:

بوسہ دیں گے نہ وہ تجھے ذہرہ! منہ لگاتا ہے کون ساکل کو

دل کہے میں ہو تو کا ہے کو کوئی بے تاب ہو سافرِ خوں کس لیے یہ دیدہ پُر آب ہو

باغ ہو، آپ رواں ہو اور شپِ مدِ تاب ہو ساقیِ مدِ دل ہو، سے ہو، جلسہ احباب ہو

ڈہرہ

دوسری کوئی انبال کی محبوبہ بازاری ہے جو غدر کے بعد دہلی میں بھی آئی تھی۔ اُس کی غزل ایک شفیق نے بندے کو عطا کی ہے:

آؤ جی آؤ! خدا کے واسطے! رحم فرماؤ! خدا کے واسطے!
 زلفیں سلجھاؤ! خدا کے واسطے! جی نہ اُلجھاؤ! خدا کے واسطے!
 یہ تمھارا جاں نثار اب سر چلا دیکھتے جاؤ! خدا کے واسطے!
 جب گئے گمران کے تو کہنے لگے: ”جاؤ جی جاؤ! خدا کے واسطے!“
 جان جاتی ہے تمھارے اہر میں اب لپٹ جاؤ! خدا کے واسطے!
 غیر سے مل کر نہ چار آنکھیں کدو! کچھ تو شرماؤ! خدا کے واسطے!
 چال کڑائی کی اسے جاں! مت چلو! راہ پر آؤ! خدا کے واسطے!
 لو وہ آتے ہیں، کوئی کہتا نہیں: ”اب نہ گھبراؤ! خدا کے واسطے!“
 کیوں ہو ڈہرہ سے خفا، اسے ماہ زو؟ کچھ تو تلاؤ! خدا کے واسطے!

ڈہرہ

تیسری مٹی جان نامی کشمیر، مقیم کلکتہ، شہد بازاری، شاگرد مولوی عبدالغفور خاں صاحب
 نساخ صاحب تذکرۃ سخن شعراء، یوں محفل سروگرم کرتی تھی:
 کیا کسی سادش کا ڈہرہ اس کو بھی ہے انتظار دیدۂ عاشق کی صورت ہے جو بیدار آنکھ (۷۷)

ڈہرہ

چشمی مسند الطیبن طوائف، کرمال سے تھی جو شاگردۂ جناب مجدد سآب مولوی ظہور علی
 صاحب المتخلص پہ ظہور مغفور دہلوی کہ خلع سکول ریوازی کے مدرسِ اول قاری تھے (۷۸)، ہے۔
 غرض یہ کہ اس شاعرہ کا حال ایک مہربان، کرمال سے یوں ارقام فرماتے ہیں:

”زہرہ چخلص، لطیف جان نام، ماہ جمال، میر تھال۔ قاری مع قواعد جانتی تھی اور اردو کے فقرات و تکمیل و دل چسپ خوب لکھتی تھی۔ قاری ٹلفت گوہی بہت صاف، با محاورہ کرتی تھی۔ الحق، ہزار دو ہزار آدمی میں مستحق تھی۔ سنہ ۱۸۷۵ء میں اس تنگ ناے چار آخنسجی سے عالم جاو دانی کو روکرا ہوئی۔“ تمّت الکلام۔

تاریخ: میرے عنایت فرما سولوی ذوالفقار حسین صاحب قلمی دہلوی نے اس شاعرہ کی تاریخ و وفات میں سوزوں لکھائی ہے:

لطیفاً آں دن علامہ عصر	شنید ستم کہ مرد آں ماہ طانی
خن فہم و خن رخ و خن ور	بہ مغلطیاں نمودے مہربانی
لطیفہ گاہ بذلہ گاہ شعری	چناں ی داد داد زندگانی
دریغ! آں گل گل زار خوبی	دریغ! آں گل گل بارغ جوانی
بہ ”میزی کوہ“ مرگ او کشیدہ	اجل قلعش نمودہ زندگانی
ہزار الموس! بہ تنہائی او	ہزار الموس! بہ بے خانمانی
بہا مرزاد او را رحمت حق	مہاد او را عذاب آں جہانی
غنی! ی حسرت از چہ رخو سال	عما آمد ”دریغ از جوانی“

۱۳۳۳ھ

المختصر، اس کا خن، اس کی لیاقت کا گواہ ہے:

دو پڑ تو کیا تھے، ہوتے اگر دو ہزار پڑ
پردانہ کرتا طبع پہ سارے غار پڑ

وہ رقیبہ دوسرے بیٹھا ہے کیا دل پر کے پاس
ہے مگر مار سہ یاد! یہ گنج زر کے پاس
پاس مسک کے دھرا ہے کیسے در اس طرح
جس طرح دھرا ہوا ہے کوئی دھرا کے پاس

ایک غم ہرگز نہ لگے جب تنگ ہوئے نہ درد (۱۷۷)
ہے کسی کے غم میں تو آخر یہ کوہر بار طبع

نہ بزم میں کوئی دل سوز ہو اگر اپنا
جلے وہ بزم، لگے ایسی انجمن میں آگ

غضب ہے اطمین کیا آج اُس نے، اے ڈہرہ! گئے الٹی ادل و جان طعنہ زن میں آگ

ڈہرہ

پانچویں ڈہرہ تخلص کا امراء جان نام ہے، بی بھٹن جس کا عرف اور شہر لکھنؤ میں بہ بازار
چوک مقام ہے۔ میرزا آقا علی حس کی شاگرد خاص ہے، بل کہ ایک لکھنوی صاحب سے سنا ہے کہ جس
موصوف کو ڈہرہ کی والدہ سے ربط یا اختصاں ہے۔ اسی نظر سے انھوں نے ڈہرہ و مشتزی کو اس طرح
تعلیم دی ہے۔

امیر اللہ تسلیم کے دیوان کلیات میں ایک خط فارسی بنام ڈہرہ و مشتزی شائع ہوا ہے جس سے
ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں منہ پست اپنے ایسے شفیق استاد سے مخرب بھی ہو گئیں، چنانچہ وہ زندہ
بجانبہ نذر احباب ہے۔ اُس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ضرور جس کو ان کے گھر میں کسی سے لگاؤ ہے۔
واللہ اعلم بالصواب:

میر تسلیم پڑہرہ و مشتزی

عطار و رقم ڈہرہ و مشتزی	ہ اوج سخن نور و نور و نور و نور
ز مہر خداوند خود شید و ماہ	ہمانید بر اوج اقبال و جاہ
ز تسلیم آوارہ و خستہ تن	ہ سمع رضا بشنود ایں سخن
کہ ایک ز یار و فادار خویش	شنیدم کہ آں ہر دو فرخندہ کیش
ز آقا علی حس بر ہم شدہ	ہ نوے پریشان و پر غم شدہ
ز منزل کہ عیش و آرام خویش	ز ایوان فرخندہ فرجام خویش
ہ نامہائی بدوں کردہ اند (۱۸۰)	ز صحیفہ ستم خوں بدوں کردہ اند
ندم کدای خطائے بدفت	کز دہر سرش ایں جہائے بدفت
بظاہر بجز لطف و عیش عام	بدوست ہر نیکی مگر حرام
ہ تہذیب و اخلاق نام آورست	سخن داں سخن گو سخن پر درست

بہ علم بدیع و معانی، بیاں سہی بردہ از شاعرانِ جہاں
 ثما را بیا موش شعر و سخن خبر داد از خوب و ناخوب فن
 بجاں داد تعلیم عقل و تمیز بخدمت بسر بُرد عمر عزیز
 فراموش کردن حق استاد بود رویا سی بدارالعارف
 گرفتار کہ رہ سہ کار هست خداوند خود را گنہ گار هست
 غفورست پروردگار جہاں ثما را تعصب نمنہ چہاں
 گجے فکر باید بہ افعال خویش دے شرم باید ز اعمال خویش
 ہمہ وقت رقص و سرود و غنا ہمہ شب فسق و فجور و زنا (۱۸۱)
 بہا گفت خنجر نیک فال بہ قرآن کیا کرد ایزد حلال؟ (۱۸۲)
 ز انصاف دور ست نزد خود جہاں بر کسے کو بجاں پرورد
 ثما را بدیں پایہ و اعتبار رسانید عجب فلک افتخار
 وگرنہ بے تہہ در کھنوست کرا ایں قدر عزت و آبروست؟
 نہ پُرسد کسے را کسے در جہاں بہ تعلیم و حکیم و نام و نشان
 بنا زید بر خود کہ اندر دمن شمار ثما هست در اہل فن
 بہ دل سوزی کو بہ آب و گل ست ز آباب معنی سرا حاصل ست
 ز رخ صاف کاندہ پیہ ساختم بہر زہ خیالی بہ پرداختم
 دگر من کہ باشم کہ بر حال کس بہ گستاخ کاری بر آرم نفس؟
 چہ من چہ خانم چہ تقریر من ہمہ پوچ تقریر و تحریر من

بہر کیف، یہ نظریاں نہایت منہ زور مشہور ہیں، اکثر اردو زبان کے اخباروں میں اُن کے
 مباحثے مسطور ہیں۔ اچھے اچھے استادوں پر طعن کرتی ہیں، شاید تخلص کے اثر سے آسمان پر پاؤں دھرتی
 ہیں۔ دیکھو ایک جگہ اُن کا اشرف الاخبار، دہلی، مطبوعہ اجلائی سن ۱۸۶۷ء میں یہ ہے:

”محقق میران محمد میرزا خاں صاحب اشرف الاخبار دہلی، زاد وطنہ!“

بعد اشتیاق ملاقات کے یہ عرض ہے کہ آغا علی بخش، جو مطلق میں آج کل اپنے سے بھر کسی کو نہیں جانتے اور ادب و ریاضی و نجوم میں کسی کو نہیں مانتے، انہوں نے لکھنؤ میں زہرہ و مشتری کو علم موسیقی و عروض و قافیہ تعلیم کیا ہے اور ان کو خدمت حضرات اساتذہ میں گستاخ کر دیا ہے، چنانچہ آپ نے آؤدہ اخیلا نمبر ۲۶ میں ان کی فزلیں اور باتیں استاد ی غشی حبیب الدین صاحب سوزاں کے جواب میں دیکھیں اور زیارت غزل آغا صاحب کی بھی، جو جواب آستادہ — استاد مرزا اسد اللہ خاں صاحب قائب میں لکھی ہے، کی ہوگی اور یقین ہے کہ طبع حق پسند و سخن شناس پر حقیقت ان کی شرافت و اہلیت اور علم و فضل اور سخن جمی کی کھل گئی ہوگی اور حسرت مناظرہ دل سے نکل گئی ہوگی۔

خیر، جھکریہ ہے کہ ہر چند میں جانتا ہوں کہ آپ کا مذہب صلح کل ہے اور محالہ مناقشہ مباحثہ سے آپ کو نفرت بالکل ہے لیکن اگر ان سب باتوں سے قطعاً نظر فرما کے میری خاطر سے صرف ان غزلوں کو اپنے اخبار میں طبع فرما دیجیے تو سخن و زبان حق پسند کو سخن دانی آغا معلوم ہو اور حقیقت ان کی سخن جمی کی مفہوم۔ فقط!

اور ہاں! حضرت کو زہرہ و مشتری کی تقریر اور آغا بخش کی تحریر سنائی اور دیکھائی تھی۔ انہوں نے ہنس کر یہ قطعہ انوری کا پڑھا اور یہ بات فرمائی: ”بھائی! کیا کروں؟ آج کو فلک بے مہر اور کو کسپ پہر سے لہنا نہیں ہے، مجھ سے ان کا کیا کہنا؟“

قطعہ انوری

نے مرا بہت از کوکب فیض نے مرا بہت از فلک بہرہ
(اس کا دوسرا شعر قش ہے اس واسطے درج کتاب نہیں ہوا)

الراقم نور محمد خاں عطارؒ (۱۸۳)

وہلایع: یہ کتاب تذکرۃ النساء ہے۔ اس سبب سے غزلوں، متذکرۃ رقعہ ہالہ، کو درج نہیں کرتا، صرف زہرہ ہی کی غزل نقل کرتا ہوں:

حیا سے نہیں وہ جو آنے کے قابل تو ہم خوف سے کب ہیں جانے کے قابل

کرد خون سے میرے تم ہاتھ رنیں
 رہے عمر بھر قید کچھ نکس میں
 سکندر کو دی آبد تم نے صاحب!
 رقیب یہ زو کو نامہ نہ لکھو!
 لہو میں ہیں تر شرم سے وسب مر جاں
 عہد وصلی جاناں کے بھوکے ہیں عاشق
 مفضل کہوں ماجرا حاسدوں کا
 نہ سہ زہرہ اُس کی غزل پر غزل ٹوا
 فی الجملہ اب وہ اشعار ڈہرہ مشتری شاعر کے لکھے جاتے ہیں جو بہ سبیلِ ڈاک، خاص اس
 تذکرے کے واسطے آئے ہیں:

دل میں تھہ کو پری لقا سمجھا
 ٹو نے ہر ایک کی سنیں باتیں
 اپنی اپنی ہر ایک کہتا ہے
 حیرے آنے کو اے صنم! واللہ!
 سب مرا حال سن گئے ہیں پر غم (۱۸۵)
 میں نے واللہ! وی ذعا غم کو (۱۸۶)
 ہاے! بے فائدہ خراب ہوا
 بدگماں تجھ سے ہار ہے ذہرہ
 ڈاک کو حیری میں بلا سمجھا
 میرا مطلب بھی کچھ بھلا سمجھا؟
 کوئی میرا نہ مدعا سمجھا
 درد کی اپنے میں دوا سمجھا
 ٹو نہ کچھ ہار بے وفا سمجھا
 ٹو خدا جانے دل میں کیا سمجھا
 عشق کی میں نہ انتہا سمجھا
 شکر کو حیرے وہ بگلا سمجھا (۱۸۷)

ہم سے حنن مجز سنایا نہیں جاتا
 صد شکر! کہ خطی سے جوانی کا سن آیا
 ہم سے کبھی روٹھے کو مٹایا نہیں جاتا
 اب ہم سے ترا ناز اٹھایا نہیں جاتا
 آیا نہیں جاتا تو بلایا نہیں جاتا
 ہوتا نہیں کچھ کام بھی اُس پر وہ نکس سے

ہم معرکہ عشق میں شیرانہ کھڑے ہیں میدان سے اب پاؤں ہٹایا نہیں جاتا
 دیوانہ ہو جو کوئی مرے حسنِ پری پر ناہنس سے دل اپنا لگایا نہیں جاتا
 کچھ آج جب حال ہے سید میں جگر کا سامان اب اچھا ہمیں پایا نہیں جاتا
 کیا روز قیامت میں زباں اپنی میں کھولوں بکڑی ہوئی باتوں کو بتایا نہیں جاتا
 میں بندۂ ناچیز، وہ ہیں حسن کے سلطان ڈہرہ! انھیں گھر اپنے نکالایا نہیں جاتا

سو بسے گردے ہیں تو دس اور دیجیے تسبیح میں ضرور ہیں دانے شمار کے
 چٹکد: ایک لکھنؤ کے وضع دار بادشاہ مستانِ ناز احمد نقض بہ محرواں، اس شاعرہ کے مکان پر
 تشریف فرما ہوئے تو ڈہرہ نے یہ مصرع سنایا:

سیر فلک کو ہم کبھی تھا نہ جائیں گے

محرواں یوں جواب دہ ہوئے :

ڈہرہ کے ساتھ جائیں گے یا مشتری کے ساتھ

یہ سن کر دونوں اچھل پڑیں، حضرت کامنڈ چوم لیا۔ گویا یہ صلہ دیا۔

بہار، مطبوعہ دہلی، حالت میں بٹھپا ہے کہ: ”مشتری کی خمر سے معلوم ہوا کہ پانچ برس سے
 اس شاعر نے کسی رئیس عالی خاندان سے عقد کر لیا۔“

زینت

زینت، نقض بہ اسم اور اسمِ باسنا، میرزا ابراہیم بیگ مقتول کی قاتل، جس کو کبھی دلی کے
 بازار میں کمال رونق تھی۔ قریب چالیس برس کے گزرے کہ اپنے مقتول کی منظور نظر ہو کر لکھنؤ کو چلی
 گئی۔ بہار کا مولف کچھ اس کے خلاف لکھتا ہے مگر بسے خاں (۱۸۸۹ء) میں یہی دیکھا ہے۔ بہر کیف، یہ
 شعر اس کا یادگار ہے۔ جس کی کئی کتابوں میں تکرار ہے:

شبِ مہتاب میں تاجِ زینت! خیالِ ماہِ زوہ ہے اور ہم ہیں

ڈا قاری کی ردیف

ڈاڈ

ڈاڈ مجلس کی کوئی عورت بازاری ایسے شعر کہتی تھی:

ڈاڈ گوئی سے ڈاڈ بیارے باز آ ۱۱ درنہ بچھتائے گا، سُن! کہتی ہے ڈاڈ

سین مہمل کی ردیف

سردار

سردار مجلس، سردار بیگم نام، موطن کھنڈ، منجم اٹاؤہ نکا ہے۔ یہ عورت اصل میں کھنڈ کے کسی شریف خاندان کی ہے مگر غدر کے بعد بیوہ ہو کر پہلے کان پور، پھر قنوج گئی اور اپنی بیٹی مستافہ کاظمی بیگم کو جانچ گانے کی تعلیم دلوائی اور ڈیرا اردوں سے مل گئی۔ اب اٹاؤہ میں بھرے کرائی ہے، ساہا بھولتی ہے۔ یہ عورت گونا گونا غم ہے مگر شعر کہتی ہے، طبیعت موزوں رکھتی ہے۔ جو کہتی ہے، اوروں سے کھواہی ہے۔ اس کی بیٹی اکثر اس کی غزلیں گاتی ہے۔

سردار میں اب تک شرافت کی نو پائی جاتی ہے۔ بات کی بڑی بلی ہے، دل لگی بازی میں تلی ہے۔ میرے ایک مہربان مسافر انا اور سہا جانا اٹاؤہ گئے تو دو چار دی روز کی صحبت میں اس کا ایسا ہتلا حال ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد دلی میں چلی آئی۔ مقل متذکرہ ردیف ہم نے اُس کی دعوت کی۔ بندہ بھی وہاں موجود تھا۔ خوب جلسہ دیکھا، کالمی، وغیرہ کا گانا سنا، سردار کے شعر سنے۔ آدھی رات تک محفل کا لطف اٹھایا، پھر ہر ایک شخص نے اپنے اپنے گھر کا رستہ لیا۔ اب تک میرے حمایت فرمانان محبوبوں سے

خط کتابت رکھتے ہیں، انھیں کد ریب سے یہ شعر بھی ملے ہیں، جن کو ہم یہاں درج کرتے ہیں۔
 حمید : سبحان اللہ! بہار، مطلوبہ دفعہ ثالث میں خواہ مخواہ لکھ دیا ہے کہ ”پہلے تو شین تھی،
 اب ہم ہے۔“ ناظران تحقیق طلب انصاف فرمائیں، جمن انداز کی نقالی اور اس پر بہتان بندی۔ ۱۲
 منہ غنی اللہ عنہ:

لگایا میں نے جو تم سے دل کو تھارے دل پر نہیں نہ ہو گا
 آغزائے صد سے ہیں جتنے میں نے جہاں میں کس پر عیاں نہ ہو گا
 ہے خوف بج کو اکیلے گھر کا کہ ہو گا دھاس پر گزارہ کیوں کر
 مدد کو میری جو لکھ بڑواں! ندیم و ہم دم وہاں نہ ہو گا
 لگایا گل سے جو دل کو ٹوٹے، سمجھ یہ دل میں تو اپنے بلبل
 ہیں چند روزہ بہار کے دن، یہ گل تو روزِ فزاں نہ ہو گا
 بہت کتابیں پڑھی ہیں تم نے، یہ مانا ہم نے اسے شیخ صاحب!
 چھوڑا ہم سے نہ حالِ دل کو، نہیں یہ عشق بجاں نہ ہو گا
 کیا ہے سردار بج کو دہشت، شفیق ہوں گے رسولِ داور
 جو دڑلے سے برونِ محشر، زمیں نہ ہو گی، زباں نہ ہو گا

وہ تو ہمارا لے گئے بیٹھے بٹھائے دل ہرگز نہ کوئی آپ سے اپنا پھنسائے دل
 آتی نہیں ہے نیند شبِ ہجر میں مجھے ہے کوئی ایسا اس سے مرا پھیر لائے دل^(۱۸۹)
 فریاد کر رہا ہوں میں گھڑیاں کی طرح یارب! وہ خود چلے جو ہمارا جلانے دل
 ہے جرم بج کو یار نے مارا ہے دوستو! اب دل ہی دل میں کہتا ہوں فریاد، ہائے دل!
 سردار روزِ محشر کو اٹھ کر کہے گی یہ عاشق کہاں سے سگ کا اپنا بٹھائے دل؟

دل مرا اٹھ گیا زمانے سے موت آئے کسی بہانے سے

نہ لگی پھر آنکھ سحر تلک، مجھے یاد اپنی دلا گئے
میرے پاس سے وہ چلے گئے، مرے دل کو لے کے ہلا گئے

بیاں میں کیا کروں تم سے، نہایت بے قراری ہے
چننا ہے دل مرا اُس سے، مجھے اب ریت بھاری ہے
کڑی منزل بہت ہے گی، مجھے اب خوف بھاری ہے
وہاں کیوں کر گذر ہو گا یہاں اب اشک جاری ہے
اندھیری گور ہووے گی نہ کوئی دوسرا ہو گا
لے گا وہ صنم کیوں کر ہمیں اب انتظاری ہے
فرشتے آ کے پہنچیں گے: کہو سردار! سوتی ہو؟
پڑھو کلمہ محمدؐ کا! چلو اب فصل پاری ہے!

تربیا چلتر کا نمونہ: سنہ ۱۲۹۳ ہجری (مطابق ۱۹۸۶ء) میں کالمی عرف مصلح بنسٹ سردار کا ایک
خط اپنے خواہندہ کے نام آیا کہ سردار نے انتقال فرمایا۔ بحالت بیماری ایک غزل بھی تھی اور نزع کی
حالت میں یہ مصرع فرمایا:

ہم دم سے گئے، ہم دم کے لیے، ہم دم کی قسم، ہم دم نہ ملا
ہم تو عاشق اسی کے ہو بیٹھے دل سے مبرد قرار کھو بیٹھے
یاد ہم کو اسی کی ہر دم ہے دار فانی سے ہاتھ دو بیٹھے
صورت اُس کی نظر نہ آئے گی دل ہی دل میں کڑھا کڑھو بیٹھے
یہ ہی محشر میں کام آئے گا کلمہ مصطفیٰؐ پڑھو بیٹھے
غم کو سردار! اب یہ لازم ہے نام رب کا جپا کرو بیٹھے

ہاں! وہ خط بندے نے بھی پڑھا۔ بڑے سوز و گداز سے پھرا ہوا تھا، بل کہ میں نے اُس کی
تاریخ و قات کی فکر کی تو یہ فقرہ پایا: ”مخلص ربانی کفیل“ (۱۲۹۳) اور اُن کے یاروں نے تو خوب ماتم

داری کی مگر یہ وزارت کی، فاتحہ دلائے (۱۶۰)، چہلم کے واسطے روئے بجوائے۔ پس، روپیوں کی رسید پر آوری شکوفہ کھلا، یعنی سرور آئندہ سلامت تھی۔ یہ قیادوں کی صرف دل لگی تھی۔ میرے نزدیک یہ بھی روپیا لینے کی ایک چال تھی۔ سچ ہے: ”تریا چلتر جائے نہیں کوئے، غصم مار کرتی ہوئے۔“ (۱۶۱)

سلطان

سلطان حنفی اور سلطان بیگم نام، دختر نواب معتمد الدولہ بہادر گھنوی کا تھا جو ظریف و ذہین، صاحب دیوان گزری ہے اور شیریں کلاہی کی دادیں دے گئی ہے:

کب تک یہ تیرے ہجر کے صدمے اٹھائے دل؟ ڈر ہے یہی کہ جان سے اپنی نہ جائے دل
قاتل نے کب کہا تھا کہ آنکھیں لڑائے دل آخر یہ میری جان پہ آئے بلائے دل
تھی وہ نگاہ یا کوئی ٹاوک کا حیر تھا ملتے ہی آنکھ رو گیا میں کہ، ہاے دل!
سید اگر ہے داغوں سے معمور کیا ہوا خالی ہے تیرے واسطے عشرت سراے دل
سلطان! قول اک اور بدل کر روئیف لکھ پر شرط ہے کہ لفظ گل آئے بجائے دل

شعین کی روئیف

شرارت

شرارت حنفی، امیر جان نام، بخت چھوٹے خاں، شیخ دہلوی۔

حقیق: شیخ کے لفظ پر خیال آیا کہ عوام الناس گل کسبوں کو کھنچیاں کہا کرتے ہیں اور پنجابی اُن کو کھنچیاں بولتے ہیں، دامن کوہ، یعنی اختراع ڈیرہ دون وغیرہ میں پاتراؤں کے نام سے پکاری جاتی ہیں، کہیں رام بنیاں کہلاتی ہیں، (۱۶۲) مگر اس کی کچھ اصلیت نہیں نکلتی کہ کیا بات ہے؟ صرف اس قدر تو کچھ کو در یافت ہوا ہے کہ ہندستان میں شیوخ اسلام سے پہلے جو ہندو نیاں رکھا کرتے تھے،

اُن کو پاترا، گانٹھاں، اچھرا اور کندھریاں، وغیرہ کہتے تھے۔ سنسکرت میں ان کو باریک لکھا ہے، اور جب سے اس ملک میں مسلمانوں کا تسلط ہوا اور انھوں نے کسی وجہ خاص سے مسلمانوں کو پیشہ کرنے کی اجازت دی، پس، جس قسم کے فرقہ مذکور سے اُس نے تعلیم پائی، اُسی کے نام سے شہرت کمائی، یا جس قسم قوم کی مسلمانیاں اُن میں آئیں، اُسی اُسی نام کے فرقے اُن میں بنتے گئے، چنانچہ اب یہ نام اُن کے مشہور ہیں: کچھن، کچھرنٹ، دم بٹے، پاترا، دراوت، دھوت اور ڈیے وغیرہ۔

ان کے علاوہ اب کوئی اور چھٹاں اپنے گھریار سے جدا ہو، کسب عام اختیار کرے تو اُس کو خانگی کہتے ہیں اور یہ لوگ جب تک دھوت وغیرہ لے کر اُس کو اپنے میں شامل نہ کر لیں، اُس وقت تک اُس کو حقیر جانتے ہیں، گو وہ کسی ہی حقول یا صاحب ہنر کیوں نہ ہو اور خانگیوں کے لواحق اُن سے، یعنی کچھوں سے ملنا تنگ سمجھتے ہیں، بل کہ گھٹنگر و بند کھانا بھی عار جانتے ہیں۔ وہ اپنے تئیں شریف سمجھتے ہیں اور اُن کو رڈیل۔

ان دونوں سے بڑھ کر تیسرا فرقہ چھٹالوں کا ہے، جو نہ تو سرکاری دکانی میں جائیں، نہ اپنی خانوں سے غرض رکھیں، بلکہ بالآخر سے ٹوٹیں اور اُن دونوں پر تر سے چڑھیں۔ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے!

آدم برسر مطلب: غرض یہ کہ یہ تین تہی: حقرا، آگرہ اور ٹونک، وغیرہ کی سیر کر کے ابھی آئی ہے۔ آگرہ کے مجموعۃ الاشعار میں ابھی اس کی ایک غزل ٹھپ گئی ہے۔ یہ دوسری غزل لا جواب، ٹونک کے اخیر مشاعرے کی، خاص اُس کی زبانی سن کر اس تذکرے میں درج ہوتی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ گو "میں پہلے شعر کہتی تھی مگر میاں امیر خاں صاحب تنیر اکبر آبادی، مقیم حقرا کی شاگردی سے یہ رُحہ حاصل ہوا کہ سوچ پاس غزلیں کہہ لی ہیں۔"

دریں والا، اُس کا سن و سال تمیں سے لوہ ہے۔ علم سے بے بہرہ ہے، ہاں! کچھ حرف شناس ہے، گاتی ناجتی بھی ہے۔ چادڑی کے بازار میں ایک کوٹھے پر رہتی ہے۔ ظاہر اظہارِ معلوم ہوتی ہے۔

مشاعرہ مذکور کی طرح کا مصرع یہ ہے جس کا غرض مصرع اس شاعرہ نے خوب چسپاں

کیا ہے:

جو نہ کرنی تھی ہمارے ساتھ، وہ اس دل نے کی

ایسی مجھ پر رات مشکل فرقتِ قافل نے کی
 ز دیسی ہی شب کو اپنی مٹھلی محفل نے کی
 آرزوے بوسہ گر دل میں کسی سائل نے کی
 سیکڑوں منزل بدم سے آگے وحشت لے گئی
 سایہ میرا مٹھلی برقی تھمکی ہو گیا
 دُور تھی لیکن ہمارے شعلت پر کچھ جم کر
 بس نہیں چٹا ہے یارب! کیا کریں؟ ناچار ہیں
 ایسی دریاے جلا میں غرق ہے کشتی مری
 اس کو تم جو ہر نہ سمجھو اپنے رہنے کے لیے
 گرمی سو ڈبکر سے ہو گیا ہوں جل کے خاک

ساتھ میرے صبحِ بزمِ کمری مشکل نے کی (۱۳۳)
 ہو گئی گھل، ساقِ داہب بزم میں قافل نے کی
 ہو گئی تدبیرِ دور پر وہ لب اس کے سلنے کی
 خاک اب عطا کرے گا فکر میرے ملنے کی
 یہ نظر پُر نور مجھ پر کس سہِ کامل نے کی
 پیشوا کی سیکڑوں منزل مری منزل نے کی (۱۳۴)
 جو نہ کرنی تھی ہمارے ساتھ وہ اس دل نے کی
 تو پہ جس کے نام سے اے ناخدا! ساحل نے کی
 تنگی قافل میں جگہ خونِ رگِ بھل نے کی
 یہ شرارت آتھیں دُخسار سے قافل نے کی

شرفن

شرفن نامی کان پوری رقمہ کا صرف یہ ہی کلامِ نظر سے گزرا جو نہ راجہ باب ہوا۔ اُس کا اور

احوال نہ نکلا:

رات کو ایسا چڑھانا لہلک سے مل گیا
 یاد رکھنا! خود بخود طبلتِ آلتِ دہن کا دہن
 ڈھونڈنا کب سے ہوں دل کو کچھ جاگتا نہیں
 دُور سے قاصد بھرا نا شاہدہ آیاتِ ہاتھ
 سو جتا کچھ بھی نہیں ٹپک کو بھلا کیا کیجیے؟

کیا کہوں! عرشِ معلّٰی تک بھی سارا بل گیا
 کوچہٗ سفاک میں مجھ سا اگر بھل گیا
 اٹک کے ریلے میں شاید دل بھی اپنا رل گیا
 کیا کرے قاصد بھرا تو کئی منزل گیا
 جس کو سمجھا تھا نہ شرفن! اُسی پر دل گیا

شرم

شرمِ تخلص کا چھوٹے صاحب نام ہے اور اس کا لکھنؤ میں مقام ہے:
 مُردے زندہ ہو گئے پازیب کی جھکار سے ہر قدم پر حشر برپا ہے تری رفتار سے
 یہ کس رہک نہ کا نظارہ ہوا ہے کہ خود شید آنکھوں کا تارا ہوا ہے
 لے غیر سے یار آنکھوں کے آگے مری جاں! یہ کس کو گوارا ہوا ہے!

شرم

شرمِ تخلص اور شمس النساء نام، بہت حکیم قمر الدین، شاکر و خواجہ دزی، کا ہے۔ اس شاعرہ
 بناری الاصل، لکھنوی، سکسن، صاحب دیوان، عروض و قافیہ دان کے چند شعر لکھتا ہوں۔ انھیں سے
 اس کی شیریں کلائی، خوش بیانی ظاہر کرتا ہوں:
 جو تیری کا کل منکبیں کی تُو صبا لائی دماغِ عرش پہ اس خاک سار کا پہنچا
 پڑے جو کس گل تر ہزار بن جائیں کہ شاہِ گل سے بھی نازک ہے یار کا پہنچا
 مثالِ غنچے ٹو کیوں دل گرفتہ ہے؟ اے شرم! غوثی ہوا خط ترے اب گلِ عذار کا پہنچا (۱۸۵)

پہلے ثابت کریں اس وحشی کی تفصیریں دو کیوں مرے پانو میں پہناتے ہیں زنجیریں دو
 دو زلفوں کا تری آیا جو وحشت میں خیال پڑ گئیں پانوں میں میرے وہیں زنجیریں دو
 کہا قاصد نے کہ لایا ہوں میں پیغامِ وصال آج خلعت مجھے پہناؤ کہ جاگیریں دو
 دردِ دل دور ہوا، سینے کی سوزش بھی گئی شربتِ دمل میں تیرے ہیں یہ تاخیریں دو
 یا بہانے سے بلائیں اُسے یا خط ہی لکھیں شرم! کیا غوب یہ سوچیں ہمیں تدبیریں دو

شری

شری تخلص، بلکن نام، بہت بُدا اطوائف، ساکن جلیسر ضلع محرا، ملیم کوئل عرف علی گڑھ،

کا ہے جو میرے عنایت فرما میرزا امیر بیگ صاحب میرزا آغلقس و بلوی راجی اخراے کوکل کی صحبت سے شعر کہتی ہے۔ یہ مطلق اس ذکی کا ہے جو سننا سنا یا یاد رکھتا ہے:

شریر! یہاں کچھ انہوں پڑھ کر شوقی قید ہو جائے غزالانِ حرم سے اڑ کے ہشیم یار میں آئے

شوخی

شوخی آغلقس، عظیم بیگم نام، ہر وجہ نواب عماد الملک غازی الدین خاں بہادر نظام مرحوم وزیر عالم سیرانی، کا ہے۔ بعض تذکرہ نویس اس کو آغلقس بہ نام، شاگردِ ہر الدین منت کہہ گئے ہیں اور کسی نے اس کا آغلقس مختصر قرار دیا ہے۔ ایک کا قول ہے کہ یہ شاعرہ علی قلی خاں شش انگشتی کی بیٹی، نظام کی منکوحہ ہے، میر سوز اور رفیع السودا سے اصلاح لیتی تھی۔ ایک شاعر اپنی کتاب میں اس کا نام زیب النساء لکھتا ہے، یا شاید کسی کا حب یا ستیج کی غلطی ہوئی ہو، کیوں نہ سمجھتے ماسخف اور ایسی غلطی کرے! خیر، میر تقی الدین صاحب ہامن اکبر آبادی اپنے نغمۃ عندلیب میں اس نازک خیال کی نسبت یوں نغز سرائی فرماتے ہیں:

”سکتا بیگم، از خاندانِ عصمت جناب نواب عماد الملک غازی الدین خاں، و مختصر علی قلی خاں نظام آغلقس۔“

خاک سار، بیچ ہماں کا فہم ناقص اس فقرہ میں کئی جگہ سرگرواں ہے۔ اول تو یہ کہ نظام آغلقس کس کا تھا؟ یا علی قلی خاں کا یا سکتا بیگم کا؟ اور یہ دونوں تو ہم غلط ہیں۔ دوم، از خاندانِ عماد الملک کے معنی ظاہر نہیں کرتے کہ یہ اس نواب کی بیگم تھی۔ سبحان اللہ! اسی نرے پر حضرت اپنے مسکن کو کھڑ دلی اور عیدہ دلی کہتے ہیں، دلی والوں پر زبانِ طعن و راز فرماتے ہیں۔ کیا کیا عمدہ فقرے نئی نئی ترکیب کے گھڑتے ہیں، شیفہ و آرزو و مومن و وحشت و صاحب و غالب علی کن غالب تک پر مندا آتے ہیں۔

بہر کیف، شاعرہ موصوفہ کے لطائف و دیکھے ماضع پڑھیں۔ ان مختار نگین باتوں سے درگزر ہے۔ حکایت: ایک دن کا مذکور ہے، جو تذکروں میں مصلوب ہے کہ نواب صاحب باغ میں تشریف لائے، بیگم صاحبہ کو سیر چمن میں مصروف پایا، فرمایا کہ ”چلو بارہ دوری میں بیٹھ کر سیر کریں!“

جواب ملا کہ ”حضور تشریف لے چلیں، لونڈی بھی حاضر ہوتی ہے۔“

غرض کہ نواب صاحب تو چاہے۔ فوراً باغ کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائے خواب نوشین کا شربت پلایا۔ اسے میں بیگم صاحبہ بھی در آمد ہوئیں۔ آپ کو سوتے دیکھ کر واپس چلیں مگر اُن کے پاؤں کی آہٹ سے غزالِ خواب دم کر گیا۔ نواب صاحب نے معا یہ مصرع فرمایا :

آ کر ہماری نعش پہ کیا یاد کر چلے

اُس حاضر جواب نے کہا:

خوابِ عدم سے نختے کو بیدار کر چلے

حمید: میں نے یہ حکایت بہارستانِ ناز، مطبوعہ دفعہ اول سے نقل کی تھی مگر اب تحقیق ہو گیا کہ یہ شعر میرزا عظیم اللہ بیک عظیم شاہر و حاتم کا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہار آرانے یہ حکایت کہاں سے نقل کی تھی؟ دیکھو نہ کہ مجلسِ بے خار۔

روایت: ایک روز نواب صاحب نے یہ شعر موزوں کیا:

سر سے پاؤں تک سفیدی آگئی، جس پر یہ حال شمع سی، ہم نے نہیں دیکھی کوئی بوزمی چمنال اس کا جواب اس بد یہ گو سے یہ پایا:

پردہِ قانوس میں رکھتی ہے عصمت کو سنبھال کاٹ لو اُس کی زباں جو شمع کو بولے چمنال اب اس کے اشعارِ مذاق ملاحظہ فرمائیے:

نیم بسمل نہ چھوڑ جانا تھا ہاتھ ایک اور بھی لگانا تھا

ہماری خاک پہ اس گل نے جب گزار کیا دمِ مسخ نئے سر سے آشکار کیا

یا الہی! یہ کس سے کام چڑا دل تڑپتا ہے صبح و شام چڑا

شمع کو چہرہ دل دار سے کیا ہے نسبت؟ کیوں کہ یہ ہے نرغِ خدایں وہ ہے دلتی صورت

شب کو کہاں! اظہارِ لب میں تری ہم بھک بھک (۳۴) جوں حلقہ در پہ رہ گئے سر کو پک پک

میری بھی مشیت خاک کا کچھ پایہ ہے ضرور اے جامدرب! جانچو دامن جھک جھک!
 مقابل ہو اگر لب کے ترے مصری، چہا جاؤں تری آنکھوں سے ہم چشتی کرے بادام، کھا جاؤں
 آیا نہ بھی خواب میں بھی وصل میسر کیا جاوے! کس سامجہ بد آ نگہ لگی تھی
 اہ چھایا ہے، مینہ برستا ہے جلد آ جا کہ جی ترستا ہے
 لے آزی طرز فغاں بلبلِ نالاں ہم سے ٹھل نے بھی روشِ پاک گریباں ہم سے
 شمع کی طرح کون رو جانے! جس کے جی کو لگی ہو سو جانے
 رقیبوں سے وہ جس دم نہیں رہے تھے درود میرے (۱۸۷) مری ہر مزہ، اے درد بکرا! سوتی پروتی تھی
 ترے منہ کی چٹائی دیکھ کر کل رات حیرت سے زمیں پر لوتی تھی چاندنی اور شمع روتی تھی
 جس طرح لگی دل کو مرے چاہ کسی کی * اس طرح نہ لگیو مرے اللہ! کسی کی
 اس زلفِ دراز اپنی کو عالم نہ کتر دے کیا فائدہ جو عمر ہو کوتاہ کسی کی
 نے نامہ و پیغامِ رہائی، نہ نشانی حالت سے کوئی کیوں کہ ہو آگاہ کسی کی
 عنایتیوں کو وہ گل زار مبارک ہووے ہم کو یہ سایہ دیدار مبارک ہووے
 رات دن جس لیے روتے ہو، سو اللہ کرے! ایک دن غم کو وہ دیدار مبارک ہووے
 جھوٹہ کہتا ہے ٹو قاصد یہ رہائی پیغام سچ کو باد نہیں جب تک نہ نشانی آوے
 مجھ سے کرتی ہی رہی زلف کئی، کیا مجھے؟ دل مرا لے کے یہ کہتی ہی رہی "کیا مجھے؟"
 غیر دیکھے ترے لب تو نہیں رہتی اچھا چشم (۱۸۸) اس کی تدبیر کہو اب تو اچی! کیا مجھے؟
 جی تک بھی اگر چاہو تو دسواں نہیں ہے کچھ آؤ جو دھوڑو تو مرے پاس نہیں ہے

اب خواب میں ہی وصل ترا ہووے تو ہووے ظاہر میں تو ملنے کی ہمیں آس نہیں ہے

یار پردہ میں ہے اور عیش سے مایوسی ہے نقشِ پانک بھی مرے در پہنچے جاسوسی ہے

شیریں

شیریں تخلص اور بیگناہ نام ہے، اس شاعرہ کا لکھنؤ مقام ہے۔ پہلے میر محمدی پتھر سے ہم مشورہ رہی، پھر شیخ امداد علی بحر کی طبع مزاج سے لبِ ریحِ سخن ہو کر صاحبِ دیوان ہو گئی۔ اُس کی کئی غزلیں غازی اور اردو کی بندہ کے پاس ہیں جن کے چند اشعار اپنے اپنے موقع پر لکھے ہیں۔ سخن فہم ملاحظہ فرمائیں اور اُس کی قربانت کی داد دیں:

شکلا ہے کون، کس سے کہوں ماجراے دل؟ بہتر یہ ہے نہ کوئی کسی سے لگائے دل
کیوں کر رہیں حواس جو قابو سے جائے دل اے کاش انوت آئے کسی پر نہ آئے دل
باتیں وہ دل فریب، ادائیں وہ دل زبا ایسی پری خصال پہ کیوں کر نہ آئے دل؟
کیوں کر اسے نکال کے سینے سے پیچک دیں زلفوں میں بھر کسی کی نہ بچ کو چسائے دل
آفت بھی چاہیے، پہ ذرا دیکھ بھال کر ہر شطہ زود کو چاہے تو چوٹھے میں جائے دل!
پے مہر و بے مروت و نا آشنا ہو ٹم ٹم سے خدا خواستہ کوئی لگائے دل!
شیریں کا یہ کلام ہے ہر وقت ہر گھڑی جس کو خدا خراب کرے، وہ لگائے دل

پری زادوں میں ٹم ٹم مشہور، میں مشہور دیوانہ اگر ٹم صبح محفل ہو تو یہ بندہ ہے پروانہ
گرا جو ہاتھ سے ساتی کے شیشہ ہو گیا ثابت ہماری زندگانی کا ہوا لبریز پیمانہ
کہیں عشقِ حقیقی ہے، کہیں عشقِ مجازی ہے کوئی مسجد بناتا ہے، کہیں بنتا ہے بُت خانہ
ہو میدانِ قیامت میں بھی دور ساغر مل کا رہے آباد یارب! حشر تک ساتی کا سے خانہ
نہیں مسہ تو کیا پروا، خدا پر اپنا تکیہ ہے فقیری میں بھی اے شیریں! اعراج اپنا ہے شاہانہ

اشعار حرکات از غزلیات موجودہ

اُس نے جب ہنسی لگائی اور جوہن ہو گیا برگ گل، اعجاز لب سے برگ سون ہو گیا

آکھ اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا ہر طرف ٹیج کو جلوہ گر دیکھا (۱۹۹)
لجب دل آئے شاربِ مژگاں پر نقلِ آفت کا یہ ثمر دیکھا

دینِ یار کا بوسہ نہیں ملتا دل کو چشمِ آبِ بھا پر ہے سکندر بے تاب

دل میں جگہ بنائی ہے رہنے کی آپ نے حیرتوں میں مل آئے کدھر سے آپ (۲۰۰)

ہوئی ہے ہمیں ذلف و اہو کی آفت مقرر میں تھی سانپ بچھو کی آفت
چپکتے ہیں گیسو پہ انٹھوں کے دزے ہوئی شاربِ شعلیل کو بجھتو کی آفت

خاک پا جان کر مجھے اپنا دل میں رکھو غبار، کیا باعث؟

وہ عالم ہے ترے گورے بدن میں جو دیکھے چاند، آ جائے گہن میں

خدا جانے کیا دل میں ہے بدگمانی؟ مرے ہاتھ کا پان کھاتے نہیں ہو (۲۰۱)

شیریں

شیریں تخلص ہے اس اسم ہستیا، جن کو معنی فہم کا جو نواب شاہ جہاں بیگم صاحب والی ریاست
بہو پال اور ام اللہ سلطنت، صاحب دیوان ہیں۔ مولوی حبیب الدین احمد صاحب اذیت مرحوم قادری کو
آپ کے کلام پاک کو پاک نظر سے ملاحظہ فرماتے تھے۔ اگر حضور کے اوصاف ہمایوں تحریر کرنے
چاہوں تو ایک دفتر بھردوں، پھر بھی کیے از ہزار نہ لکھ سکوں۔ اس سبب سے فرطِ ادب (۲۰۲) اس کے کہنے
کی اجازت نہیں دیتا۔ مجبور، ایک غزل تبرکاً نذر احباب ہے:

خالق ہے خداے سحر و شام ہمارا مشہور اسی نے یہ کیا نام ہمارا

پیدا ہوئے ہم امجد محبوب خدا میں
آتی ہے ہوا سر، گھٹا اُٹھتی ہے گھن گھور
بے چلی دل! اس کے بھی دل میں تو اثر کرا!
اے باد صبا! تُو ہی تن زار کو لے چل!
ہم کرتے ہیں حج کوچہ دل دار کا اپنے
فرقت میں تری ساتھ دیا اپنا اسی نے (۴۳)
پہلی سی نکاوٹ نہیں، اب ہے نظر لطف
کافر سیاح کو تری اس زلف نے کافرا
دنیا میں بڑا شور ہے کھڑکھنی کا

برتر نہ ہو کیوں زحیمِ اسلام ہمارا
منگواؤ صراحتی سے و جام ہمارا
مدت سے یہی تجھ سے ہے پیغام ہمارا
کل زار میں آیا ہے وہ گلِ فام ہمارا
ہے چادرِ تن جامہٴ احرام ہمارا
کام آیا بہت یہ دلِ ناکام ہمارا
آغاز سے بہتر ہوا انجام ہمارا
اس لام نے کھویا ترے اسلام ہمارا
شیریں جو تحفِ قص میں ہوا نام ہمارا

شیریں

شیریں تحفِ قص، شیریں وحید نام لکھنوی شاعرہ کا ہے۔ رسالہ سیرِ مستباح میں اللہ
داود خان صاحب، صاحبِ سطاقت طبعی سے معلوم ہوا کہ یہ نظامِ محبوبہ خوار پنا ناز و انداز دکھا
رہی ہے اور اس طرز پر غزل طرازی کرتی ہے :

لعلِ گلِ آتی ہے اسے دستِ جنوں! دھیان رہے
دلِ پسا جاتا ہے قدموں کے تلے صاحب کے
حیرتی صورت پہ نظر ہو، ترے قدموں پہ ہوسر
خاندانِ چشم سے یہ کہ کے سدھاری مری روح:
کیوں حضور! آپ نے وعدے ہی پہ ملا برسوں
اب یہ خالق سے شب و روز دعا ہے شیریں!
آرزو کوئی نہ بن آئی فلک کے ہاتھوں

کلوے دامن ہو، سلامت نہ گریبان رہے
پانو آہستہ سے رکھنے کا ذرا دھیان رہے
حیرتی آنکھ میں مروں میرا یہ ایمان رہے
”اپنے گھر جاتے ہیں تھوڑے یہاں مہمان رہے“
کسی شب آ کے نہ گھر میں مرے مہمان رہے
کہ سدا دین محمدؐ مرا ایمان رہے (۴۴)
دلِ بے تاب میں لاکھوں مرے ایمان رہے

صاحبِ معفص کی روایت

صاحب

صاحبِ معفص، آفتہ الفاطمہ نام، مشہور بہ صاحبِ جی۔ نذر سے پہلے پورب سے طلوع ہو کر جلوہ افروز دہلی ہوئی۔ حکیم مومن خاں صاحب مومن مرحوم سے اپنی بیماری کا علاج چاہا مگر یہاں یہ نقشہ ہوا:

مژدہ باداے مرگ! بھئی آپ ہی چار ہے

یعنی حکیم صاحبِ حکمت کا رستہ بھول، از خود فراموش ہو، نسخہٴ عشق کا درس شروع کر بیٹھے۔ اُس وقار دار نے بھی اپنے مریض و طبیب کو برابر ایک سال تک خوب ہی دل کھول کر شربتِ وصل پلایا۔ جب فریقین کو سوچ کھن و تنقہ دلی حاصل ہو گئی تو یہ دل زبا کھن کو چلی گئی۔ حضرت نے نسخہٴ مثنوی ”قولِ ہمیں“ کا اُس کی مفارقت کے بیان میں خوب موزوں فرمایا ہے۔ اپنے نہیں صحبت سے اُس محبوبہٴ عاشقِ نواز کو شامِ عمرہ بھی بنا دیا ہے۔

اُب نہیں معلوم کہ یہ رطبی زعمہ ہے یا مرغی مگر یاروں کی یادگار کے واسطے یہ کلام چھوڑ گئی:

رقیبوں کا جتنا کہاں دیکھتا تُو سا یہ مرے گھر میں آیا تو دیکھا
مژدہ کیا صنم کے نگارے میں زاہدا یہ جلوہ خدا نے دکھایا تو دیکھا

کھولے ہیں اُس نے جڑ بہنِ بوختی کے بند طے کر رکھے صنم سے کم دو، تباہے گل

نظر ہے جاہِ اغیار، دیکھیے کیا ہو؟ بھری ہے کچھ نظر یار، دیکھیے کیا ہو؟

جو خطِ جنیں کا مرے کاتب ہے، اُسی کو دکھانا مرا نامہٴ اعمالِ الٰہی!

صاحب جو بٹایا ہے تو مکتوبِ زلیخا پوسٹِ ساغلام اک مجھے دے ڈال الٰہی!

صدر

صدر مخلص، خواب صدر محل صاحب کا ہے۔ ان کا اور کچھ حال عاصی پُر معاصی کو معلوم نہیں ہوا۔ صرف اتنا سننا کہ اس شاعرہ نکستی کا ایک دیوانہ نام بادشاہ عالم اور ایک نامہ بہ اسم "گل دستہ" تصنیف ہو چکا ہے۔ ہنوز عشق سخن جاری ہے، یہ غزل اُس کی بہر یادگاری ہے:

جوش جنوں میں رات دن سب سے رہا الگ الگ میں ہوں جدا الگ الگ، لوگ جدا الگ الگ
میں نے بلائیں لینے کو ہاتھ بڑھائے جب ادھر منہ کو پھرا کے پار نے مجھ سے کہا "الگ الگ"
شمع جلانے آئے ہیں آج وہ میری قبر پر چلیو خدا کے واسطے بار صبا الگ الگ
خاک ہو زندگی بھلا تیرے سر پہ عشق کی میں ہوں دوا سے دور دور، مجھ سے دوا الگ الگ
جہر میں خوب خاک اُڑی اُن کو ہوا نہ کچھ اثر نالے گئے الگ الگ، آہ رسا الگ الگ
حسرت و آرزوے وصل، درد و مصیبت فراق سب کا ہے لطف الگ الگ سب کا حرا الگ الگ
صدر اوہ کم نصیب ہوں جہر میں گرا تھاؤں ہاتھ باپ قبول سے رہے میری دعا الگ الگ

حتم

حتم مخلص کی، ورگہ نامی اکبر آبادی ایک دم جتنی ہے جو اس زمانہ میں تمام ورگہ بانی شہرت رکھتی ہے۔ کسی راجا کی سرکار میں گانے پر نوکر ہے اور نہایت متمول ہے۔ میرے دو دشمن دوستوں نے، جنہوں نے اُس کی صحبت کا بظاہر اٹھایا ہے، اُس کی لیاقت اور حسن اخلاق کی بہت تعریف کی ہے۔ ایک مہربان نے اُس کا مخلص القہ بتایا تھا مگر کلام ازل ازل معلوم ہوتا ہے۔ بہر کیف، یہی کلام اُس کا اس وقت موجود ہے:

چھپایا مگر زرخ پُر نور اپنا بیٹے کا طالب دیدار کیوں کر؟

روال کے لباس میں اور آ کے بارہا پانی پیا کیا مری چشم پُر آب سے (no)

صنوبر

صنوبر تخلص اور حیوانی نام سے ہالند مرکب طوائفوں میں کوئی بکھری تھی جو مدت تک دہلی میں رہ کر رہ گئے غلبا ہوئی۔ پہلے میں مذکور ہے کہ یہ شاعرہ، بہ نواح قدم شریف مدفون ہے۔ سن ۱۲۱۹ ہجری میں اس نے اپنی جدائی کے داغ کا گل کھلایا تھا مگر گلدستہ سخن اس کا اب تک اسی طرح تازہ ہے:

زندگی تک کے یار ہیں وہ لوگ مر گئے پر یہ آشنا کس کے
دل نہ دے ان کو ٹو خدا کو مان اے صنوبر! یہ بُت بھلا کس کے

ضاد ضلع کی ردیف

ضرورت

ضرورت تخلص، شرف النسا نام، زوجہ میرزا کوچک مرحوم، نسل تیموریہ سے تھی:

سربز رہے باغ سدا دینِ نئی کا مکی، مدنی، ہاشمی و مظہری کا
یارب! رہے شاداب ہمیشہ چین دیں مکی، مدنی، ہاشمی و مظہری کا

ضیا

ضیا تخلص، ضیائی بیگم نام، زوجہ حکیم انور علی گھنوی۔ بقول صاحب پہلویہ شاعرہ فاضلہ عربی و فارسی زبانوں میں بھی شعر کہتی تھی۔ ہاتھ برس سے زیادہ عمر کی ہو کر عازمِ ملکِ ہند ہوئی۔ یہ نمونہ اس کی رچنے کوئی کا ہے اور اچھا ہے:

تھارا ہم سے ہمارا تم سے نہ اٹھ سکے گا عتابِ ہرگز اٹھے تو کیوں کر اٹھے تازہ کہ تم ہوا دک، میں ناواں ہوں

میں ہوں وہ سب خلق کہ کہتی ہے بُج کو خاک ”اس کو بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی“

میں نے پوچھا ”قتل بُج کو کیجیے گا کس طرح؟“ بولے ”لفظت سے کبھی، گا ہے نگاہ تیز سے“

سوتے میں شب جو بچ گھسے زلف یار کے دعوے دروغ ہو گئے مظہر تار کے
شمار گرد سایہ قامت چمن میں ہیں خورشید و منہ شعاع ہیں زخماں یار کے
بے وجہ نہ شراب کی منہ میں نہیں آیا پلو سے ہیں ہونٹ تم نے کسی بارہ خوار کے

طا مہملہ کی ردیف

طلب

طلب، بھول الحال، کسی عورت کی یہ مثال ہے:
طلب کو طلب تھی جو دیدار کی گھسی رہ گئی آنکھ پیار کی

ٹا معجمہ کی ردیف

ظرافت

ظرافت، جو گلستانِ سخن میں مسطور ہے، وہی یاں بھی مذکور ہے، کہ یہ ظریف ایک
پردہ نشیں ہے جو کبھی شوخ رویوں اور دل بروں کے ڈمرے میں شمار کی جاتی تھی:
اُس کے لب ہیں شراب سے بہتر کُسن ہے آفتاب سے بہتر

عین بے نقط کی روایت

عابد

عابد تخلص، ابو اب اسراؤ بیگم صاحبہ مرحومہ عابدہ فاضلہ کا تھا جو اب محمد یوسف علی خاں بہادر مغفور والی رام پور کی دختر تھیں ایک اختر تھی اور لو اب زین العابدین خاں بہادر، حال فوج دار راج سوائی بے پور کی محل خاص شام کی جاتی تھی۔ علم و فضل میں گویا زینب النساء، یعنی عجبی جانی تھی، چنانچہ دیر تک، شاعر بے ہمتا شفی محمد علی جو یا سراؤ آبادی، مقیم بے پور اپنی کتاب سرود غصی یعنی خیمہ بانہ نادرہ میں نسب ارقام فرماتے ہیں:

”میں اسی کے خرمین فیض کا خوش بھیں ہوں اور یہ ٹکیتی کلام اسی کے مطب خن کا فیض ہے۔“

الغرض، بیگم صاحبہ مرحومہ، دیوانہ قاری و اردو اور نیز مشقوی شکار کے بیان میں، یادگاری کے لیے چھوڑ گئی ہیں مگر اسوں کہ میری نظر سے اب تک اس عابدہ عارفہ فاضلہ کاملہ کا کلام نہیں گزرا۔ مجبور، اس کا وہی شعر لکھتا ہوں جس کا آخری مصرع بے کم و کاست اس کی تاریخ وفات ظاہر کرتا ہے اور جو یا موصوف نے اس کو یوں تخصیص فرمایا ہے:

یہ کرامت اس کی ہے جو یا! کہ خود فرما دیا ”تا قیامت رجب خفاق باری قبر کو“
کشتہ ہیں اے ”لا فری! ہم“ رنگہ گندم گوں کے، ”ہے شبنم گندم کی بس کافی ہماری قبر کو“ (۲۶)

[۲۶۹۶ھ] (۲۷) [مطابق ۱۸۷۷ء]

۱۲۹۶

حاکم

حاکم تخلص ہے، خاص محل صاحبہ بادشاہ و احمد علی شاہ صاحبہ مدوح الصدر کا، جو

صاحب دیوان وشتوی ہیں۔ ستار خوب بھائی ہیں۔ یہ شعر ان کا ہے:
عالم اوہ طلب کار ترے ہوں گے اسی دن جب تازہ ستم اور کوئی ایجاد کریں گے

عزت

عزت تخلص، عزت النساء نامی، ضلع مظفر نگر میں کوئی عورت یوں سخن سرا ہے:
قافیہ تک نہ ہو اہل سخن کا کیوں کر؟ ہے سرے شعر میں مضمون کمر اس گل کا

میں اپنی آہ کی تاثیر کے فدا عزت! کہ بزم غیر سے یاں اس کو سمجھ لاتی ہے

عزیز

عزیز تخلص کی کوئی دہلوی کسی سعادت یار خاں رشتہ کی شاگردہ، اس طرح لب کشا
تھی:

تم نہ دیکھو گے گو ہمیں اک بار (۸۸) ہم تھیں بار بار دیکھیں گے
جب کہ باغ و بہار دیکھیں گے ایک گل کیا ہزار دیکھیں گے

عشرت

عشرت تخلص ہے خواب عشرت محل صاحبہ محل شاہ آؤدہ موصوف کا:
کری عشق مانع نشوونما ہوئی میں وہ نہال تھا کہ آگاہ اور جل گیا

عصمت

یہ وہ عصمت نامی دہلوی ہے جو لاہور میں مدرّسہ مشہور ہے۔ لکھنؤ کا پانی بھی پی چکی ہے۔

سنا ہے کہ عربی و فارسی زبانوں میں بھی مدخلت رکھتی ہے مگر نہیں معلوم کہ شعر کی اصلاح کس سے لیتی ہے۔ یہ شعر اس کا بہ سبیل ڈاک آیا ہے:

لب ہوئے بند نام احمد سے اور مشکل کشا نے کھول دیے

عفت

عفت تخلص، نجم النساء، باشندہ لکھنؤ، شاگرد مقصود عالم مقصود کا ہے جس کا صرف یہ ہی ایک شعر سنا گیا، اور کچھ حال معلوم نہیں ہوا:

ہم جو اے جانِ جہاں! غم سے چھڑ جاتے ہیں مدے ہوتے ہیں، قلق ہوتے ہیں، گھبراتے ہیں

علی

علی، میں نے ایک پررب کے طالب علم کی زبانی سنا ہے کہ علی بخش نامی لکھنؤ کی شاہد بازاری، صاحب دیوان، متول و مخیر، حسین و جمیل، آتش و تاج کے زمانے میں شطرنج خاں گزری ہے مگر اسوں کو اس نے اس شاعر کا صرف ایک مصرع ہی سنا یا تھا، وہی لکھا گیا:

الہی! گھر گئے اب کس شتر قطار میں ہم

عیدو

عیدو نامی کسی عورت بازاری دہلوی کا یہ شعر سنا یا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس شعر کو جناب مفتی صاحب بہادر مرحوم آرزو پسند فرماتے تھے، اور تحقیق ہو گیا ہے کہ اب یہ شاعر کسی کے عقوبت کاح میں ہے:

ٹہنے کو رگ لگی کو دکھا مانی سے کہم دوا تصویر میں کیجئے دہن ایسا، کمر ایسی

غیس منقوط کی ردیف

غریب

غریب تخلص اور امیر القسام، منکونہ سمیر برکت علی حاکم پٹنہ کا یہ کلام ہے:

لوا آور وہ تو جلتے لگا میرے نام سے دل سرد اب تو آہ شرر بار نے کیا
گھسٹا نہ تاجہ مرگ مرا یہ معاملہ رسوائے شہر بج کو دلی زار نے کیا

.....

دل کو وہ پردہ جلایا مثل شمع کیوں غریب! وہ جو پر دانہ ہے غیروں پر، تو ہوں، کچھ غم نہ کر
آہ گر دل میں جگہ اس کے نہیں کرتی تو خیر اس قدر بھی مجھ سے اس محبوب کو برہم نہ کر

غے کی ردیف

فاطمہ

فاطمہ بیگم ہائی، آگرہ میں کوئی خانگی اس لب دلچسپ سے سخن سرا ہے:

تازک دماغ وہ ہیں تو بھاس بھی ہے تمکنت^(۴۰) ہم خود بھی ایسے ہیں کہ سنایا نہ جائے گا

فاطر

فاطر تخلص، فاطر سلطان بیگم نام معروف پہلہ دان، مدد سرد رسوز نانہ، کا ہے جو ضیاء

کے مدرسے میں لڑکیوں کو پڑھاتی ہے۔ فارسی خواں ہے، غلط بھی ہے۔

ایک روز میرے ایک مہربان نے، جو اس کو کچھ پڑھاتے بھی تھے، یہ مصرع سنایا:

آپ کی مرضی ہم نے پالی ہے

اُس نوجوان حاضر جواب نے یوں جواب دیا :

بھر یہ کیوں لیت لعل ڈالی ہے

فرحت

فرحت، مختص بہ اسم، کوئی محبوبہ فرحت بخش فیض آبادی، یوں سخن سرا ہے :

میں جلوں اور کرے غیر سے یوں گرم بغل دل میں خشک ہو مرے، ٹو بھی بنے جب مجھ سا

دل لگایا ہے تری زلف ڈوتا سے، کچھ ہو سانپ کو چھیڑ لیا اب تو بلا سے کچھ ہو
میں نہ چھوڑوں گی سر زلف تاں اے داعی! میری کیا کٹج کو چڑی، حیرتی بلا سے کچھ ہو

فروغ

فروغ، مختص بہ فروغ بخش نام، کسی بے ربی، محسن فروش بازاری کا یہ شعر نظر آتا ہے :

ہمارے قل کی تدبیر ہے نصیر ہوتی ہے نگاہ پاک کی شاید یہی تاثیر ہوتی ہے

فریدوں

فریدوں نامی میرٹھ کی شاہد بازاری، قریب پینتالیس (۲۵) برس کے گزرے کہ وہی میں
آئی تھی۔ حافظ عبدالرحمن خاں صاحب کو شعر دکھاتی رہی۔ خود میں زعمہ تھی۔ یہ شعر اُس کا ہے :
اک ہی زبان رتھو، تو ہم کو زبان دو! (۲۰۰) کرتی ہے زوسیاہ قلم کو زبان دو

قاف کی روئی

قادری

قادری، مختص بہ اسم، جعفری مسطور کی چھوٹی بہن، شاہ نصیر صاحب مرحوم کی شاگردہ تھی،

جس کی یہ غزل ہاتھ آئی ہے

شرط وفا یہ نہ تھی غیر کے گھر جائے
کچھ تو حیا کیجیے، جی میں تو شرماے! (۸۱)

ترج خدا چاہیے اے بُت ترسلا تجھے
ماشوقِ رنجور کو اتکا نہ ترسائے!

لب سے بزم کیجیے اپنے لبِ لعل کو
شرم نہ کچھ کیجیے، چھاتی سے لگ جائے!

میں ہوں فقط اور غم، نام نہیں غیر کا
پاؤں مری گود میں شوق سے پھیلائے!

بہر میں اے قادری! سخت ہے مضطربِ دل
ایک دن اس سے ضرور ملنے کی فیماں ہے! (۸۲)

قمر

قمر تحفص، حیدری بیگم نام عرف ماہِ طلعت صاحب، مرحوم محلِ واحد علی شاہ صاحب
مردوح الصدور کی یہ یادگاری ہے۔

تصنیف : اس تحریر کے بعد لکھا گیا کہ یہ قمر آسان حسن و خوبی، مولانا سائخ صاحب کے عقیدہ
نکاح میں بھی رہی ہے۔ سنہ ۱۸۸۸ع میں جو میں پٹنن یاب ہو کر اپنے مسکن شہر دہلی میں آیا تو بغیر خوش
تقریر صاحب سے معلوم ہوا کہ یہ شاعرہ میرزا امایوں بخت کی بیٹی، میرزا محبوب علی قوس کی ہم شیرہ،
قاری کے شعر بھی کہتی تھی۔ سنہ ۱۲۸۱ ہجری مطابق ۱۸۶۴ء میں راجہ ملک بھٹا ہوئی۔ واللہ اعلم
کہ یہ فقرہ صحیح ہے یا تحریفِ بالا، یا دونوں باتیں صحیح ہوں۔ ہاں، تحفص اور نام میں دھوکا ہو تو جب
نہیں۔ واللہ اعلم بہ حقیقت الحال:

لے گیا قمیص پہ بھی فوقِ تمہارا وحشی مر کے بھی دستِ جنوں سے نہ گریاں چھوڑا

ہو گئی نیند بھی ہم سایہ کی تاشیحِ حرام میں نے نالہ جو کسی رات سرِ شام کیا

ہر میں دل کو بے قراری ہے جوشِ فریاد و آہ و زاری ہے
آنکھیں چھرا کے ہو گئی ہیں سفید کسی بُت کی جو انتظاری ہے

قمر

قمر خلص اور قمر انسا نام، زوجہ اشرف علی خاں مسرور میرد کا ہے۔ کہتے ہیں، سماں بیوی میں اس قدر تعلق تھا کہ تین روز کے آگے پیچھے دونوں اسی ملک بٹھا ہوئے ہاں! یہ اشعار یادگاری کو چھوڑ گئے:

جسے لوگ کہتے ہیں خورشید رخشاں شرابہ ہے یہ میرے سوز نہاں کا
کریں، کم دو منہ بند غنچے سب اپنا میں لکھتی مٹتا ہوں اُس کے دہاں کا
خطر سے مری آہ کے ایسا بھاگا ہاں لامکاں تک نہیں آسماں کا
دہاں حضرت دل! غم کو زیست ہو جاتی جو تم سے لطیف سر زلف سو بہو کہتی
ہوتی ہوں کھنڈ جام شراب اے ساقی! انھوں کی گود سے "ساقی اسیدو سنو" کہتی

کاف عربی کی ردیف

کمن

کمن نامی ہازار ہجرت پوری کوئی بھنگی، سبزہ رنگ تھی، جس کے سامنے ضلع جلگت اور پٹنہ میں اچھے اچھوں کی قتل دنگ تھی۔ کہتے ہیں کہ نوشت خواند میں بھی کچھ ملکہ رکھتی تھی۔ بندے کو اس شعر کے سوا اُس کی اور تحریر ہاتھ نہ لگی:

آہ! میں ہوتی اگر حضرت فیض کے ساتھ مارتی شر موعے کو کسی تدبیر کے ساتھ

کنیز

کنیز خلص ہے، قاطرہ بیگم نامی، حضرت الدولہ بہادر کھنوی کی چھوٹی بیٹی کی لوطی کا نقل ہے کہ یہ کنیز ہاتیر چندہ برس کی عمر میں علوم ضروریہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر شعر گوئی پر نائل ہوئی تھی

لوریں برس کی عمر میں مر گئی۔ یہ کلام اُس کا ہے :

نقاش نے اُس مُت کا سرے نقش جو کھینچا
ساحل پہ نہ پہنچا تھا کہ جو ہاتھ کو کھینچا

جاننے بھی ہو پڑی رُو اتم کیا کرتے ہو کیا ؟
بارتے ہو، زندہ کرتے ہو، قیامت کرتے ہو

وصل کی شب ہو گا کیا حاصل ہمیں ؟ جو ناز سے
جب تلک اتم بند کھولو گے، سحر ہو جائے گی

کنیز

کنیز تحفص، منجھو خانم نام، بہت حکیم طیب اللہ دہلوی، کا ہے جس نے بارہ برس کی عمر میں یہ رباعی موزوں کی تھی۔ اور حال اُس کا کچھ معلوم نہیں ہوا:

ہے دستِ الہ نام حیرا بادشاہ !
بس غیر کے ہاتھ پہ نہ رکھ میری نگاہ !

حیرا ہو کنیز طیر کی دستِ مگر (۳۳)
لا حول ولا قوۃ الا باللہ (۳۴)

گھٹ: اس دو اہان کا چوتھا مصرع عروضیوں میں ترانے کا وزن ظاہر کرنے کو ضرب المثل ہو رہا ہے۔ جو چار مصرعے اس وزن کے ہوں، اور دودہیت ہی کہلاتے ہیں۔

گھٹ: حقیقی: بندہ نے یہ چومصری بہار سے نقل کی تھی مگر اب دریافت ہوا کہ دراصل یہ تو میر

علی اوسط صاحب رشک کا کلام ہے۔ دیکھو اُن کا دیوان جو بیجام تاریخی نظم مبارک ۱۲۵۳ (۱۸۳۵ء)

اصطابق ۱۸۳۶ء کے نام سے مشہور ہے۔

کتلی

کتلی تحفص کی ایک شہزادی تھو یہ خاندان سے تھی جس کا یہ مصرع حدیث قدسی میں چھپا ہوا ہے۔

چٹکلہ: حدیث قدسی کے لفظ پر مجھے اس وقت ایک لطیفہ پائیزو یاد آ گیا ہے جو یارانِ طراقت

پسند کو سنا تا ہوں۔ واضح ہو کہ قدسی تحفص کا ایک شاعر شاہ جہاں بادشاہ کے عہدِ دولت میں ملک اشعرا

تھا۔ میرزا رفیع التو نے اُس کے کسی مضمون کا سر قہ کیا اور اردو زبان میں نہایت پائیزو غزل لکھی۔

جب وہ مشاعرہ میں چڑھی گئی، مرحبا و آفرین کا شور و غوغا ہوا۔ اسی وقت سراج الدین علی خاں آرزو نے فرمایا:

قول ستورہ حدیث قدسی ہے چاہیے لکھ رکھیں فلک پہ ملک
پس غزل مذکور سے زیادہ اس کی داد دلاؤں گی، بل کہ خود سورا بھی اچھل پڑا۔

حدیث، بات کو کہتے ہیں اور شرعی اصطلاح میں خاص بطور خدا کی بات کو حدیث بولتے ہیں اور حدیث قدسی شرعی حاکمہ میں ان آیات پاک کا نام ہے جو قرآن شریف کے علاوہ ہیں۔

الغرض، حدیث قدسی کے نام سے ایک مجموعہٴ مشخصات بھی انصاف ہے جس میں قدسی تذکرہ کی ایک نعتی غزل کی تضمین، نئے نئے دھنک کی مختلف شاعروں اور فارسی کو کی جمع کی گئی ہیں۔ گویا وہ بھی ایک تذکرہ ہے۔ [اسی حدیث قدسی کا دوسرا حصہ بنام صحیفہ قدسی میرے عنایت فرما شمشیر علی مرحوم نے چھپوایا ہے۔] (۳۶) اسی سے یہ شعر لکھا جاتا ہے: خدا:

کس کا منہ ہے جو کہ مدح تری، میرے نبیؐ
خدا ذات تری مایہ حاجت طلبی مرحبا سید ملکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش نصی

نور تھا حیرا وہاں نور حقیقت سے بہم دیکھ کر موسیٰ عرواں ہوئے عشق شلو اسم
اور میر زہق تاباں پہ ہے کیا ہی عالم من بیدل پہ جمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوجھ

سہیل روح قدس آپ کی ذات والا عرش اعظم در دولت پہ کہے صلی علی
عظیم زہد والا ہو شہا کس سے ادا نسبت نیست بہ ذات تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسب

نور سے تیرے سار ہے زمیں دشت بہ دشت ٹوٹی ہائی ہے ہمارے فلک زریں طشت
یہ فلک، ہشت جناں کی نہ خوش آئی گل گشت وہ سراج عروج تو ز الماک گزشت
ہمقاسے کہ رسیدی نرسد پہچ نمی

حق تعالیٰ نے کیا آپ کو ابر اکرام تجھ سے خداں ہے لب غنچہ آمید انام

ہیں شجر اور حجر فرقِ صحابِ اکرام نکل بُحانِ مدینہ ز ثُو سرِ بزمِ دام
 زان شدہ شہرِ آفاق پہ شیریں رطبی
 ذاتِ انور سے بنا سارا جہاں عالمِ نور اور فروغِ اس کے سے ہر خانہ ہے بیتِ انور
 ربِ عزت کو جو اعزازِ عرب تھا منظور ذاتِ پاک ثُو وریں ملکِ عرب گردِ ظہور
 زان سبب آمدہ قرآن پہ زبانِ عربی
 رُجہ وہ حیرے سب کو کا ہے اے شاہِ اسماء سر پہ پاؤں کے رہا شیرِ فلک بھی ہر دم
 رنک افزائے طلائع ہے سوائے آدم! تسبیحِ خود پہ سکتِ کرم و بسِ معظم
 زان کہ نسبت پہ سب کوے ثُو شد بے اولی
 فرقتِ زوے مقدس میں نہیں تابِ حیات زہرِ پی جاؤں پلائیں جو ہے تابِ حیات
 تھوڑے وصلِ اقدس نہیں سیرابِ حیات ماہرہ تھنہ لبانیم ثُوئی آبِ حیات
 لطف فرما کہ ز حدِ می گزرد تھنہ لبی
 چشم ہے آپ سے اے شاہِ سرفرازِ نظر! نظرِ لطف سے عضا سے ہوا بازِ نظر
 تا کریں حُللہ بریں پہ بھی وہ بانازِ نظر چشمِ رحمت پہ کشا سوسے من اندازِ نظر
 اے قربانیِ نفس، ہاشی و مطلق!

دردِ مصیباں سے ہے بے تابِ نہایتِ کُلی حکمتِ لطف سے اس درد کے ہوتم ساقی
 عازمِ دم کہ کُلی ہے مثالِ خدائی سیدیِ آنت جیبی و طیبِ قلبی
 آمدہ سوسے تو قدسی ہے درماںِ طلبی

کاف فارسی کی ردیف

عزیز

عزیز، مختصراً یہاں، کسی شاعرہ لکھنوی کا یہ کلام ایک مہربان کے ذریعے سے ہاتھ آیا مآدِ رکھ

احوال نہ کھٹا۔ اس ہم قیمت ست:

یقین کیجئے دولت سرا میں یار نہیں دل طہیدہ کو پہلو میں جو قرار نہیں
 نہج کو دیجیے ہوسہ میں آپ سے لوں گی میں آپ بھی تو اٹھاتی کسی کی عار نہیں
 بنایا نہج کو زمانہ نے آخرش چو رنگ کیا ہے کون سایا دلوں نے نہج پہ وار نہیں
 لنگ زدہ جو ہے تکتا تو ان دنوں صاحب بغور ہم نے جو دیکھا کسی کی یار نہیں

گوہر

گوہر، مختص پیام۔ دراصل کابل کے کسی رسالہ دار کی بیٹی ہے۔ خدا معلوم کس سبب سے اپنے والدین سے ناراض ہو کر ہندوستان میں چلی آئی۔ لہذا میانہ میں امیرانہ بسراوقات کرتی ہے۔ فارسی تو اس کی زبان مادری ہے، اردو میں یوں گوہر نشانی کرتی ہے:

عشق کیسا بلا ہوا صاحب! کس سے کہیے یہ ماجرا صاحب!
 غیر اچھا ہے، ہو گا اپنے لیے ہم کو کہتے ہو کیوں بُرا صاحب!
 ستم کرا! جور کرا! ظلم و جفا کرا! پر اے ظالم! کبھی مجھ سے ظلا کرا!
 لجا کر، شرم کھا کر، کسمسا کر دیا ہوسہ مگر کچھ منہ بنا کر
 ہمارے دل میں ہے تصویرِ جان (na) جو چاہا دیکھ لی گردن جھکا کر (na)
 بچل جائیں گے طفلِ اٹک میرے نہ حاصل ہو گا کچھ نہج کو زلا کر

گوہر

گوہر مختص اعلیٰ ہے یہاں نام بکھنؤ کی کسی کسی کے یا شعرا میرے پاس آئے ہیں:

حسرت و یاس و اہم اور غم تھائی ہے اپنی قسمت میں بھی انجمن آرائی ہے
 تھا ابھی ذکرِ تمسار کہ ابھی غم آئے میری تاثیرِ زباں کھینچ کے لے آئی ہے
 مزدہ اے شوقِ ہم آغوش! کر جاگے ہیں نصیب لے کے انگرائی وہ کہتے ہیں کہ "نیند آئی ہے"

روح پیاسی مگی کس مست کی سے خانے سے سے اڑی جائے ہے ساقی اترے پکانے سے (۲۱۱)
راہ میں مل گیا بُست خانہ بھٹے کو زابدا کعبہ کو جا ہی چکا تھا ترے بہکانے سے

مگیتی آرا (۲۱۱)

مگیتی آرا، مقلص پام، ساکن پراڑھج واقع دہلی۔ قاری خواں ہے۔ کو عام پیشہ کرتی ہے مگر
اپنے تئیں شہزادی بتاتی ہے۔ یہ شعر اُس کا لکھا گیا:
ہم فہمیں ہیں وہ کہاں کوئی لھکانا نہ رہا یا ہمیں وہ نہ رہے یا وہ زمانہ نہ رہا

لام کی ردیف

لطیف

لطیف مقلص، لطیف القسا نام، عظیم آبادی کا اس زبان میں یہ کلام ہے جس کا ذکر خیر اسی
کتاب کے پہلے حصہ، یعنی مقلصین کا ذکر میں لکھا گیا:
یہ طفل ایک مرے جس گھڑی چلتے ہیں تو پھر ہزار سنبھالو نہیں سنبھلتے ہیں مثلاً

بقین نہ والٹیل پر کریں گے جو حیرے گیسو نہ دیکھ لیں گے
رہیں گے مصحف سے مل کر مگر جو حیرے ڈو کو نہ دیکھ لیں گے

لطیف

لطیف، یہ دوسری لطیف مزاج ہے جس کا نام اللہ جوائی اور پشند وطن ہے۔ ان دونوں یہ رقمہ
محبوبہ بازار علی گڑھ میں مقیم ہے۔ دربار قیصری کی تقریب میں وارد دہلی ہوئی تھی تو معلوم ہوا کہ کسی
قدح حرف آشنا بھی ہے۔ یہ شعر اُس کا ہے:

آنے کا اُس پری کے مجھے اشتہاء ہے دروازے کی طرف مری ہر دم نگاہ ہے

لعن

لعن، سنہ ۱۸۵۷ء کے نادر سے پہلے سہارن پور کی دو ریڈیاں لالہ (۳۳) اور خیرن نامی وار و دہلی ہوئیں جو گانے میں اچھی دست گاہ رکھتی تھیں۔ ان کا جملہ لالہ کے یہ دو شعر امیر خاں گوہنے دہلی نے، جہاں اس وقت اُن کا گنگی تھا، مجھے سنائے ہیں:

جلوہ گر جب سے ہوئی اُس فحش دہن میں لالی شرم سے بچھپ گئی مرجان کے بن میں لالی
بعد مٹکیں میں پڑا شوخ کے دھلن شوخ موہاف آگئی نکس سے پاں سانپ کے من میں لالی

میم کی روئیف

ماہ

ماہ جنکس کی دو صورتوں کا کلام ملا ہے۔ ایک کا نام مٹھلی بیگم تھا جو دلی کی خانگی تھی۔ طرزِ تحریر اُس کی یہ ہے:

ماہ کا ہیوہ ہوا جاتا ہے ابرو دیکھ کر دیکھ لو! بن کر کے نکلا آج وہ شکل ہلال

ماہ

دوسری کا نام نامی اُس کے جمال کی مانند پر وہ عصمت ہی میں مستور ہا۔ لا، اس قدر مظلوم ہوا کہ اس ماہ کوئی نے اپنے بڑیاں نظام نصیر الدین صاحب عرف میاں کالے صاحب دہلی (۳۴) مرحوم مشغور کی وفات کے تیس روز بعد رحلت فرمائی، لا ہوری دروازہ کے باہر خاص اپنے باغ میں مدفون ہوئی۔

اس فاضلہ نے ایک دیوان فارسی زبان میں، دوسرا اردو میں مرثیہ کیا تھا لیکن نادر میں اُس

کا گل کلام بر باد ہو گیا۔ اب یہ ہزار چھتیس صرف ایک شعر مستزاد کا اس کے ایک رشتہ دار نے اپنی یاد سے لکھوا دیا ہے۔ وہ ہوا ہڈا:

ماہ کے دل میں جو تراغش محبت ہے یارا نہ مٹے گا وہ کبھی
باغِ جنت بھی کوئی دیوے تو درکار نہیں تیرے کوچے کے سوا

ماہ لقا

ماہ لقا نامی ایک رضی، طوائف، ملا زمانہ راجا چند دلال صاحب مرحوم مغفور کھتری
تاب الریاست حیدر آباد کن سے صاحب دیوان تھی۔ [میں کہتا ہوں، یہ وہی چندا ہے جو پہلے لکھی گئی
ہے۔] (۳۳)

ایک روز راجا صاحب نے شمع کے وقت اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:۔
ہے یجن کہاں جب سے مری آنکھ لڑی ہے ملنے کی، نبوی! تو بتا کون گھڑی ہے؟
اس شوخ دیدہ، دامن دریدہ، حاضر جواب نے فوراً یہ شعر ہرینہ موزوں کر سنایا:
پہلے ہی سے چلا کے مرے دل کو ستامت! اسے نرغہ عمر ایچ رو ا ابھی رات بڑی ہے

مبارک

مبارک، آپ کا اسم مبارک سُرلوق عصمت و خُلق عفت میں جلوہ نما ہے۔ آپ کی آل
مبارک سے ایک مبارک قال نے صرف یہی ایک مقطع مبارک سنایا اور فرمایا کہ ایک دفعہ جناب
مبارک نے ایک مکان خریدیا جس پر حق شفیع والوں نے دُعا کیا تو زبان مبارک سے ایک غزل موزوں
ہوئی جس کی اخیر بیت یہ ہے:

گھر لینا مبارک کو یا رب! یہ مبارک ہوا بے فائدہ لوگوں کو حاجت کی جلدن آتی ہے
یقین ہے کہ آپ نے شاہ نصیر صاحب رحمت اللہ علیہ سے مشورہ خن کیا ہو۔

تصحیح: اس کتاب کے اوّل دفعہ طبع ہونے کے بعد تحقیق ہوا کہ آپ کا نام نامی مبارک اللہ

نیکم تھا۔ آپ شاہ نجم الدین صاحب صفیر مرحوم خلف شاہ نصیر صاحب مغفور کی زوجہ نامی تھیں۔ سنہ ۱۸۸۳ء تک آپ کی ذات مبارک سے کعبہ اللہ شریف کا کوئی فخر و آباد ہے۔ گیارہ بارہ برس کا عرصہ ہوا کہ آپ دہلی سے ہجرت کر گئی ہیں۔ پیش تر عارفانہ شعر سوزوں فرماتی رہیں۔ یہ کلام ان کا اور ملا ہے:

مجھے کیا خوف محشر ہو مبارک لون قیامت کے پکڑ لوں گی میں گوشہ دامن خانقاہِ حشت کا
عذاب گور کی سختی الہی! کیوں کہ جہلیوں میں؟ تھکا ہارا ہوا آیا ہوں میں پہلی ہی منزل کا (۴۴)

محبوب

محبوب تحفہ، نواب محبوب محل نیکم صاحب، منکوہ حضرت واجد علی شاہ صاحب بہادر کی یہ غزل سراپا سخن سے نقل کی جاتی ہے۔ (۴۵)

اٹھا سکی نہ مصیبت فراق یار میں روح نکل گئی حینِ لاغر سے انتظار میں روح
ہزار مرتبہ تجھ پر سے میں فدا کرتا اگرچہ ہوتی مرے پیارے اختیار میں روح
جو آتا ہو تجھے میرے نظر تو آ عالم! نکل نہ جائے کہیں حیرے انتظار میں روح
نہ نگلی حسرت دل ایک بھی کہ موت آئی ہمیشہ تر پے گی حیرے لیے حزار میں روح
نہیں ہے گور کی تنگی سے کچھ ہمیں وحشت رہے گی بعد فنا کے بھی کوئے یار میں روح
جو آئے نزع کے بھی وقت وہ سچ جمال مریض ہجر کی آجائے جسم زار میں روح
ترے فراق میں ہوں زندگی گذرتی ہے ہے کربِ قلب کو پیارے اور افسردہ میں روح
ہے آرزو ترے ہاتھوں سے قتل ہوں میں بھی نگلی ہوئی ہے تری تنگی آب و دار میں روح
اُسی کے حکم میں ہے موت و زندگی محبوب! حقیقت ہے ولا! وسجہ کردگار میں روح

تختی

تختی تحفہ اور سلطان جہاں نیکم نام اُس مرحومہ مغفورہ کا ہے جو صاحب عالم میرزا قادر بخش

صاحب مآثر کی (جن کے نام نامی سے تذکرہ گلستانِ سخن ممتاز ہے) محل خاص یا انعام تھی۔
 اگرچہ بیگم صاحب کا کلام بہت کچھ ہے مگر مجھے ایک شہزادہ والا چار نے یہی وہ شعر عطا فرمائے ہیں:
 لوحائی نے کہ تجیں خفا کا بن خاک شراب قسم خدا کی صمس کو بڑا صواب ہوا
 خدا جانے کیا بات ہے اس میں غفلی! کہ اس عظم پر جی کو بھاتا بہت ہے

مشرقی

مشرقی تخلص ہے اس زہرہ جبین کا جس کا مشرقی ہر ایک عطار و خصال ہے مگر قرنِ جاں
 اس کا نام ہے، شہر لکھنؤ کے چوک میں اس کا جائے قیام ہے۔ یہ لولی لکھنوی بھی مثل اپنی (بہن از ہرہ
 کے، آغا خاں صاحب کی شاگردی پر نازاں ہے، ہر طرح سے شاداں و فرحاں ہے۔
 گوان دونوں رنڑیوں پر ہر طرف سے بوجھاڑ رہتی ہے، پر ان کی طرف سے بھی گویا رہتی
 ہے، چناں چہ ایک اخبار میں مثنوی کنیش داس صاحب لائق سابق ملازمہ راج پنپالہ کے نام نامی سے ایک
 غزل دیکھی گئی جس میں یہ شعر بھی تھے:

ہم رخکِ شمس، زہرہ جبین کے ہیں مشرقی خوبوں سے یوں بھرا ہوا گو لکھنؤ تو ہو
 شاگردِ شمس، زہرہ ہو یا ہودے مشرقی لکھے اک اس زمیں میں غزل دو بد تو ہو
 مگر دریں والا، ایک خط اُن کی طرف سے پاسبانِ گرامی میاں دادا خاں صاحب ستارح صاحب لطائف
 بھیجی جو مشہور ہوا تھا، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اب کچھ یہ کج رفتاریں راہِ راست پر آ گئی ہیں جو
 ایسی ملائم باتیں بنا رہی ہیں۔

اب بندہ ان جھگڑوں کو چھوڑ کر مشرقی کی وہ غزل لکھتا ہے جو خاص اس تذکرہ کے واسطے
 یہ سہیلی ڈاک آئی ہے:

پہلو میں ہمارا دل نا شاو نہیں ہے ویرانہ تنِ ہجر میں آہا نہیں ہے
 کافی ہے رگِ جاں کے لیے نضرِ مژگاں عاشق کو ترے حاجتِ فضا نہیں ہے
 کس وعدہ فراموش کو دل دے دیا ہم نے اللہ رے لیاں کہ ڈرا یا نہیں ہے

کا شانہ دل میں ہے کہاں ساقی سے کش؟
 کافی ہے ترا حلقہ گیسو عوض طوق
 وہ سبز قدم ہے یہ مہارک ہے سراپا
 اے طاہر جاں! پھیر سے کراس میں، بسیرا
 شاید کسی محروم کا ہے آبلہ دل
 اے بانی بے داد! کچھ انصاف بھی ہے شرط
 وہ دشت میں تھا، میں صلیب گرد جہاں میں
 وصال حسین خدا داد ہے، یاں معنی خدا داد
 فرماتے ہیں وہ سن کے مرا شکوہ فرقت
 کھینچے سر نہ زلف بے تاب کا نقشہ
 کس سے کہوں کوہ غم و وحشت کی میں افتاد
 اس صفحہ دل پر ہے تری آنکھ کا نقشہ
 کہنے کو تو سب کہتے ہیں اے مشتعل اشعار
 شمشے میں ہمارے وہ پری زاد نہیں ہے
 گردن مری منت کش حد او نہیں ہے
 قامت کے مقابل ترے شمشاد نہیں ہے
 یہ خانہ تن، خانہ صیاد نہیں ہے
 یہ معبود چرخ ستم ایجاد نہیں ہے
 یہ جان حزیں قابل بے داد نہیں ہے
 بھٹوں میرا شاگرد ہے، استاد نہیں ہے
 کم آن سے کبھی عاشق ناشاد نہیں ہے
 سرکار میں شتونی فریاد نہیں ہے
 تاب قلم مانی و بہزاد نہیں ہے
 افسوس! کہ بھٹوں نہیں، فرہاد نہیں ہے
 کچھ نظری جس کو یہ وہ صاد نہیں ہے
 لیکن کوئی اب جس سا استاد نہیں ہے

مشتوق

مشتوق مخلص ہے، حیدری خانم فیض آبادی کا جس کا صرف ایک شعر پندرہ لکھنؤ سے آیا ہے:
 پان کما کر جو کہیں تم کوک دیا اس گل نے رجب یا قوت بنے باغ کے گلر و خمر

مغل

مغل مخلص، دیبا جان نام، مشہور پہ مغل جان ہشت اسمیر بیگم، کا ہے (جو چڑت گلاب گلہ کشمیری کے گھر میں تھی اور اس کی وفات کے بعد ساری عمر تابع رہی۔ اس عورت کے چڑت مسطور سے، جو مرتے وقت کلمہ پڑھ کر مدفون ہوا، چار لاکھیاں اور دو لاکھ پیدا ہوئے۔ اس جملہ یہ مغل اس

کی بیٹ پوچھن ہے۔)

ایک بہن اُس کی معروف بہ بیگم جان، جو سید امیر صاحب خوش نویس دہلوی عرف میر پنجہ کش کے گھر میں پڑ گئی تھی اور بعد وفات سید مرحوم، ندر ہی کے زمانہ میں رحلت کر گئی۔ اس کی بیٹی ولایت نای تاجے میں خوب مشاق ہوئی مگر مسکرات کی عادی ہو کر ذلیل و خوار رہی۔ اب اُس کی لڑکی بکد نای، مغلوانہ جوانی میں تعلیم پا رہی ہے۔ دوسری ایک نواب زادہ دہلوی مغل پنجے کے نکاح میں رونق افروز رام پور ہے اور اُن کا نسب سندھ ماوری بھی مغلوں ہی سے ملتا ہے۔ صرف امیر بیگم ہی گردِ شاہ زمانہ سے چڈت کے ہاتھ آ گئی تھی مگر بعد [میں] تو یہ خانگیوں کا ڈیرا خوب مشہور ہوا، تاجے گانے کا بھی چرچا بچل گیا۔ اُلی والی پیازنی پر ایک مکان رفیع الشان بنوا لیا، رتھ اور پانگی خریدی، سب طرح کی ناموری حاصل کی۔

تیسری عمدہ جان سہ نای جو میرے ایک حمایت فرما سے آشنائی رکھتی تھی، اپنی جوانی کے زمانے میں اچھا گاتی تھی۔ اب اپنی لڑکی زہرہ سہ نای عرف محبوبین کو تعلیم دلوا رہی ہے۔ (اور ہاں، یہ نوخیز کچھ قاری بھی پڑھتی ہے، چٹاں چٹاں کل گلستانہ کا سبق لیتی ہے اور گاتی بھی مزے سے ہے۔ "ہونہار بردا کے پچھنے پچھنے پات")۔

الغرض، یہ مغل خانگی کہلاتی ہے۔ اُس نے چوڑے عام کو طرح دے، تاج بھرے کو سلام کر، فقط ستار ہاتھ میں لے، اپنے خواہندہ کا پہلو برسوں گرم کیا، فور کسی سے کچھ سروکار نہ رکھا، مگر سنہ ۱۸۷۷ء کے شروع سے وہ بھی کسی سبب سے کنارہ کر گیا تو یہ ثابت قدم روزہ نماز کی پابند ہوئی، مسکرات و منہیات سے، سوائے زردے کے سب ترک کر بیٹھی۔ ہاں، وہ دعا شعار بھی اس قدر سلوک کرتا سہ نای رہتا ہے کہ اُس کے کھانے پینے کو کافی ہوتا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ کسی دوسرے کی محتاج نہیں ہے۔ اپنے لواحقوں کے شامل، گزارہ کر رہی ہے۔ اللہ جل شانہ اس نیک فیتی کا اُس کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

بہر کیف، یہ دو عین غزلیں اُس کے نام کی ہیں:

بُست بُوِ حیرِی مجھے بعد از فنا تھی، میں نہ تھا روح میری طالعِ قبلہ فنا تھی، میں نہ تھا

نقشِ خوں آلودہ میری کیوں نہیں کی پامال
میرے ہوتے غیر کو ٹوٹنے بجایا کس لیے؟
جب کہ اُس قاتل نے قتلِ عام پر باغی کر
برگِ پان و ہار گل تھے اور سے و جام و گزک
زلف کے بوسے پہ تاقِ مجھ پہ برہم ہو گئے
شاخِ گلِ بخش میں اُس پر اس طرح دوڑائے ہاتھ
پانو گننے کو ترے کیا بس حنا تھی، میں نہ تھا
اونٹ کا فرا یہ کیا طرزِ جفا تھی؟ میں نہ تھا
واسے ناکامی کہ وہاں خلقِ خدا تھی، میں نہ تھا
سب طرح کی اُس کی محفل میں فضا تھی، میں نہ تھا
یہ دل سودائی کی پیارے! خطا تھی، میں نہ تھا
اے مغل! کیا سمجھے، اُس گل کا ساتھی میں نہ تھا

غزلِ دیگر

حالِ دل کا کروں جو کچھ اظہار
لیک ہے نمبرِ خامشی لب پر
ہے توشیح یہ اپنے تالوں سے
دیکھیے کب جُدا ملاتا ہے؟
رات دن اے مغل! تصور میں
مسلِ بلبلی رہوں ہوں زار زار

دیگر

بے وفائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
عمرِ الفت کی انتہا ہے کہاں؟
آشنائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
آشنائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
پارہ سائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
پارہ سائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
بے حیائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
مُت! خدائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
یوں کھائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
یہ سلائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
تو بھائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
بے وفائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
عمرِ الفت کی انتہا ہے کہاں؟
آشنائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
آشنائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
پارہ سائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
پارہ سائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
بے حیائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
مُت! خدائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
یوں کھائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
یہ سلائی نہ کرا! خدا سے ڈرا
تو بھائی نہ کرا! خدا سے ڈرا

مٹوں سے مٹا رہا ہے وہ اب ڈھٹائی نہ کرا خدا سے ڈرا
ہے مٹل رات دن ترے قرباں اب خدا کی نہ کرا خدا سے ڈرا

محور

محور مختص ہے، محور بخش نام، بکھنوی، مقیم حال جو ناگذا کا۔ سنا ہے کراؤ مجھے شعر کہتی ہے
لیکن اس کا کلام ہاتھ نہیں آیا۔ صرف ایک مصرع سنا گیا ہے جو اس نے اپنے نام کے کج میں کہا ہے۔
وہی لکھا جاتا ہے۔ اور کچھ احوال اس کا دریافت نہیں ہوا :

یا اللہ! دل محور بخش!

منو

منو مختص ہے، منو جان نام، سکڑ کر نال کا جو موزوں طبیعت سے بھی کبھی شعر موزوں
کرتی ہے:

ٹوٹے کر دیکھا ہر اک سے بُت رحا! اخلاص جب ہوا نقش ترے دل پہ ہمارا اخلاص

شم سنو یا مت سنو اے جان من! پر دُعا ہر صُبح دے جاتے ہیں ہم

مہتاب

مہتاب، مختص بہ اسم۔ کسی بریلوی عورت یا زاری کا یہ شعر نگاہ سے گزرا ہے:

دل اٹھاتا ہے مرا جو د بھا کیا کیا کچھ آوا کرتا ہے وہ مہتاب دعا کیا کیا کچھ

مہر

مہر مختص، مہینا جان نام عرف کالی، سکڑ کر نال کے یہ شعر دست یاب ہوئے ہیں :

وقتِ نزع ہائیں پر سرے آئے تو کیا آئے دم آخر جو تم کو ایک دم دیکھا تو کیا دیکھا
یوں چمکا داغ بھراں تہر کے سینہ میں ہے جس طرح فانوس میں ہو زیرِ پیرائمن چراغ
ہم کو سینے سے لگانا چاہیے نیر کی چھاتی جلانا چاہیے

نون کی ردیف

تاز

تاز— اس شخص کی چار تاز نیوں کا کلام ملا ہے جو بے کم و کاست لکھا گیا ہے۔
اول: بے جان نامی شہدِ بازاری، لٹرخ آبادی، یوں حرم ہے:
ڈہرہ جلائیں لینے گلی آسمان پر تو ڈالیا جوتاچ میں اُس نے اُٹھا کے ہاتھ

تاز

دوی: دلی دلی گمانی خانم کی بیٹی، بنام کلیق آرا بیگم (۱۳۷۷) ہے جو نہایت شوخ مزاج، بڑی
چالاک، زبان دراز، چال باز، چلتی اوزار، رنڈیوں میں مشہور مردوز کار ہے۔ اُس نے دلی کے ایک
رکس کی بھوبھی ناموزوں، موزوں کی تھی۔ یہ عورت کبھی کسی کے گھر میں بیٹھ جاتی ہے، کبھی چٹے پر کر
بانہ سٹی ہے۔

سنہ ۱۸۷۷ء کے شروع میں یہ شاعرہ ہے پور بلی گئی۔ وہاں سے اُس کے کچھ شعر لالہ کشنیا
لال صاحب دتھی صاحب جواب الجواب تذکرہ گلشنِ بے خار، لائے کچھ پہلے میرے ہاتھ آئے
تھے۔ وہ سب تذرا احباب ہیں:

وصالِ یار کا سماں جہاں بنا بگڑا ہمارا کام یوں ہی ہر زماں بنا بگڑا

تھمارے پانوں کے ناخن کی ہم سری نہ ہوئی ہلال لاکھ سر آساں بنا بگڑا

ہمارے صیحا لکھنے پر ہزاروں ساد کرتے ہیں یہ اُن کی مین محتات ہے کرم ایڈو کرتے ہیں (nn)

تم تو اترا مجھے جھا کر کے ہم نے مارا نہ دم وفا کر کے
ہم نے دکھلا دیا کمال عشق ابتدا ہی میں ابھا کر کے

لفظ فحشی ہے اپنی، آپ کو ہم بادقا کہجے بڑا دھوکا ہوا نا آشنا کو آشنا کہجے
مرا دل ڈلف کو زنجیر یا دام بلا کہجے ہزاروں بچے ہوں جس میں اُسے انسان کیا کہجے
تھیں ہم دوست کہجے دوست کو نا آشنا کہجے یہی ہواں تھے صاحب اجتم کہجے، بجا کہجے (nn)

تاز

سوی: ایک شہزادی تھو یہ خاندان کی، پھر زندہ پ اما س، دہلی میں عمر رسیدہ موجود
ہے۔ خود سے پہلے جوانی کی ترنگ میں شعر کہتی تھی۔ اب جو دو چار یاد تھے، خود لکھوا دیے ہیں اور
وہ یہ ہیں:

شور ہے اُس کی بے وقائی کا بس نہیں چلا دھاں رسائی کا
دام ڈلب سیاہ اُس کی سے نہ بنا کوئی ڈھب رہائی کا
کر نکلائی علی کی ٹو، اے تاز! ہے اگر دھیان بادشاہی کا

مجھ سے روٹھا وہ یار جانی ہے جان جانے کی یہ نکلتی ہے

تاز

چھاری: امیر جان بچ کو ہر جان بگھنوی کی یہ غزل موصول ہوئی ہے:
اپنے پہلو میں جگہ دی سر محفل رنج کو دل دہی یار نے کی دیکھ کے بے دل رنج کو

اُکھٹ یار سے بس ہو گا یہ حاصل بچ کو
 لے گیا بام پہ وہ حور شاکل بچ کو
 کر کے چٹھے کلبہ ناز سے ہسل بچ کو
 جس کا دیوانہ و سرگشتہ پھرا کرتا ہوں
 اور مہماں ہوں کوئی دم کا ذرا فیصد تو
 بدگماں ہو تو قسم کھانے کو میں حاضر ہوں
 جہر میں اُس بیم خوبی کے ہوا یہ نقشہ
 سبب گر یہ میں اُس بحر کرم سے کہتا
 گرمیاں یار نے کہیں غیر سے میرے آگے
 ہشتم احباب میں افزودن مری عزت ہو جائے (۳۸)
 تالہ و آہ و بکا، کاہش دل، داغ جگر
 زُلب بُرچ کا دیوانہ سمجھ کر حُداد
 اور بھی بعدِ فنا مرحہء عالی ہو
 قیس کی شکل سے بھنوں کسی لیلیٰ کا نہیں
 تازا احباب کی خاطر سے کہی میں نے غزل

تازک ۵۶

تازک مختصر، زینت جان نام ایک عورت اسی شہر کی، نزاکت فروش بازاری، سنہ ۱۸۳۷ء
 میں موجود تھی جس کا یہ کلام ہے۔ اغلب ہے کہ اب رحلت کر گئی ہو:

یاد آتی ہے اُن آنکھوں میں آمد وہ نشہ کی
 ساقی سے گل رنگ سے جب جام بھرے ہے
 ہے تالہ و زاری کا مرے شور فلک تک
 پر وہ ہنچ گل قام کوئی کان دھرے ہے

نازک

نازک، یہ دوسری نازک اندام، سیدہ فاطمہ بنت جان نام، خوش خرام، شیریں کلام ہے، جو میرزا شاہ رخ بہادر مرحوم کی گائیکوں میں تھی۔ وہاں سے امام خاں گوہر نے کے ذریعہ سے متا جان والدہ فاطمہ جان رکھ کر متوفی کے ذریعے میں آئی اور تپتے گانے میں مشہور ہوئی۔

یہ شاعرہ اکثر کلمتوں کے ذریعہ بتاتی ہے۔ مشہور بہادر عشق گوہر ہی مزے سے پڑھتی ہے، اور اس سہمی کو خوب ہی ادا کرتی ہے :-

مشہور ہے کہ تھا کوئی ایک خواہجہ مصحفی

چال باز بھی ایسی ہی تھی کہ اپنا ثانی نہ کھا۔ سنا ہے کہ اس نے کبھی تماشا بین کو خرچی چکا کر نہیں رکھا مگر دو چار روز کے بعد اس پر وہ چھتر رکھا کہ سر نہ اٹھا سکا۔ جو اس کے پیچہ میں پھنسا، اس کے جھٹکے جھوٹ گئے۔ اس آفت جاں کی بدولت ایک وہ بے چارے مارے بھی گئے۔ بعض اس کی کھکھڑ سہارے گئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس بھرپور نے بنارسی شزاوی کا بیس بنایا اور دوتی کے ایک رئیس زادہ ہندو کو، جو رٹ پوں سے محقر اور چمنالوں کی طرف مائل رہتا تھا، دام ترویہ میں پھنسا دیا۔ اب تو پو بارہ ہو گئے، خزانوں کے دارے نیارے ہو گئے۔ ہفتہ عشرہ میں خود ہی راز فاش کر دیا، اس سادہ لوح کو چٹا دیا۔ باوجود ایسی چالاکیوں کے یہ دل ربا، دل فریب اپنے آشیائیں کی ایسی خاطر مدارات کرتی ہے کہ جس کی نظیر میں نے اور کوئی نہیں سنی۔

غرض یہ کہ اس زمانہ میں یہ پوری نہ سوا ہے۔ یہ مثل شاید اسی کے واسطے درست ہے :-

”آن سے مارے، تان سے مارے، مران سے مارے، جان سے مارے“

مہاراجا شودان سنگھ بہادر مرحوم مغفور والی انور کے لاکا پیدا ہوا تو اس وقت اس نے بھی جاکر بھرا کیا اور اپنی چرب زبان و شیریں کلامی سے مہاراجا صاحب کو ایسا مائل کیا کہ ہر روز کی حاضری کا حکم لیا۔ وقت خواب عرصے تک مشغولی سناتی رہتی تھی، یوں مشتاقوں کو لہجائی رہتی تھی۔ وہیں چند اشعار، جلسہ مذکور کے بیان میں موزوں کر سنائے۔ مجملہ ان کے چار شعر مجھے بھی لکھوائے ہیں مگر اب تو یہ مثل ہے کہ ”نوسو چہ ہے کھا کے تلی جج کو چلی“، یعنی ممنوعات شرعی سے توپ کر ایک مسلمان

کو گھیر لیا ہے۔ گو بظاہر نکاح نہیں کیا لیکن نکاح کی شرطیں پوری کر رہی ہے۔ مسئلہ مسائل کی کتاب میں بھی پڑھ رہی ہے۔ کلام اللہ بھی پڑھی ہوئی ہے۔ کسی قدر زبان فارسی سے بھی آشنا ہے۔

المختصر، یہ شعر اس کے ہیں جو اس نے خود لکھوا دیے ہیں:

کہتا ہوں میں خدا سے پیاب ما جڑاے دل ایسا نہ ہو کہ میرا کسی نہ پر آئے دل
ڈرتے رہو خدا سے بھو! غلم مت کرو! ایسا نہ ہو کہ غم کو کوئی دے سزاے دل
بس چاہئے یہاں سے! نہ پاتیں بنا چئے! گلوں سے غل کے بھیکے جو ایسا ستائے دل
نازک! وہ فراق میں اتنا نہ روئے! اٹھوں کی جان گل نہ پڑیں تخت ہاے دل

جلوہ گری سے روٹی پر یہ جلسہ وہ لاجانی ہے کوئی دہشتی اور سے چار کوئی دو شالہ سری سر (۳۳)
آج ہے یہ اس عقدہ کشا کے لہجہ جگر کی سال گرہ (۳۴)
بزم طرب آرامت یہ کیا قاعدہ اور آداب سے ہے والی انکو رکا ہے ستور باری بھی سلطانی ہے (۳۵)

منجھن

منجھن، اس شخص کی ایک عورت کا کلام ایک عنایت فرمانے عنایت فرمایا، اور کچھ حال

نہ بتایا:

چشم بد دورا گر بھی ہے آنکھ دل جگر نہیں تو دونوں کھو بیٹھی
ہو گئی دو جہاں میں وہ بھی غنی تکیہ کر کر خدا پہ جو بیٹھی

منجھن

منجھن، مخلص پاسبم۔ دہلی کے اردو بازار کی روٹی انجیر تھی، جس کی گت ٹوٹا دھت، مثل کہ پھٹو آ میر تھی۔ سنا ہے کہ اس نے ایک فزل پان کے ملاز سے پرکھی تھی، جس کا ایک شعر کسی مہربان نے سنایا، وہ نئی درجہ اور ارق ہوا:

ننگ دیکھو، بعد مرگ مرے انتظار کو زمیں نے چھلایا ہے ہمارے حصار کو

نزاکت

نزاکت اس سوزوں تخلص کی مصداق تین نزاکت شعاروں کی حقیقت اس جگہ اپنی نزاکت ظاہری و باطنی سے جلوہ گری کرتی ہے۔

اول: وہ نزاکت تخلص، رمیخو نام، نازنوں کی نیت بازاری، ستم شعاری ہے جو شیفہ مرحوم، صاحب گلشن، بے خلو کی دوست داری سے شاعری میں نام پا گئی۔ انجام کار حضرت سلطان جی صاحب کے قدموں میں جا مدون ہوئی اور جنگو نامی اس کی دوسری بہن، میر حم علی بخارا کا بعد از فوج داری کے گھر میں پڑ گئی تھی۔

یہ دونوں خاتونیاں یکساں زمانہ مشہور تھیں۔ چریداروں میں ان کا مکان عالی شان اب تک موجود ہے جس کو لالہ مجسمین نرائن صاحب ساہوکار کھتری اور حکیم احسن اللہ خاں صاحب بہادر مرحومین مرۃ بعد از فی خریدہ فرما کر اپنے اپنے تحت و تصرف میں لائے تھے ہیں اور قدر کے بعد ایک برٹج اسکول بھی اس میں جاری ہوا تھا۔ اب اس کی متصل ایک مشن اسکول کی شاخ ہے۔

الحاصل، رمیخو کا یہ کلام ہے:

بس کہ رہتا ہے یار آنکھوں میں ہے نظر بے قرار آنکھوں میں
مٹھل مٹھل دھواں میں وہ لعل زو لے گیا دل ہزار آنکھوں میں
سُرمۂ خاک پا عنایت ہوا آ گیا ہے غبار آنکھوں میں
یاد آئے کمر جو ٹکٹن میں ہو رگ لعل بھی خار آنکھوں میں

کہے جو رقیبوں کی برائی تو کہے وہ ”ہے وہی وقار جواہروں سے ہے“

پڑا ہے خون دل سرے قدم تک جا بجا میرے بتایا ہے مجھے گویا کہ خاک کوے قاتل سے

کہتا ہے ”آپ کی بھی ہے کیا عاشقی غلط“ گر کہے تیرے عہد میں الفت نہیں رہی

کیوں نہیں قربان ہوں جب وہ کہے ہے جڑ سے (۱۳۲) ”ہم کو جفا کا شوق ہے، دل وفاقون ہے؟“

مرے شوقِ پنہاں کی تاثیر دیکھو کہ دل دار بھی دل رُبا جاتا ہے
نزاکت ہوں پر ناقوانِ محبت لطیف مرے نام کا جاتا ہے

نامنصّل اور اے بُت بے دلوگر! ایسی؟ چاہت تری غیروں کو بھی ہوگی مگر ایسی؟
کہتے ہو علاج آپ کریں گے غفلتِ کان کہے کو فیرے کا سُنائی اگر ایسی
حرماں ہے اگر چاہ کی تقدیر تو عالم! تقصیر نہ ہو گی کبھی بارِ دگر ایسی
ہم بڑی دشمن کو چمپاتا ہے ٹو کا صدا کہتا ہے کسی سے کوئی ناداں! خبر ایسی

کلائے ہے گرمی کی ننگہ سے دو گلِ انعام (۱۳۳) اللہ! یہ کیا لطف کی نازک بدنی ہے

نزاکت

دوم: وہ نزاکتِ حقیقہ، کند و نام، بدستِ حسنی ہے جو خوش حالی والی دلی کی تپنی، مشہور ڈیرا
دار ہے اور بالفضل بے پیر میں اقامت گزیر ہے۔ گو ناخواندہ ہے مگر طبیعتِ سوزوں رکھتی ہے۔ ستار
خوب بجاتی ہے۔ میر و ابدلی کھنوی کھنفتہ تعلیم بے پردے مشہور بخشی ہے۔ یہ شعر اس کی زبان کی کھسے گئے:

ہلہ زار ہوں تو حیرا ہوں میں گرفتار ہوں تو حیرا ہوں
ان فرشتوں کو واسطے مجھ سے میں گنہ گار ہوں تو حیرا ہوں
خواہشِ دیر نہ کام دُنیا سے میں طلبِ کار ہوں تو حیرا ہوں
ہوں نہ اچھا کبھی سبھا سے میں جو پیار ہوں تو حیرا ہوں
بجودِ کردا نہ غیر کے آگے بندہ، اے یار! ہوں تو حیرا ہوں

ہمیں غیروں سے لڑکاتے ہیں آپ آرام کرتے ہیں کسی کے کام سے کیا کام ہم اپنا کام کرتے ہیں (۱۳۴)
نہ ہر رخ کا دیتے ہیں، نہ گیسو چھونے دیتے ہیں یوں ہی اک مگر گزری ہے کہ صبح و شام کرتے ہیں

ہوئے دو چار خوب گر ناکہائی سے جب کیا ہے؟ وہ جب ہندی لگاتے ہیں تو قہل عام کرتے ہیں
 دکاتا ہے انھیں تانج اک دن وصل کی شب میں ابھی سوئے دو اگر طالع مرے آرام کرتے ہیں (۳۶)
 حصیر: اس شاعرہ کے کلام پر بعض جاسرقہ کا احتیال کرتے ہیں مگر میں نے جس طرح اس
 کے منہ سے سنا، لکھ دیا۔ سنہ ۱۸۷۶ء میں یہ شاعرہ بیمارہ اپنا معالجہ کرنے دار ودہلی ہوئی تھی اور ریوڑی
 والا کٹروہ میں غمیری تھی۔ اس وقت میں خود اس سے ملا تھا۔

نزاکت

سوم، وہ نزاکت تخلص کی محبوبہ، بازاری، مقیمہ بمبئی ہے جس نے ایک دفعہ نثر کا مع غزل،
 لادھ، اکی زہرہ و مشتری لکھنوی کے، ہشتہر کیا تھا۔ میں نے طول فضل سمجھ کر اسے قلم انداز کیا، صرف
 غزل کو لکھ لیا۔ وہ ہوا ہذا:

نہیں مگر ترے در پہ جانے کے قابل	یہ قسمت ہے کس کام آنے کے قابل
جسے دیکھیے بے وفا، سنگ دل ہے	نہیں بہت کوئی دل لگانے کے قابل
کہیں کیا کیا شمع نے کام اپنا	نہیں ہم رہے لب بلانے کے قابل
کیا عشق نے ہم کو بدنام سب میں	کہاں اب رہے منہ دکھانے کے قابل
اسی سے ہے درد و اہم عاشقوں کو	یہ ہے نقش الفت مٹانے کے قابل
عجب کیا، کشش دل کی اس سے ملا دے	کہ ہے اس میں طاقت ملانے کے قابل
عہٹ ایک بے درد سے دل لگا کے	ہوئے ہم غم و غصہ کھانے کے قابل
عجب دور آیا ہے ناقابلوں کا	فلک! چن کہاں وہ زمانے کے قابل؟
اگر بزم میں ہو نہ ساقی نزاکت!	تو پھر سے نہیں منہ لگانے کے قابل

نسائی

نسائی، سنا ہے کہ اس تخلص کی کوئی مصت پناہ لکھنوی میں یوں لب کشا ہے:

کیا کہیں ٹم سے ہم کہ کیا ہیں ہم پاک دامن ہیں، پارسا ہیں ہم

نظیر

نظیر، مختص بہم، کسی شاعرہ کا یہ مطلع گوش آتا ہے:
جو ٹو اغیار کے پہلو میں میاں! رہتا ہے بچ کو تنہائی میں پہروں غفقاں رہتا ہے

نورن

نورن نامی کسی لفرغ آبادی عورت کا یہ شعر ہاتھ آیا ہے:
مارا تھا تیری زلف نے کل جس کو گل بدن! بارغ جہاں سے آج وہ بیمار اٹھ گیا

واوکی ردیف

دوڑی

دوڑی، ہم مختص وہم نام کسی عورت خیر آبادی، ماہرہ بازاری کا یہ کلام ہے:

کسی پردہ دار کا غم جو نہ پردہ دار ہوتا تو نہ استخاں میں ہرگز میرے غبار ہوتا
یہ غضب نہیں تو کیا ہے! کہ چمن ہے اور گنٹا ہے یہ وہ وقت ہے کہ جام بے تاب و یار ہوتا
نہیں جب ثبات دُنیا تو مجھے ترا نگہ کیا مرے ساتھ عہد کیوں کر ترا استوار ہوتا
تجے کب غور کہتا کوئی اے کریم و رام! کسے بخشا؟ جو کوئی نہ گناہ گار ہوتا

ولایتی

ولایتی مختص شاید کسی شہزادی جمود یہ کا ہو جس کے نام سے غداری ہوئی نہایت مشہور ہوئی

تھی جس کا قطع یہ ہے:

چودہ کا وہ سال، مہینا باد کا، سن لو بھائی! روز جمعہ کا تھا زوج تھی، ولایتی بیگم نے ہوئی گائی
سبت ۱۹۱۳ کرمی دونوں کی بڑائی ہند میں کیسی ہوئی چائی

با ہوز کی روئیف

ہوئی

ہوئی تخلص، کسی مجہول الحال کی یہ مثال ہے:

عمر انساں جس قدر بڑھ جائے ہے اتنی ہی دیکھو ہوں ہو جائے ہے

پاشناۃ تختانی کی روئیف

یاد

یاد تخلص کسی شزاوی و دہلوی کا ہے جو میرے ایک مہربان سے رابطہ خط و کتابت رکھتی تھی اور انھیں
سے شعری اصلاح لیتی تھی۔ انھوں نے اس کی تاریخ وفات میں سوزوں فرمائی ہے:

لحد میں یاد نے جب منہ چھپایا رہا ہے کھڑت غم سے کسے ہوش
کہ تاریخ اس کی کون کہوے؟ ہوئی جو یاد اب از خود فراموش

[۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء]

الفرض، اگرچہ یاد مرحومہ سے بہت سا کلام یادگار ہے مگر ایک قطعہ، جو اس نے اپنی نزع کی
حالت میں کہا تھا، پتھر یادگاری درج ہوتا ہے۔ وہ ہوا ہے:

عہد کبر و دہاں ہے اے اقربا! کہ اب یاد تو یاں سے چلنے کو ہے

سر انجام غسل و کفن کر رکھو! تم زار سے جاں نکلنے کو ہے

یاس

یاسِ تخلص ہے آفتابِ بیگم کا جو فیض آباد میں اپنی نازک خیالی کو ظاہر کر رہی ہے:

اُڑنے وہ غنچیر بادِ شوق میں ہے پر لگا حیرتِ ترا جس کسی کے اسے پری بیکرا لگا
کیا خبر سوداگیوں کو موسمِ گل کی ہوئی میری غربت پر برسے رات دن "خضر" لگا
اب بھی گرا آنا ہے تو جلدی سے آئیے خبر لے سیوا! اب تو دم آنے مرے لب پر لگا

حال حیرے زار کا نوعِ دگر ہونے لگا جاں بلب عاشقِ ترا اسے ہم برا ہونے لگا

یاسمن

یاسمنِ تخلص کی پنجیلی نامی، انشاء اللہ خاں صاحبِ مرحوم کی کنیز یا تمیز تھی۔ ڈہدو پارسائی کے سبب نکاح کرنے سے بھی محظوظ تھی مگر کہتے ہیں کہ آفتانے بہ حکمِ شرع اس کا نکاح کر ہی دیا۔ پس، یہ پاک دامنہ تیسرے ہی روز رحلت کر گئی۔ واللہ اعلم کہ اس میں کیا اسرار تھا۔

الغرض، یہ کلام اُس کا یادگار رہ گیا :

گردشِ بخت سے دگر ہوں دو چار بھر ترا راہِ مکرر یاد آیا (۲۳۷)
یاد آیا مجھے گھرِ دیکھ کے دشت دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
سُرمہ کھلوا یا خوشی نے مجھے وہ جو منظورِ نظر یاد آیا

صبر جاتا رہا قرار کے ساتھ پر مرے دل سے جانِ نثر نہ گیا
دُھڑ زار سے راتِ صحبت تھی شیخِ جی کا مگر دھڑ نہ گیا

یا بیکتن

یا بیکتن تخلص اور تو سن نام سے کسی سہارن پوری شاعرہ کی غزلیں ہرگز سخی اور
گلدستہ سخی میں طبع ہوئی ہیں جن کے مطلب یہ ہیں:

کام آخر ہو چکا کہ دوا ترے بیمار کا ہے فقط مشتاق اب وہ شربت دیدار کا
کون سے دن رکھنے پہا، چارہ گر آتے نہیں پر یہ بھرنے میں مرے زخم جگر آتے نہیں
ظہل سرخ روئے پہ جس دم بھل گئے چشموں سے ایک آن میں دریا اُبل گئے

لا اظم

عمر لاحق کی نسبت سنا ہے کہ کسی عورت کا کلام ہے:
زخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

خاتمہ الکتاب

الحمد لله والمنة کہ یہ گلدستہ رشک و دھند بہار، ہائزاراں زیب و زینت، حسبِ تمنا
اجا مرتب ہوا۔ جو کہ اس میں مستورات کی خیال بندیاں ہیں، اس کا نام تاریخی مراثیِ خیالی
(۱۲۹۴ھ - مطابق ۱۸۷۵ء) رکھا گیا۔

یا الہی! یہ گلِ نو گلستا اپنی شمعِ حیرت (۳۳۸)، غیرت افزاے دامن بوئے پروین سے عالم کے
دامع کو تازگی بخشے اور آئینہ جہاں کے دل صفا منزل کو تعلیم نسواں پر مائل کرے!
آمین یا رب العالمین!

”چمن انداز“ کا ضخیمہ

”چمن انداز“ کا ضمیمہ

جولہ ۱۸۸۳ء مطابق سنہ ۱۳۰۰ ہجری موافق سبت ۱۹۳۹ ہجری میں تحریر ہوا

مؤلفہ

عجز بنیادورگا پرشاد مؤلفہ تذکرۃ النسائے نادری

کہ پیام تاریخی مرآت خیالی (۱۳۹۲ء تا ۱۸۷۵ء) نام زد ہے

مع عریضہ

جو بخدمت صاحب تذکرہ

بہارستان نثر روانہ ہوتا ہے

ماہ فروری سنہ ۱۸۸۳ء کو

اکمل الطابع، دہلی میں سید فخر الدین مہتمم کے اہتمام سے چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہو انجام میرا بخیر اے کریم!

اللہ! وہ بارگاہ ہے نیاز کیا سبب الاسباب ہے کہ انسان ضعیف المہیاں جس طرف رجوع کرے، اسی سمت کا گوشہ بہتا و موجود پائے۔ دیکھو! مجھ بچہ عاں، بچہ میر نے جو شاعرہ عورتوں کا تذکرہ لکھا تو اُس کے لیے کس قدر ذخیرہ جمع ہو گیا کہ اس کتاب میں بھی نہ ہاسکا، ”تکلمہ“ اور ”ضمیر“ لکھنے کی نوبت آئی۔ افسوس! کہ باوجود ایسے ایسے ثبوتوں کے بھی دل فق و نحو منزل شاہد مقصود کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اگر یہ نالائق ازلی اُس طرف توجہ کرے تو کیا رو برا نہ ہو؟ بے شک گوہر مطلوب حاصل کرے، پر اس راوی صواب کو شوار گزار سمجھ کر نوحر کا زرخ عی نہیں کرتا، مگر نہ ہاں تو ہر دم یہ صلاح عام (۲۳۹) ہے۔ عرقی:

طلب پیارو حترس از محتاج منبع کلیم بساط عذر میارا کہ نیستی معذور
اللہ جل شانہ! اپنی محتاجیت بے عایت سے جلد اس گم راہ کو ہدایت کا نور بخشے! کہ یہ گم کردہ راہ
این و آں کی طرف سے بھر کر صرف ذات خاص کا تصور ہر وقت پیش نظر رکھے اور دنیاوی معاملات
کی پابندی سے رہا ہو کہ بہ صدق دل حضور، ہر اس رفوہ کا خیال کیا کرے۔ آمین! یارب العالمین!
اسی خیال سے اب اس خمیہ کو لکھ کر چاہتا ہوں کہ آئندہ کبھی اس قسم کی خامہ فرسائی سے ایک
قلم (۲۴۰) ہاتھ اٹھاؤں، جیسا شعر گوئی کو ترک کر دیا ہے، آئندہ شکرگاری سے بھی باز آؤں، کیوں کہ
جن باتوں کے اعتبار کو دل چاہتا تھا، وہ اُس کے فضل و کرم سے اکثر قلم بند کر لی ہیں۔ اب کچھ زندگی کا
بھروسہ نہیں۔ پچاس برس کا جن ہے۔ کہاں تک اس مکر و ہمت میں چلا رہوں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ سرکار ابد
پاکدار کی ملازمت سے بھی دست بردار ہو کر بخشش پر قناعت کی ہے۔ گود لگی کے واسطے بظاہر کتابوں
کی تجارت شروع کی ہے مگر اُس سے اصلی مدد عاید ہی ہے کہ اسی بہانے سے شاید کسی مقبول بارگاہ کا
کلام ہاتھ آجائے جس کے اثر فیض مآثر سے جوہر مطلب نظر نہ جائے۔ اللہ بس، ماسواہوں۔

ضمیمہ کا آغاز

اول

اول شخص ہے اُس پاوا کا جس کا نام امیر بیگم ہے اور چھوٹے صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ لکھتو اس کا مقام ہے، بہ شاگردی میرزا عباس صاحب مشہور نام ہے۔ یہ کلام اُس کا نتیجہ سخن^(۲۳۱) سے زب ارقام ہے^(۲۳۲)۔ تاکتا ہے ناک مڑگاں سے دونوں کو وہ شونخ دیکھے پچتا ہے کیوں کر اب کلیجہ دل کے پاس

امیر

امیر شخص، امیر بخش نام، مقیم ضلع پورنیہ کا یہ کلام نتیجہ سخن سے ملا، اور کچھ حال نہ نکلا: پائے ہوئے ہیں یوسے دل دلا کا مزہ کیوں کر نہ ہو امیرا ہمارا سخن لذیذ

ایل

ایل شخص، جاگی بی بی نام۔ اغلب کہ قوم کی کاٹھ ہو۔ اللہ آباد کی پردہ نشیں کا یہ کلام ایک مہربان نے بہ سبیل ڈاک روانہ فرمایا ہے، اور کچھ حال تحریر نہیں فرمایا: ٹوٹنے تو رہا کر ہی دیا ڈکھب دوتا سے ہم جان سے بھی جائیں تو اب تیری بلا سے

ملا ہے وہ مضمون ہمیں ذہن رسا سے رہ جاتا ہے جو بندش فکر شعرا سے اس گُل کا نہ لائی کبھی پیغام مرے پاس^(۲۳۳) شرمندہ کبھی میں نہ ہوا یاد صبا سے کعبہ کی طرف رخ میں کس طرح سے جاؤں دُشوار سنبھلنا ہے مجھے لغزش پا سے آتا ہے نظر ہاتھ میں اُس شونخ کے جس وقت ہوتا ہے لہو خاک مرا رنگِ متا سے^(۲۳۴)

لایا جو وہ بھر میں اے اہل! زبان پر تاثیر ہم آغوش ہوئی آ کے دعا سے (۳۵)

اما ہے جنہیں آپ نے آنکھوں کی حیا سے
شانہ جو اُلھتا ہے تری ڈلب دوتا سے
تا حشر ہدا ہوں نہ میں اُس حود لقا سے
لے کر کہیں جھلے کو کرے مجھ کو نہ بدنام
باقی نہ رہی خواہش سے بادہ کشوں کی
سج پہچھے تو خاک دو یار پہ ہم کو (۳۶)

اب اُن کو جلاؤ لب اعجاز نما سے
ڈرتا ہے ہمارا دل صد چاک بلا سے
خواہش ہے اگر دل میں تو اتنی ہے خدا سے
اتکا ہے فقط خوف ترے دُوروتا سے (۳۷)

بے ہوش کچھ ایسے ہوئے ساقی کی صدا سے
آرام ہے بڑھ کر کہیں نقش کعب پا سے

بدلا

بدلا تحفص، بدلا جان نام ہے۔ سوچ بہار، مطبوعہ دفعہ ثالث، قصہ نعلی گڑھ میں اس کا مقام ہے، اور اس طرز کا کلام ہے:

بقیہ ہے آج ۷ خواروں کی دعوت ہے کڑے بھی
گھٹا کا اُردا جوڑا چرخ نیلی خام! بدلا ہے
سنا کر کج کو ہاتیں غیر سے کرتے ہو، بہتر ہے
میں بدلا لے کے چھوڑوں گی جو میرا نام بدلا ہے

پرتی

پرتی تحفص، بی سیر و نامی (۳۸)، عرف بی بی مجوید ہودن، ساکن ٹکٹ۔ بقول صاحب مکتبہ سنہ
نتیجہ سخن، مطبوعہ فردوسی سنہ ۱۸۸۲ ع، نمبر ۱، جلد ۱، یہ شاعرہ انگریزی، عربی اور اردو زبانوں کی
ماہرہ اس قسم کے شعر موزوں کرتی ہے:

”میں کے میرا قصہ غم نہیں کے کہتا ہے وہ شوخ
”ہم نہ سمجھے کچھ کہ اس قصہ کا حاصل کیا ہوا؟“

بکمر آج

بکمر آج تحفص اور نام اُس حور شمس، اٹا دہ والی رنڈی کا ہے جس کا یہ شعر نذر احباب ہے:

بڑیوں سے میری ڈر کر ہو رہا ہے محرز مجھ کو سمجھا ہے سب جاں بھی دیو اندہ حراج

بیاری

بیاری تخلص اُس بیاری کا ہے جو ملک بڑوردہ (۱۳۹۸) کے علاقہ میں دلاڑموں رنگ محل کی ساکنہ ہے۔ یہ اُس کے کلام کا نمونہ ہے:

چھوڑ اُلت ان نگوں کی اے دلِ ناداں! ٹھو چھوڑ کجائے چلتے ہیں وہ ان سے جو ہیں فرزند حراج (۱۳۰۰)

بیاری

بیاری بیگم مولانا سکندر قصبہ بلب گنڈا، مقیم دہلی، شاکر دبیر خوش تقریر، تخلص بام ہے۔ یہ نوخیز محبوبہ، مرغوبہ، رقاصہ، شادمان بزم عصر میں مشہور و معروف ہے، یہ شعرا کے نام کا سوجھو ہے: کیوں نہ ہوں دشت کے قرباں، ضبط ہو سکتا نہیں آگئے ہیں آپ از خود بے نگائے آج جو

جعفری

جعفری تخلص ہے، جعفری جاں طوائف لکھنوی، مقیم کلکتہ کا جوشی فدا حسین صاحب قزاق سے ہم مشورہ ہے:

آتا ہے (بن کے) امہاں وہ باو تمام روز کس پیش سے گذرتی ہے یہ صبح و شام روز

جہاں

جہاں تخلص، شاہ جہاں بیگم نام کا کلام آؤدہ ہنسج، دسمبر ۱۸۸۸ء کے پرچہ میں دیکھا گیا، اور کچھ حال نہ نکلا۔ کافی بہادر، مطبوعہ ”دعوتِ ثالث“:

مرا سینہ ہے گنجینہ متاع دردِ ہجران کا ستارہ آؤج پر ہے طالعِ اندوہ حرام کا

چندا

چندا تخلص اور نام ایک رنڈی کا تھا جو سودا کے عہد میں منظور نظر فیض اجر والی آؤدھ تھی۔ ایک صاحب رئیس میر فتح علی امیر بخش صاحب تخلص بایں غوث تقریر نے بمقام لاہور یہ شعر اس کے مجھے سنائے تھے جو یہاں لکھے گئے:

گورے گورے ہیں، چارے چارے ہیں ذر دغاں نہیں، ستارے ہیں
بچ میں کس کو لاؤ گے صاحب! پال کس کے لیے ستارے ہیں
تخلل بادشاہ کے صدقے جہاں چندا وہیں ستارے ہیں

چندر سکھی (۱۵۱)

چندر سکھی، شمعہ دل کشی، حصہ دوم میں اس کی نسبت صرف یہ ہی لکھا ہے کہ ”مشہور شاعرہ کا کلام نہ تاثر ہے“ مگر اس میں اس کی کوئی غزل، وغیرہ بھی نہیں لکھی، صرف ایک غمیری بھاشا کی درج ہے۔ بدیں وجہ میں نے صرف یہ ہی نشان چار دیا اور اس کی نقل سے قلم کو روک لیا۔

حجاب

حجاب تخلص، بی بی نام، باشندہ کلکتہ، شاگرد، سولا ناستاخ، یوں لب کشا ہے مگر بہار میں اس کو صاحب دیوان اور شوکت کا شاگرد قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم یہ حقیقت حال: ایک دم بھی کسی کروت نہیں ملتا آرام ہاے! بے یمن ہیں ہم دروہگر سے کیا کیا

حرمت

حرمت تخلص، عزیز الحسن بیگم صاحب نام، معروف یہ سردار..... (۱۵۲) بہو صاحبہ دیکھنے والی کا ہے جو نہایت پرہیزگار، نماز روزہ گزار، بخیر موصوف الصدقہ سے تعلق کی نسبت رکھتی ہیں۔ اس طرز کے صاف بہ مضمون شعر موزون کرتی ہیں:

محبت کی پس قطع محبت قدر ہوتی ہے کر شاخ نخل پیہنی کے پھل میں لہر فلات ہے

حسین

حسینؑ تخلص اُس پردہ نشیں کا ہے جس کا نام حشمت جان عرف چھوٹی بیگم ہے، فیض آباد اس کا مقام ہے۔ حافظ محمد امین صاحب امین کے مشورے سے کیا خوب اس کا کلام ہے:

اے حبیب! ہم کو تو دل سے خاک ساری ہے پسند ہو مبارک اُس پری بیکر کو شاہانہ حراج

حتا

حتاؑ تخلص ہے، محمدی جان طوائف مرزا پوری، شاگرد، سید الطاف حسین صاحب شیدا کا:

مشابہت ہے جو لفظوں کو صاف افشاں سے جہیں کو آپ کی تجسیم دوں گا قرآن سے

خوڑ

خوڑؑ تخلص اور نوروز جان نام اُس گل انداز، محبوب، بازی کا ہے جو چھوٹے صاحب کہلاتی ہے۔ گویا شمع، لکھنؤ ہے، پر آب کلکتہ میں رہتی ہے۔ طبیعت موزوں ہے، شعر خوب سمجھتی ہے۔

بہر کیف، یہ بیت اُس کی نتیجہ سخن مذکورہ سے نقل کی جاتی ہے:

جس کی فرقت نے کنوئیں جھکوائے ہیں عشاق کو وہ مرا یوسف تھا، زہرہ شامک کیا ہوا

حیا

حیاؑ تخلص، چھوٹی جان طوائف، شاگرد، سید الطاف حسین صاحب شیدا، یوں سخن سرا ہے:

ہمیشہ کوچہ جاناں کے گرد بھرتا ہے یہ پاؤں کم نہیں گردش میں چراغ گرداں سے

حیدری

حیدری یا حیدرؑ تخلص، حیدری جان نام، طوائف لکھنؤی کی ایک خمیری نغمہ دل کش کے

پہلے حصے میں شفی رام پرشاد صاحب کھتری عاملِ مخلص نے شائع فرمائی ہے۔ یہاں اشعار اردو سے بحث ہے، بدیں مجیدہ نہیں لکھی گئی۔

خورشید

خورشید مخلص ہے اُس میر آسمانِ دل بری کا جس کا مشرقِ جان کان پر ہے، گواہِ کلِ کلکندہ میں اُس کا نورِ بزمِ زور ہے، محمد امین صاحب امین کی شاعرِ دی سے مشہورِ فردِ یک و زور ہے، اس کی غزلِ طرازی کا یہ دستور ہے:

کوئی تھلا تا نہیں اب میں نکلوؤں کا نام تھا ابھی پہلو میں کیا جانے مرادِ کیا ہوا

رحمن

رحمن مخلص باہم ایک بہت بازاری، بے مہری و دودھ و خانی سے عاری، ہاشدہ، ہجر پر تھی۔ خوش گلو، خوش ادا، نازک اندام یہ خوش غرام تھی۔ میرے مہربان، علم و ہنر کی کان، موزت آہنگِ خاکِ گلاب، سنگِ صاحبِ رئیس میرٹھ، دوارِ حالِ دہلی اور میر (۱۹۳۲) نہرِ جمن مخلص بہ مستحق، شہرہ آفاق، شاعر و استادِ تلیقِ مرحوم، جس زمانہ میں اُس طرف مصروف بہ کارِ سرکار تھے، اس دل رُبا سے دوچار تھے۔ انھیں کے فیضِ صحبت سے اُس کی طبیعت شعر و شاعری پر مائل ہوئی، شا کہ گاہ گاہ خود بھی چپکنے لگی، مگر تحفہٴ میں ہی شعر کہے ہوں گے کہ مشاعرہ، دوا کی کی شہوتیت کی طلبی آگئی، چلتی پھرتی نظر آئی۔ خاکِ صاحب نے اُس کی وفات کے صدے میں چند تاریخیں موزوں فرمائی ہیں۔

از اس جملہ یہ ہے:

تھوڑی سی عمر میں تُو رحمن! مری، ستم لیکن وفا شعاردوں میں نام اپنا کر گئی
دیکھا کسی کو آنکھ اُٹھا کر نہ جیتے جی (۱۹۳۲) مستحق کی طرف تری جب سے نظر گئی
خامہ سر بٹکا سے یہ لکھتا ہے سالِ فوت عمدہ شعار حیف! جہاں سے گذر گئی

(۱۹۷۹ء، ۱۸۷۹ء)

تصیح: اس میں ”و“ کو ”ی“ شاعر کے اس کے دس عدد لیے ہیں، ”مگز“ کو دالِ محمد سے

مان کر اُس کے ”۷۰۰“ ہندو شمار کیے ہیں۔

بہر کیف، سنا ہے کہ جس روز سے اُس نے مشتاق صاحب کے اشتیاق میں ہاتھ پھیلا یا، اسی روز سے سب عام سے ہیر سینا، صرف ناچ بھرے کا دروازہ کھلا رکھا۔ روٹی کپڑے کے کٹیل اُس کے مشتاق ہی رہے۔

نقل: ایک دفعہ کسی اتفاقیہ بات پر حضرت مشتاق اپنی محبوبہ بیگم آفاق سے بدحوہ ہو گئے تو یہ دل درباہ زمانہ بولی کہ ”اے یار دل نواز و سوس دم ساز! میں بے گناہ چند روزہ مہمان ہوں، آپ مجھ سے بےزار نہ ہوں، تاحیات ناپائیدار، بلا رنج و تعب، بہ کشادہ پیشانی ہم کنار ہوں“، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ بہت جلد عالم بقا کو روانہ ہو گئی۔

روایت: یہ واقعہ پہلے ریاست گجراتی (واقعہ بندیل کھنڈ میں ستر ۷۰) روپیہ ماہ واری بھرائی تھی لیکن اپنے پیارے مشتاق کی خاطر چھ مہینے گھر پر رہتی تھی، چھ مہینے نوکری بجاتی تھی۔ گواہوں کے لواحق مانع آتے تھے مگر یہ ایک کی نہ سلتی تھی، اُس کی ناکھلا پتا سرزد ہوتی تھی۔

بہر کیف، یہ غزل اُس نے اپنے حسبِ حال لکھی ہے جو حضرت مشتاق ہی کے ذریعہ سے بندہ کو ملی ہے:

طبع جس دن سے مری تجھ پہ ہے آئی مشتاق! تب سے رہتی ہے مرے گھر میں لڑائی مشتاق!
کرتے گھر والے شکایت ہیں تری ہر لفظ سُنی جاتی نہیں ہم سے تو بُرائی مشتاق!
نہیں دل تجھ سے پھرا حیرتِ جدائی میں مگر مجھ پہ آفت جو پڑی وہ ہے اٹھائی مشتاق!
یہ جو ممکن نہیں دل حیرتِ طرف سے بہت جائے ہووے دشمن بھی اگر ساری خدائی مشتاق!
یاد رکھنا اسے کہتی ہے دشمن جو کچھ جان لیوے کی مری حیرتِ جدائی مشتاق!
یہ نغمہ شعر اُردو اسی شاعرہ کے، ہاتھ آئے ہیں:

جیسا کُج کو کہ ہے دعا دیکھا نہیں دُنیا میں دوسرا دیکھا
اپنے بیگانے سب ٹھٹھے ہم سے حیرتِ چاہت میں یہ مزا دیکھا

تیری چاہت سے دل نہیں بھرتا لاکھ ہاتھیں ٹو کر کڑی حشاق!

زیب

زیبہ تخلص، بکن جان نام، لکھنؤ کی حسن فروش بازاری، میرامنظر علی صاحب امنفر کی شاگردہ، کلکتہ میں یوں خوش سرا ہے:

پھر پھڑپھڑاتا تھا جو راتوں کو وہ نسل کیا ہوا؟ آج سنا ہے پہلو میں مراد دل کیا ہوا؟

سوتا

سوتا، تخلص بہ اسم، کوئی عورت ہے فرق طوائفوں سے جس کا کلام میرے مہربان خشی تھو خاں صاحب بالائے عنایت فرمایا ہے۔ وہ ہوا ہذا:

میں ہوں، وہ یار ہو اور نام قیامت دہ جائے اور آ جائے الہی! ملک الموت کو موت!

شباب

شباب تخلص، محمدی جان نام، شیریں کلام، آبد کی شاگردہ، طوائفوں کلکتہ میں بہ میدان خشی نئی یوں خوش خرام ہے:

وہ زلیخا کا مکان ہفت منزل کیا ہوا؟ پست گیا دامان پوست آور حاصل کیا ہوا؟

شوخی

شوخی تخلص، مولانا جان نام عرف بیٹھے صاحب کان پوری، رونق بازار کلکتہ، شاگردہ جناب خشی عبدالرحیم صاحب آبد۔ اپنی طبیعت کی شوخی یوں ظاہر کر رہی ہے۔ نغمۂ دل کش کے دوسرے حصے میں بھی اس کا کلام، بحیرہ دیں کی ذہن میں موجود ہے:

غش مجھے آیا تو گھبرا کر یہ کہتا ہے وہ شوخی ”میرے عاشق! میرے شیدا! میرے نسل! کیا ہوا؟“

شیریں

شیریں، مخمّص بہام۔ یہ وہی شیریں ادا لکھنوی معلوم ہوتی ہے جس کا کلام چمن انداز میں لکھا گیا ہے۔ اب کلکتہ میں یوں گرم بازاری کر رہی ہے:

بام پر چڑھ کر نہ جب آنکھیں دکھائیں یار نے اُس کے کوہِ پی کی میں گردش سے حاصل کیا ہوا؟

متم

متم مخمّص فہمن جان نام، طوائف، متم کلکتہ کی ایک فزول نغمۂ دل کش کے دوسرے حصہ میں دیکھی ہے، اور کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ ازاں جاست:

دل پہ دھڑکوں سے جدائی کے یہ صدمہ پہنچا ہو گیا صبح کو عاشق کا سفر وصل کی رات

قیّا

قیّا، ایک پردہ نشیں، جتنی مصمت کا مخمّص ہے جس نے قواب صاحب بہادر دہلوی دارالسرور رام پور اور ام اللہ ملکہ سے فیضِ جلی حاصل کیا ہے۔ یہ شعر اُس کا ہاتھ آیا ہے:

کبھی بہار کبھی موسمِ خزاں دیکھا نہ ہم نے سیر کے قابل یہ بوستان دیکھا

قیّا

قیّا مخمّص ہے اُس پردہ نشیں، ہر اوقات عفت کا جس کا نام ثانی سکندر جہاں بیگم ہے اور یہ ناز پروردہ، سید امیر علی صاحب مرحوم کو قوال ساکن جاورہ کی دختر نیک اختر ہے۔ اس شاعرہ نے ایک قصیدہ ریغہ بھوپال کے حضور میں روانہ فرمایا جس کے صلے میں مبلغِ ڈیڑھ سو روپيا نقد پایا۔ اس کی عرضی مع قصیدے کے، گلدستۂ نتیجۂ سخن، کلکتہ کے نمبر ۱۳، مطبوعہ مارچ سنہ ۱۸۸۳ء میں شائع ہوا ہے۔ اُسی کی تصحیب سے یہ شعر نانا ہوں:

تجھ سے لگی ہے ہمیں کچھ کاہ ضروری اس دم کہم دواے فکرِ رسا! آج مری ہو مہماں

غزل تازہ زباں سے مری سن لیں جو ضیا! شکل طاؤس چمن میں ہوں متبادل رقصاں
غیر ممکن ہے چمن میں گذر بار خزاں بن گئی اب کے برس فصل بہاری درباں

چاق

چاق مخلص، محبوبہ جان نام، فیروز آبادی رٹڑی اپنی شیریں گفتاری سے یوں قفل عام کرتی ہے، اس تازہ دار کا دم بھرتی ہے:

بد مزاجی کوئی دیکھے تیرے مجنوں کی منم! ہو گیا ہے آپ سے اپنے وہ بیگانہ حراج

طب سے بحث نہ متکب تار سے ہم کو غرض جو ہے سو رخ دژکب یار سے ہم کو

گوہر

گوہر مخلص پراسم، مقیم پربت اب گذر نے اپنے مسکن سلطان پور کے مدرسے میں تعلیم پائی۔ حافظہ کامل حسین صاحب سرسہارن پوری اور میاں صفیر صاحب لکھنؤی سے شعر کی اصلاح لی۔ کئی گھراؤ اور کئی آزاد آئی ہے، اب سنہ ۱۸۸۰ء سے پھر رونق بازاری ہے۔ یہ شعر اس کا بہار سے نقل کیا گیا ہے:

آپ کے جاں نثار ہم بھی ہیں (۲۵۶) عاشق دل نگار ہم بھی ہیں

گوہر

گوہر مخلص پراسم، کوئی لکھنؤی حسن فروش بازار گوالیار، یوں گوہر بار ہے:

منہ کی کسائی جب چڑھا ہے منہ پہ ماہ چادر وہ ہر سینے میں تو ہوتا ہے مقابل کیا ہوا؟

حق

حق مخلص تھا اس مریم زباں، ہاتھیں دو سراں کا جس کا نام نای زیب انسا تجم تھا لیکن یہ

نور جہاں تاب، شہر و صاحب کی بیگم کے لقب سے مشہور ہوا۔ یہ ہی نام اُس رئیس عالیہ کا، زبان نذر نزدیک و دور بہادری واصل یہ مسلمان خاندان عالی کی، شہر و صاحب فرامیس کے ہاتھ آگئی تھی جس نے اسے عیسائی بنا نکاح میں لی تھی۔ اسی سبب صاحب موصوف کی وفات کے بعد سرحد، وغیرہ نو مجال حلقہ صاحب ممدوح کی مالک ہوئی۔

مولفہ نالائق کے بڑا دانا راے ہرے دام صاحب اور اُن کے چھوٹے بھائی راے بہادر سنگھ صاحب مغفور بن اسی سرکار کے تنگ خوار تھے۔ تادم حیات، سرکار ابد پاندار انگلیہ کے خزانے سے پنشن پاتے رہے، کیوں کہ جس وقت بیگم صاحب کے انتقال پر اُن کا علاقہ سرکار نے ضبط کیا تو ہر ایک ملازم کی پنشن مقرر فرما دی تھی۔

نیز ہندو کے والد ماجد ششی خاں دام صاحب نا تو آں، غریب لجز رحمت مناں نے دو چار سال سرکار ممدوح کی ملازمت کی تھی مگر اُن کے صین حیات ہی آپ نے وہاں سے علاقہ وکالت رسالہ ادولی کا، بہ سبب بد مزاجی ڈاچی صاحب کے، چھوڑ دیا تھا۔

الغرض، بیگم صاحبہ ممدوح نے شاہ نصیر صاحب مرحوم سے مشورہ لٹی اختیار فرمایا۔ جس وقت شاہ صاحب حیدر آباد کو تشریف فرما ہوئے، اُن کی اجازت سے میرزا علی بیگ گھٹ اور دل ہوز، اُن کے شاگردوں نے آپ کے کلام فیض انعام کو ملاحظہ فرمایا۔ بندے کو شاہ صاحب ہی کے خاندان سے یہ معلوم ہوا، پراسوس! کہ بیگم صاحبہ کا صرف ایک ہی شعر ہاتھ آیا:

ان دنوں جوش پہ ہے دیدِ گریاں اپنا اے صبا! کہیو ٹھکانا کرے طوفاں اپنا

مختصر

مختصر تخلص، جسکی جان نام طوائف نادری کے کلام کا نمونہ یہ ہے:

واقتب رسمِ محبت ہیں، ہے دیوانہ حراج کوئی ناصح تو نہیں ہم، ہوں جو فرزندِ مزاج

شہید ہم ہیں ہمیں احتیاجِ غسل نہیں کسی کی قح کے پانی سے ہیں نہائے ہوئے

مزہب

مزہب مخلص ہے، رہمن جان نامی طوائف کا جو بہ شاگردی میر یوسف علی صاحب یوسف،
اس طرز پر سخن سرائی کرتی ہے:
کھینچ کر تلخ ہلائی جو وہ آ نکلے کہیں سر کو ہڑائے ہوئے جاؤں ابھی قاتل کے پاس (۲۵۷)

مستور

مستور مخلص پاسبان بھٹو کی کسی خانگی کا یہ شعر سنا گیا ہے:
خزاں میں بھی نہ کسی حال کم ہوئی وحشت رہا ہے اپنا گریبان بے رفو برسوں

مطلوب

مطلوب مخلص ہے، فضل النساء بیگم، پردہ نشیں، سراوقات عصمت، مقیم شملہ کا جس کا کلام
گلدستہ نتیجہ سخن (۲۵۸) میں شائع ہوتا ہے:

ہے منزل عدم میں دل سوختہ کباب اپنا ہے توشہ اپنا میان کفن لذیذ
پڑتی ہے وحشیوں کی نظر خط یار پر پڑتے ہیں خوب ہرزہ صحرایہ ہرن لذیذ
شیریں سخن کا دل سے مرہ بھول نہیں (۲۵۹) مطلوب! شاعری کا نہایت ہے فن لذیذ

معشوق

معشوق مخلص اور صلح نام، بیہودن، مقیم کلکتہ۔ پرتی مندرجہ ضمیمہ ہڈا کی ہم شیرہ ہے:
بھر میں پہلو کو خالی دیکھ کر حیران ہے پوچھتا ہے جان سے میرا جگر ”دل کیا ہوا“

ملکہ

ملکہ مخلص، کامنی جان نام، رام پور میں پیدا ہوئی، مراد آباد میں سکونت پذیر رہی۔

پانچس (۲۲) برس کی عمر پائی، ایک سید زوے کی منکوحہ بی بی کہلائی۔

خیر، یہ کلام اس نیک انجام کا پنجاب پنج لاہور، جلد ۲، نمبر ۲۶، صفحہ ۱۷۶، مطبوعہ ۹ جون ۱۸۷۷ء سے نقل کیا گیا:

نہ تو صیاد کا دھڑکا، نہ غزاں کا کھٹکا ہم کو وہ جمن نفس میں ہے کہ نہاں میں نہیں

مکّہ

مکّہ مخضص، آئی نام، مسکنی، مس بلاک بر صاحب (۲۶۰) پرنٹڈنٹ پولیس کلکتہ، کا ہے۔ انگریزی کے علم موسیقی و رقاصی میں تو شہرہ آفاق ہونا بڑی بات نہیں ہے مگر یہ یکتا زمانہ ستار نوازی میں بھی طاق ہے۔ مولانا تاج کی محبت کے فیض (۲۶۱) سے شاعرہ بنی ہو کر خاموش نہ رہی، بل کہ مشرف باسلام بھی ہو گئی۔ یہ دو شعرا اس کے درجہ ذکر ہوئے:

ہر میں دل کو بے قراری ہے جوش فریاد و آہ و زاری ہے
آکھیں پترا کے ہو گئی ہیں سفید کسی بُت کی جو انتظاری ہے

مہک

مہک مخضص، بکن جان نام، شاکر دہ اداد حسین خاں صاحب رضا لکھنوی کا یہ رنگ ڈھنگ ہے:

میں نے تاج داستان ہجر کہ دی یار سے اور برہم ہو گیا سن کر یہ افسانہ مزاج

نار

نار مخضص کی لکھنؤ میں ایک رٹھی ہے جو شیریں جان کہلاتی ہے اور اس انداز سے اپنے خواہندوں کو بھاتی ہے:

سبب یہ ہے جو نیکل مائل پرواز ہوتے ہیں سفر ہے موسم گل کا چمن برباد ہوتے ہیں

تاز

تاز تخلص، امراؤ جان نام ہے، اُس طوائف سندیلہ دلی کا خیر آباد مقام ہے اور اس طرز کا کلام ہے:

نہ کہیں کچھ تو وہ سنیں سب کچھ بات مانیں تو ہم کہیں سب کچھ

تاز

تاز تخلص، ہندی جان نام، عظیم آبادی، فارسی، اردو اور انگریزی دان کا یہ شعر بہار، مطبوعہ دہلی ثالث سے ملا ہے:

اُن کو جانا قہارے پاس سے گردِ قہر (۲۳) شکلِ اک بار مجھے اور دکھاتے جاتے

تازاں

تازاں تخلص، شخصی جان نام عرف چیل بل کا ہے جس کے تاز و انداز کا عام ٹکڑے مقرر ہے۔

یاس کا شعر ہے:

میرے پہلو میں نہیں، زکب مسلسل میں نہیں تیری منگی میں نہیں ہے پھر مرا دل کیا ہوا؟

تازنجن

تازنجن، بہار، مطبوعہ دہلی ثالث میں اس مقام سے مرزا پوری، مقیم بنارس کا نام مانگی لکھا ہے جس کا یہ شعر حضرت کو ملا ہے:

جان دی میں نے جو اُس چشمِ بید کے عشق میں سیر گاؤ آہوائن جہیں مرا مرتد ہوا

نصیحین

نصیحین تخلص، الہی جان نام، بہارن پور کا بازار جس کا قدیمی مقام ہے۔ سنہ ۱۸۸۰ء کو [کدا]

دارودہلی ہوئی۔ میرے مہربان حضرت، بطیر خوش تقریر سے ملی۔ انھیں کے فہم صحبت سے شاعر بن گئی، حتیٰ کہ بد یہ گو ہو گئی۔ ایک روز اس کی والدہ خطا ہو کر نکل گئی تو یہ عطا مد اپنے آشنا سے یوں گوہر افشاں ہوئی:

گھر والے بکڑ جائیں، بکڑ نے وہ! بلا سے! کیا ٹم سے بھرا کر کے ملائیں گے خدا سے؟ (۱۳۱)
 آج کل یہ دغا سہ آگرہ کی طرف چلی گئی ہے۔ یہ شعر بھی اس کا ہے:
 آجمل نہ دیر میں آئے، نہ نکلے جان کعبہ میں ترے قدموں پہ دم نکلے، تمنا یہ ہماری ہے

نظیر

نظیر تخلص کی کوئی بازاری عورت کھنڈ میں یوں اپنی گرم بازاری کرتی ہے، یعنی اس انداز کے شعر کہتی ہے:

وہ آئے ہیں سرے بالیں پہ کچھ تو کہ سن لوں خبر کرو ملک الموت کو ذرا نصیرے!
 مہبت لب جاں بخش یار نے مارا سچ میرے لیے ہامٹ قضا نصیرے
 ہے کب آنکھیں غم پارہ دل مضطر نظیر! آگ پہ پارہ رکھو تو کیا نصیرے

نقاب

نقاب تخلص، حمید بن ہانی نام، ساسنہ کلکتہ، جس نے رام پور اور ڈھاکہ وغیرہ کی سیر بھی کی ہے۔ ساسنہ نقاب کی شاگردہ ہے۔ بہار، مطلوبہ دفعہ ثالث سے یہ شعر اس کا لکھا جاتا ہے:
 وہ کیا منہ دکھائیں گے محشر میں سج کو؟ جو آنکھیں ابھی سے بچرائے ہوئے ہیں

دوڑی

دوڑی، تخلص بہ اسم۔ دہلی کے زمانہ اسکول میں تعلیم پاتی ہے، بطیر خوش تقریر سے شمر کی اصلاح لیتی ہے۔ تھوڑے دنوں سے اپنی ہم شیرہ کے پاس قصبہ سونی پت میں جا رہی ہے۔ یہ وہ شعر

اُس فوجیہ کے ہیں:

میں ٹھکا بات کہنے کو تو کہا ”پلے کیوں آتے ہو؟ پرے بیٹھو“

خبر دیتی ہے یہ بھی مجھے دل پر کے آنے کی ہمارے دل کے اطمینانِ ظم کی ریل^۱ جاری ہے (۲۳)

ولا تھو

ولا حیوانک لکستوی، یوں غزل سرائی کرتی ہے:

ہماری سارے اسیروں میں آمرد ہو جائے کہو زلف اگر حلقہ لگلو ہو جائے

بئر

بئرِ خلص ہے اُس گنا جانِ رطبی کا جو در بھنگ میں مقیم ہے اور کبھی کبھی حسن بھی اپنا خلص بانہتی ہے۔ یہ شعر اُس کا ہے:

کیوں نہ چرخِ حیر کو کہے ہے دیوانہ حراج ہاے! یہ دیوانہ سالی اور طغیانہ حراج

تفت بالخیر

۱۵ فروری ۱۸۸۳ء، دہلی، مقامِ دلی، بہارِ ایمان خانہ خود، بہارِ خلص، رقمِ احقر، مبارک پرنٹنگ ہاؤس

علی اللہ عز۔

من توہم صرف کرم روزگار من لایم ایہ ایمہ یادگار

ملحقاتِ متن

ملحقہ (۱)

تذکرہ ہذا میں مذکور مشاہیر خواتین اور
شاعرات کی مشروح فہارس

[تذکرۃ النسائے قادری، ج ۱، ۱۸۶-۱۹۱، ۱۹۳]

(ن) فہرست ہفت اساتذات فاضلہ میر تقی محمد

نمبر شمار	نام	مسکن	مکتوبہ [تذکرۃ النساء]	مکتوبہ کتاب ہذا
۱	سری پادقی بی	کیلاش	۴	[۳۵]
۲	سری بیتابی	اجودھیا	"	"
۳	کھترانی جمولہ ام	علی گڑھ	۳	[۳۶]
۴	حضرت عائشہؓ (۲۶۵)	مکہ مدینہ	۵	[۳۸]
۵	حضرت فاطمہؓ زہرا	"	"	[۳۹]
۶	حضرت خدیجہؓ	"	"	"
۷	زبیدہ خاتون	"	"	"

(ب) مکتبہ مدینہ جن پبلیشنگس نامی گرامی عورتوں کا ذکر ہے، اُن کی فہرست

نمبر شمار	تخلص یا نام	مسکن	مکتوبہ [تذکرۃ النساء]	مکتوبہ کتاب ہذا
۱	زلیخہ (۲۶۶)	مصر	۸	[۳۳]
۲	آسیہ	"	"	"
۳	زبا	عرب	"	"
۴	لہجہ (۲۶۷)	مکہ	"	"
۵	علیہ	عرب	۹	[۳۵]
۶	اہم مسلم	عرب	۹	"
۷	ہانکہ	"	"	"
۸	میمون	"	"	"
۹	بیتا لبر	کوفہ	"	"

۱۰	عائشہ	"	"	[۳۵]
۱۱	بشیرہ عقیل	"	"	"
۱۲	تقیہ	صور	"	"
۱۳	نور جہاں (۳۶۸)	آگرہ	۱۰	[۳۷]
۱۴	چھرا	دکن	"	"
۱۵	کارگی	جنگ پوری	"	[۳۸]
۱۶	مندوری	لکناؤ	۱۱	"
۱۷	بگی (۳۶۹)	دکن	"	[۳۹]
۱۸	بدایا	قنوج	۱۲	"
۱۹	لیلاوتی	"	"	"
۲۰	کھوتا	آجین	"	"
۲۱	کھوتا	کڑ	"	"
۲۲	میراں بائی	مارواڑ	"	"
۲۳	مرگ نیلا	گوالیار	"	[۵۰]
۲۴	روپ سخی	سارنگ پور	"	"
۲۵	لیلا بائی مرہٹن (۳۷۰)	۱۳	[۵۱]

(ج) گلشنِ ناز کی شاعرہ کا شمار تین ہے (۳۷۱)

نمبر شمار	تخلص	نام	مکن	مضو	[مضو کتاب شمار]
۱	دل آ رام	دل آ رام	فارس	۱۶	[۵۶]
۲	آقون	توتی	غولڑی	۱۷	[۵۷]
۳	آرام	دل آ رام	بھول اسکن	"	"

۳	آرزو	سرحد	۱۹	[۵۹]
۵	آرزوئی	"	"	"
۶	آقا	نجم	خراسانی	"	"
۷	آقا نجم یا بیگی	ہرات	"	"
۸	امانی	دہلی	۲۰	[۶۰]
۹	پادشاہ خاتون (۱۷۳۳ء)	کرمان	"	[۶۱]
۱۰	ہزرگی	سرخس	۳۱	"
۱۱	عجیہ یا ماہ	عجیہ نجم	جام	"	[۶۲]
۱۲	بیدی	ہرات	۲۳	"
۱۳	پرتوی (۱۷۳۳ء)	قمرچ	"	[۶۳]
۱۴	جمالی	استرا آباد	"	"
۱۵	جیلہ	اصفہان	۲۳	"
۱۶	جہاں آرا	دہلی	"	"
۱۷	جہاں خاتون (۱۷۳۳ء)	شیراز	"	[۶۴]
۱۸	جہانی	استرا آباد	۲۳	[۶۵]
۱۹	حیات	حیات النسا	"	"
۲۰	حیات	شیراز	"	"
۲۱	حیاتی	"	"
۲۲	خان زادی	فخر النساء (۱۷۵۵ء)	قمرچ	۲۵	[۶۶]
۲۳	روٹی یا آقا دوست (۱۷۶۱ء)	نسائی	ہندو	"	"
۲۴	زادری	ایمان	"	"
۲۵	سلطان	محمد علی سلطان نجم	دہلی	"	[۶۷]
۲۶	شیریں	سلطان رضیہ نجم	دہلی کہنہ	۲۶	"

۲۷	عقلمانی	سرحد	"	[۶۸]
۲۸	مانندہ	"	۲۷	"
۲۹	مصنعتی یا اختر	"	"	"
۳۰	مصنعتی	خواف	"	"
۳۱	مصنعتی	نواب جہاں آرا بیگم	"	[۶۹]
۳۲	عقلمانی	اسر	"	"
۳۳	نہ	نہ آلفا	"	"
۳۴	مکنا یا شریخ	مکنا بیگم	دہلی	۳۸	[۷۰]
۳۵	لالہ خاتون (۷۷)	کرمان	"	"
۳۶	لطیف	لطیف النساء	عظیم آباد	۳۹	[۷۱]
۳۷	عقلمانی یا زیب	نواب زیب النساء بیگم	دہلی	"	"
۳۸	مشرقی	قرن جان (۷۸)	کھنڈ	۳۲	[۷۵]
۳۹	مطربہ	کاشغر	۳۳	[۷۶]
۴۰	ملکہ	سید بیگم	جہاں بختی اسر آباد	"	"
۴۱	مہری	ہرات	"	"
۴۲	مستی	کچھ پانی شاہ پور	۳۶	[۷۹]
۴۳	نسائی	فخر النساء	خراسان	"	"
۴۴	نسائی	۳۷	[۸۰]
۴۵	نور جہاں یا نور	مہر النساء	آگرہ	"	"
۴۶	نہانی	بیگم	ایران (۷۹)	۴۰	[۸۳]
۴۷	نہانی	کرمان	"	"
۴۸	نہانی	شیراز	"	"

۴۹	نہانی	دہلی	۴۱	[۸۵]
۵۰	نہانی	نظمیر	۴۲	[۸۶]
۵۱	وزیر	وزیر النساء	دہلی	"	"
۵۲	ہندی	شریفہ بانو	"	[۸۷]
۵۳	ترساچی مجمول الحال (۱۸۰)	بندوا	۴۳	"
۵۴	مجمول الحال (۱۸۱)	اصفہان	۴۴	[۸۸]

(د) نکلہ میں جن کا کلام ہے ان کی فہرست

نمبر شمار	مخلص	نام	مکان	[تذکرۃ النساء]	[مثنوی کتب خانہ]
۱	بانو	بانو بیگم	دہلی (۱۸۲)	۵۵	[۹۱]
۲	ہند	شیراز	"	"
۳	بنت	اصفہان	"	"
۴	ہشتی	مکہ	"	"
۵	بیوی	خیابان	"	[۹۲]
۶	پری	پری بیگم (۱۸۳)	نیرتھ پوری	"	"
۷	تصویر	بلقیس خانم	مرشد آباد	"	"
۸	توتی	ایران	۵۶	[۹۳]
۹	چاٹاں بیگم (۱۸۴)	آگرہ	"	"
۱۰	جہانی	دہلی	۵۷	"
۱۱	حاکم کی لعلی سے	لکھا گیا	خواف	"	"
۱۲	جہانی	جہادگان	"	[۹۴]

۱۳	حسینہ	حسینا بیگم	بھوپال	۵۷	[۹۳]
۱۴	دل شاہ	آکا بیگم تذکرہ گلشن دار ہے		"	"
۱۵	دولت (۱۹۵)	سرگودھ	۵۸	"
۱۶	رابرہ	استنبان	"	[۹۵]
۱۷	رابرہ	بلخ و شیراز	"	"
۱۸	زبیدہ	تہجد گلشن دار میں دیکھو	"	"
۱۹	زلیخا	دہلی	۵۹	[۹۶]
۲۰	زہرہ	امراؤ جان عرف چمن (۱۹۶)	کھنڈو	"	"
۲۱	زینت	زینت النساء	دہلی	"	"
۲۲	سلیمہ	آگرہ	"	"
۲۳	سیدہ جو گلشن دار میں پہ گلشن لگے ہے	جرحان	"	[۹۷]
۲۴	شاہ جہاں و شیریں	نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ	بھوپال	۶۰	"
۲۵	شامی	گیلان	"	"
۲۶	شرم	کھنڈو	"	[۹۸]
۲۷	شیریں	بیجا	"	"	"
۲۸	سرائی	محترم النساء	مشہد	۶۱	"
۲۹	فاطمہ	خراسان	"	[۹۹]
۳۰	فاطمہ	بی بی فاطمہ سام ۵۹	دہلی	"	"

۳۱	فصیحہ	خانم	ہرات، اسلمانی (۱۹۸۸) ہند	"	[۹۹]
۳۲	قرۃ العین	ایم سلو		۶۳	"
۳۳	کاملہ	دہلی	"	[۱۰۰]
۳۴	کینز فاطمہ	کابل	"	"
۳۵	لوکب	ستارہ بانو	شیراز	"	"
۳۶	گل بدن	آگرہ	"	"
۳۷	گل چہرہ	"	"	"
۳۸	گلشن	"	[۱۰۱]
۳۹	ماہیاد اللہ خان "نہج انداز" میں یہ شخصیت چتر اور جے جادو شاید وہیں ہم کی روایف میں بھی یہی کسی گئی ہے				
۴۰	ماہی	"	"
۴۱	محترم	مراتی مذکورہ بالا ہے	مشہد	"	"
۴۲	مکوی	قم	"	[۱۰۲]
۴۳	مخدومہ	ہجڑ	"	"
۴۴	مینہ	دکن (۱۹۸۸)	"	"
۴۵	مستورہ	ماہ شرف	گروستان	"	"
۴۶	نظیر	شیراز	۶۳	[۱۰۳]
۴۷	نہانی	اسلمانی	"	"
۴۸	ہا	"	"
۴۹	پاکستان	دہلی	"	"
۵۰	مجدولہ شخصیت والہ	شیراز	"	"

عزیز گناہ و بدتر از گناہ

اگرچہ یہ جوہر اس مثل کے میرا نذر بھی سماعت کے قابل نہیں ہے مگر
برکریاں کار ہادشا و نیست

پر عمل فرما کر پہ گزشتہ طبعیت بنیاد و قبول فرمائیے!

بندہ سال ہا سال سے اس تذکرے کی فراہمی میں مصروف تھا۔ پس، جس وقت کسی شاعرہ کا کلام
ملاحظہ فرما کسی پرچہ پر لکھ لیا۔ اس میں یہ خیال نہ ہوا کہ یہ پرچہ کس موقع پر نقل ہوگا۔ اب جو اس کتاب کو پہنچیتو
مجموعی چھپو لیا اور وہ ردی ردی پر پچے کاتب صاحب کے حوالے ہوئے تو بعض کا حال مکرر لکھا گیا۔ جیسے
صراتی و محترم کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس، تنقید کہ کوئی صاحب یہ گمان نہ فرمائیں کہ مولف نے شمارا سا
کے برخاستے کو ایسا کیا ہے، بل کہ اس نقص کا باعث میری عدم فرصتی رہا جو اس کو بہ نظر جانی درست نہ کر سکا۔
اسی خیال سے یہ نثر مست بنا دی ہے۔ اللہ بس ماسواہوس۔

(و) ”چمن انداز“ کی ایک سو چوالیس غزل سراویں کی فہرست

[نمبر شمار]	مخلص	نام	سکونت	صفحہ [تذکرہ]	صفحہ [کتاب ہذا]
۱	آراکش	دہلی	۷۰	[۱۱۲]
۲	انجیل	توکن جان	سہارن پور	"	"
۳	اختر	نواب اختر گل	دہلی (۱۸۸۸)	"	"
۴	ایمز	امیر بیگم	"	۷۲	[۱۱۵]
۵	انک	"	۷۳	"
۶	امراؤ	امراؤ جان	کھنڈ	"	"
۷	"	حسینی بیگم	دہلی	"	[۱۱۶]
۸	"	امراؤ جان	"	"	"

۹	امیر	امیر جان	"	"	"
۱۰	"	(۲۹۰)	گکھنؤ	۷۳	[۱۱۶]
۱۱	بستی	بستی جان (۲۹۱)	آگرہ	"	[۱۱۷]
۱۲	بسم اللہ	بسم اللہ جان (۲۹۲)	دہلی	"	"
۱۳	بٹو	بٹو ہندی	"	"	"
۱۴	بھو	نواب بھونگم صاحب	رام پوری	۷۶	[۱۱۹]
۱۵	بھگم	گکھنؤ	۷۶	"
۱۶	"	چارا بھگم	"	[۱۲۰]
۱۷	"	نواب رنگ گل صاحب	گکھنؤ	"	"
۱۸	پارسا	گکھنؤ	۷۷	"
۱۹	پٹا باز	سہارن پور	۷۸	[۱۲۱]
۲۰	تسلی	ننگا جان	کرنال	"	[۱۲۲]
۲۱	تصویر	آگرہ (۲۹۳)	"	"
۲۲	غضنوی	۷۹	[۱۲۳]
۲۳	ٹپا	بڑی بھگم (۲۹۴)	دہلی، آگرہ	"	[۱۲۴]
۲۴	ٹپا	آگرہ	"	"
۲۵	جان	صاحب جان	فروغ آباد دہلی	۸۰	"
۲۶	جانی	بھگم جان عرف بھو بھگم صاحبہ	آودھ	"	[۱۲۵]
۲۷	جعفری	عارف کامل بھگم	دہلی	۸۱	"
۲۸	جمیت	بی بی نام ہے	آگرہ	"	[۱۲۶]
۲۹	جینا	نواب جینا بھگم صاحبہ	دہلی	۸۲	"
۳۰	چرا	مناقا	حیدر آباد	"	[۱۲۷]

۳۱	چھوٹے صاحب	مخلص بہار (۲۸۵)	کھنڈ	۸۴	[۱۲۹]
۳۲	خاتم	دلی	"	[۱۲۹]
۳۳	حبیب	"	"	[۱۳۰]
۳۴	حجاب	نئی جان	پانچ تھارس	۸۵	"
۳۵	"	عسکری رنگم	کھنڈ	"	"
۳۶	"	بہتی	"	"
۳۷	"	کھنڈ بھگت	"	[۱۳۱]
۳۸	حجاب	نواب رنگم عرف چھوٹی رنگم	آودھ	۸۶	"
۳۹	نفس	وزیر جان	کھنڈ	"	[۱۳۲]
۴۰	حشمت	مہر جان	دلی	"	"
۴۱	حور	بہتی (۲۹۶)	"	۸۷	"
۴۲	"	منا جان	کھنڈ	"	[۱۳۳]
۴۳	حیا	نواب حبیب اللہ رنگم صاحب	دلی	"	"
۴۴	"	کھنڈ	۸۸	"
۴۵	حیدری	حیدری خاتم	دلی	۸۹	[۱۳۵]
۴۶	خاک ساری	"	"	"
۴۷	خلقی	بادشاہ رنگم	"	"	"
۴۸	خورشید	مخلص بہار (۲۸۷)	"	۹۰	[۱۳۶]
۴۹	دلیر	چھوٹی رنگم	آگرہ، حیدر آباد	"	"
۵۰	دلہن	نواب دلہن رنگم معروف نواب بہو صاحب	قیس آباد	۹۱	[۱۳۷]
۵۱	دعاب	نمبر ۱، ہندی	دلی (۲۸۸)	۹۲	[۱۳۸]
۵۲	ذلیل	نوبہار	"	[۱۳۹]

۵۳	راویج	راویج	دہلی	"	[۱۴۰]
۵۴	رعنائی	نواب قدسیہ بیگم	—	۹۳	[۱۴۰]
۵۵	زہرہ	نصیب	دہلی	"	[۱۴۱]
۵۶	"	"	ادالہ	"	"
۵۷	"	مفتی جان	کلکتہ	۹۳	[۱۴۲]
۵۸	"	لطیف	کریال	"	"
۵۹	زہرہ	امراؤ جان عرف پھول (۱۷۹)	کلکتہ	۹۵	[۱۴۳]
۶۰	واہو (۳۰۰)	—	۱۰۰	[۱۴۸]
۶۱	سردار	سردار بیگم	کلکتہ ماجدہ	"	[۱۴۹]
۶۲	سلطان	سلطان بیگم صاحبہ	کلکتہ	۱۰۳	[۱۵۱]
۶۳	شرارت	امیر جان	دہلی	"	[۱۵۲]
۶۴	شرق	شرق جان (۳۰۱)	کان پور	۱۰۵	[۱۵۳]
۶۵	شرم	چھوٹے صاحب	کلکتہ	"	"
۶۶	"	شمس النساء بیگم صاحبہ	"	۱۰۶	[۱۵۵]
۶۷	شریف	بگن جان (۳۰۵)	جلیسر، کوٹل	"	"
۶۸	شرح، کن، منتظر	گنا بیگم صاحبہ	دہلی	"	"
۶۹	شیریں	بیگیا جان (۳۰۳)	کلکتہ	۱۰۹	[۱۵۸]
۷۰	"	نواب شلوچہ بیگم صاحبہ	بھوپال	۱۱۰	[۱۶۰]
۷۱	"	شیریں وحید	کلکتہ	۱۱۱	[۱۶۱]
۷۲	صاحب	نعتہ اظہار صاحبہ جی	دہلی	۱۱۲	"
۷۳	صدر	نواب مدد گل صاحبہ	کلکتہ	۱۱۳	[۱۶۲]
۷۴	صنم	دنگا بائی	آگرہ	"	[۱۶۳]
۷۵	صوبہ	جیوتی	چاندھر، دہلی	"	"

۷۶	ضرورت	شرف النساء بیگم	دہلی (۲۰۳)	۱۱۳	[۱۶۳]
۷۷	ضیا	ضیائی بیگم	کھنڈو	"	[۱۶۳]
۷۸	طلب	۱۱۵	[۱۶۵]
۷۹	عزراقت	"	"
۸۰	عابد	نواب امروٹو بیگم صاحبہ	جے پور	۱۱۵	"
۸۱	عالم	خاص گل صاحبہ	کلکتہ	۱۲۹	[۱۶۶]
۸۲	عزت	عزت النساء	منظر نگر	"	"
۸۳	عزیز	دہلی	"	"
۸۳	عشرت	نواب عشرت گل صاحبہ	آودھ	۱۳۰	[۱۶۷]
۸۵	عصمت	عصمت النساء (۲۰۵)	لاہور	"	"
۸۶	عسلت	نجم النساء	کھنڈو	"	"
۸۷	علی	علی بخش	"	"	"
۸۸	عید (۲۰۶)	مخلص بیگم	دہلی	"	[۱۶۸]
۸۹	غریب	امیر النساء بیگم (۲۰۷)	پٹنہ	۱۳۱	"
۹۰	فاطمہ	فاطمہ بیگم	آگرہ	"	"
۹۱	"	فاطمہ سلطان بیگم معروفہ بالداد	دہلی	"	[۱۶۹]
۹۲	فرحت	فرحت بخش (۲۰۸)	فیض آباد	"	"
۹۳	فرخ	فرخ بخش	پرب	"	"
۹۳	فریدان	مخلص بیگم (۲۰۹)	میرٹھ	۱۳۲	"
۹۵	قادری	"	دہلی	"	[۱۷۰]
۹۶	قر	عیدری بیگم عرفہ ماہ طلعتہ صاحبہ	کلکتہ، دہلی	"	"

۹۷	"	قرن الثانی	۱۳۳	[۱۷۱]
۹۸	حسن	مختص ہام (۳۰)	مہرت پور	"	[۱۷۱]
۹۹	سینر	سینر قاطر حکم	کستو	"	[۱۷۲]
۱۰۰	"	مختص ہام	"	۱۳۳	"
۱۰۱	سینی	دہلی	۱۳۳	[۱۷۳]
۱۰۲	منا	مختص ہام	کستو	۱۳۶	[۱۷۵]
۱۰۳	گوہر	"	کابل	۱۳۷	"
۱۰۴	گوہر	اعلیٰ بیہا	کستو	"	[۱۷۶]
۱۰۵	سینی آرا	مختص ہام	دہلی	"	"
۱۰۶	لطیف	لطیف الشاعری	عظیم آباد	۱۳۸	"
۱۰۷	"	اللہ جوابی (۳۱)	پنڈ	"	[۱۷۷]
۱۰۸	اعلیٰ	الان	سہارن پور	"	"
۱۰۹	ماہ	مجمعی حکم	دہلی	"	"
۱۱۰	"	"	۱۳۹	[۱۷۸]
۱۱۱	ماہ نقا	اغلب کہ چنڈا مذکورہ بالا	حیدر آباد	"	"
۱۱۲	سہارک	سہارک الشاعری	دہلی	"	[۱۷۹]
۱۱۳	محبوب	نواب محبوب محل حکم صاحب	آزادہ	۱۴۰	"
۱۱۳	مغلی	سلطان جہاں حکم صاحب	دہلی	"	[۱۸۰]
۱۱۵	مشتقی	قرن ہان	کستو	۱۴۱	"
۱۱۶	مشتقی	حیدری خانم	فیض آباد	۱۴۲	[۱۸۳]
۱۱۷	مغل	پیرا ہان مغل ہان	دہلی و حیدر آباد	"	"
۱۱۸	سور	سور بخش	کستو	۱۴۵	[۱۸۳]

۱۱۹	منو	منو جان	کریال	"	"
۱۲۰	مہتاب	منقخص بہار	برلی	"	[۱۸۵]
۱۲۱	مہر	مینا جان عرفہ کالی (۳۴)	کریال	"	"
۱۲۲	نار	لی جان	فرخ آباد	۱۴۵	"
۱۲۳	"	گنجی آرا	دہلی	۱۴۶	[۱۸۶]
۱۲۴	" (۳۳)	"	"	"
۱۲۵	"	امیر جان	کھنڈو	۱۴۷	[۱۸۷]
۱۲۶	تازک	زینت جان	دہلی	"	[۱۸۸]
۱۲۷	"	فغن جان	"	۱۴۸	"
۱۲۸	شہین	۱۴۹	[۱۹۰]
۱۲۹	"	منقخص بہار	دہلی	"	"
۱۳۰	نزاکت	دھندار نوی	"	۱۵۰	"
۱۳۱	"	کنڈو	"	۱۵۱	[۱۹۲]
۱۳۲	"	بھٹی	۱۵۲	"
۱۳۳	نسائی	کھنڈو	"	[۱۹۳]
۱۳۴	نظیر	منقخص بہار	"	"

عرض حال: جس روز بندہ نے فہرست شاعرات تیار کی تھی اس روز تک میری اس کتاب کے ۱۵۲

ی صفحہ چھپ کر میرے پاس آئے تھے، وہیں تک کی فہرست میں نے تیار کر دی۔ اب جو کتاب پوری چھپ کر آئی تو یہ فہرست طبع مکمل پائی۔ پس، یہ دل میں سائی کہ اس کا حتمہ لکھنا چاہیے۔ مجبوراً یہ چند سطریں لکھ دیں۔ ناظرین صداقت گزریں معاف فرمائیں! المرقوم ۱۵ فروری ۱۸۸۳ء۔

حتمہ فہرست شاعرات

۱۳۵	نورین	فرخ آباد	۱۵۳	[۱۹۳]
-----	-------	-------	----------	-----	-------

۱۳۶	دبیر	مخلص بہار	ٹھیکر آباد	"	[۱۹۳]
۱۳۷	ولایتی	دہلی	"	[۱۹۳]
۱۳۸	ہنس	"	"
۱۳۹	یار	دہلی	"	[۱۹۵]
۱۴۰	پاس	آفتاب نگہ	فیصل آباد	۱۵۳	"
۱۴۱	پاس (۳۳)	چنبیلی	کھنڈو	۱۵۳	[۱۹۶]
۱۴۲	پاسین	قوس	سہارن پور	۱۵۵	"
۱۴۳	لاہور	دہلی (۳۱۵)	"	"

ضمیمہ کی فہرست

نمبر شمار	مخلص	نام	سکن	صفحہ [ذکرۃ النساء]	صفحہ [کتاب ہذا]
۱	اورا	امیر حکیم عرف چمرنے صاحب	کھنڈو	۱۶۵	[۲۰۴]
۲	امیر	امیر بخش	پورنیہ	"	"
۳	اہل	جاگی بی بی سعدی	لاہور	"	"
۴	بدلا	بدلا جان	علی گڑھ	۱۶۶	[۲۰۳]
۵	پری	سیر و عرف بگو	کلکتہ	"	"
۶	بھمراج	پیش نام ہے	اٹارہ	"	"
۷	بیاری	بڑودہ	"	[۲۰۳]
۸	"	بلیب گڑھ	"	"
۹	جعفری	جعفری چان	کلکتہ	"	"
۱۰	جہاں	شاد جہاں (۳۱۶)	۱۶۷	"
۱۱	چنچا	پیش نام ہے	آڈوہ	"	[۲۰۵]

۱۲	چندر بھگی	"	[۲۰۵]
۱۳	حجاب	مثنیٰ بانی	کلکتہ	"	"
۱۴	حرمیت	عزیزہ الحسن بیگم صاحبہ معروف بہ سردار بہو صاحبہ	دہلی	۱۹۷	"
۱۵	حسین	دشت جان	فیض آباد	"	[۲۰۶]
۱۶	حنا	حمیری جان	مرزا پور	۱۶۸	"
۱۷	حور	نوروز جان	کلکتہ	"	"
۱۸	حیا	چھوٹی جان	"	"
۱۹	حیدری	حیدری جان	کسٹو	"	"
۲۰	خورشید	کلکتہ	"	[۲۰۷]
۲۱	رہمن	منگلکس جام	جمیر پور	"	"
۲۲	زیب	بکین جان	کسٹو	۱۷۰	[۲۰۹]
۲۳	سونا	سونا جان (۲۱۷)	دہلی	"	"
۲۴	شباب	حمیری جان	کلکتہ	"	"
۲۵	شوخی	مولانا جان	"	۱۷۱	"
۲۶	شیریں	الطاف کوشنہ کرۃ "جمن اعجاز" ہے	"	"	[۲۱۰]
۲۷	منم	نکھن جان	"	"	"
۲۸	ضیا	رام پور	"	"
۲۹	"	سکندر جہاں بیگم صاحبہ	جاوہر	"	"
۳۰	قاسم	گوہر جان	فیروز آباد	۱۷۲	[۲۱۱]
۳۱	گوہر	گوہر جان (۲۱۸)	پرتاب گڑھ	"	"
۳۲	گوہر	" (۲۱۸)	گوالیار	"	"

۳۳	مغلی	شہر کی بیگم صاحبہ	سردھنہ	"	[۲۱۱]
۳۴	نکور	حسینی جان	نادر	۱۷۳	[۲۱۲]
۳۵	حزیب	امین جان	"	[۲۱۳]
۳۶	مستور	مستور جان (۲۲۰)	کھنڈو	۱۷۳	"
۳۷	مطلوب	فضل النساء بیگم صاحبہ	شملہ	"	"
۳۸	معتوق	صلو	کلکتہ	۱۷۴	"
۳۹	ملکہ	کاظمی جان	" (۲۲۱)	۱۷۴	"
۴۰	"	انی	"	"	[۲۱۴]
۴۱	مہک	بکین جان	کھنڈو	"	"
۴۲	باز	شیریں جان	"	"	"
۴۳	"	امراؤ جان	خیر آباد	"	[۲۱۵]
۴۴	"	بندی جان	عظیم آباد	۱۷۵	"
۴۵	بازاں	نصی جان	کلکتہ	"	"
۴۶	بازمین	مانگی	نادر	"	"
۴۷	محبوب	الہی جان	سہارن پور	"	"
۴۸	تظہیر	کھنڈو	"	[۲۱۶]
۴۹	غائب	حیدر بان	کلکتہ	۱۷۶	"
۵۰	دزیہ	مخلص بھم	دہلی	"	"
۵۱	ولایت	کھنڈو	"	[۲۱۷]
۵۲	ہجر حسن	گنا جان	درہنگہ	"	"

ملحقہ (۲)

”قطعاتِ تاریخ و تقریظات، متضمن
سالِ انطباعِ دفعہٴ اوّل“ [گلشنِ ناز]

[مرآتِ خیالی، ج ۴۲: ۷۵؛ تذکرہ النساءِ نادری، ج ۵۳: ۲۵۸]

قطعہ تاریخ اختتام کتاب، از محبہ فکر آسان بنا شاہ بہاء الدین صاحب عرف عبداللہ شاہ
مکلف بہ بتقریر خوش تقریر سلاہ القدیر، نبیرۃ شاہ نصیر صاحب مرحوم، سجادہ نشین خلفائے راشدین حضرت
سیدہ خدیجہ صدقہ جہاں صاحب قدس سرۃ العزیز، ساکن دہلی، محلہ روشن پورہ، جاگیردار موضع
مولرین، واقع تحصیل پنج گڑج، ضلع دہلی:

چوں مرتب نمود گلشنی نادر دُرگا پر شاہ کاشف اسرار
ذکر نسواں پہ پردہ عصمت کرد در پردہ طرفہ تر اظہار
لغوی ہاے معانی گونا گویں زد نقش ز کلب گوہر بار
نفس طوطیان خوش الحان لطف نوید دریں گلزار
تا قیامت بماند ایں یادگار یادگار زمانہ فکار
گفت از ہر قطعہ تاریخ آں جناب از بشیر ناخوار
سال ترمیم آں گل نوخیز "گل بن فرح بخش" کلب نگار

[مطابق ۱۸۷۵ء]

۱ ۲ ۹ ۲

ایضاً، دیگر فرمودہ

ترتیب نمودہ طرفہ نادر گلشنی
سازش بہ بتقریر گفت ہاتف! "نورسہ" گلشنی معانی

[مطابق ۱۸۷۵ء]

۱ ۲ ۹ ۲

بسال اظہار فرماید

طرفہ مصدق جناب نادر است دیدش را بس کہ جمع خلق شد
ہر سال اظہار، اے بتقریر! گفت دل "مقبول طبع خلق شد"

[مطابق ۱۸۷۶ء]

۱ ۲ ۹ ۳

بطرز دیگر می سراید

نادر از کلک خود بہ گشتی ناز رشتہ ہائے گل معانی سفت
سال تاریخ او نوشت بئیرا "گل تازہ چہا جدید گشت"

۱۲۹۳ [مطابق ۱۸۷۶ء]

جناب موصوف اردو میں یوں ذرا نشانہ فرماتے ہیں، جس کے مصرع ازل میں سال اعتسام
اور اخیر میں سہ الطہار دکھاتے ہیں:

مرات خیالی چہا، امنتہ اللہ (۲۲۲)
یہ حضرت نادر کا، کھلا طرفہ چمن ہے
۱۲۹۳ [مطابق ۱۸۷۵ء]

ہوں مشتری اس کے جو ملائک تو جب کیا حسرت سے جہا سربہ زمیں چرخ کہن ہے
ہر بیت میں تو صیف کھسی لعل لیوں کی یہ طرفہ صدف ہے کہ نہ از لعل یکن ہے
گھر بیشہ خریدار چلے آئیں گے اس کے جس مال میں جو کھوں ہی نہیں ایسا وہ من ہے
تاریخ بئیرا اس کی کوئی تم سے جو پوچھے کہہ دو کہ یہ "نوباوہ بستان سخن ہے" (۲۲۳)

۱۲۹۳ [مطابق ۱۸۷۶ء]

قلعہ تاریخ الطہار، چکیدہ کلک گو ہر سلک، موثر بخینا، صاحب رسالہ جہل جواب
تاریخی و جغرافی، ہے ہستا، صاحب جغرافیہ مارواڑ و منشی فصیح، صاحب قصہ خرد انوار و شاعر بلخ،
صاحب تذکرۃ شعراء اہل ہند، ساکن ٹونک، یعنی منشی ابن المنشی، منشی دہلی پر شاہ صاحب معاش،
خوش معاش، کہ دو مرتبہ بدلی آمد، از بندہ ملاقی شدند، و از قوم کلدھ، مرد خلق و بقیع اند:

تذکرہ شعر گو حسینوں کا جس میں ہیں حسن و ناز کی باتیں
نادر پاک باز نے لکھا جس کی باتیں ہیں راز کی باتیں
ہے عزم عورتوں کی باتوں میں ہیں جو سوز و گداز کی باتیں
ناز و انداز کا نہیں یاس ذکر اور نہ ہیں امتیاز کی باتیں
بل کہ اظہار و حسیہ دل ہے اور عجز و نیاز کی باتیں

اُن کے اشعار میں ہے سوز کی بو ناز کی جا نیاز کی باتیں
 دل میں درد اور داغ کی خلیں لب پہ سوز و گداز کی باتیں
 اور کہیں عالم نصیحت میں ہیں نصیب و فراز کی باتیں
 ہے کہیں عشق کے مذاق کا ذکر اور کہیں احزاز کی باتیں
 اور کہیں عشق کے تقاضا سے وصل کے ساز و باز کی باتیں
 عورت اور عشق کا کرے اظہار شاہد اور سوز و ساز کی باتیں
 کیوں نہ ہوں عاشقوں کے دل کو پسند یار عاشق نواز کی باتیں
 پان سو بارہ اور یہ مصرع ”نادر پاک باز کی باتیں“ (۳۳)

۵۱۲

[+] ۷۸۱ [= ۱۲۹۳] مطابق ۱۸۷۶ء

سال تاریخ کے لیے رکھ یاد اس حقیقی مجاز کی باتیں

قطعہ تاریخ اطہار، از کلام مذاق انضمام، محقق یکا نام قاری گلشن نام، تارکش،
 مکتبہ پتھر کہ بہ مشورۃ جناب بقیر باوجود اتنی ہونے کے شعر گوئی پر مائل، رات دن کھانے ہی
 کے ذکر کا قائل۔ افسوس! کہ کتاب کے بچنے ہی بچنے بقیر جیسے خوش تقریر کی محبت سے سیر ہو کر
 راہی ملک بجا ہوا۔

دعاں، خدا جانے اُسے کس کی محبت لے گئی جو گیا اس طرح وہ جلدی سے گھبرایا ہوا

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

خوان نعمت ہے یہ گویا تذکرہ جس کے ہو کئے بیٹھے ہیں سب خاص و عام
 یہ نئی باتوں کا گنگا ہے بنا جس کی تا محشر رہے گی دھوم دھام
 دیکھنا شیریں کلائی کا اثر اس کا ہر فقرہ ہے گویا بیٹھا آم
 دال روٹی سے جو ہیں خوش حال لوگ اُن کو یہ اک شغل ہے ہر صبح و شام (۳۴)
 دیکھنے میں اس کے کیسی اشتہا ہوئے وہ ہوتا ہے گر ٹھنڈا طعام

ہیں مصنف اس کے میرے مہربان دار رس ہیں، وال پر ہے اُن کا نام
 ہے تخلص اُن کا نادر اور لقب درگا پر شاہو محبت التیام
 بیٹ کی خاطر لکھا میں نے یہ سال میں بھی ان باتوں کا بھوکھا ہوں دام
 بس یہی لکھ دے قلم لے کر تمیرا ہے عجائب چٹ پٹا طرفہ کلام (۳۳۱)
 [۱۹۹۲ + ۱ = ۱۲۹۳] [مطابق ۱۸۷۶ء]

قطعہ تاریخ الطباع چکیدہ غم، فیض رقم جناب مفتی غلام سرور صاحب لاہوری، صاحب
 کتب محدود

گلشن ناز ست رئیس نسخہ و نادر کتاب فی الحقیقت کان لطف و معدن راز ست اس
 وقت طبعش بحسب سال طبع سرور از خود شاعر ”محبوب نادر گلشن ناز ست اس“ (۳۳۷)
 [۱۹۹۲ + ۱ = ۱۲۹۳] [مطابق ۱۸۷۶ء]

قطعات تاریخ اختتام و الطباع از کلمہ طبع نذاکت آگئیں مٹھی نادری داس صاحب گلشن قوم
 کھتری، ساکن دہلی خلف افتدق مٹھی کشن لال صاحب مرحوم، کہ پہ مٹھی گری کوٹھی ساہوگر والا مشہور
 دہلوی، اوقات گرای ہر کرتے ہیں اور جناب کمالات مآب میرزا قربان علی بیگ صاحب ساگ کی
 شاگردی سے رہنمائی میں صاحب دیوان مختصر ہو گئے ہیں۔ آدی نو جوان، خوش بیان، خوب زد و نیک خو،
 خردمند، خوش روپند ہیں۔ تاریخ ختم ہونے کتاب کی بکراجیت کے سبب میں:

لکھا نادر نے ایسا تذکرہ خوب جہاں میں ہو رہی شہرت ہے جس کی
 ہوئی دل کو ہے میرے فکر تاریخ محبت دل سے رکھتا ہوں میں اُس کی
 کہا یہ ہاتھ نہیں نے ممکن ”رباض المیض“ لکھ تاریخ اس کی
 [۱۹۳۲] [مطابق ۱۸۷۶ء]

پہ سال الطباع بزدبان، محی چنیں فرمودہ

دوش دیم کہ در علم جاہاں حضور و ہے قرار بد ممکن

ناگہاں دلبرے ہویدا خلد سے لقاء خوش ادا و زہرہ جبین
 ازہرہ تاز گفت عاشق دار بشنو از من کہ ی کنم تلتقص
 تادہ روزگار و فخر دماں تذکرہ ثبت کردہ رنگیں
 سال تاریخ آں ٹو نیز گویا گفت دل "مستطیر حجاب ہیں" (۳۴)
 ۱۲۹۳ [مطابق ۱۸۷۶ء]

دیگر بڑیاں اردو

تادہ واللہ! [کیا] خوب لکھا تم نے [ہے] یہ تذکرہ زمانہ
 ہر ماہ جبین و سے لقا کا مضمون لکھا ہے عاشقانہ
 رنگیں نے لکھی ہے اس کی تاریخ یارب! ہو یہ "مستطیر زمانہ"
 ۱۲۹۳ [مطابق ۱۸۷۶ء]

قطعہ تاریخ اطہار از فکر محبت بنیاد، لالہ گنگا پرشاد صاحب مخلص پرمکھ، طالب علم ٹل
 سکول لاہور، این لالہ کشیشی لال صاحب۔ جس وقت میرے مریان بشیر وارد لاہور ہوئے، لالہ
 صاحب نے ان سے فیض بخشی پایا۔ گو پہلے سے کچھ واسطہ باطنی رکھتے تھے لیکن یہ تازہ رابطہ ہو گیا:
 جب ہوا اطہار گلشن نادر سب نے اس کو کہا "صحیفہ نغز"
 کہا گنگا نے بے تکلف سال خوب "چھاپا گیا صحیفہ نغز"
 ۱۲۹۳ [مطابق ۱۸۷۶ء]

قطعہ تاریخ اطہار من الطبع رسالہ علوم انگلیسی، وادھب رمونہ زبان فرس، موڈت
 خصال ششی جزاری لال صاحب مخلص پرمکھ، سابق ہیڈ ماسٹر ٹل سکول سوئی پت، ضلع دلی، قوم
 کا۔ جدہ سری باسٹ، ساکن دلی، محلہ روشن پورہ، حلف دیوان سری رام صاحب مرحوم مفتور:
 کہاں تک نکسوں اس کا میں حال آؤ! قلم کے نکلتے ہیں آسو سیاہ
 بقول غصے:۔۔۔ اس ماتم سخت است کہ گوید جہاں مرد۔۔۔ افسوں! صد افسوں! کہ یہ

میرا دوسرا روحانی سفر ۱۸۷۷ء میں عازم ملک جاودانی ہوا۔ مجھے یہ غیر وحشت اثر لاہور میں ملی، یادگاری کے واسطے اس موقع پر لکھ رکھی۔ خدا اس نوجوان کو اس کے معصوم بچوں کی دعا سے بخشے اور اس کے بڑے بھائی لالہ چند لال صاحب کو ان پیچیدگیوں کے سر پر قائم رکھے، جو ان کی خبر گیری کرتے ہیں۔ آمین!

جب طرح کا تذکرہ یہ لکھا کہ شہرہ ہے نادر کا ہر ایک چا
 گلشنی اس کی تاریخ مختصر نے یوں دلا! غنچہ عقل ہے کھل گیا (۳۳۹)
 ۱۲۹۳ [مطابق ۱۸۷۶ء]

قطعہ تاریخ الطہار من جانب مقل تذکرہ حصہ دوم تذکرہ ہذا المعنی ”چمن اعداد“
 اس تاریخ میں شاعرہ مذکور نے اُن شاعرہ عورتوں کے تفصیل مع اپنے، ایک مصرع میں جمع کیے ہیں جن
 سے میرے دوست آشنائی رکھتے ہیں، اور اس کا لطف صرف یاروں ہی کو آئے گا:

لکھا یہ نادر دوراں نے تذکرہ کیا خوب مشروح حال سبھی عورتوں کا جس میں ہے
 جو شعر اچھے ہی کہتی ہیں اس زمانے میں کلام اُن کا ملا جس قدر وہ اس میں ہے
 لکھوں جو وصف میں نادر کا کیا مری ہے حال کہ انا وصف کی اُن کے حال کس میں ہے
 اثر کی رو سے ادا کو سنائی وہ تاریخ مقل کہ نازک و بسم اللہ بھی ہوس میں ہے
 ۱ ۶ ۷۷۰ ۷۸ [۳۳۹۳] [مطابق ۱۸۷۶ء]

قطعہ سال الطہار، از موقوفہ بیچھاں، یعنی نادر و ولیدہ بیان:

چہ نادر گلشنی نازم شدہ شمع بعد ایں عیسوی تاریخ پیدا
 طفیلی ہم سفیران گلستاں الہی! ”غیرت گل زار بار“
 ۱۸۷۶

دیکھ لکھہ مشرق و مغرب بر شہر اشعار گویاں تذکرہ گلشنی نادر:
 گفتارے بنیاد و سر شاعر است فارسی زبان سنہ ۱۸۷۶ء

تقریباً ہر پختہ خانہ موزت شمس، عالم مختار، فاضل دہر، سرآمد متکلمین، سرگروہ متاخرین، جناب کمالات مآب مولوی الفت حسین صاحب فنکار پوری، مختص بہ الفت، مدظل ازل مدرسہ انگلو عربی دہلی زاد اللہ شرفا۔ صاحب چند نسخہ نظم و بحر مذہبی و نصیحی و مباحثی وغیرہ جو سنہ ۱۸۸۳ء میں مزین نگہ کا لکھلا ہوا (۳۳۰) کے مدظل ازل تھے۔

”میں نے اس تذکرۃ شعرا النساء کو خوب پاک نظر سے دیکھا۔ واقعی الفت قوی اور متبہ جہنی کا حزمہ آگیا۔ محبوبہ مطلوب بھی خوب اور ہیراے مقصود بھی مرغوب و خوش اسلوب، کیوں ناثر ہوا اب بھی سنگ دلوں کو خیر نہ ہو تو بے شک سنگ خار ہیں۔

یہ رسالہ بے مبالغہ ایسا ہے کہ خواہی خواہی زن و مرد کو اس کے پڑھنے کا شوق ہو اور طرح طرح سے رہنمائی و سخن کا لطف و ذوق ہو۔ دل کیوں نہ لگے کہ یہ نگاشت ہاتھ میں ہے، جی کس طرح گھبرانے کے ہر ورق صلوٰۃ بہار و گلخورد کنار ہے۔ خاص کر ہندوؤں کے لیے اچھا گل صد برگ ہے۔ مصنف کا شکر ضرور ہے۔ ایسے ہی صاحبانِ علم کے ہونے سے دنیا کو فائدہ ہے کہ فیضِ تہدی رکھتے ہیں، ورنہ کیا تہذیب ذاتی فرضی و جبر چالاکی سے فقط کیا فائدہ اور تو حکام و اہلہوں کے لیے تشہیر ہے۔ چند کھٹے تو تے مینا کی طرح نہیں نہیں کرائی اور گھر کی راہ لی۔ ایسے ہی علوم سے قوی فائدہ بھی مقصود ہے۔ جو ایسی تصانیف یادگار چھوڑ جائیں، اسی ڈھنگ سے جا مل ہوش میں آئیں گے اور عقل پائیں گے۔ اسی طرح نادانوں کی آنکھیں کھلیں گی، لیکن چھپائی و صفائی عمدہ چاہیے۔ سو، کسی دولت مند کا کام ہے کہ اعانت کرے۔

العبد من بندۃ الحب حسینم

اخبار کوہِ نور، لاہور، مطبوعہ ۱۳/ اکتوبر سنہ ۱۸۷۹ء میں یہ صفحہ ۲۲۷ گلشنِ ناز کا راجع ہے
چھپا تھا مگر اس وقت وہ پرچہ میرے پاس موجود نہیں۔ اس سبب اس کی نقل سے معذور ہوں۔

سفیرِ بدھانہ، مطبوعہ ۸ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء میں یہ عبارت شائع ہوئی ہے :

تقریظ من مکتب طبع رسا و فکر عالی جناب مولوی امانت علی صاحب مدرس قصبہ
ہنت، تحصیل شالی، ضلع مظفرنگر

لکھوں تقریظ گنبدی نادر کی دل میں آیا ہے۔ اگر خال زرخ لیلیٰ سے حاصل کچھ سیای ہو
سمان اللہ ایہ کیا گنبدی نادر ہے جس کا نرالا ڈھنگ، نیا انداز ہے۔ محنت محنت میں گل ہائے
سوری کا رنگ بجا ہے، چمن چمن لگنو ہائے معنوی سے بھرا ہے، روش روش پر یوے عطرا میز ہے، ہر نو
ہوائے لطف انگیز ہے۔ سطروں کے الجھنے سے گھٹکا ہے کہ یہ چمن زار سراپاؤں سے زلف مشکیں سے بھا
ہے۔ رنگینی عبارت میں رنگ منائی ہے، ایک ایک ورق زوے زیا کی صفائی ہے۔ اکثر مقام پر دل
دھوکا کھاتا ہے، صفحہ صفحہ پر سادہ رویوں کا خیال آتا ہے:

کیا کہیے یہ کیا ہے گنبدی نادر گل زار جہاں کا سارا انداز
سطروں سے گھٹکے ہے چچا کا گل گردن پہ ہے اس کے خون سنبل
نقطوں سے نظر میں ہے سویا یا خال سیاہ روے زیا
ہر شعر ہے اس کا شعر گیسو فرق اس میں نہیں ہے اک سر مو (۳۳)
اور کیوں نہ ہو؟ چمن آرا اس گنبدی بے خزاں کا دیر عطا درقم، بیضا قلم، یعنی طوطی سنجیدہ بیان، جملہ ہزار
داستان، شہسوار میدان سخن دانی، یکہ تازہ عرصہ پہلوی ووری، و انتہی رسوم شعر گوئی، ہر ایک گلین دکان
مضامین جوئی، بھری عروض میں گاؤں، اچھی خوشی درگا پر شادناؤں:

سمان زبان زبان اردو ہے اس کی زبان میں جان اردو
شک نہیں ہے کہ ضم اس گنبدی غیم کی، دل ہائے چرمہ کو راحت دے اور پوے ترغیب سے
مشام جاس ایسے جنس کا بھرے۔ کیا سنتے؟ کہ قدرت، بیانی شقائق تذکرہ سخن دانی عورات شاعرہ زمانہ
سلف و حال کو پانصاحت تمام و بلا غیب بالا کام لکھا ہے۔ اس حلاش عمدہ پر دل سے آفریں ہے، مہربا
ہے۔ کج قویوں ہے کہ تعریف کو سند میں زبان نہیں، کلم کو طاقت بیان نہیں۔ فی الواقع ایسی کتاب
لاجواب دیکھی نہ تھی۔ اگر خوش مذاقان سخن اس کو عرض گوہر جان خرید فرمائیں تو بجا ہے اور جو پائے چشم

سے ہوائے شوق میں اس بوستانِ معنی کی سیر کو آئیں تو سزا ہیں۔

غزلِ تازہ

عمیاں ہر شاعرہ عورت کی خوش گفتار ہے اس سے
 مزہ شیریں کھائی کا ہمیں ہر بار ہے اس سے
 یہ اک گل زار خوبی ہے سراپا بڑے معنی سے
 مشام جاں ہر اک بلبل کا خوشبودار ہے اس سے
 مزہ آتا ہے ہر فقرے سے یاں قندِ مکر کا
 عجب شیریں بیانی ہے کہ یہ نکرار ہے اس سے
 بیاں ہو اس کی کیا رنگینی فقراتِ موزوں کا
 مثال لالہ، دافی سینہ گل ناز ہے اس سے
 نہ ہو تجھ کو کیوں فرحت ہمیں اس باغِ رنگیں سے
 گھنٹہ چوں گل خنداں دل سرکار ہے اس سے

حمت بھون ملک

تحریر: تاریخ کا پی: ۲۵۱ مارچ ۱۸۸۳ء بمبئی

پردہ برداشتم ز کارِ سخن

تا دہر جلوہ گلِ نثارِ سخن

بقلم: نثارِ قلم سید محمد عبداللطیف دہلوی

ملحقہ (۳)

قطعاتِ تاریخِ تصنیف و طبع
مع تقریظات "چمن انداز"

[تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۱۵۵ تا ۱۶۲]

قطعات تاریخ الطبع دفعہ اول "چمن انداز" جو اس کے شائع ہونے کے بعد موصول ہوئی ہیں، اور نیز تقریظیں جو تین دروں، انصاف پسندوں نے مرحمت فرمائی ہیں

نقدہ تاریخی پر مصعب رحمان، فاضل اہل، عالم بے بدل، ماہر علوم عربیہ، واقف قوانین انگلیش مرزا اشرف بیگ خاں صاحب اشرف مرحوم خلف اشرف جناب نواب فاضل بیگ خان صاحب دہلوی
ایں ماتم سخت است کہ گوید جواں مرد

انہوں نے یہ نوادہ جرائی، مترجمی سنٹرل بک ڈپو پنجاب سے دہلی کے ضلع سکول کی مدد سے فارسی و عربی پر مشرف ہو کر سنہ ۱۳۹۹ھ ہجری کے اخیر میں عازم ملک بھاہوا۔

انا لله وانا اليه راجعون

"نقدہ و زغرور جو کہ کلام عجیب شاعرات ہند ہے"۔ سنہ ۱۳۹۵ھ ہجری، از حروف مہملہ [کذا حروف مہملہ]، ۱۸۷۸ء از مخطوطہ۔

من الکلام بقیہ خوش تقریر، ملکہ القدر، جن کے اوصاف گلشنِ ناز کے ضمن میں تحریر ہیں:

از فضل ایزدی "چمن انداز" طبع گشت لاریب ہست قابلِ قسین و مرجبا
کتاب بقیہ کرد دو تاریخ با رقم "شائستہ بوستان" و "چمن زار خوش فزا"
۱۲۹۵ ۱۲۹۵

دیگر

نادر خوش فکر و یکتاے زماں تذکرہ فرمود حیرت ناک طبع
گفت سائش بلبل فکر بقیہ "نغمائے طوطیان پاک طبع"
۱۲۹۵ھ [مطابق ۱۸۷۸ء]

دیگر

خجے ایں نسخہ چوں مطبوع فرمود شدہ مطبوع طبع شائستہاں
بقیہ بے تکلف گفت سائش "نغمائے آہ ریاضی نازینیاں" (۳۳۳)
۱۲۹۵ھ [مطابق ۱۸۷۸ء]

دیگر

نادر خوش کلام و سحر بیان "جمن انداز" طبع زد فی الحال
خامہ تاریخ بیسوی نوشت "تذکرہ طبع شد بعد آمل"
۸ ۷ ۸ ۱

نقل خط

جناب میر محمد علی صاحب جویا مراد آبادی (صاحب سرود غیبی، رونق افروز سوائی ہے
چونکہ فی زمانہ تاریخ گو یگانہ و یکتا شاعر، نکاتہ شاعری سے ماہر، بے ہمتا ویر، معلومات شفی مری
میں بے نظیر، صاحب تحریر پُر تاثیر، بولنے میں خوش تقریر ہیں)۔ موصول ۱۳ اپریل سنہ ۱۸۷۹ء۔ پ۔
مقام لاہور:

قدردان جویا سلامت!

اجی جناب! آپ کا رسالہ مرات خلیلی اتفاق سے ایک سوداگر میرے پاس لایا۔ اس کو
کھول کر پڑھا ہوں تو وہ آفتاب جمالی ہے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا رسالہ تالیف کیا
ہے کہ عاشقوں کی جان، معشوقوں کا ایمان۔ رسالہ کیا ہے، کانِ محبت، جانِ الفت ہے۔ میں تو اس
رسالے کو دیکھ کر چار گھڑی تک حیران رہا کہ اس قسم کا رسالہ، محبت کا قبالہ دیکھنا نہ سنا۔

رسالے کو دیکھ کر یہ تلفظ آیا کہ گویا میں خواب دیکھ رہا ہوں اور اس خواب میں یہ دیکھتا ہوں
کہ گویا ایک باغ ہے درخت کا چشم و چراغ ہے۔ اس باغ میں ایک نعل ہزار سامان سے آراستہ اور اس
نعل میں ہزار پری جیکر حور جمال، ہر قشال ہزار ناز و کرشمہ کے ساتھ بیٹھی ہیں۔ اُن پر ی رویوں کا
مشاعرہ ہے۔ ہر ایک ماہِ زو اپنے اپنے اشعار پڑھ رہی ہے اور جس کا جو شعر ہے، وہ لا جواب ہے،
دیوانِ عشق کا انتخاب ہے۔

آکھ کھل گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ مرات خلیلی ہاتھ میں ہے۔ واللہ! عجیب کتاب ہے،

لا جواب ہے۔

پڑھتے پڑھتے جب عابدہ، یعنی نواب امراء نکم کے نام پر پہنچا تو اپنا نام بھی اور رسالہ

خدا جان کا ذکر بھی دیکھا۔ آپ نے ذرے کو آفتاب بنایا اور خاک کو آسمان پر بٹھایا۔ آپ بڑے قدردان ہو۔ حق تو یہ ہے کہ میں آپ کی ان عنایتوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا ہوں۔ من آثم کہ من دافم۔ آپ نے وہ کام کیا ہے کہ مجھ کو تازہ زندگی مہمنوں رہنا چاہیے اور بعد مرنے کے بھی منظور ہونا چاہیے کہ ہمیشہ کو یادگار رہا اور جہاں جہاں آپ نے اصلاح فرمائی ہے، واللہ! بہت درست ہے۔ میں مان گیا لیکن مطیع والوں نے بہت غلطیاں کر دی ہیں۔ اب خطر ثانی میں درست کروں گا اور آپ کی اصلاح کو قائم رکھوں گا۔

کیا کہوں، آپ نے مجھ کو نہ لکھا، ورنہ عابدہ کا کلام دیوان سے بھیج دیتا۔ میرے پاس ہے۔ اب منظور ہو تو لکھنا، اور خط کتابت جاری رکھیے جس سے ایک طرح کی ملاقات ہوتی رہے، اور کارلائڈ اس طرف سے سرور کرتے رہیں اور اپنی کیفیت سے اطلاع دیتے۔
بقلم سید محمد علی جو یا، نائب کوٹوال شہر بے پور، ۱۸/۱۱/۱۸۷۹ء۔

”چمن انداز“، مولفہ محقق شیوا زبان و مولفہ جادو بیان فشی درگا پرشاد صاحب نادری مخلص و جلوئی، ہیڈ انٹرمیڈیاٹ جوئی کینٹنل پریس لاہور، سلمہ اللہ تعالیٰ، کارپوریو۔

ہمارے پاس یہ کتاب ایک معزز کرم فرما کی وساطت سے پہنچی۔ ہم نے سرتاپا اس کا مطالعہ کیا اور ایک بے بہا جوہر پایا۔ مصنفہ سلمہ رب نے شاعرہ عورتوں کے تذکرے میں، جو ہندوستان میں گزری ہیں، یہ کتاب تحریر فرمائی ہے اور ایک سو چالیس (۱۴۴) عورتوں کا اس میں ذکر کیا ہے اور سب کے نام ردیف وار لکھے ہیں اور ہر ایک عورت کے حالات، جس قدر مل سکے، مختصر اور سلیج عبارت میں لکھے ہیں۔ خشی المقدور نہایت کوشش کے ساتھ جس قدر حالات اُن کے نزدیک صحیح معلوم ہوئے، وہی درج کیے، باقی چھوڑ دیے۔ فی الحقیقت تذکرہ کی خوبی بھی یہی ہے کہ صحیح صحیح حالات اس میں لکھے جائیں، نہ یہ کہ خواہ مخواہ طوالت اور مبالغہ سے کام لیا جائے اور ان اپ شاپ اس میں بھردیا جائے جو ناظرین کو گمراہ اور کتاب کو بے وقعت کر دے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کے پاس اس قسم کے چند نسخے اور بھی تھے جو تصنیف کے

وقت مطالعہ میں شے مکران سے مصنف کو کچھ مدد نہیں مل سکی، بل کہ اکثر مقامات پر اُن کو روک دیا گیا ہے اور اُن کی غلط بیانی ظاہر کی گئی ہے۔ یہ بھی اس تذکرے میں ایک بڑی غلطی کی بات ہے کہ مصنف نے اکثر اپنی ہم عصر شاعرات کا ذکر کیا ہے اور بہتوں کو اُن میں سے بہ چشم خود دیکھا ہے اور دوستوں کے ذریعے سے اکثر کا احوال دریافت کیا ہے۔

غرض، ہمارے نزدیک اس تذکرے کے معتبر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ مصنف کی کوشش و محنت کی جس قدر تحریف کی جائے، بہت کم ہے۔ جب سے لکھنؤ اور دہلی کی سلطنتیں داخل ہوئی ہیں، ہندوستان میں شعر و شاعری کا چرچا بہت کم ہو گیا ہے۔ باوجود اس کے بھی جو شاعر، خصوصاً عورتیں موجود ہوں، وہ مردوں کے برابر، بل کہ اُن سے بہتر شعر کہ سکیں تو یہ بھی قیمت ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں بھی کریں تو مردوں کے برابر لیاقت پیدا کر سکتی ہیں اور یہ لیاقت بالخصوص یورپ ہی کی عورتوں کا حصہ نہیں ہے، بل کہ ہر ایک ملک کی عورتوں کو خدا نے قابلیت کا مادہ عطا کیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے ہر ایک خیال کا آدمی مستفید ہو سکتا ہے۔ جو لوگ خن جنہی کا مذاق رکھتے ہیں، اُن کے مطالعے کے لیے ایک عمدہ سفید ہر قسم کے اشعار کا ہے۔ جو لوگ تاریخ کے شائق ہیں، وہ تاریخ کا لطیف اٹھا سکتے ہیں۔ جن کو ناز و انداز و ہرہ و جوانی مشتری خصال کی گفت گو بھاتی ہے، وہ بھی اپنے دل کے ارمان نکال سکتے ہیں۔

جن لوگوں کا آج کل یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان میں تعلیم نسواں مروج نہیں ہوئی، اُن کے دفعہ دہم کے لیے یہ کتاب کافی دلیل ہے کہ اس ملک میں عورتوں کی تعلیم پہلے سے جاری تھی اور بہت عمدہ تعلیم ہوا کرتی تھی۔ اب جو سرکار کی توجہ سے جا بہ جا زاناہ مدارس قائم ہیں اور لاکھوں روپے سرکار کے صرف ہوتے ہیں، پھر بھی وہ بات حاصل نہیں، جو پہلے تھی۔ ہم نے ہرگز نہیں سنا کہ حال کی تعلیم یافتہ عورتوں میں سے کوئی شاعرہ ہوئی ہو۔ جتنی شعر کہنے والیوں کا ذکر اس تذکرہ میں ہے، وہ سب خانگی تعلیم یافتہ ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ صرف اسی قدر شعر کہنے والیاں ہندوستان میں ہوئی ہیں، بل کہ جہاں نہیں کہہ سکتے کہ اور بھی ہوں۔ حضرت مصنف بھی اس احتمال کے قائل ہیں۔ پس، معلوم ہوا کہ ہندوستان میں تعلیم نسواں پہلے ہی سے جاری ہے۔

ہاں! یہ انہوں نے کہ جس قدر عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے، اُن میں شریف بہت کم ہیں اور اکثر بازاری عورتیں ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہی معلوم ہوتی ہے کہ اشراف خاندان میں (جو پرانے خیال کے آدمی تھے) تعلیم نسواں ایک عیب کی بات بھی جانتی تھی اور شاہان بازاری لیاقت پیدا کرنے کو اپنی گرم بازاری کا ذریعہ جانتی تھیں۔ مومن کے طور پر ہم ایک شاعرہ کا حال نقل کرتے ہیں۔^{۳۱}

ان چند سطروں سے ناظرین دریافت کر لیں گے کہ کس درجہ تک تعقیقات کا حق ادا کیا اور دو فصاحت و بلاغت دی ہے، کیوں کثرت ہو، آخر ماشاء اللہ ادبی کے رکھیں زاوے اور اہل زبان ہیں۔

ارباب بصیرت پر یہ بھی واضح ہو کہ تذکرۃ النساء نادری کے دو حصے ہیں، پہلا گلشنِ ناز اور دوسرا "چمن انداز"۔ ہم نے فقط دوسرے حصے کا ریویو لکھا ہے، پہلا حصہ ہمیں نہیں ملا۔ ہاں، اسی حصے کے ساتھ ایک مختصر غزل پہلے حصے کا چمپا ہے۔ طرزِ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قاری زبان میں شعر کہنے والیوں کا تذکرہ ہے اور یہ اردو لکھنے والیوں کا۔ شاید ہمارے قیاس صحیح ہو۔ بہر حال، جو کچھ لکھا ہے، بے بدل لکھا ہے اور مصنف سطر در سطر نہایت فائدہ مند یادگار چھوڑی ہے۔

یہ بھی واضح ہو کہ حضرت مصنف صرف اسی کتاب کے مصنف نہیں ہیں، بل کہ اور بھی نہایت عمدہ تصانیف منظرِ روزگار پر یادگار رکھتے ہیں۔ ازاں جملہ رسالہ ہیست نمن، معلّم المبتدی، نُسبُ لُبابِ قبضۃ مُستعار صفِ شکر، شجرۃ گلزار یعنی نسب نامۃ تیموری، تذکرۃ نادراذکار شعرا دکنی، ہیں۔^{۳۲} (ذکات الحساب، ترجمۃ رسالۃ نجوم فارسی صہبائی، وغیرہ) اشہار مشہور کتبہ نور، کذب سے دور۔۔۔ نمبر ۵۶، جلد ۳، مطبوعہ ۱۲۸۹ بمطبعہ سنہ ۱۸۷۸ء)

مرآتِ خیالی

مندرجہ عنوان رسالہ، جس کا اصل نام "چمن انداز" ہے اور مندرجہ عنوان نام صرف تاریخِ تالیف کے لحاظ سے رکھا گیا ہے، در سالہ گلشنِ ناز کا دوسرا حصہ ہے جس کا ریویو سالِ گزشتہ میں درج اخبار ہو کر یہ ناظرین ہو چکا ہے۔

اس رسالے کے مصنف صاحب طبع سلیم، (۳۳۳) مالی جوہر، غشی درگاہ پر شاد صاحب زادہ نے شب و روز کی نہایت عرق ریزی سے اس میں عورات شاعرہ زادہ روزگار کے حالات مع اُن کے منتخب اشعار کے، درج کیے ہیں۔ رسالہ قائل دید ہے اور موافق صاحب کی محنت قائل قدر۔ ایسے لوگوں کا وجود معجزات سے خیال کیا جاتا ہے جو اپنے اہل وطن کے لیے اپنے اوپر اتنی محنت شہد گوارہ کر کے ایسی ایسی عمدہ یادگاریں زمانے میں چھوڑ جائیں جس سے علاوہ اُن کے بقائے نام کے، اُس چیز کی بھانک اُن کے ہم وطن مستفید ہوتے رہیں۔ اس رسالہ کی ضخامت ۹۶ صفحہ کی پہ قطع ۳۰x۲۶ ہے۔ ہری رام پوری کاغذ پر چھپا ہوا ہے، قیمت ۴ روپے۔

نقل خط

آج ہے پھر، موصولہ ۳۰ جون سنہ ۱۹۷۷ء، مقام لاہور :
مجموعہ خوبی دے بے کراں، منظر الطالع فراواں، مجمع محاسن اشفاق و اخلاق، شاعر نازک خیال، مثنوی بے مثال درگاہ پر شاد صاحب، مخلص بنادور و ام اشفاق تم!
تسلیم عرض ہے! اشتیاق بالا یطاق، ملاقات کثیر الافادت کی تحریر یا تقریر زبان قلم سے یا میری (۳۳۳) کسان سے باہر ہے۔

شکر ہے اللہ کا! کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی توبہ صحت وری کا اُس کی جناب سے شب و روز جو یاد رہتا ہوں۔ تذکرہ "جمن انداز"، کہ جو بنام "تذکرۃ المنسوس" ہم مشہور ہے، میں نے وریوں و لاتفریحا مطالعے میں لیے۔ سبحان اللہ! ہر فقرہ جس کا نہایت بڑے مضمون ہے اور طرح طرح کے عمدہ، نثر موزوں، خاص بھر خاطر، معایت مآثر کا ایک ذریعہ کنون ہے۔ نقطہ نقطہ دل رُبا ہے، ہر حرف جہاں فرا ہے۔ ولاحاصلگی اور بلند رنگی میں شاعر مصنف کے، کس کو کلام ہے اور جس کسی معترض، حامد، بد میں کو کلام ہے، وہ کج فہم مطعون خاص و عام ہے۔

خیر، خاکسار اکثر مشتاق شعر و سخن ہم چمن صاحبان ہے، غل کہ جو بے فیض صحبت و ملاقات و افراسمزات رہتا ہے۔ بے تابانہ دل نے چاہا کہ خدمت میں خود کو پہنچا دے مگر بوجہ چند

امور است عارضہ و افکار زمانہ۔ یہ تھا دل میں مخلی رکھی۔ خط، کہ نصف ملاقات جس کو کہتے ہیں، نگارش کیا۔ اگر جواب آئے تو کیا کہنا چاہیے، خوبی نقد پر کھنا چاہیے مگر وہ بھی خالی نہ ہو۔ ایک دو غزل بھی، جس میں چکیدہ و خامہ لطافت شامہ ہو۔ بعد از اخلاق و اشفاق اصلا نہیں اور نہ ہوگا۔ زیادہ طول فضول۔ عام تادوست داد و لب ملاقات پر اضافت مع کار بار لا نقد یا ذرا مائیں۔

بندہ شیخ حافظ علی الدین غشی امان علی صاحب سر رشتہ دار تھکا جیل ریاست سوئی ہے پورا مخلص ہے چناب، مقیم باغ شامی رتی رام جی، بغرض تفریح طبع و تہذیب آپ وہو ۱۸ رجب، روز یک شنبہ، سن ۱۲۹۹ ہجری۔

فقیر و تاریخی

حاضرین بر تعداد شاعر است "جمن انداز" یہ صنعت رعنا، مشتمل بر سنوات عیسوی و ہجری اظہار دفعہ اول جو مہدائے سخن کی بارگاہ ہے نیاز سے مولف کو عطا ہوا تھا۔ یہ مادہ تہذیب دار ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صنعت میں بھی تہذیب تجزہ ہو سکتا ہے۔

بجمل: ایک سو چوبیس شاعر و عورتوں اردو گو کا تذکرہ۔

یعنی، جمل کے حساب سے گن لو کہ اس فقرے کے حروف بے نقط کے ۱۲۹۵ عدد سنہ ہجری نبوی کے ہوتے ہیں اور نقطہ دار حرفوں کے عدد سے ۱۸۷۸ عیسوی سال نکلتے ہیں۔ "بہ بَمل" سے یہ مراد ہے کہ نقطہ جمل کے عدد بھی شمار میں آئیں گے۔ یہی تہذیب کا اشارہ ہے۔ (۳۳۵)

ملحقة (۴)

قطعات تاریخ تصنیف و اشاعت — تذكرة النساب نادری

[تذكرة النساب نادری، مجلد ۱۸۲، ۱۸۵۴]

قطعات تاریخ تالیف مجموعہ ہذا مع تقریظات، جو اس وقت تک موصول ہوئی ہیں

قطعات رخنہ کلک، جو اہر سنگ جناب شاہ کلاب سنگہ صاحب مشتاق، فہن شاعری
کے مشتاق، بریکس میرٹھ، بروقی بخش وہلی، اودیر سنگہ شہر غری بن، سلمہ اللہ تعالیٰ،
شاہ کردا ستا دلق مرحوم

دیکھ کر ہاں! کتاب تادہ کی خوش ہیں، مشتاق! عاقل و داناں
از سر روٹی کہا میں نے "خوب ہے یہ کلام معشوقان" (۳۳۶)
۳] ۱۲۹۶+ [۱۳۰۰ = [مطابق ۱۸۸۳ء]

دیکھ

کتاب لکھی غم نے تادہ کتاب گلستان نازک خیالات ہے یہ
لکھی اس کی تاریخ از روئے جاں "زے گلشن خوب رویاں" ہے یہ (۳۳۷)
۳] ۱۲۹۷+ [۱۳۰۰ = [مطابق ۱۸۸۳ء]

ایضا

یہ کج ہے کہ تادہ نے اس تذکرے میں لکھے عورتوں کے ہیں حالات تادہ
سر جان سے اس کا، مشتاق! بے شک کسو سال تم بھی "خیالات تادہ"
۳] ۱۲۹۷+ [۱۳۰۰ =

مضہ

کیا خوب تم نے لکھی، ہاں، یہ کتاب، تادہ ہے شوراک جہاں میں شاہاں و مرہا کا
"حوالہ سارا لکھا عورت خوش ادا کا"
۳۰۰ + [مطابق ۱۸۸۳ء]

فصلی

ہو کے ترمیم چھپی پھر یہ کتاب تیار دیکھے کتنے ہیں تاریخ غنی و در کیا کیا
پوچھا مشاق سے جو سال، بدینہ اس نے سر بھجت سے کہا "نعمہ اسنام چمپا"
[۱۲۹۰ فصلی مطابق ۱۸۸۲ء] + ۲ [۱۲۸۸ = ۱۲۹۰ ق]

ہینا عیسوی

ہینا کس سوچ میں ہے تو مشاق! دیکھ کیا خوب ہے ہارغ عورات
لکھ دے از روئے بشارت اس کا عیسوی سال "ہارغ عورات" (۱۲۸۸)
[۱۸۸۲ = ۱۸۸۱ء] + ۲

دائرہ تاریخی، رسم فرمودہ شا کر گلاب سنگھ صاحب موصوف



قطعہ اداریہ گنگوٹری، رام پور، غنیمت علی کے کاشف، شاہ کرلال سنگھ صاحب
 واصف، برادر اکبر شاہ کرگلاب سنگھ صاحب مشتاق موصوف الصدر
 افسوں ہے کہ اس کتاب کے چھپنے سے پہلے ہی جناب واصف صاحب واصل تھے ہوئے۔

إِنَّا لَنُؤْمِنُ وَإِنَّا لَنُؤْمِنُ

وائے نادرا! واصف، برادر مشتاق، نرا

بندے نے یہ فقرہ ان کی وفات کے سبب بکری کا نکالا ہے۔ اکثر احباب نے اس حادثے کی
 تاریخیں موزوں کی ہیں جن کو مشتاق مراد اشفاق نے جمع کیا ہے۔ شاید کسی موقع پر چھپ جائیں۔
 لکھا نادرا نے واقعی واصف! تذکرہ غریب عورتوں کا ہے
 ٹ بھی لکھ دے یہ مصرع تاریخ "نظرہ" بلبلان دنیا ہے"
 [۱۳۹۰ فسطی مطابق ۱۸۸۳ء]

قطعہ رقم فرمودہ جناب بابو شکرلال صاحب کھتری، رئیس روڑ، ضلع انبالہ،

رونی افزاے حال دہلی، شاگرد جناب مشتاق منع اشفاق

کسی تم نے کتاب کیا نادرا! ہے یہ گویا صومۃ اصنام
 تازینان خوش بیانوں کے درج ہیں اس میں واقعات تمام
 دل میں شکر کے دیکھ کر آیا اس کی تاریخ دیجیے انجام
 لکھ سر بزم سے! ندا آئی "ہے یہ بے مثل و بے نظیر کام"
 [۱۸۸۳ء = ۱۲۸۸ھ]

قطعہ اداریہ فیض رسا جناب شاہ کرادو حاکم صاحب مشتاق، رئیس

قصبہ نرجن نگر، محلہ مراد آباد، مقیم میرٹھ، شاگرد جناب مشتاق شہرہ آفاق

لکھا تم نے جو آج کل نادرا تذکرہ کیا ہی ہے بہارستان

کھیا مشتاق نے بھی اُس کا سال ہے سر انفیس، ”انکم منہ روپان“
[۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء] - ۲ - [۱۳۰۲ھ = ۱۳۰۰ء]

قطعہ انکم فرمودہ مشیت پناہ شیخ شرف الدین صاحب ظہور، متوطن موضع ایڑری، ضلع کراٹل،
حیدر سر پور، ضلع دہلی، اہل کارنگمہ نہر، شاگرد جناب مشتاق صاحب موصوف الصدر واد الطائے

خوب ہی اس کتاب میں، اے ظہور! نازنیوں کا ہے بیان کھیا
ہے سر جور میں نے اس کا سال ”عورتوں کی ہے داستان، کھیا“
- ۳ - [۱۲۹۳ھ = ۱۲۹۰ء ف]

قطعہ تاریخ عنایتی شیخ مشیت اللہ صاحب مشیت، ساکن سکندر آباد، ضلع بلند شہر،
شاگرد شا کرگلاب سنگھ صاحب مشتاق شہر، آفاق

نادر نے وہ کھیا ہے یہ تذکرہ زمانہ لازم ہے گلِ رخوں کا کیسے اسے گستاں
تاریخ ہے کہ اس کی درکار اے مشیت! از روے جوش گھدی ”ہے علم خرویاں“
[۱۸۸۳ء = ۱۸۸۰ء] + ۳ -

قطعات و تاریخ ریحۃ قلم صداقت رقم جناب مولوی محمد عبدالحی صاحب صفابدایونی،
دکلی عدالت دیوانی، صاحب تذکرہ ضمیمہ سخن وغیرہ کتب متعددہ سلمۃ اللہ تعالیٰ
قطعات و تاریخ طبع مکرر تذکرہ ”چمن انوار“

میرے شفیق حضرت نادر نے، اے صفا! عورات ہند کا ہے کھیا ٹھیک ٹھیک حال
کیوں لکھ کر رہے ہو؟ تھوڑے کیا بندھا؟ تاریخ طبع کھ دیو ”ابیس جھٹہ قال“
[۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء] - ۳ - [۱۳۰۰ء = ۱۳۰۰ء]

ولہ

تذکرہ لکھا ناور نے تھا عورت کا	بار اول جب چپا، مقبول اہل دل ہوا
کوشش و اصرار سے احباب کے با اہتمام	بار ثانی زبور طبع سے پھر لکھا سجا
سال طبع دوئی، ہاتھ نے باروے ادب	"ہے چپا ناور کا ناور تذکرہ" مجھ سے کہا
<u>+ ۱]</u>	<u>۱۸۸۳ [- ۱۸۸۲ء]</u>

ولہ

"چمن انداز" چو شد طبع، صفا! بار دوم	شوق دیدار فزوں گشت پہ ہر فرد بشر
سال تاریخ پہ یک مصرع دوبارہ کلقلم	چمن ذکر جمیل (۳۳۸) و سب اہل نظر (۳۳۹)
<u>[۱۳۰۰ء مطابق ۱۸۸۳ء]</u>	<u>۱۳۰۰ء</u>

تمام شد

ملحقہ (۵)

عریضہ بخدمت حکیم رنج میرٹھی

مصطفیٰ بہارستانِ ناز

[تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۳]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عریضہ

معروضہ سر ایسا گناہ، رویا، بجز بنیاد درگا پر شاہ، جامع تذکرۃ النسائے نادری موسومہ بہ سراپہ خیالی جس کے دو حصے گلشنِ ناز و ”چمن انداز“ سنہ ۱۲۹۴ ہجری اور ۱۲۹۵ ہجری میں علاحدہ علاحدہ فنی انبی پر شاہ^(۳۳) صاحب تاجِ کتب، دہلی نے طبع فرمائے ہیں اور اب مکرر صحیح ہو کر بہ بیستہ مجموعی معتمداً اور ضمیر کے، چھپا چاہتا ہے۔

بخدمت فیضِ درجست، شرافت پناہ، لیاقت دست گاہ جناب حکیم محمد فصیح الدین صاحب دیکس میرٹھ، موجودہ کرہ نویسی زمانہ، یکاے زمانہ، مخلص ہدیج، بکھتر سنج، سلمہ اللہ تعالیٰ۔

حضور نے کمال عنایت فرمائی جو پچھ ماں کی یاد دل سے نہ ہٹائی۔ سنہ ۱۲۹۹ ہجری قدسی میں جو آپ نے تیسری دفعہ ترسیم فرما کر اپنی بہارِ مستانہ ناز چھوئی تو اس میں کئی جگہ ”چمن انداز“ کو بہ خطاب ”نویات چمن انداز“ نہیب تحریر فرمایا۔ شاید آپ کو کامل نسخہ ہاتھ نہ آیا اور نہ گلشنِ ناز^(۳۴) حضور کے ملا جلتے میں گزرا۔ خیر، بقول غصے ”ہد نامہ اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا“۔ مجھے اس مزخرفات سے کچھ بحث نہیں ہے۔ اپنا مذہب سب کچھ ہے۔ میں نے اپنے رسالے میں کوئی لفظ جناب کی نسبت گستاخی کا نہیں لکھا تھا۔ ہاں! جہاں غلطی پائی تھی، اس کو درست کر دیا تھا۔ حضور نے اپنے اخلاق کریمانہ سے جو چاہا، بندے کی نسبت نہیب ارقام فرمایا۔ اس کے علاوہ مجھے جناب غشی محمد عظیم الدین صاحب، مالک مطبع عثمانی کی خدمت میں تین چار سال سے نیاز حاصل ہے جن کی فرمائش سے جناب نے یہ نسخہ ترسیم فرمایا ہے۔ اس سبب سے بھی زیادہ کھٹا فضول سمجھتا ہوں۔ صرف اس قدر مؤذیانہ گزارش کرتا ہوں:

تیرہ صفحے کی دس و گیارہ سطر میں جو آپ نے ارقام فرمایا کہ

”اس تذکرے کو کھرچ کھرچا کہ کچھ فرضی اور خیالی شاعرانہ کلام خود ہی گھر کے

عامی کی رہیں پر کچھ کاغذ سیاہ کریں گے۔۔۔ البتہ۔۔۔

ظہر انصاف ملاحظہ فرمائیے کہ ہنگامی حضور نے ”چمن انداز“ سے کیا کچھ نہیں لیا؟ اس کے سوا حضور اس کام کے، بقول اپنے، موجود ہیں، بندہ مقلد۔ لچکا ہواں نے کہیں تصنیف کا دعوا نہیں کیا اور تالیف کے معنی یہ ہی ہیں کہ ”کہیں کی اینٹ کہیں کا روزا، بھان مٹی نے کتبہ جوڑا۔“

میرے گلشنِ دلو میں تین اور اس کے عہدِ مطبوعہ سابقہ میں، جو ”چمن انداز“ کے ساتھ چھاپے، آٹھ اور ”چمن انداز“ میں ایک سو چالیس، یعنی کل دو سو پانچ عورتوں کا کلام نکلا گیا تھا۔ حضور کی بہارستانِ دلو، مطبوعہ دفعہ سوم میں بھی صرف ایک سو چوبیس کی میزان لکھی گئی ہے، حالاں کہ شمار میں ایک کم آتی (۱۳۳) ہیں۔ نیز فہرست کا مقابلاً کل سے کیا گیا تو فہرست میں حرف کاف کی نو شاعرہ لکھی ہیں اور کتاب میں دس کا کلام ہے۔ فرمائیے اگرنا لکھنوی فہرست سے کیوں خارج ہے؟ اور اب جو میراثہ کرہ مکرر چھپتا ہے، اس میں گلشنِ دلو کے کھٹلے میں قریب پچاس کے اور ”چمن انداز“ کے ضمیمہ میں پچاس شعر گوئیوں کا ذکر بڑھایا گیا ہے جس سے کل شعر کہنے والیوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہو گئی ہے۔ فرمائیے اگرچہ جن کس کی کتاب ہے؟

اور خیالی گزشت کی جو تہمت لگائی ہے، اس کا حال یہ ہے کہ بندے نے اکثر جگہ مقول عز کا حوالہ دے دیا ہے مگر:

گلبر ہر کس بقدر ہمت دوست

یا

ہر کس بخیال غولیشِ خیلے دارو

اعلم کہ حضور نے اس خیالی مسئلہ کو برتا ہوگا۔ پس، دوسرے کو بھی ایسا ہی سمجھ لیا۔

حضور نے پانچویں صفحہ کی گیارھویں سطر میں ترقیم فرمایا ہے:

”فرض کہ اسی تصور میں سیکڑوں تذکرے دیکھ ڈالے، جا بجا سے اضمحضا کے

ٹکائے لکھ کوئی تذکرہ خاص مستورات کا نہ پایا۔۔۔ البتہ۔۔۔“

لیکن جناب نے ان تذکروں کی فہرست ارقام نہ فرمائی۔ سیکڑوں تذکرے تو شاید کل ہندوستان کے

کتب خانوں میں بھی نہ ملیں گے، آپ کے دیکھنے میں کہاں سے آئے؟ ہاں کسی جگہ ہوئے
تذکرے کے نیکروں نے کئی کسی مطبع وغیرہ میں دیکھ لیے ہوں گے، کیوں کہ جواہر العجائب،
مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ نول کشور صاحب بھی بند گاہن عالی کو نہ ملا۔ کمال تعجب کی بات ہے، امیرے کلشن
نادر، مطبوعہ سناہد کے چوتھے صفحہ کو بھی حضور نے ملاحظہ نہ فرمایا جس میں انھارہ میں تذکروں کے نام
اور ان میں عورتوں کی شاعری کا پتا لکھا گیا ہے، مگر دیکھتے کہاں سے؟ وہاں تو صرف ”چمن اعدا“
کی کچھ روئی ہی نظر اقدس سے گزری تھی، کامل کتاب کی آپ کو کیا خبر تھی۔ خیر، اب چوتھی دفعہ اس
کو ترجمہ فرمائیے۔ یہ نسخہ کامل میں حضور کی تذکروں کا۔ مصرع:

مگر قبول اقد زبے عز و شرف

شعر، بقول قاضی اختر:

تقصیر ہو معاف تو اک عرض میں کروں تجھ کو نہ کیجیے آپ جو مورد خطاب کا

جب کہ مختلف تذکروں سے حضور نے بہارستان نادر کا انتخاب فرمایا تو حضور اس کے موجد
کس طرح ظہرے؟ اگر یہ فرمائیے کہ بہارستان مجموعی تو کوئی خاص کتاب اس قسم کی پہلے نہیں تھی، چنان
چہ فرمایا ہی ہے تو حضور جواہر العجائب کو اب ملاحظہ فرمائیں کہ وہ شاہنشاہ اکبر کے عہد میں تیار ہوئی
تھی۔ جس صورت میں کہ آپ موجد نہ رہے، بندہ آپ کا عقلمند کیوں کر ہوا؟ ہاں! متفقہ مین کی تقلید
سے آپ نے بھی کتاب لکھی، بندے نے بھی تذکرہ تیار کیا۔ اس میں قصور کیا کیا؟ ”چمن اعدا“ کی
روئی سے آرائش کا نام غریب کلام (۳۳۳) لے کر آپ نے باقی اپنی کتاب کی آرائش بگاڑی ہے۔

اسیر کا بکائن کا پھول آپ کی کتاب میں نہ ساسکا۔ تعجب کا مقام ہے کہ ”چمن اعدا“ کی روئی
سے اس کا دوسرا شعر لیا، پہلا چھوڑ دیا، تیسرا آج تک الفب کے نظر مبارک سے نہ گزرا ہوگا، پھر کس
طرح آپ اس کے (۳۳۵) باقی کلام کو بکائن کا پھول قرار دیتے ہیں؟

الحق کی نسبت جو تحریر ہے، صرف دعوایے بے دلیل کی تکرار ہے۔ اپنے بیان صداقت نشان

کا ثبوت تو دیا ہوتا۔

بسم اللہ کے بیان میں فنی اشعار اللہ بیک صاحب کو غیر مشہور جو آپ نے لکھا ہے، مجھے نہیں

معلوم کہ شہرت سے آپ کی کیا غرض ہے؟ دہلی کے مشاعروں میں ان کی غزلیں پڑھی گئیں اور چھپیں، اخباروں میں بھی چھپیں۔ دہلی کے مدرسہ سرکاری میں یہ صاحب ہوش ہند کی فارسی ہیں۔ عالی خاندان، والا دو بان ہیں۔ اگر آپ ان سے ناواقف ہیں تو کیا یہ غیر مشہور ہیں؟

چاہے تخلص، نواب بیگم نام، صاحب دیوان کے بیان میں جو حضور نے ”چمن انداز“ کی روئی سے کچھ لکھ کر لکھا ہے کہ ”دروغ بر گردن راوی۔“ شاید اس میں ہند گان حضور کو شہید رہا ہے، کیوں کہ اوروں کا حال و مقال جو ”چمن انداز“ سے لیا، وہ سب راست راست سمجھا گیا، صرف اس میں شک رہا، جو یہ فقرہ سنایا گیا۔ جھٹکناے تحقیق تو یہ تھا کہ آپ تحقیق فرماتے، اپنا شہید مٹاتے، میرا قصور جتاتے، جیسا کہ میں نے حیا کے بیان میں جناب کی خطا ظاہر کی تھی۔

منجھو خانم کنیر کی رباعی جو حضور نے زیب ارقام فرمائی ہے، وہ دراصل میر علی اوسط صاحب رشک کی ہے۔ ان کا دیوان نظم مبارک (۱۲۵۳ھ - مطابق ۸-۱۸۴۷ء) ملاحظہ فرمائیے! چوتھی دفعہ کی ترمیم میں اس کی تحریر سے بھی ہاتھ اٹھائیے!

فریدان کے باب میں جو کچھ ارشاد ہوا، بجا و درست ہے، کیوں کہ حضور خاص وہاں کے رئیس۔ ابتدا سے آہادی سے شہر میرٹھ کی رنویوں کی فہرست آپ کے ہاں سچر ہوگی۔ بندہ نے جیسا سنا تھا، لکھ دیا تھا۔ بالفرض اگر غلط ہے تو بھول آپ کے ”دروغ بر گردن راوی“۔ میرے پاس یہ مقام لاہور، دلی سے ایک خط میں اس کا احوال یوں پہنچا تھا کہ

”میرزا محمد بیگ صاحب حیران، قرابت دار نواب شمس الدین خان صاحب مرحوم کی رباعی فریدان کا حال لکھا جاتا ہے، عرصے تک جن کی ملاقات اس شاعرہ سے رہی تھی۔“

پس، میں نے درج مذکورہ کر دیا۔ وہ خط پچھتہ میرے پاس موجود ہے۔ جس صاحب کو شک ہو، آ کر ملاحظہ فرمائیں۔ پس، بندہ اس بہتان سے برکنار ہے۔ بقول ہندی:

بھئی سنئے، ویسی کہے (۳۳۹) پاپ پن میں نیارا رہے (۳۴۰)

کنیر کے بیان میں حضور نے سب سے بڑا کرکھل کھائے ہیں، عجیب و غریب فقرے

اُڑائے ہیں۔ اُن سب سے قطع نظر کر کے بندہ صرف انکا عرض کرتا ہے کہ وہ ”نصرت الدولہ یہاؤز“ کو اہل مطالع نے ”ضررت الدولہ یہاؤز“ چھاپا، حضور نے اُسے ”نصرت الدولہ یہاؤز“ بتالیا۔ خیر، اچھا کیا۔ ہاکنیر فاطمہ بیگم، ممکن ہے کہ فاطمہ بیگم کی لٹریچر کا تخلص کثیر ہو، حضور ہی اُس کو کنیر فاطمہ بیگم نام سمجھے ہوں۔ پس، میری بیچہ مدافعی پر بہتان بندی ناحق و ناروا ہے۔ زیادہ گزارش کرتا تھذیب کا منہ کالا کرتا ہے۔

ماہِ اَلقَا کی نسبت ارشاد ہے کہ ”یہ ایک شعر اُس کے اشعار سے منتخب ہوا۔“ بخدا لا جیج کہنا کہ اس کے کتنے اشعار طر مہارک سے گزرے تھے جن میں سے یہ منتخب ہوا؟ بندے کو تو صرف اس کا یہ ہی شعر ہاتھ آیا تھا، وہی ”چمن انداز“ میں لکھ دیا تھا، جس کی ردائی سے حضور نے نقل کر لیا ہے۔ یہ چوری اور سینڈ وری نہیں تو کیا ہے؟

تازک تخلص، زینت جان نام کے کلام کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ ”یہ دو شعر اُس کے یاد تھے، لکھ دیے گئے۔“ اگر حضرت کو شعر ہی یاد تھے تو اس کی سکونت و سہ موجودگی ”چمن انداز“ سے لکھ دیتے۔ اس میں کیا قاضی جی لکھ کرتے؟

تازک تخلص و فتن جان نام پر تحریر ہے کہ ”مٹکا جان دھڑی کے ڈیرے میں آنے جانے لگی۔“ جناب عالی! وہ تو اُس کے ذرا میں آ کر آباد ہو گئی اور ”چمن انداز“ کے چھپنے تک مٹکا جان کے پاس رہی، بل کہ اُس کے بعد مٹکا جان کی تجھیز و تمھین خود ہی کی۔ آپ نے ناحق ”چمن انداز“ کے اس فقرے کو بدلا کہ ”مٹکا جان والدہ، جن جان دھڑی کے ڈیرے میں آئی۔“

غرض، اس کا بیان آپ نے خلاف واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ اس پر آپ لکھتے ہیں کہ ”باد فرمائے کا جھوٹ نہیں، سچ ہے۔ یہ اشعار اُس کی زبانی سنے ہوئے تحریر ہیں۔“ سبحان اللہ! ”چہ ولا درست دُروے کہ بکف چرغ دار۔“

جناب نے ”چمن انداز“ کی خاک چھان کر یہ شعر فتن کے لکھے اور زبانی سنے ہوئے تحریر فرمائے۔ آپ نے جس وقت یہ شعر لکھے ہیں، اُس وقت اُس سے ہم کلام ہونا تو دور کہنا، اُس کا دیکھنا بھی غیروں کو نصیب نہ تھا اور اگر آپ پہلے سن چکے تھے تو ازل ہی دفعہ یا دفعہ ثانی میں کیوں نہ لکھے؟

الغرض، یہ ہٹ دھرمی اچھی نہیں ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ آپ کے سارے دعوے نرے دعوے ہی دعوے ہیں، راستی کے دریا سے سب کنارے ہی کنارے ہیں۔ خیر، غیب کا حال خدا ہی جانتا ہے۔

صفحہ	سطر	لفظ غلط	صحیح
۴	۸	مطلب	مطب
۵۱	۱	برام	بزم
۵۱	۸	تہی بعد نذر	بھی بعد نذر
۶۳	۳	کھول کر	گھول کر
۶۸	۱۲	میر کرامت علی	میر برکت علی
۶۹	۳	فرحت کے بیان کی عبارت سے نہ اس کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے، نہ مر جانا۔ کوئی فقرہ موجودگی پر دال ہے، کوئی فوجیدگی پر۔ غرض کہ اجتماع تھیں۔ بہار، مطبوعہ دفعہ ۲ کی تحریر تو اس کی فوجیدگی صاف ظاہر کرتی ہے، دفعہ ثالث کی ملاحق دھوکا دیتی ہے۔	
۹۹	۱۵	لوزم	نورم

جناب حکیم صاحب ایہ سات آٹھ غلطیاں بہارستان ناز، مطبوعہ دفعہ ثالث کی صرف اس سبب سے نمونے کے طور پر گزارش ہوئی ہیں کہ باوجود اس قدر کوشش و سعی کے بھی مطبع کے کارپرداز بھیجی کہ چاہیے، محنت نہیں کرتے۔ آپ تو خود ہاں رونق افروز تھے، جس قدر صحت ہوتی، کم تھی، اور جس وقت کہ میرا "چمن اعدا" چھپا تھا، میں لاہور میں تھا اور کتاب دہلی میں بھیجی تھی، پھر بھی حضور کو اس میں بجز ایک اس (یہ اور) لفظ کے اور کوئی گرفت کا موقع نہ ملا، گواہی ہٹ دھرمی سے آپ نے فریدان اور کثیر کے بیان میں اپنے دلی کا غبار نکال لیا۔ خوب ہوا کہ میں غایت کی ہاز پن سے بری ہو گیا۔

اب زیادہ کوئی یادہ کوئی سمجھ کر سلام عرض کرتا ہوں اور اس کا انصاف منصف مزاجوں سے
چاہتا ہوں۔

تحریر تاریخ ۲۰ نومبر سن ۱۸۸۴ء

الراقم درگاہ شاداداد

ملحقہ (۶)

رُقْعہ ☆ راستی رُقْعہ ☆ بے مُجادلہ ☆

[بہ جناب ابوالقاسم مختار]

[مشمولہ: ملحقہ مرآت خیالی، علامہ صفحات ۸۶۱]

نزقۃ راستی مرقعہ بے مجادلہ

مترجمہ: بنیادورگا پرشاد مولوی۔ تذکرہ النساء نادری (جس کے دونوں حصے: گمشدہ نذر اور "چمن انداز پہلے علاحدہ علاحدہ چھپے تھے اور اب ایک جلد میں، پایزادہ کی تھمکہ و خمیر مع عریضہ بخند مع مولوی بہارستان نذر، اُن کی حین حیات چھپا ہے)۔

پہلا زمرہ: والدہ رحمت جناب ابوالقاسم عظیم صاحب مرقعہ تذکرہ اختر تہاں و مامہ درخشان، رونق افزاے دارالاقبال بھوپال زادانہ شمعہ۔

جنابا! سر حلیم غم کر کے مدعا طراز ہوں، معافی چاہ کر تقدیر پر داز ہوں۔ حضور کی پہلی کتاب، "مغنی اختر تہاں بندے کے پاس آئی اس نے میری گمشدہ نذر کے کھانچے اور پھلے کی آبرو بڑھائی۔ اب جو اس کی جلدِ ثانی، یعنی مامہ درخشان، ملبوعہ سنہ ۱۳۰۰ ہجری (مطابق ۱۸۸۳ء) ملی تو اس نے اور ہی کیفیت دکھائی۔ خیر، ان اوراق کا مقابلہ "چمن انداز" سے کیا تو عجب حیرانی نے منہ دکھایا۔ جہاں دیکھا، تحریف و بلا سبب تنسیخ کا نقشہ پایا۔ ناچار، دلِ تحقیق منزل میں یہی سہایا کہ ہندوگان عالی سے اس کا سبب دریافت کروں، دلِ ناخلیب کو تسکین دوں، کیونکہ میں نے اپنے نزدیک کمال تحقیق کے ساتھ واقعات سمجھ کر کیے تھے، پھر ان میں بلا دلیل رد و بدل کیوں کر ہو گئی؟ آئندہ نسل کے واسطے کو یا مطالعے کی راہ کھل گئی۔ کوئی اس کو، کوئی اس کو صحیح سمجھے گا، کوئی یوں ہی ٹھوکرے گا کہ فراموش کرے گا۔ پس، اگر براہِ فیض رسائی طالبانِ حال و آئندہ آپ معروضات ذیل کا جواب ثنائی تحریر فرمائیں تو بندے کو اپنے الطاف و اخلاقِ کرمات کا بندہ احسان بنائیں اور زمانہ حال و مستقبل کے طالبِ علم ان لطیفوں اور مغالطوں سے سامان و محفوظ ہو جائیں۔ آئندہ جو راے مبارک۔

دو کلمہ استفسارات (۱۳۰۸)

(۱) ماہ درخشان، صفحہ ۱۲: ”بیگم نے یوں“ لیکن ”چمن انداز“ میں اس کا نام صاف بتایا بیگم موجود تھا، پھر آپ نے اس فرو گذاشت میں کیا فائدہ تھو دفرمایا۔ اگر اس میں کوئی رحر ہوتو بندہ بھی اُس سے مطلع ہو۔

(۲) صفحہ ۱۰ سطر ۱۰: پارسا کے بیان میں ذریعہ تحریر ہوا ہے کہ ”شوہر گرفت۔“ کیا خوب! بندے نے تو اس پارسا کے دلہ ماجد کی نسبت یہ لکھا تھا کہ :

”آپ نے اس خیال خام سے اس صاحب عصمت کی شادی کت خدا کی ندی کہ کسی کو اپنا داماد بنانا باعث ننگ ہے۔“

حضور نے اس واقعہ (۳۳۸) عبرت خیز کو بالکل منکوس فرمادیا اور نواب ذریعہ الشافعی شہزادی سے اس فریب زادے کو بھڑا دیا۔ فرمائیے، اس میں کیا نیا لطف نکلا۔

(۳) اسی صفحہ کے اخیر پر پٹا پاؤ گا جو شعر مستحضر ہوا ہے، وہ دراصل مولوی وجیہ اثر ماں رحیق کا ہے۔ کافی تذکرۃ اشعر ارام پور۔ بندے نے اپنے تذکرے میں، جب کہ وہ دوبارہ چھپا ہے، یہ امر ظاہر کر دیا ہے۔ پس، اٹھلے جایاں بھی گزارش ہوا ہے۔ نیز، اس بیان سے حضور کی تحقیقات کا حال بھی ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) صفحہ ۱۱ سطر ۱۳: ”تصویر: بخشش بردالا کہار، پوشش عظیم آباد۔“ بندہ صرف یہ اتنا اس رکھتا ہے کہ حضور کو اس کے وطن کا پتا کہاں سے لگا؟ میرے نزدیک تو یہ عورت حکیم میر تقی علی صاحب ہاتن اکبر آبادی، موقف تذکرۃ نفعۃ عندلیب کی آشنا معلوم ہوتی ہے جنہوں نے اول اول اس کا کلام شائع کیا، سکونت کا پتا نہ دیا۔ اگر آپ کو بالتحقیق اس کا یہ مسکن معلوم ہوا ہے تو بیچ دعاں کو بھی اس کی سند شائعے امنون فرمائیے۔

(۵) صفحہ ۱۲ پر: ثریا بیگم نام آپ کو کہاں سے ہاتھ آیا۔ ”چمن انداز“ اور بہارستانِ دلا میں تو اس کا نام بڑی بیگم چھپا تھا۔ کیا زاہندی کا لفظ بھو پالیوں سے ادا نہیں ہو سکتا یا اس تبدیلی نام کا

کوئی اور سبب خاص ہے؟ بہر کیف، جو معاملہ راست راست ہو وہی ارشاد فیض بنیاد ہو۔

(۶) صفحہ ۱۶: حبیب النساء دہلوی۔ حضور نے کس سے سنا۔ یہ محض غلط اور غلط محض ہے۔ حبیب

تحفص کا جو شعر بندے نے لکھا ہے، اُس کا نام اور پتا بخوبی معلوم ہے۔ اُس کے لواحقوں

سے ملاقات ہے۔ یہ صاحب عقلمت و عصمت اس درجے کی نہیں ہے کہ جس کا نام و نشان

شستر کیا جائے۔ آپ نے یہ فرضی نام کیوں دھر گھسیٹا؟ اس افترا پر دازی میں کیا قائدہ سمجھا؟

مگر ہاں! اپنی کتاب کے ملاحظہ فرمانے والوں کو ناحق دھوکے میں ڈالا۔

(۷) اس کے آگے ہے: ”حجاب در بنارس۔ از زمرۃ اولیایاں بود۔ در قصبہ ہائیکر قرب میرٹھ اکثر

جا گرمی نمود“ مگر ”چمن انداز“ میں صاف لکھا ہے کہ حجاب تحفص، بنی جان نام، سکنت، ہاپور،

خلیف میرٹھ، مقیم بنارس۔ فرمائیے! کیا یہ ترجمہ حضور نے درست کیا ہے، یا کسی اور تذکرے

سے یہ باجرا لکھا ہے؟ پس، اُس کا نام و نشان بتانا اور میرا ہے ہو وہ بکنا، ظاہر فرمانا تھا۔

(۸) صفحہ ۷۱: ”حجاب تحفص، نواب بیگم، زین عقیف، خوش تقریر، دختر اعظم علی خاں، رفیق

معتد الدولہ آغا میر۔“ اصل میں ”چمن انداز“ کا یہ مقولہ ہے کہ حجاب تحفص، نواب بیگم نام

عرف چھوٹی بیگم، دختر دارودہ اعظم علی خاں فرزند نواب معتد الدولہ بہادر۔۔۔ وغیرہ۔ آگے

اس کے سبب ولادت اور صاحب دیوان ہونا بھی لکھا ہے۔ پس، معلوم ہوا کہ بندگان عالی کے

نزدیک یہ دونو باتیں تذکرے میں ذکر کرنے کے لائق نہیں ہیں۔ خیر مگر جس قدر حضور نے

زعم ارقام فرمایا ہے، اُس میں بھی ناقص پڑ گیا۔ ظاہر ہے کہ دونو عبارتیں تو درست ہوئی

نہیں سکتیں، ایک ضرور غلط ہوگی۔ پس، جس کو آپ بہ دلائل سمجھ سچے سمجھ رہے ہیں، وہی صحیح ہے۔

بندہ بھی اُس سے مطلع ہوتا حسین عنایت ہو۔

(۹) صفحہ ۱۹ میں حیا کا بیان جناب نے حبیب ڈھنگ پر زعم تحریر فرمایا ہے:

”بقول مولف سگلسن ناز و ”چمن انداز“، دختر شاہ عالم و شاہ گرو شاہ نصیر و بقول مولف

بہارستان ناز، بنت نواب مرزا قلی خاں ہوتی شاعر شیعہ۔“

اے مہربان! براے خدا ”چمن انداز“ کو نظر غور ملاحظہ فرمائیے! بندے نے اس پاک

دامن کا احوال لکھ کر صرف وہ شعر لکھ دیا ہے: نہ کیوں حیرت ہو..... الخ۔ اور یہ بھی عرض کر دیا ہے کہ اس شاعر کا صرف یہی ایک شعر ملا ہے۔ اس کے بعد دوسری شاعر عم شیر پار سا صاحب ہوں مسطور کا احوال قلم بند کیا ہے اور بہارستان نثر کی غلط بیانی کو بہ دلائل ماطع و برہان ماطع جلوۂ غلوہ لکھو دیا ہے، چنانچہ اشعار مندرجہ بہار مذکور میرزا رحیم الدین صاحب حیا کے دیوان اور تذکرۂ گلستان سخن میں بتا دیے ہیں، سب کو سنا دیے ہیں۔ آپ نے دونو شاعر اؤں کو ایک ہی خیال فرمایا، تحقیق کا حق پورا پورا ادا کیا۔ مزید سے برآں، صاحب عالم بہار کا تخلص حیات قرار دے لیا۔ پس، یہ تحریف و تنسیخ نہیں معلوم کہ کس وجہ سے ہوئی ہے، جب کہ تذکرہ ایک قسم تاریخ کی ہے تو مؤرخ کو واقعات میں اختلاف کرنا، جوامین عقلی، درست نہیں معلوم ہوتا۔ ہاں! اگر حضور کور یا ست بھوپال زور اللہ شوکت سے کوئی خاص حکم اس بارے میں مل گیا ہو تو مضائقہ نہیں ہے، پر آج تک تو ایسا حکم کسی حاکم کی طرف سے دیکھنے سننے میں نہیں آیا۔

الغرض، اس کی مفصل کتابت (اگر ہندوگان حالی کو تکلیف نہ ہو)، ضرور مذہب ارتقا مفرمایئے۔ بندہ آپ کا کمال ممنون و مرمون احسان ہوگا۔ زیادہ کیا قصد یہ دوں، ہاں! بہارستان نثار، مطبوعہ دفعۃ ثالث کو دیکھو تو وہاں بھی پہلے حیا صفحہ ۳۹ میں ہے اور دوسرے صفحہ ۴۳ پر۔ نہیں معلوم کہ حضور نے کیوں کردوئوں کو ایک سمجھ لیا۔

(۱۰)

صفحہ ۲۱ پر جو آپ حسین کو طوائف تحریر فرماتے ہیں، اس کی کیا تفسیر رکھتے ہیں؟ وہ تو پردہ نشین، حافظ محمد امین صاحب امین کی شاگرد ہے جس کا ذکر خیر ”چمن انداز“ کے ضمیمہ نو حیار میں درج ہوا ہے۔ پس، اگر میرا بیان غلط ہو اور آپ کو اس کا فاحش ہونا ثابت ہو گیا ہو تو بندے کو بھی اس کی سند عطا ہو، ورنہ کیوں کسی مسلمانی کو بدنام کیا؟

(۱۱)

اسی صفحہ پر ”خاکسار تخلص فریض کی درسنہ ۱۲۷۰ ہجری [مطابق ۱۸۵۳ء]..... الخ“ جو لکھا ہے، آپ کو کہاں سے ثابت ہوا ہے؟ بندہ اس حلقہ پناہ کے واسطہ داروں سے رابطہ رکھتا ہے اور پہنچا جاتا ہے کہ خاکساری اُس کا تخلص ہے۔ سنہ ۱۲۹۲ ہجری [مطابق ۱۸۷۵ء] میں، جب

(۱۲) کہ ”چمن انداز“ تالیف ہوا، چند روز سولہ برس کا اُس کا سین و سال تھا۔ فرمائیے کہ سنہ ۱۲۷۰ [حد۔ مطابق ۱۸۵۳ء] میں کہاں سے موجود ہوئی؟ یہ موجودگی کی سند آپ کو کہاں سے ملی؟ صفحہ ۲۳: ”وہی، ہندو نے جو، از قوم کاچھ، ساکن ہندوستان۔۔۔۔۔۔“۔ سبحان اللہ! تخلص بدلا، نام اُڑا دیا، مسکن تبدیل کیا، قومیت پیدا کر دی، بیت نئی کیوں نہ گزری؟ وہ ”چمن انداز“ ہی سے نقل کر لی، اور نہ یہ شاعرہ نئی ہو جاتی، مجھے کیوں اس قدر خامہ فرسائی کی حاجت پڑتی اجنبی! یہ شعر، جو حضور نے وہی کے نام سے نپ ارقام فرمایا ہے، مہراں نامی دہلوی کا ہے جس کا تخلص ڈھب لکھا گیا ہے اور اب تک زندہ وسلامت موجود ہے مگر شاعری نہیں کرتی۔ یہ بھی صرف اُس زمانہ کی ترنگ، اُفتخ جراتی کی اُنگٹھ میں بول اُٹھی تھی، جو یاروں کے گوش آشا ہو گئی، بقید کتابت میں آ گئی۔ آپ نے نا حق اس کا نام و نشان مٹایا اور دوسری کو فرضی نام، قوم اور سکونت سے اس کی جگہ لانا بھایا۔

(۱۳) صفحہ ۲۳: رعنا کی کامسکن فتح پور، صفحہ ۷۲: ”ہوش، نے بورد کرناں“۔ ان دونوں کا مقام کہاں سے دریافت ہوا؟ اگر صحیح ہو تو بندہ بھی لکھ دے، گھڑت ہے تو خیر۔

(۱۴) صفحہ ۳۲، بطور ۳: ”میر محمد فیروز دادا دہلی، بحر“ بجائے میر محمد ی سپہر شیخ دادا دہلی، بحر کے لکھا گیا۔ یہ سہو کاتب معلوم ہوتا ہے، پرستش نے درست کیوں نہ کیا؟ اہالیانِ مطبع کو محتجہ کرنا ضرور ہے کہ کاپی و پروف کی تصحیح پر نظر رکھا کریں، سنگ سلا کو تاکید کریں۔ اس پر بھی درست نہ ہو تو صحت نامہ تیار ہو۔

(۱۵) صفحہ ۳۱ پر: ”طالب، طالبہ خانم، از لولیان شاہ جہاں آباد، زن ذی شعور۔ دیکر حال وے در پردہ عصمت مستور۔“ ما شاء اللہ! چشم بد دور اپاں بھی وہی لکھو ریتا جو صفحہ ۲۳ پر وہی کے بیان میں ظاہر ہوا تھا۔ یہ ڈھب حضور کو خوب آتا ہے۔ ”چمن انداز“ میں تو صرف یہ لکھا تھا: ”طلب، مجہول الحال کسی عورت کی یہ مقال ہے۔“ فرمائیے انام کہاں سے نکالا؟ تخلص میں الف کیوں زیادہ ہوا؟ جب وہ مجہول الحال تھی تو لونی کیوں نکھی گئی؟ شاید بھلی ماسی ہی ہو، اور جب قبہ قرار پائی تو اُس کا حال پردہ عصمت میں کس طرح مستور رہا؟ وہ تو طشت از بام

ہو گیا۔ غرض یہ کہ ”دروغ را فروغ نباشد“ کا مقولہ درست ہے۔

جب جناب نے اس طرح کی بہتان بندیاں اختیار کیں تو فرمایئے کہ ان تذکروں کی کیا وقعت رہے گی؟ بندے نے دانستہ اس کو مجھول الحال لکھا تھا، کیوں کہ اشرفِ زادیاں جو شعر کہتی ہیں، وہ اپنا نام و نشان ظاہر کرتا ہرگز روا نہیں رکھتی ہیں، نہ ان کے لواحق اس امر کا افشا چاہتے ہیں، البتہ اپنے ملاقاتیوں کو ان کے شعر لا دیتے ہیں، نام و نشان نہیں بتاتے۔ پھر فرمایئے کہ ایسے موقع پر فرضی نام و نشان سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟

(۱۶) صفحہ ۳۳: غلطی کے بیان میں بڑا دھوکا ہوا۔ حال تو دہلوی کا لکھا گیا، کلام آگرہ والی کا ڈال دیا۔ دہلوی کا صرف ایک مصرع جو اہل تھا جو اُس نے اپنے استاد کے مصرع پر کہا تھا۔ پس، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید جناب نے ”چمن انداز“ پر کچھ نشان دے کر کاتب کے حوالہ کیا ہو گا، اُس نے یہ غلطی کر دی۔ آپ کو کارِ سرکار سے اس قدر فرصت کہاں ملے کہ پھر اُس کا مقابلہ اصل سے ہوا، خیر، یاں بھی ادغام نے کام دیا، جیسے دوحیا کو ایک مان لیا تھا۔

(۱۷) اسی صفحہ میں فرخ بیگم کو کھنکسوی مخدرات، بمعنی پردہ دارِ باحق لکھا ہے۔ یہ تو کوئی پوربی رنڈی تھی۔ اگر آپ کو اپنے کلام کی کوئی سنگٹلی ہو تو نہ پتہ ہو۔

(۱۸) اس کے آگے فرید بن میر غزنوی کو آپ نے دہلوی بنا دیا۔

(۱۹) صفحہ ۵۱ پر کوہرِ تحفص، مستنارۃ لال بی، بجائے کوہرِ تحفص، بعلی بے بہا نام کے، کیوں شائع ہوا؟ کیا ہر جگہ نام کا بدلنا لازم گردانا گیا ہے۔

(۲۰) صفحہ ۵۲: مجملی بیگم خانگی کا مسکن ”بیرون لاہوری دروازہ“ کس بنا پر قائم فرمایا ہے؟ وہاں تو رذیل قوم کی آبادی بھی جاتی ہے۔ لا حول ولا قوۃ..... الخ۔

حضور نے یاں بھی وہی تحفیف تصدیق کا معاملہ کیا، یعنی ”چمن انداز“ میں آماہِ تحفص کی دو عورتوں کا ذکر تھا۔ آپ نے ایک کو لکھا، دوسرے کے بیان میں لکھا تھا کہ لاہوری دروازے کے باہر اپنے باغ میں مدفون ہے، یاں سے اُس کا مسکن نکال لیا۔ کیا خوب انتخاب لا جواب کیا، جزا لک اللہ فی الدارين خیراً!

(۲۱) صفحہ ۶۱: ”گمانی خانم طوائف“ بجائے گمانی خانم کی جی ہیام تھیق آرا بیگم کے، لکھ کر ہا حق غلط بیانی کا وجہ بنایا تھا۔

(۲۲) صفحہ ۶۲: ”عالم آرا بیگم“۔ بندے نے خود اس شاعرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا کلام لکھا تھا۔ اے اُس نے نام نہیں بتایا تھا، آپ نے یہ فرضی نام خوب گھڑ لیا۔

(۲۳) صفحہ ۶۳ میں نازک تخلص، فتن جان نام کو حضور نے فتنہ جان بتلایا لیکن ”بعد وفات شہزادہ“ کہاں سے پایا؟ یہ بیان خلاف واقعہ ہوا۔ وہ تو ولی عہد بہادر کے دربار ہی نکل آئی تھی۔

(۲۴) صفحہ ۶۵: ”نزاکت تخلص، مستنارہ بخو“، بجائے نزاکت تخلص، رنجو کے، سہواً غلط سمجھنا چاہیے۔

(۲۵) صفحہ ۶۶ میں: ”نزاکت تخلص، مستنارہ کندن“، بجائے نزاکت تخلص، کند و نام کے، بتا کر کیا غلط نویس صاحب نے کندن کا ڈالا حاصل کر لیا؟ مگر: مجلس مقربہ ناز پے کیس است۔

(۲۶) صفحہ ۶۸: ”ظہیرن“، بجائے نسائی کے، لکھ کر وہ شعر تحریر فرمائے۔ دراصل پہلا شعر نسائی کا، دوسرا ظہیر تخلص پر اسم کا۔ پس یہاں بھی تحریف کا بازار گرم دکھا۔

(۲۷) صفحہ ۷۰: ”بند سامعے یاسن قالب جی نمود“۔ یہ واقعہ بھی خلاف واقعہ لکھا گیا۔ آپ کو مترجم اچھا نہ ملا۔ اُس نے اپنی عقل آرائی بہت کی ہے۔ نکاح کے بعد اس کا تین روز زندہ رہنا

موزوں نہیں لکھا ہے، پھر آپ کا ترجمہ کس طرح درست رہا۔

(۲۸) صفحہ ۷۱: ”۵۷ کا شعر جو یاسین شاعرہ کے اشعاروں [کذا] میں ملا دیا ہے (جس کا اصلی نام تو من ہے اور تخلص یاسین)، وہ تو کسی اور شاعر یا شاعرہ کا ہے جس کا حال بندہ ہیچ ہاں کو

تحقیق نہیں ہوا تھا۔ اغلب کہ حضور نے تحقیق فرما کر لکھا ہوگا، یا وہی دو دو کو ایک ایک کر کے تعداد شاعرات کا گننا تھی واجب گردان لیا ہے۔

بہر کیف، جیسا ہو، اگر نمبر وار جواب شافی عطا ہوں تو عین عطا ہو۔

یہ بھی تو فرمائیے کہ اس تذکرہ نویس کا صلہ کیا اُڑ لیا؟ حضور رحیمہ دام اقبال سے کیا

بات چت آیا؟ والسلام!

خاتمہ حمید کلام محبوباں (۱۳۰۸ [ھ۔ مطابق ۱۸۹۰ء])

یا

خاتمہ کالاے کلام محبوباں (۱۳۰۸)

واضح رائے ناظرین ہائیکین ہو کہ کچھ عداں نے ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۹۰ء مطابق ۲۰ صفر سنہ ۱۳۰۸ ہجری کو ایک کارڈ جناب مکتوب الیہ صاحب کو لکھا تھا کہ آپ کے تذکرہ ساو دو خشتاں کی نسبت بندہ کو کئی باتیں دریافت کرنی ہیں۔ اگر آپ تحریر فرمائیں تو عرض کروں مکر وہاں سے جواب نہ آیا۔ مجبور یہ رقعہ چھپوانے کا ارادہ کیا۔ پس، میں ہر طرح سے معذور ہوں اور مہذب جواب کا اب بھی خواست گار ہوں۔ والسلام!

نور فرمائیے کہ جب بہارستانِ ناز دو دفعہ چھپ چکی تو بندے نے مجلسینِ ناز اور ”چمن انماز“ تیار کیا۔ اس میں جہاں موقع پایا، بہارِ مستور کی غلط بیانی دکھائی مگر کہیں بدتہذیبی کی مہارت نہیں کہی، مگر اس کے موقف نے پھر تیسری دفعہ اپنی کتاب کو ترمیم فرما کر چھپوایا، جس میں اس جاہل مطلق کی نسبت جو دل میں آیا، حوالہ قلم کیا۔ پس خاک سار نے بھی اپنے تذکرے کے دونوں حصے بدستور، پایزاوی ٹھکڑی غیس، مع ایک عربیہ، چھپوا کر جناب حکیم صاحب مرحوم موقف بہار کو نذر کیا، چنانچہ اُن کی دست خطی رسید بھی میرے پاس موجود ہے جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

”تذکرۃ النسائے جمالی جہاں آرا برزخ نگار گیاں کشو۔ مشکوٰۃ علیہ مصنف ہے بدل ٹٹٹی درد کا پرشا و شدم۔ ۲۰ اپریل سنہ ۱۸۸۳ء۔“

مگر پھر صدائے برنخاست، اور نیز، کچھ میر نے سرود غیبی کی نسبت جو کچھ

”چمن انداز“ میں یہ بیان عابدِ عرض کیا ہے، وہ سب کتاب مندرجہ بالا کے مصنف، مصنف مزاج میاں جو یا صاحب نے منظور فرمالیا ہے، جیسا کہ اُن کے خط سے، جو ”چمن انداز“ مطبوعہ دفعہ ثانی کے ساتھ چھپ گیا ہے، ظاہر ہے۔ پس، اسی طرح اگر جناب مکتوب الیہ بہادر بھی صحیح جواب یا صواب دیں گے تو ان شاء اللہ کسی موقع پر چھپوا دوں گا، یا وہ خود ہی اس لچر و پوچ عبارت کو، مع جوابات، اپنی کتاب کا ضمیمہ بنا کر شائع فرماویں، ایک نسخہ مجھے بھی مرحمت فرمائیں۔ زیادہ کیا تصدیق دیا جاوے۔ فقط۔

حمت

ملحقہ (۷)

تاریخ گوئی کا بیان

[مراۃ خیالی، صفحہ ۶۹۵۷ : تذکرۃ النساب نادری، صفحہ ۱۱۶-۱۲۹۷]

تمہید

ناظرانِ علم و دست کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ گوئدے نے اپنے تذکرے محلّ و سنہ نادراذ کلا میں مرزا بلاغت و راج کی ہے۔ وہاں سے تاریخ گوئی کا ذکر بھی کچھ اخذ ہو سکتا ہے [اس بیان کی زیادہ تفسیر چاہوں تو] میرا سالہ کنوئل یعنی (۱۲۹۰ھ [مطابق ۱۸۷۳ء]) اور مخلص نسلم (۱۳۰۰ھ [مطابق ۱۸۸۳ء]) حضرت انور حسین شلیم مرحوم کی، ملاحظہ فرمادو!، (۱۳۵۰) اور نیز میرے مرہان میر عباس صاحب نے ایک رسالہ نظام استخراج التواریخ چھپوایا ہے۔ پس، یہاں زیادہ توضیح کی کچھ حاجت نہیں تھی۔ الا، جو یا مروج کی کتاب لا جواب مسطور میں عجیب باتیں نظر آئیں۔ بے اختیار دل چاہا کہ اس کا نپ باب بھی لکھ کر اجاب ہو۔ پس، تاودہ کو عرض کرتا ہے:

عام باتیں جن کی واقفیت تاریخ گو کو لازم ہے

ایسے چند حرفوں کے اجتماع کو تاریخ کا ماڈہ کہتے ہیں جن کے عدد، جو محلّ کے حساب سے حاصل ہوں، سن و سالِ مطلوب کے برابر ہوں۔ اب عام ہے کہ جملہ، جس کو ماڈہ قرار دیا ہے، موزوں ہو یا ناموزوں، یعنی پیوستہ ہو خواہ پرانگندہ۔ سب سے بہتر وہ ماڈہ ہے جو اس واقعہ پر دلالت کرتا ہو اور جس کی کہ تاریخ ہے۔ مثلاً، میرزا فیع السودا نے کسی کے تاریخ کی تاریخ میں کیا خوب کہا ہے:

سر عددے بہارش بریم و کفتم بگلشن تو الہی گزند دے نزد

ماڈہ تین طرح کا ہوتا ہے: کمال، ناقص، و زائد۔ "کامل" جیسے مراد خیالی اس کتاب کا نام ہے۔ "ناقص" جس کے عدد کچھ کم ہوں اور ہاشارہ لطیف اس پر کوئی حرف جو عا کر سہ مطلوب نکالیں۔ جیسے جناب میرزا قربان علی بیک صاحب سالک عظمیٰ العالی نے بندے کے تذکرہ نادراذ کلا کی تاریخ میں موزوں فرمائی ہے اور اس محلّ کو "قصیدہ" کہتے ہیں:

ز دہش کلک تاود نقش تاود تراوید و میتر مشت کا مش
برائے سالہ تالیف از سر فہم نہادہ نادراذ کلا نامش

”زائد“ دہاڑہ ہے کہ جس کے عدد اعداد مطلوبہ سے زیادہ ہو جائیں اور اس کو پہ کٹائیے فصیح کم کریں۔ اس عمل کا نام تجزہ ہے۔ جیسے بندہ کے ”شجرۂ خاندان حیوریہ“ کی تاریخ یہ چھپی ہے :

بے سر بعض اے کو سیرت! بہت تاریخ ”سیرت گل زار“
[۱۸۶۸] - [۱۸۶۶]

یاد رکھو کہ چند باتیں فنی معنی کی تاریخ گوئیوں نے مان رکھی ہیں جو قبیہ و تجزہ کے عمل میں مستعمل ہیں۔ ذہن میں ان کا حاضر رکھنا ضروریات سے ہے۔

قبیلہ اور تجزہ اکثر دو حرفی، سہ حرفی لفظ کے ایک حرف سے کیا کرتے ہیں۔ پس ہر کلمہ کے حرف کو ابتدا، اول، لب، دوست، چشم، سرخ، مدہان، دندان، دے، مذہبان، بنی، پیش، شاخ، سینک، دہاس، سرو، جعد، چوٹی، وغیرہ الفاظ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ دوسرے حرف کو کوسٹ، کلمہ، ہونان ناموں سے یاد کرتے ہیں: وسط، واسطہ، درمیان، میان، کمر، خمیر، دل، بگھر، قلب، شکم، پیلو، بازو، ناف، وغیرہ۔ تیسرے حرف کے یہ نشان مقرر ہیں، جو اکثر کلمہ کا اخیر ہوتا ہے: انجام، پایہ، پایاں، انتہا، حد، اخیر، دُم، پاشتہ، ذرانو، وغیرہ۔ اگر میں ان سب کی مثالیں لکھوں تو طویل فضول ہو۔ مختلف شاعروں کی تاریخیں دیکھو اس کی مثالیں ظاہر ہیں۔ العاقل تکفیت الاشارة۔

جمل کا حساب اس نظم سے ظاہر ہے اور ابجد، ہوز، جلی، کلمن، بعض، قرشت، متحد، ضلع: ان آٹھ کلموں میں عربی کے اٹھائیس حرف موجود ہیں۔ ان کے مقابلات (ث پ ج ڈ ژ و گ) کے اعداد بھی انھیں کے مطابق شمار میں آتے ہیں۔ مغلوط الہا حرفوں کے عدد ان کی ترکیب کے موافق گنے جاتے ہیں کہ یا تپ، وغیرہ کے اکثر بچس بگھتے جاتے ہیں۔

نکتہ: مستحب التواضع والا، سلطان محمد عادل عرف عدلی نور کے ذکر میں لکھتا ہے کہ اضافت کے ہمزہ کا ایک عدد شمار کر لیتے ہیں۔

تو ابجد سے فکلی تک ایک ایک گن مگر تاپ بعض دے دی دس دس
پھر آگے سے سو سو فزوں کر کے یار دل اپنا ٹھل سے لے تا آدرا چھرا

خاص سرود غیبی کی اصطلاحیں

واضح ہو کہ اب شاعر تاریخ گوئی میں صنعتوں کو بہت کم برتتے ہیں، بل کہ اکثر تو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ نظر پر اس چند صنعتوں کی تعریف مع امثلہ لکھتا ہوں۔

صنعتِ صوری و معنوی: جس ماڑے کے اعداد سے ایک سزا اور الفاظ سے دوسرے سزا لگیں، وہ اس نام سے موسوم ہوتا ہے جیسا:

ایک ہزار درود صد و چہشت و شش تاریخ بناے مدرستہ علوم علی گڑھ افکارہ سے بچپتر
جس کے حرفوں سے سنہ ۱۲۹۴ ہجری (مطابق ۱۸۷۵ء) ظاہر ہیں، اور جائز ہے کہ خواہ دونوں طرح ایک ہی سزا نکالیں۔

صنعتِ جنہیں: جنہیں کی ایک قسم ”جنہیں غلطی“ یہاں کام آتی ہے کہ نقطوں وغیرہ کی تبدیلی سے سزا پڑے جاتے ہیں۔

افکارہ سے مخر دیا سر میں مار
دیکھو افکارہ سے بچتر سنہ ۱۲۹۴ ہجری۔ ایضاً تین تاسوں کی رسید کی تاریخ:

سر تازہ شے بتاے آئے
پس سنہ بارہ سے بیا کی بھی اسی کو پڑا سکتے ہیں اور عدد بھی مطابق ہیں۔

صنعتِ مرتفع: جس کے ماڑے کا ایک حرف نقطہ دار ہو اور دوسرا بے نقطہ۔

حجیم، بلم بدلے میں اس کو ”صنعتِ رقطا“ کہتے ہیں۔ پس، یہاں بھی یکساں ہو تو مناسب معلوم ہوتا ہے:

سال اس کا بلند تر قسمت (۱۲۸۶) (مطابق ۱۸۷۰ء)
صنعتِ محفوظ: وہ ماڑہ ہے جس کے سب حرف محفوظ ہوں:

شب نقت شفق ۱۸۷۲ء

صنعتِ مہمل: جس میں ماڑہ بے نقطہ ہو:

کہ گرد مالک دہر دار دہر سنہ ۱۲۸۷ ہجری (مطابق ۱۸۷۵ء)

صنعتِ دھما: اگر کسی ایک ماڑے سے دو تاریخیں اس طرح نکالیں کہ اس کے حروف محفوظ

سے ایک کامل تاریخ نکلے اور پہلے سے دوسری، جو اس کو اس نام سے نامزد کرتے ہیں، کیوں کہ گلی رحمان دور نگاہ ہوتا ہے۔ اس کی دو مثالیں ”چمن اعدا“ کے اخیر پر بھی ہیں:

سنہ ۱۲۸۳ روزہ فردوس و درحکب صد جمال ہر ورق سنہ ۱۲۸۳ھ [مطابق ۱۸۶۷ء]

صنعت موشل و غیر موشل: جب کہ ماڑے کے حروف موشل سے بھی تاریخ کامل ملے اور حروف مقلع سے بھی: سنہ ۱۲۸۶ مثال نور چہتا ہاں عجب چراغ ادا سنہ ۱۲۸۶ھ [مطابق ۱۸۷۰ء]

صنعت مقلوب: ماڑے کو چاہو جس طرح الٹ پکٹ کر پڑھو، وہی پڑھا جائے:

گفتہم برائے سائل۔ شاباش کلک شاباش سنہ ۱۲۸۷ فصلی [مطابق ۱۸۷۰ء]

صنعت تقسیم وہ ہے کہ عدد کے حصے دو چند یا سچہ لیے جائیں:

لے دال کرو دو چند سر چند اس کو پھر تین سنہ ۱۲۸۳ھ [مطابق ۱۸۶۸ء]

یعنی اؤل اکائی میں دال کے عدد ۳ کو رکھا، پھر اس کے دو چند ۸ کو، پھر اسی کے سر چند ۱۲ کو لکھا۔

حمیم: بیچ دال تا در نادان عرض کرتا ہے کہ اگر اس صنعت کا نام ”صنعت ضرب“ رکھا

جائے تو بہت ہی مناسب ہو۔ اس نکتہ کو محاسب خوب سمجھ سکتے ہیں اور میری رائے ناقص کے موافق

”صنعت تقسیم“ کی مثال یہ ہو سکتی ہے: بارہ کا پونا اور چھٹا نصف دیکھو سنہ ۱۲۹۴ [مطابق ۱۸۷۵ء]

یعنی پہلے بارہ کو یکڑہ سمجھو، پھر اس کے پونے یا تین چوتھائی، یعنی نو کو دوہائی بنانا اور اسی بارہ کو چھ پر تقسیم

کر دو، خارج قسمت کو اکائی کی جگہ لکھو تو اس کتاب، یعنی سراؤ حسانی کی تصنیف و تالیف کے ہجری

سنہ ۱۲۹۴ پیدا ہوں۔ فافہم!

صنعت اوائل: جب کہ سر ہر لفظ سے تاریخ پیدا ہو:

باتف دجور و پری آدم گفت سنہ ۱۲۸۵ھ [مطابق ۱۸۶۹ء]

انتباہ: اس صنعت کی دوسری مثال، بندہ اسی کتاب کی تالیف سنہ ۱۲۸۵ھ میں یوں عرض کرتا ہے۔

ہم دم، عابد و ضیا، غافل اند سنہ ۱۸۷۵ء

گو ہر چار شاعرات کے تخلص ہیں مگر اوّل و آخر کو تخلص دگرہ انو تو گویا صحبت نسواں سے پرہیز کرنے

کو ایک عمدہ نصیحت ہے اور تاریخ تالیف کتاب بھی ظاہر ہے۔

صنعتِ قالی: جب کہ کسی واقعے کی تاریخِ قالی کے طور پر کسی کتاب سے دیکھی جائے، جیسے امراءِ بیگم صاحبہ عابد کی تاریخ اُسی کے کلام سے میر جو یا صاحب نے لکھی ہے۔
 صنعتِ ریاضی: جس قدر قاعدے ریاضی کے مشہور ہیں، سب سے تاریخ پیدا ہو سکتی ہے۔ مثلاً جمع، تفریق، ضرب، تقسیم، مار بوسہ، مسور، اعشاریہ، خطائیں، سلسلہ وغیرہ کے کل قاعدوں سے تاریخ بنا سکتے ہیں۔ قیمت مفادِ کلام۔

تصہیر: ذرۃ بے مقدار عرض کرتا ہے کہ اگر اس کو صنعتِ حسابیہ کے نام سے لکھئے تو مناسب تھا، کیوں کہ یہ سب قاعدے حساب کے ہیں اور ممکن ہے کہ ایک ہی ماڑے میں دو تین عملوں سے کام لیا جائے۔ جیسے تذکرۃ نادرا الاذکار کی تاریخ میں نے یوں لکھی ہے:

ولی مضروب ہے مولیٰ کے سر سے ولی کے دل میں جس کا اک نکلاں ہے (۳۵)
 ”ولی“ کے ۳۶ عدد مضروب اور سر ”مولیٰ“ کے ۳۰ مضروب فی، جن کا حاصل ضرب ۱۸۳۰ ہوا۔ ”ولی“ کا دل لام ہے جس کے ۳۰ عدد ہیں۔ دونوں کو جمع کیا تو مجموعہ ۱۸۶۰ اسے مطلوبہ ہوئے۔ اس کے ظاہری معنی مطابقت قرار ہیں۔ پہلے دل اس کو خود جانتے ہیں۔ تخریج کی حاجت نہیں۔
 صنعتِ ملفوظی: جب کہ حروفِ ملفوظی ہی کے عدد لیے جائیں، یا یہ کہو کہ حروف کے اسموں کے عدد لیں، یعنی اُپر پونکات، دونوں کے عدد ملا کر تاریخ پیدا ہو۔

”سراجِ سعادت“ ہے تاریخ اُسی کی سنہ ۱۲۸۲ ہجری [مطابق ۱۸۶۶ء]

سین را الف جیم سین مین الف دال تا

۱۲۸۲ = ۳۰۱ ۳۵ ۱۱۱ ۱۳۰ ۱۳۰ ۵۳ ۱۱۱ ۲۰۱ ۱۲۰

تصہیر: اگر اس کو صنعتِ لامسا کہیں تو بھی شاید ہے، کیوں کہ اس میں حروف کے اسموں

سے کام لیا ہے، اور ”ملفوظی“ صرف حیرہ حروف کا نام ہے (الف جیم دال ذال سین شین صاد ضاد بین فین قاف کاف لام)۔ پس، صنعتِ ملفوظی کا وہی ماڑہ ہو جس میں ان حروف سے کام لیا جائے، یاد رکھنی حرف خائے۔ جیسے ”قلق قلقل شد“ کے بارہ سوا کسٹھ (۱۳۰۶) عدد ہیں، یا بارہ شمار قطع کے ملفوظی حروف کا لحاظ کیا جائے۔ جیسے سو دانے ایک جگہ ”نواب“ کی واو مشدّد کو دو حرف خیال فرما کر بارہ عدد شمار کر

لئے ہیں: یہ فتح نمبر ایک انوار نام دار سنہ ۱۱۸۸ھ [مطابق ۱۷۷۳ء] مکر یہ غلطی ہے۔ اس کو کسی نے جائز نہیں رکھا۔

صنعت نادور: اس میں شمار حروف کے عدد لیتے ہیں۔ جیسے الف مستاء کہ اس کا شمار ایک ہے۔ بیں، یک کے تیس عدد لے لیے۔ جو یا صاحب فرماتے ہیں کہ یہ صنعت بہت ہی مشکل ہے۔ اس میں صرف مقلد خان کرم اور مومن خان مومن مرحومین نے ہی ایک ایک تاریخ لکھی ہے، اور کسی سے نہ ہو سکی

مومن: ابن نسبت جو یا: ہاشد خوشی

۱۲۶۳ [ح۔ مطابق ۱۸۳۹ء] ۱۸۷۰ء [ح]

تشریح مآذہ اول کی یہ ہے: ا کی ن ن س پ ت حروف
یک دو پنجواہ شصت دو چار صد شمار
۳۰ + ۹ + ۶۱ + ۶۱ + ۹۰ + ۱۰ + ۳۰۳ اعداد
= ۳۶۳ اسو مطلوب۔

اور مادہ ثانی کی تشریح سرود غیبی میں ہے

جو یا موصوف نے اس صنعت میں بھیجی تاریخیں لکھی ہیں۔ میں نے صرف نمونہ دکھا دیا ہے۔ اس شاعر بیکانے اس صنعت میں خوب ہی علم استادی بلند فرمایا ہے۔
حمیم: اگر اس کو صنعت شمار مستحق ہے تو مناسب مقام تھا۔
صنعت بیچار: جس میں لفظ مآذہ کے اعراب کے بھی عدد شمار کر لیں۔ شہاب ثاقب کی تاریخ: اس کی تاریخ صاف ”نادر“ ہے۔

۱۲۸۶ [ح۔ مطابق ۱۸۷۰ء]

ت + زہ + ا + ساکن + ر + زہ + و + ساکن = ۵۵
۳۰۰ + ۳۰۹ + ۱ + ۱۳۱ + ۳۰۰ + ۲۰۹ + ۵ + ۱۳۱ = ۱۲۸۶

حمیم: میرے نزدیک اس صنعت کو صنعت الاسما الحروف والاعراب کے نام سے یاد کیا جائے تو نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کمالا یحییٰ علی الفہیم۔

صنعتِ بلیغ: جب کہ شمار حرف کو بھی حرف فرض کر کے اس کے عددوں سے تاریخ نکالیں، اور یہ سب سے مشکل ہے۔ آج تک کسی صاحبِ ذکا کی تاریخ اس قسم کی نہیں دیکھی گئی۔ یہ جو یا کا ایجاد ہے۔ ایک ہاتھی کی تاریخ: اس کی تاریخ ”کل“ ہے جو یا
[۱۸۷۲ء]

پ	ی	ل	حروفِ ماوہ
دو	دو	سی	شمارِ حروفِ ماوہ
چار	چار	شست	شمارِ حروفِ شمارِ ماوہ
۸۰۹	۲۶۳	۷۹۹	۱۸۷۲ سے مطلوبہ

تجسس: لیکن دوسری تاریخ جو حضرت نے بلا تشریح لکھی ہے، درست نہیں آتی:

ایک ہے نام، یہی سال ہے

[۱۲۷۲ء - مطابق ۱۸۵۷ء]

ا	ی	م	ن	و	حروفِ ماوہ
یک	دو	چھل	پنجاہ	بچ	شمار
دو	چار	سب	دو پنجاہ	دو پنجاہ	حروفِ شمار کا شمار
۳۷۱	۲۶۳	۱۹۰	۲۲۱	۱۳۶	۱۲۸۲ اعداد

مکرِ اصل میں تو (۱۸۷۲) لکھے ہیں۔ واللہ اعلم یہ مغالطہ کیوں کر پڑا۔ اقلب ہے کہ یہ کتاب کی نقلی ہو۔ مصنف صاحب نے (۱۲۸۳) ہی لکھے ہوں گے۔ اس صنعت کا نام ”صنعتِ شمارِ مستازِ بیا“ معلوم ہوتا ہے۔

صنعتِ عجیب: اس میں حرفوں کے عدد تجسس حسبِ مراتب لکھے جاتے ہیں:

سال تاریخ احبا جو یا (۳۵۲)

[۱۲۸۱ء - مطابق ۱۸۶۵ء]

ا	ح	پ	ا	حروف
۱	۸	۲	۱	اعداد
۱	۸۰	۲۰۰	۱۰۰۰	مراتب

پس سن ۱۲۸۱ ہجری حاصل ہوئے۔

حمیم: اس کا نام "صنعت المراحب" موزوں معلوم ہوتا ہے۔

صنعت غریب: جس میں کنایہ تفسیر تخریج کیا جائے :

الف آخر اللہ اکبر کے لکھو!

"اللہ اکبر" کے عدد ۲۸۹ ہوتے ہیں اور الف بمعنی ہزار اس کے آخر پر عایا تو ۱۲۸۹ سال ہجری

[مطابق ۱۸۷۲ء] ہوئے۔

صنعت اشکال: جس میں مخفی حروف کے شمار کے عدد لیے جاویں:

"پہلے پیش" اس کا سال ہوا

نیم	الف	میم	پ	صین	یا	شین	حروف مخفی
سود چھل	یک ہی ہزار	چھل دو چھل	یک	پنجا دو پنجا	دو یک	سود دو پنجا	شمار
۱۱۲	+ ۸۱۰	+ ۸۵	+ ۸۵	+ ۵۶۰	+ ۳۹	+ ۲۲۹	عدد

جن کا مجموعہ ۱۹۳۰ سمیت راجا دھرم نیت بکریا جیت [مطابق ۱۸۷۳ء] ہوتا ہے اور سرود غیبی میں

اس کی تشریح کے تحت لفظ شین کے نیچے جو عدد (۲۶۸) لکھے گئے ہیں، وہ سوا اہم خیال کرنے لازم

ہیں۔ شاعر کی استادی اور اس کی محنت پر ہزار آفرین ہے: (۳۵۳)

ایں کار از تو آید و مرداں چہیں کنند

حمیم: اس کو "صنعت شمار الاسما" کہیں تو بھی زیبا ہے۔

یک حرفی تاریخ: اس کی تاریخ کاف ہے جو یا

کاف	پست یک ہزار	پ
۱۱۰۲	۸۵	یک
		مطلوبہ
		سن ۱۲۸۷ھ [۱۸۷۰ء]

حمیم: کاف سے مراد کاف مرکب یعنی "کھ" ہے، پس یک حرفی نادری۔

ہاں ایک حرفی کی مثال یہ ہے جو شیخ محمد جان شاد نے لکھی ہے اور یہ شخص میر کلہ مرثیٰ خلف الرشید

محمد تقی میر کا شاگرد تھا۔ اس مثال میں "صنعت ضرب" بھی آگئی ہے۔ کما مر:

الف گنبد فرق اسیری متن سرچہ بمعاضف مضاعف افزون کن = سنہ ۱۴۴۸ھ
[۱۴۴۸ھ مطابق ۱۸۳۳ء]

صنعت کمال: جب کہ ماڑے کے طاق طاق حروف سے الگ تاریخ نکلے اور جلت جلت سے الگ۔ گویا ایک ماڑے سے دو تاریخیں پیدا ہوں:

فرخندہ و لڑخ خود شادی سنگ آید بچی سنہ ۱۴۴۸ھ ہجری [مطابق ۱۸۷۰ء]

ف خ و و ر ش و ا ی م ک ی ب ی
۱۰ + ۲ + ۱۰ + ۲۰ + ۳۰ + ۱۰ + ۱ + ۳ + ۳۰۰ + ۲۰۰ + ۶ + ۳ + ۶۰۰ + ۸۰
۱۴۸۷ =

ر ن و ف خ و ش و پ ل ا و و
۵ + ۳ + ۱ + ۳۰ + ۲ + ۳ + ۳۰۰ + ۶ + ۶۰۰ + ۸۰ + ۵ + ۵۰ + ۲۰۰
۱۴۸۷ =

حروف طاق: ۱۳، حروف جلت: ۱۳ = ۲۷

تعلیم: سرود عیسیٰ مطلوبہ میں اس کی تخریج بھی ملتا دیکھی ہے۔ انہوں نے صنعت کی اس قدر جاں فشانی یوں رانگاں جائے۔ میں نے بڑی کوشش سے اس کو گنج کیا ہے۔ اس کو ”صنعت الفرد و الزوج“ کہنا درست معلوم ہوتا ہے۔

صنعت ڈبر و پختات: ماڑے کے حروف سے ڈبر کے اعداد بھی سہ مطلوبہ ظاہر کریں اور پختات کے عدد بھی۔

نکتہ: ہر شخص جانتا ہے کہ ہر ایک حرف کا ایک نام ہوتا ہے جس کا ہر حرف وہی مستأ آتا ہے۔ اسی کو ڈبر کہتے ہیں اور باقی کو پختات۔ جیسے حرف ”ذ“ کا نام دال ہے، پس ”ذ“ ڈبر ہے ”ال“ پختات۔ و قس علیٰ هذا البوالہی:

حاصل کار مرا آرام کامل محمد مرد سنہ ۱۴۴۸ھ [مطابق ۱۸۷۰ء]

سطر نمبر ۱: ڈبر ح ا م ل ک ا ر م ر ا
سطر نمبر ۲: اعداد ۸ + ۱ + ۹۰ + ۳۰ + ۲۰ + ۱ + ۲۰۰ + ۳۰ + ۲۰۰ + ۱
سطر نمبر ۵: پختات ا ل ف او ام اف ل ف ا ی م ا ل ف
سطر ۶: اعداد ۱ + ۱۰ + ۵ + ۳۱ + ۸۱ + ۱۱۰ + ۱ + ۵۰ + ۱ + ۱۱۰

تاریخ پر صنعت کمال، محققہ صفحہ ۹۳۶ "چمن انعام" (۲۵۳)

(۱۳۰۰ء مطابق ۱۸۸۴ء)

۱۰۰ ... قاسم قرطاس $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ است نور ہوا۔۔۔

۸ ... حل گلشن مرہم $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ شاعر سوار۔۔۔ ۲۰۰

۵ ... ہائے سو نور خاور کام $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ ملک۔۔۔ ۲۰

۵۰ ... نسیم درد و حمام کامگار $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ ۔۔۔ ۲۰۰

۹ ... طالع غرمد سال $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ سع ہار۔۔۔ ۴

۷۰ ... عالم نثر گل و ماہ وقار۔۔۔ ۲۰۰

۲۰ ... مطلع نور خیر و اہل کلمہ۔۔۔ ۵۰

۶۰۰ ... خندہ طور حصول کوہسار $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ ۔۔۔ ۲۰۰

۳۰۰ ... شمع روشن ماہ و طالع صلح کل $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ ۔۔۔ ۴۰

۸ ... حافظ رحم کل اہل حصار $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ ۔۔۔ ۲۰۰

۵۰ ... نثر قاسم مطلع کابل حمام۔۔۔ ۴۰

۶۰ ... سیف مجملہ $\frac{۱۳۰۰}{۱۳۰۰}$ روح غار۔۔۔ ۲۰۰

۱۳۰۰ ہجری نبوی (۱۸۸۳ء) کے دس ہزار ماذہ اس طرح پیدا کرو: (۱) [خجی کے حروف] سر مصارع، (۲) ہر مصرع کا اخیر، (۳) ہر مصرع تاریخی ہے، (۴) ازل و دوم مصرعوں (۳) کے حروف منقوط، (۵) غیر منقوط، (۶) پہلے نیوں کے مجملہ حروف، دوسروں کے مہملہ، (۷) ازل کے بے نقط، ثانی کے نقطہ دار، (۸) ہر ایک مصرع اولہ کو باقی کے مصارع ثانی سے ربط دے کر اعمال بالاجاری کرو۔ نصبت مفاد کلام۔

میرے نزدیک تو جو یا اس فن میں سب پر سبقت لے گیا، جیسے معنی کے فن میں صہبائی جنت بولائی، مک اس ایک شعر:

چو آں نہ دوسے خود از پردہ محمود دل از ما برد و آخر کرد تا بود
میں سے تین سو ساٹھ نام نکالے گئے ہیں، یا علم قافیہ حق میں مولانا مرحوم نے ایک رسالہ دو صفحہ خرد کا لکھا، پھر اس کی شرح چودہ ہجو میں نسب ارقام فرمائی۔ سبحان اللہ! علم اُستادی ایسے ہی اُستاد بلند فرمایا کرتے ہیں۔ یہی لوگ قیامت تک کو یادگار چھوڑا کرتے ہیں۔ غرض، دریا کو کوزے میں بند کرنا اور قطرے کو دریا بنانا اسی کو کہتے ہیں۔

صنعت مسلسل: جب کہ ایک ماذے کو بہت طرح پڑھ سکیں اور اس کی بحر میں فرق نہ آئے۔ اس کو صلیج بھی بولتے ہیں۔

حضرت نے اس صنعت میں دو شعر مہاراجا جے پور کی محنت پائی چاری چشم میں لکھے ہیں اور اُن کو چار دائروں میں رکھا ہے۔ پس، وہ چھٹھ طرح پڑھ سکتے ہیں، مگر آپ کا ارشاد ہے کہ یہ چھیا نوے طور پر پڑھ سکتے ہیں، وہ ہو پڑا۔

میر سخا ماہ کرم در عجب سرو قدی یوسف تھالیلی شیم عالی نسب نازک سری
سنہ ۱۸۷۱ء سنہ ۱۲۸۸ ہجری

روح و طاہریت قدم اہل ادب تقاضا دہی وصف ترا جو یہ قلم اوج طرب آید بسی
سنہ ۱۹۲۸ء سنہ ۱۳۴۸ھ

دائرے کی صورت، مجوز و مصنف صاحب کی اصل کتاب میں ہے۔

صعوب مرتب: کئی طرح پر ہو سکتی ہے۔ الا مصنف صاحب نے جو شرطیں کی تھیں لگائی ہے اور مثال میں یہ مصرع :

حاکم عادل مالک نامی دینا قابل مصنف سرور ۱۲۸۸ ہجری [مطابق ۱۸۷۱ء]

بساط پر مزید فرمایا ہے، شاید سہو کا تب سے غلط ہو گیا ہے کہ اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔

صنعت نو: ایک ماڈل میں لاکھ تاریخیں ہوں۔ یہ بھی ایجادِ خلد ہے جو یا ہے۔

زودست باغی بختل آدھ طبع فراوان بہا مرکب سنہ ۱۸۷۱ء

تاریخ قتل میو صاحب گورنر جنرل بہادر ہند ہے۔

پہلے ازل حرف کو لو اور بعد تیسرے، پانچویں، ساتویں، وغیرہ کو۔ اسی طرح چاہو جس حرف سے شروع کرو، اس کے بعد کو ترک کرتے جاؤ۔

یہ بھی بڑا زنگنه ہے۔ اس تکلف سے بھی ازل مرتبہ میں تاریخیں نکلیں گی۔ اگر اس کے عکس پر عمل کرو، جیسا کہ مصنف صاحب نے فرمایا ہے، یعنی پہلے پچھلا حرف لو، پھر ۲۸، ۲۶ وغیرہ، بعد ازاں ۲۹، ۲۷ وغیرہ تو تمیں اور ہوں۔ پس، کل ساٹھ ہوئیں۔ اب وہ کہتے ہیں پھر دوسرے کو پہلا سمجھو اور وہی عمل کرو۔ غرض، اس طرح $60 \times 60 = 3600$ ہو جائیں گے، نہ ایک لاکھ بارہ ہزار ہو جائیں، جیسا کہ حضرت فرماتے ہیں۔ مگر ہاں! اور کوئی تکلف دور از قیاس جاری کیا ہو تو سمجھ میں نہیں آتا۔ بہر کیف، یہ باتیں خواہ مخواہ کی فرضی ہیں۔

خاتمہ اس کے بیان کا۔ یہ شوخی بیان، خلد جو یا حیران کا غلطہ تمام ہوا۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ علم بلاغت میں جس قدر منافع لفظی و معنوی ہیں، اگر شاعران پر بخوبی حاوی ہو تو صد ہا صنعتوں میں تاریخ کہہ سکتا ہے۔ غرض، جس قدر کسی کو کسی خاص فن میں مہارت ہو، وہ اسی قدر اس میں ترقی کر سکتا ہے۔ یہ بیان صرف نمونے کے طور پر اچھا ہے۔ اے ناظر! خواہ! تو کہاں سے کہاں چلا گیا۔ نازنیوں کی باتوں سے پہلو چھو کر نا، ان کے مشتاقوں کو شاقی گزارا ہو گا۔ خیر، گزشتہ راصلو اب پھر اصل تذکرے کا تذکرہ بھیڑا ^{۲۵}

ملحقہ (۸)

گلشنِ ناز اور میراتِ خیالی
کی زائد عبارتیں

گلشنِ ناز کے سرورق کی عبارت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اوپلے حبیبِ خدا کو کرو! پھر آغا از اس تذکرہ کا سنو!
 خدائے سخن آفریں کے فضل سے یہ تذکرہ فارسی اور
 اردو شاعرات کا سنی ہے مرآتِ خیالی، ملقب ہے

گلشنِ ناز

۱۲۹۳ھ - ۱۲۸۳ھ ف - ۱۸۷۶ء - ۱۹۳۳ء سمیت

مولدہ احقر العباد قادر، ذرگاہ پرشاد نادر کمتری دہلوی، پہنچ صحیح تمام دستی لاکھام
 شہر دہلی کے مطبع فوق کاشی میں بہ اہتمام فشی انبی پرشاد منچپ کر نذر احباب ہوا

مرآتِ خیالی کے سرورق کی عبارت

ہر کہ تمام رفتگاں آرد بیاو نامِ نکش در جہاں آ پاو پاو

تذکرۃ النسائے نادری، الموسوم بہ اسم تاریخی مرآتِ خیالی

مختصم ہر دو حصہ کہ ہمراہ اولیٰ نکش، یعنی

گلشنِ ناز، سابقاً بہ قالبِ طبع در آمدہ

تخلصِ تائیش ایدون چمن انداز نذر احباب می گردد

مواقفہ احقر العباد قادر درگا پرشاد تاد رکھتری دہلوی
 کرایک شہر لاہور را جو کے قتل پر یس مہدہ ہڈاگز یسری
 وہم کتب ذیل مصنفہ و مرتبہ است: رسالہ ہیست فمن، معلّم المبتدی،
 لبّ لباب قصۃ ممتاز صف شکن مشجرہ غیرت گلزار
 نسب نامہ تیموریست، تذکرۃ نادرا الاذکار شعراے دکنی
 در مطبع فوق کاشی دہلی مطبوع نمود، انہی پرشاد

مرآت خیالی میں گلشنِ ناز کے صحت نامے کی عبارت

پانچ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحت نامہ افلاطون گلشنِ ناز یعنی حصہ اول تذکرۃ النساء نادری مطبوعہ سنہ ۱۸۷۶ء
 تاریخ تحریر صحت نامہ (ریختہ ملک باوب) سنہ ۱۲۹۵ ہجری
 جن صاحبوں کے پاس گلشنِ ناز ہو وہ ان لفظوں کو ضرور درست فرمائیں.....
 اگرچہ اس رسالہ میں اور بھی غلطیاں ہیں لیکن اس وقت میں نے انہیں کا درست کرنا مقدم
 سمجھا۔ باقی کو تاخرین خود درست فرمائیں۔
 احقر العباد قادر درگا پرشاد تاد رکھتری دہلوی، مقیم لاہور ہڈاگز یسری جو کے قتل پر یس
 ممالک پنجاب وغیرہ

مراتبِ خبیلی میں اختتام کی مہارتیں

مناجات پر درگاہِ قاضی الحاجات، مکتوبہٴ مولفِ تذکرہ اُتیدہ وارتجات

خدا یا رَحِمَہَہُ بِہِ حَالِ سَقِیمِ
 رَحِمَہُہُ بِہِ حَالِ نِزَارِمِ بَکِنِ
 ہرِیں زِشتِ زوے چہ نالِمِ بِہِ ثُو
 کرِیمَا! شِمارِ گناہِمِ کَمِنِ
 گناہانِ خودِ را چہ آرمِ شِمارِ
 سزائے عذابِ جہنمِ مَعَمِ
 شدہ بِہِ دِلِ نَفْسِ و شیطاںِ قوی
 فراموشِ کُرمِ ترا اے کرِیم!
 شدمِ حَاجِ نَفْسِ ناپاکِ و زِشتِ
 بِہِ صَدِ زوِ سیاتی بِہِ ثُو آدَمِ
 بِہِ بَیخِشائے بِہِ تَآوَرِ نِاقِوِاںِ
 الہی! بِہِ سوزِ دِلِ عاشقاںِ
 الہی! بِہِ دُوقِ مَناجاتِیاںِ
 الہی! بِہِ دُردِ دِلِ دُردِ مَندِ
 الہی! بِہِ پاکانِ خاکی نہادِ
 بِہِ ناکایِ پُغراوانِ دہرِ
 دِلِ را بِہِ ثُورِتِ مَحوَرِ بَکِنِ
 بِہِ دُزیائے وحدتِ بفرمائے غرقِ

بہ داری ز من دور دِوِ لَیْمِ
 حَقِّقِہُہُ بِہِ احوالِ خوارِمِ بَکِنِ
 کُسمِ ہِمِ چِساںِ عَرَضِ حَالِمِ بِہِ ثُو
 بَیْزِ عَفْوِ بِہِ مَنِ لَکَاہِمِ کَمِنِ
 نوَیْسِمِ چہ اِیںِ حَالِجِ زِشتِ و زارِ
 نہ کہ شاد از خودِ ترا ساشتمِ
 مرا سازِ زیں ہا خدایا بِہِری
 ہوا و ہوسِ گشتِ ہا مَنِ عَدِیمِ
 شدمِ خوار از کُرا اِیںِ بِہِ سَرِشتِ
 الہی! بِہِ حَالِ نِزَارِمِ کُرم!
 ثُو از مَکِبرِ شیطاںِ مرا دِوِ اَمَانِ
 الہی! بِہِ دُردِ دِلِ آہِشِکَاںِ
 الہی! بِہِ شوقِ غراہاتِیاںِ
 نماید بِہِ شَبِ آںِ کہ کارِ سَہِندِ
 طَہْلِیلِ حَیثانِ فَرخِ زَہِوِ
 کہ بِہِ رِیاقِ دِوِ کَامِ شائستِ زہرِ
 تو اِیںِ دُژدِہِ را مِیرِ انورِ بَکِنِ
 شومِ غرقِ وحدتِ ز پا تا بِہِ لُرقِ

گریزان شوم من ز دنیاے دُوں شود حال دُنیا بہ چشمِ زبوں
 بجز عشقِ ذاتت نباشد ہوں بماند بہ دل نامِ نامیت و بس

احساسِ موقفِ کمِ اساس

اب نازک خیالوں چہستانِ سخن سے، اس بچہِ امان، کج گز زبانِ نادراہمنِ ناقوس کی یہ التجا ہے کہ اس تحریر میں کسی طرح کا اعتراض ہو یا کچھ غلطی معلوم ہو تو بہ ذریعہ تحریر اس غمِ نام کو اٹھایا بخشش تاکہ دفعہٴ ثانی میں اس کی اصلاح ہو جائے۔

اشعار

اگر کسی صاحب کے پاس کسی شاعر کا کلام موجود ہو تو جس قدر اس کا حالِ کتاب میں درج ہوتا مناسب سمجھیں لکھ کر عنایت فرمائیں، موقف کو مرہونِ منت بنائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! وقتِ اظہارِ دفعہٴ ثانی علیہ طبع سے حزن ہو جائے گا، محکم کی یادگاری کا ذریعہ ہاتھ آئے گا۔ اللہ بس، ماسواہوں!

[سرآبِ خیالی، صفحہ ۹۵، ۹۶]

ملحقه (۹)

حواشى مصنف

- ۱۔ اگست ۱۸۷۸ء کا النجم اخبار، جلد ۹، نمبر ۳۳ نقل ہے کہ ازودت نای ایک ہندو عورت، عظیم ادب میں فاضل، انگریزی، ہندی، سنسکرت اور فرانسیسی زبانوں کی کامل، تھوڑے دن ہونے لگتے میں آئی تھی (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۲، حاشیہ)۔
- ۲۔ یہ تذکرہ، دکن کے اردو گوشتاعروں کا، بنام خزینۃ العلوم فی مناقب المتعلقات المنظوم سنہ ۱۸۷۹ء میں مقام لاہور چھپ گیا ہے۔ ۲۰۱۲ء (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۲، حاشیہ)۔
- ۳۔ سنہ ۱۳۹۹ ہجری نبوی (مطابق ۱۸۸۳ء) میں پھر تیسری دفعہ، از سر نو ترتیم فرما کر شائع کیا ہے۔ ۲۰۱۲ء عفی عنہ (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۶، حاشیہ)۔
- ۴۔ ”چمن انداز“ کے شروع میں چمن کا بیان لکھا گیا ہے۔ ۲۰۱۲ء عفی اللہ عنہ (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۸، حاشیہ)۔
- ۵۔ یہ مصنف کتب متعددہ، یہ مقام لاہور، بعد لینے فیشن کے، رہ گزراے عالم بھا ہوئے۔ ۲۰۱۲ء (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۹، حاشیہ)۔
- ۶۔ یہ رسالہ بھی بہ نام نکات الحساب، سنہ ۱۸۸۰ء میں چھپ گیا۔ ۲۰۱۲ء عفی اللہ عنہ (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۳، حاشیہ)۔
- ۷۔ حشیہ : تان سین کھاؤنت اور باز بہادر عطائی: دونوں عدلی شاہ بادشاہ کے شاگرد، عظیم موسیقی میں بے نظیر تھے۔ عدلی، سنہ ۹۱۳ ہجری (مطابق ۱۵۰۵ء) میں، بہ مقابلہ شہنشاہ خاں مخاطب بہ سلطان بہادر، مارا گیا۔ ۲۰۱۲ء (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۳، حاشیہ)۔
- ۸۔ تذکرۃ حسینی میں ملتا کا نام شاید سہو کا تب سے بھائی فاطمہ چھپ گیا ہے۔ بہر کیف، اس نے اس کو غرار زی لکھا ہے۔ ۲۰۱۲ء عفی اللہ عنہ (۲۰۱۲ء تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۷، حاشیہ)۔
- ۹۔ اختر تاباں میں اس کو بہ تحفہ آفاقی کا نام لکھا گیا ہے (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۹، حاشیہ)۔
- ۱۰۔ اختر تاباں میں بہ تحفہ سنی لکھا ہے (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۹، حاشیہ)۔ [التماسی مؤلف کم اسماں پہلے آپ میرے والدہ داسنی مولدہ کے معاملہ کو ملاحظہ فرمائیں مگر اختر تاباں نای

گرمی تذکرے کے متوالے کو مستتر یا غیر مستتر سمجھیں۔ منہ غنی اللہ عنہ۔ [یہ اتنا س تمام کتاب میں، جہاں جہاں اختصارِ تالہاں کا حوالہ ہو، بکار آمد ہے۔ ۱۲ منہ غنی اللہ۔] (۳۳)

۱۱۔ مہر حسین دوست سنبھلی کے تذکرہ فارسی سے، جو بنام [تذکرۃ حسینی، سنہ ۱۸۷۵ء کا] بچھا ہوا ملا، معلوم ہوا کہ آصفی نے یہ قلع [کذا] آغا بیگ ہردی کو لکھا تھا اور یہ شعر: آواز.....
ایہ۔ اسی آغا کا ہے، مگر میرے نزدیک قول اولاً، اول ہے۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسبۃ نامدی، صفحہ ۱۹، حاشیہ]۔

۱۲۔ یہ شعر لالہ خاتون کے نام بھی، بعض نے لکھا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسبۃ نامدی، صفحہ ۲۰، حاشیہ]۔

۱۳۔ اختصارِ تالہاں میں اس کو پختہ نہیں ماہ لکھا ہے [تذکرۃ النسبۃ نامدی، صفحہ ۲۱، حاشیہ]۔

۱۴۔ اختصارِ تالہاں میں اس کو کجانی استر آ بادی لکھا ہے۔ ۱۲ تذکرۃ النسبۃ نامدی، صفحہ ۲۲، حاشیہ]۔

۱۵۔ عجائب الاسطر، یعنی سرمدہ شیخ ابن بطوطہ مرتبہ ابن جزی، مترجمہ جناب فضیلت عاب مولوی محمد حسین صاحب ایم اے، ڈسٹرکٹ جج فیروز پور پنجاب، ساکن قصبہ مم، من مضامات زجک، فیلوبو نیورشی پنجاب، جلد دوم، باب چار، فصل حمیر، ہذا کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے حاشیہ پر درج ہے کہ فرشتہ اور بدایونی، دونوں متعلق ہیں کہ شیخ زاہد دمشقی اور عبید زاکانی شاعر نے (جوان دنوں ہندوستان میں آکر) ناخاں کے صاحب بنے ہوئے تھے، لڑاک چکی کے بند ہو جانے سے یہ افواہ اُڑادی کہ تغلق شاہ مر گیا، اور ساتھ ہی امیروں کو بہکایا کہ ٹو ناخاں ٹم سے ناراض ہے۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ اس نے دونوں کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ وہاں دونوں مارے گئے۔ حتم مفاد و کلام۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ۔ [ملحقہ ۱۰، صفحہ ۲۲، نمبر ۱۱]

۱۶۔ یہی شعر نسائی نام [کذا] سے بھی لکھا گیا ہے۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسبۃ نامدی، صفحہ ۲۳، حاشیہ]۔

۱۷۔ تذکرۃ النسبۃ مستجاب اختصارِ تالہاں کے مولف نے حیاتی کی منزل بھی اسی حیات کو بخشی اور حیات تذکرہ، بالا کا وہ شعر، جو تحت آ رام لکھا گیا ہے، وہ بھی اسی کا سمجھا، آ رام کا ذکر بالکل اولاً

دیا۔ ۱۴۔ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳، حاشیہ]۔

۱۸۔ اختیہ ناہاں والا، فخر النساء کا نام بتاتا ہے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۵، حاشیہ]۔

۱۹۔ اختیہ ناہاں والا اس کو بچہ خالص آقا دوست لکھتا ہے، عروض و قافیہ کا فاضلہ [کذا] بتاتا ہے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳، حاشیہ]۔

۲۰۔ اختیہ ناہاں میں اس کو ایرانی لکھا ہے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳، حاشیہ]۔

۲۱۔ تذکرۃ حسینی میں اس کو دہری ماہری لکھا ہے، الغلب کہ ۳۰ کاتب ہو۔ ۱۲ منہ غلیٰ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳، حاشیہ]۔

۲۲۔ اختیہ ناہاں والا اس کو ایرانی بتاتا ہے اور مصحفی کا یہ شعر دکھاتا ہے۔ ۱۲:

جا گلہ دست مرا بخت بد از یار جدا غم جدای کشد، ہم چرخ ستم کار جدا

[تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۴، حاشیہ]

۲۳۔ اختیہ ناہاں والا اس کو اس سیف الملک تورانی کی بیٹی لکھتا ہے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۴، حاشیہ]۔

۲۴۔ بہارا بہارستان فلرا مطبوعہ واقعہ ثالث میں مہتاب النساء لکھا گیا ہے۔ ۱۲ منہ غلیٰ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۴، حاشیہ]۔

۲۵۔ اورنگ زیب کی مختصر سوانح عمری، مولفہ محمد اکمل لاہوری مرتبہ سنہ ۱۸۹۶ء مطبوعہ سنہ ۱۹۷۹ء [۱۸]، وہ مصطفائی پریس لاہور، صفحہ ۵۳، تحت سرشی (چلن) اس کی عمر ۹۱ سال، ۱۳ اداون کی ہوئی: پچاس سال، دو ماہ، ۲۷ یوم سلطنت کی۔ دولت آباد کے قریب شیخ برہان الدین اور شاہ ذری اردخشی کے حوازیوں کے درمیان دفن کیا گیا۔ اس کی تاریخ وفات ”دخل الجنة“ ہے۔ تحت الکلام۔

حسب تحریر کنز الدلای (۱۲۹۸ھ [مطابق ۱۸۸۱ء]) و ملخص تسلیم (۱۳۰۰ھ [مطابق ۱۸۸۳ء])، ”جنہ“ کی تافوقانیہ کے پانچ عدد شمار کرنے تھے مگر مؤرخ نے چار سولے لیے جو ناہار تھے۔ ۱۲ منہ غلیٰ عنہ۔ [۶۳]

- ۲۶۔ نسو: زیب زینت پس نہیں ہم نام من زیب النساء (تذکرۃ النسب نامہ، صفحہ ۳۱، حاشیہ)۔
 [تذکرۃ النسب نامہ (۳۱) میں "زیب" ہے "نسو" لکھ کر حاشیہ میں یہ مصرعہ لکھ دیا گیا ہے ممکن ہے
 تذکرہ نگار کے ہاتھ میں مصرعے کی یہ صورت بھی رہی ہو (مرتب)۔]
- ۲۷۔ فضضہ دل کشی کے دوسرے حصے مطبوعہ سے معلوم ہوا کہ مشتری کا دیوان فارسی چھپ گیا
 ہے۔ ۱۲۔ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسب نامہ، صفحہ ۳۲، حاشیہ]۔
- ۲۸۔ اختر تابان والا اس کو تاحریک بنی، رشید و طواغ کی ہم مصرعہ بتاتا ہے۔ ۱۲۔ [تذکرۃ النسب نامہ،
 صفحہ ۳۳، حاشیہ]۔
- ۲۹۔ دے دارم پہ پہلو ۱۲۔ [تذکرۃ النسب نامہ، صفحہ ۳۳، حاشیہ]۔ [حسب سابق "مراد" ہے "نسو"
 لکھ کر اندرونی حاشیہ میں یہ تبادیل صورت لکھی گئی ہے (مرتب)۔]
- ۳۰۔ سیدا ۱۲۔ [تذکرۃ النسب نامہ، صفحہ ۳۳، حاشیہ]۔ [اے ملک "پے" ان کا نشان بنا کر اندرونی
 حاشیہ میں "سیدا" درج کیا گیا ہے (مرتب)۔]
- ۳۱۔ اختر تابان والا دونوں کو ایک ہی سمجھتا ہے اور یہ شعروہ بھی دونوں جگہ لکھتا ہے۔ ۱۲۔
 [تذکرۃ النسب نامہ، صفحہ ۳۳، حاشیہ]۔
- ۳۲۔ اختر تابان والا نور خفص بتاتا ہے۔ ۱۲۔ [تذکرۃ النسب نامہ، صفحہ ۳۳، حاشیہ]۔
- ۳۳۔ اختر تابان والا اس کو کائناتی امرانی لکھتا ہے۔ ۱۲۔ [تذکرۃ النسب نامہ، صفحہ ۳۳، حاشیہ]۔
- ۳۴۔ اختر تابان والے نے یہ شعر نور جہاں کے نام پر لکھا ہے۔ ۱۲۔ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسب نامہ،
 صفحہ ۳۳، حاشیہ]۔
- ۳۵۔ اختر تابان والا یہ شعر نرائی شیرازی کے نام پر لکھتا ہے، بل کہ ایک یہ شعر بھی اسی کا بتاتا ہے۔
 شدم دیوانہ تاد در خواب دیدم آں پری زاوے
 چہ باشد حال گر بیند بہ بیداری کسے اورا
- [تذکرۃ النسب نامہ، صفحہ ۳۴، حاشیہ حلقہ "صوت ثار۔۔۔"]۔
- ۳۶۔ اختر تابان والا نے ہر شعر نرائی کرنی کے نام پر لکھے ہیں۔ ۱۲۔ [تذکرۃ النسب نامہ، صفحہ ۳۴، حاشیہ]۔

۳۷ اختر تابان میں اس کو زوجہٴ خاور لفظ لکھا ہے۔ ہاں، ہاتھم آشنائی ہو تو ہو۔ ۱۳ منہ
[تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۳، حاشیہ۔]

۳۸ تصحیح کلمتہ، نیاز میں جو مصححتی، خواف کے حکم راں کی بہن کو بندے نے لکھا تھا، وہی جھیلے
میں حاجی تخلص سے درج ہوگی۔ خدا معلوم بندے نے یہ دھوکا کس تذکرے سے لکھایا۔
بہر کیف، میرے نزدیک یہ لفظ ہے، تحریر سابقہ درست ہے۔ حاجی، مصححتی کے بھائی کا
تخلص ہے، نہ کہ عورت کا۔ کما مر ۱۴ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۹۱، حاشیہ
حلقہ صحت نامہ تذکرۃ النسائے نادری، مطبوعہ دفعہ جانی ...]۔

۳۹ ہاں، یاروں نے ایک مہریان کی زبانی سن لیا کہ یہ شاعرہ بہارن پور کی کہی ہے۔ ۱۴ منہ غنی
اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۰، حاشیہ۔]

۴۰ صاحب بہار نے جو تیسری دفعہ سن ۱۲۹۹ ہجری میں از سر نو بہار دکھائی تو صفحہ ۲۵ پر تحریر فرمایا
کہ یہ غزل کسی اور شاعر کی ہے مگر اس کا ثبوت کچھ نہیں۔ ۱۴ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری،
صفحہ ۷۳، حاشیہ۔]

۴۱ یہ شعر ذہن کے نام پر بھی لکھا گیا ہے۔ ۱۴ منہ غنی اللہ عنہ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۸۰، حاشیہ۔]

۴۲ اس شاعرہ نے ان شعروں میں رتھ یوں کے نام موزوں کیے ہیں، اور وہ قصہ طلب ہیں۔
اس طرح کی بندش کو صنعت تلمیح یا بقول بعض تلمیح کہتے ہیں، اور گو شیریں فرہاد اور لیلیٰ
بجوں کے قصے تو مشہور ہیں مگر ملا گیر کے نام سے بھی شاید دلی والوں کے سوا اور کوئی واقف
نہ ہو۔ اس سبب سے میں اس کا مختصر قصہ بیان کرتا ہوں، کہ اسی صدی میں میر عاری نامی
ایک زانہ تھا جس نے کئی نوچیاں خرید کر ایک ڈیرا پیٹھ عام کا قائم کر رکھا تھا۔ اُسی کی ایک
نوم کا نام ملا گیر بھی تھا جو اُس وقت اپنے حسن و انداز میں یکتاے زمانہ مشہور تھی اور اس بے
مقدار کے قرائتوں میں ایک صاحب ثروت راجا نوڈرل نامی گرامی کوٹھی وال ساکن کنڑہ
مشروع واقعہ در یہ کلاں، اُس پر فریفتہ و شیفٹہ تھے جن کا انجام یہ ہوا کہ لاکھ لاکھ خاک میں
ملا کر حیدر آباد کن میں جا پڑے۔ لوگوں کی زبانی تو میں نے اُن کو کروڑ پتی سنا ہے۔ واللہ

اعلم یہ حقیقت الحال۔ الحاصل، تلاش جیسا فعلیہ ہے کہ اس میں رسوائی و سرگردانی و پریشانی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو مرنا ہی نصیب ادا ہوتا ہے۔ خداوند اٹھ اپنے بندوں پر رحم فرما اور اس مصیبت میں کسی فرد بشر کو جتنا نہ ہونے دے! ۱۲۔ آمین، یا رب العالمین! منہ غفری اللہ عنہ۔

[انتالاج المعانی نامی رسالہ مرحومہ میرزا محمود بیگ صاحب راحت، مطبوعہ سنہ ۱۸۷۳ء، مطبع میڈیکل پریس آگرہ کے ”باب ازل: ذکر حکایات عدالت حاکمانِ مہدلت آگس“ کی پہلی حکایت میں میردادی شذکرہ کے ایک مقدمہ خریدہ فوجی مستجابہ سرداری (۱۹۷۷ء) کا احوال مندرج ہے۔ گو اس میں طاہر کا تذکرہ نہیں ہے مگر نام بردہ کا ثبوت اور اس کے ذمہ دار ہونے کا بیان میر تقی کی تصدیق بخوبی کرتا ہے۔ اسی سبب سے یہ نوٹ لکھا گیا۔ ۱۲۔ منہ غفری اللہ عنہ۔] (۱۹۸)

۳۳ یہی شعر جانی بیگم کے نام سے مشہور ہے۔ خدا جانے واصل کس کا کلام ہے [تذکرہ النسبۃ نادری، صفحہ ۹۱، حاشیہ]۔

۳۴ یہ صاحب مصنف رسالۃ تاثیر القلوب کے ہیں اور خواب متناطیس کے حامل ہیں (یعنی مسمریزم)۔ مجھے بھی اُن کی خدمت نیاز ہے۔ جب مرد و صاحب انداز ہے اُن کا رسالہ تغیر سیاق و سباق کے باب میں نہایت عمدہ چھپا ہے۔ وہ بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ ۱۲۔ منہ غفری اللہ عنہ [مرآۃ خیالی، صفحہ ۳۰، حاشیہ]۔

۳۵ بہار، مطبوعہ دفعہ ثالث، سنہ ۱۲۹۹ھ [مطابق ۱۸۸۲ء] میں، جو ”چمن انداز“ مطبوعہ دفعہ اول، سنہ ۱۲۹۵ھ [۱۲]ھ [مطابق ۱۸۷۸ء] کے گویا چار برس بعد چھپی ہے، اس کو تیس برس کا لکھ دیا ہے۔ اس تحقیق کی داغ بیل دس دس کچھ عرض نہیں کرتا۔ ۱۲۔ منہ [تذکرہ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۰۳، حاشیہ]۔

۳۶ شاید روئیف کی رعایت تلفظ پر رکھی گئی ہے۔ ۱۲۔ منہ غفری اللہ عنہ [تذکرہ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۰۶، حاشیہ]۔

۳۷ ”دردِ غم کو ہم بڑے ٹو“ اسی کو کہتے ہیں، کیوں کہ چناب اگر آپ اس شاعرہ سے واقف ہوتے

تو اڈل یا دوسری دفعہ میں اس کا ذکر کیا ہوتا۔ اب دفعہ ثالث میں، ”چمن انداز“ کی مثال سے سخن سازی کیوں کرتے ہو؟ ۲۔ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۱۱۳، حاشیہ]۔

۳۸

بعد اظہار اس رسالے کے رسالہ معارضۃ القتر، محمد مقبول عالم برادر مقصود و کھایا تو اُس میں اس شاعرہ کا کلام تو آور ملا مگر آور کچھ حال نہ نکلا۔ ۱۲۔ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۱۱۳، حاشیہ]۔

۳۹

بہار، مطبوعہ دفعہ ثالث میں اس کی تصحیح یوں کی گئی ہے کہ کثیر فاطمہ بیگم نام، کثیرہ فطرس، حضرت الدولہ بہادر کی چھوٹی بیٹی کا تھا۔ اس موقع پر جس قدر عہد است حکیم صاحب نے تحریر فرمائی ہے، اس میں اپنے جویر ذاتی خوب ظاہر فرمائے ہیں۔ ”بہادر“ کو ”یہ اور“ لکھ کر فقرے کو مہذب کی بو خیال کیا ہے، یہ نہ سمجھا کہ یہ مطیع والوں کی خوبی ہے، نہ موصفت کی۔ مزید براں یہ کہ حضرت نے ”نصرت“ کو ”حضرت“ خود بنالیا ہے۔ اس بہتان بندی کا خدا ہی حافظ ہے۔ ۲۔ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۱۱۳، حاشیہ]۔

۴۰

یہ مطلع نظیر کا ہے، نہیں معلوم اس کے نام سے کس طرح مشہور ہوا۔ ۱۲۔ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۱۱۳، حاشیہ]۔

۴۱

سنہ ۱۸۸۳ء میں، جب کہ یہ کتاب دوسری دفعہ چھپ رہی ہے، خاتم صاحبہ حیدرہ بادکن میں رونق افروز ہیں، بل کہ مقلد کو کور بھی انھوں نے اپنے پاس ہی بلا لیا ہے۔ ۱۴۔ منہ عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۱۱۳]۔

۴۲

اس کتاب کے چھپتے چھپتے ماہ نومبر سنہ ۱۸۷۸ء میں عمدہ جان بہ عارضہ بخار راجی ملکسو عدم ہوئی۔ حضرت بکیر خوش تقریر نے اُس کی تاریخ وفات یوں سوزوں کی:

آن عقیفہ صاحب عصمت ازیں دہر الفنا رفت سوے خلد حسب القلم خلاق العباد
ملہم فیہی پہ تاریخ ریش بکیرا گشت ”زیر دامن خیر القسا جاوید باد“

۱۸۷۸ء

تحریر ۱۳ دسمبر سنہ ۱۸۷۸ء، مقام لاہور، از نوادش نامہ بکیر۔ درگاہ پر شاد عفی اللہ عنہ [تذکرۃ النسلی نادرى، صفحہ ۱۱۳]۔

معروضے سے رفع کرتا ہے کہ شریف زادہوں کو شاعری کی ممانعت دیتی ہے، وحیات کی طرف زیادہ رغبت دلائی جاتی ہے۔ دوسرے، اُن کا کلام دست یاب ہونا بہت مشکل ہے۔ اس پر بھی ”چمن انداز“ کی ۱۳۳ شاعروں [شاعراؤں؟] میں ستاون (۵۷) پہلی مانسوں کا کلام موجود ہے۔ ۱۴ منہ علی اللہ عنہ [تذکرۃ النسایہ نادری، صفحہ ۳۶]۔

۹۱۔ قول نمونہ..... الخ — صاحب اخبار نے اس موقع پر چند ادنیٰ کا پورا پورا حال درج فرمایا، بندے نے اُسے چھوڑ دیا، کیوں کہ اصل کتاب میں موجود ہے۔ ۱۴ منہ علی اللہ عنہ [تذکرۃ النسایہ نادری، صفحہ ۱۶۰]۔

۹۲۔ یہ دیوچ پنجلی اخبار، صداقت بار، نمبر ۱۲، جلد ۱۳، مطبوعہ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۸۷۷ء میں شائع ہوا تھا۔ ۱۴ منہ [تذکرۃ النسایہ نادری، صفحہ ۱۶۱، حاشیہ]۔

۹۳۔ بعض شاعر اُس ماڑے کو اس نام سے یاد فرماتے ہیں، جس میں دن، تاریخ، مہینے کا نام ہو اور اُن کے عدد سال ظاہر کرے [تذکرۃ النسایہ نادری، صفحہ ۸۸، حاشیہ]۔

۹۴۔ اس رسالہ مستجاب کمالی دو علم لوائی کا ترجمہ بندے نے رسالہ ضحیٰ فارسی جناب ممدوح کے ترجمے کے ہم راہ چھپوایا ہے، اور اصل فارسی دونوں رسالوں کی، جناب کے کلمات میں بھی شائع ہوئی ہے۔ ۱۴ منہ علی اللہ عنہ [تذکرۃ النسایہ نادری، صفحہ ۱۲۷، حاشیہ]۔

۹۵۔ التماس موقع، کم اساس: گو اس کتاب میں یاے معروف و مجہول کی شناخت مروجہ حال طوطا رہی ہے مگر بعض جا ”ع“، ”و“، ”ف“ کا اشارہ دستور قدیم کے بموجب بھی کرنا پڑا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی نقاط وغیرہ کی غلطیاں اس میں رہ گئی ہیں جو ناظرین خود درست فرمائیں گے۔ مجھے زیادہ صحت کی فرصت، ذاب کاغذ میں مجھاکش۔ اللہ بس ماسوا ہوں! [تذکرۃ النسایہ نادری، صفحہ ۱۹۴] [آداب کا یہ بیان تذکرۃ النسایہ نادری کے حقیق ہے (مغرب)۔]

ماحقه (۱۰)

فرهنگ

از مصنف

اصنام : ضم کی جمع۔

حورین : اصل میں ”حور“ جمع کا میثد ہے، ”حورا“ اس کا مفرد ہے، مگر اردو اور فارسی والوں نے اس کو مفرد ہی استعمال کیا ہے، ”حوران“ جمع بنایا ہے، جو دراصل جمع الجمع ہے، اور اسی سبب سے ”حورین“ شنیہ گھڑ لیا ہے۔ اگر بے محاورہ ہو تو ناظرین معاف فرمائیں۔ ۱۲ منہ علی منہ۔

خیابان : نام قصہ ایران۔

رقعہ : خط۔

رام جنی : یہ لفظ دراصل ”زم جنی“ بمعنی رستے، یعنی چلتے پھرتے کی اولاد کے ہیں۔ نوید جلاوید میں جو اس کو ”رام جنی“ خدا کی بیٹیاں لکھا ہے، بالکل بے جا ہے۔ دیکھو: سرگزشت نادری کا خاتمہ بجزء یکم جی ۱۹۰۰ء، جو نام ”نمود خیالات مذہبی“، ہم راہ رسالت سلسلے دھرم کی صداقت و قداست بٹھپ گیا۔ ۱۲ منہ علی اللہ منہ [مسلحہ سراہہ حبلی، ص ۲۹ نمبر ۳۳]۔

ریس : خط۔ ۱۳

ریس : یہ بڑے معروف، بہ معنی حرم، ہم سری، برابری وغیرہ — زبان پنجابی کا لغت ہے، نہ کہ اردو کا! اور ”تنگی کا ناچ“ پُر رہی محاورہ ہے، کہ اردو معطل کا۔ ایسے ہی اور چند محاوروں کا استعمال حضور نے فرمایا ہے۔ کیا آپ ان کی سند اپنے استاد: غالب، علی کن غالب مرحوم کے کلام فیض انصاف سے دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! یہ چھاؤنی والوں کی بول چال ہے، ان کی سند اصل زبان اردو کے کلام سے ملتی محال ہے۔ ۱۲ منہ علی اللہ منہ [مسلحہ سراہہ حبلی، ص ۳۰ نمبر ۳۴]۔

ریل : صحیفہ: دراصل ریل اس لفظ کی پٹری کو کہتے ہیں جس پر قطاری گاڑی کے چکے [چپے] چلتے ہیں مگر عوام اس میں یہ لفظ ”ٹرین“ کی جگہ مروج ہو گیا ہے۔ کما لا یخفی علی الفہم۔

سکپا : المصل الفوائد، مطبوعہ مطبع رضوی، دہلی، سنہ ۱۳۰۵ ہجری [مطابق ۸-۱۸۸۷ء]، صفحہ ۶۳، جلد اول کے حاشیہ پر دیکھا گیا ہے کہ ”سکپا“۔ یہ بڑے موحدہ، ہانگسراوے آراش است کہ از

گوشت و گندم و سرکہ و نبات و کشش سازند۔" پس، "سکپا" غلط ہے۔ اس کا تلفظ کاف عربی و با مسودہ سے ہی درست ہے۔ منتخب اللغات کی پہلی ہی فصل سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ مرتب ہے۔ "سک" پہ معنی نوے خوشبو اور "با" بمعنی "ابا" سے، جو بالفتح، یعنی "آش" بدون حمزہ، لغتہ قادری ہے، اور صاحب غیبات نے بھی یہ لفظ بہ کاف تازی و با مسودہ ہی لکھا ہے۔ ۱۲ منہ غنی اللہ عنہ [ملحقہ مراتب خیالی، صفحہ ۲۶، ۲۷: نمبر (۱۴)]۔

کی ایثوراں : شاعران۔

کبرانیوں : شاعرہ۔

کسی کی : یہ لفظ [کسی کی] آج کل کے محاورہ میں اسی طرح مستعمل ہے مگر پہلے "کسوی" بولتے تھے۔ اس شاعرہ نے بھی اس کو و او ہی سے بانٹھا ہے [کسوی] مگر میں نے "ے" سے لکھ دیا۔ ۱۲ منہ غنی عنہ۔

مجادلہ : لڑائی جھگڑا و دشمنی، خصومت۔

مرقعہ [مرقع] : تصویروں کی کتاب یا گدڑی۔

مہینتی : عابدہ و زاہدہ۔

ضمائم

ضمیمہ (۱)

مرتب کے حواشی

- ۱۔ پہلی اٹھ۔ آج کل اس کی جگہ "شاعرات" مشتمل ہے۔
- ۲۔ اصل: "سرشت... انجمن" [تذکرۃ النسائے نادری، سرورق]۔
- ۳۔ "حصار سعادت پنڈو ٹو پانڈ" تاریخی ماڈہ ہے۔ اس کے لوہ "۱۳۰۲ ہجری" درج ہے، لیکن اس تاریخی ماڈہ سے ۱۳۰۱ کے بجائے ۱۳۰۵ کا عدد برآ ہوتا ہے۔ اس میں سے آخری حرف "و" کے چار عدد کم کیے جائیں تو ۱۳۰۱ کا عدد برآ ہوتا ہے۔
- ۴۔ یہ شعر نادر نے پہلی بار اپنے پہلے تذکرے خروستہ العلوم فی متعلقات المنظوم کے سرورق پر درج کیا۔
- ۵۔ ملحقہ مراتب حیدری، صفحہ ۲۲، نمبر (۱) تاریخی ماڈہ "تذکرۃ نسائے نادری نام نہاد" سے مطلوب۔ ۱۹۰۲ کا عدد برآ نہیں ہوتا۔ دونوں ہزاروں کو ملانے سے ۱۸۶۳ اور ہزاروں کے بغیر ۱۸۶۲ کے عدد برآ ہوتے ہیں۔ "نام" کی جگہ "نام" ہونے ہزاروں کے بغیر ۱۹۰۲ کا عدد برآ ہو سکتا ہے۔
- ۶۔ مجلسین نادر، جلد ۱، آخری لفظ شریف ہے۔ بحر میں لفظ شروع میں بھی کتابت ہوا ہے۔ یوں لفظ "شریف" کی تحریر ہو گئی ہے۔ بعض کاتب زماں قدیم میں "ترک" کے بجائے یہ طریقہ بھی استعمال کرتے تھے۔ مجلسین نادر میں آنکھ بھی بعض صفحات میں پالتراہم ملتا ہے۔
- ۷۔ اصل: "گنجی" اور اس کے نیچے "ف" کا نشان ملایا گیا ہے۔ ایسا نشان آنکھ بھی ایسے الفاظ کے نیچے لگایا گیا ہے جو بڑے معروف کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس لفظ میں یاے معروف کے بجائے یاے مجهول پڑھی جائے۔ اس نام کی نشان دہی نادر نے کتاب کے صحت نامے میں کر دی ہے۔
- ۸۔ اصل: "علی بن مسلمین و مسلمہ" [مجلسین نادر، صفحہ ۲؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۴]۔
- ۹۔ متن میں ہے: "تکیم کا نام کا ذکر حسب موقع گذشتہ تاریخان کا جزو اخیر..." [مجلسین نادر، صفحہ ۲؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۴]۔ سکتا ("کہ ہونے سے" حسب موقع" کو "تکیم کا نام کا ذکر" سے حعلق بھی باور کر سکتے ہیں اور مجلسین نادر میں سے بھی؛ لیکن مجلسین نادر میں سے حعلق کرنے میں قیامت یہ ہے کہ "تکیم کا نام کا ذکر" سے ایسی صورت میں، یہ باور ہوگا کہ تکیم کا نام کا ذکر مکمل طور پر بطور ماخذ پیش نظر رہا ہے، جب کہ مجلسین نادر میں آخری حصہ حسب موقع استعمال کیا گیا۔ ہم جانتے ہیں کہ نادر نے ان دونوں کتابوں سے اردو شاعرات سے حعلق معلومات اخذ کی ہیں اور تکیم کا نام کا ذکر (مجموعہ نادر) شعر کا ذکر ہے اس میں شاعرات کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، لہذا کہیں

کھیں ذکر ہونے کی صورت میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ پورا تذکرہ حافظ کے طور پر پیش نظر رہا: چنانچہ مجموعہ غفر سے ”حسب موقع“ کی استفادہ کیا گیا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ مصنف نے مجلسۃ دارینان کے جزو اخیر کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ مجلسۃ دارینان ہی انتخاب اشعار کا آخری نکتہ ہی اُن کا حافظ ہے۔ ایسی صورت میں اس کے ساتھ ”حسب موقع“ کا جواز مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

مترجمہ بلادوں پہلوؤں کو مذکور نظر رکھتے ہوئے ”حسب موقع“ کا تعلق ”تکمیل کاتم کاتہ کرہ“ سے قائم کرنے کو ترجیح دی گئی ہے اور اسی لیے حسب موقع کے بعد سونپ لے کا التزام کیا گیا ہے۔

اصل: ”عرب کی۔“ کی ”کے نیچے بھی“ ل ”درج ہے، گویا“ کے ”پڑھنا چاہیے۔“

۱۰۔ ملحوظہ موات خلیفہ، صفحہ ۲۳: نمبر (۲)۔ آخر میں ”۱۲“ اسے غلطی سے درج ہے۔

۱۱۔ اصل: ”تَقُولُوا غَفْرَةُ الشَّوَابِ“ [مجلسی دار، صفحہ ۵: تذکرۃ النسائے قادری، صفحہ ۵]۔

۱۲۔ اصل: ”تَقُولُوا طَاعَةَ نَابِغَتِنَا بِنْتِکُمْ“ [مجلسی دار، صفحہ ۵: تذکرۃ النسائے قادری، صفحہ ۵]۔

۱۳۔ اس عربی شعر کا اصل ترجمہ یوں ہے: ہم تمہارے پاس آ گئے، ہم تمہارے پاس آ گئے۔ سو اپنے قبیلے میں ہمیں سلام کو اکر گیا وہ (مجھ کو) کہہ دیتی تو ہم تمہاری راہی میں نہ ہوتے۔ [بہ شکر یہ ڈاکٹر خورشید رضوی (لاہور)]

۱۴۔ اس عربی مصرعے کا صحیح ترجمہ یوں ہے: اگر خداے رحمن کی اعلیٰ عزت نہ ہوتی تو ہم تمہاری راہی میں نہ ہوتے [بہ شکر یہ ڈاکٹر خورشید رضوی (لاہور)]

۱۵۔ ”ایک بار بار“ کے تاریخی مادے سے ۱۲۸۹ کا عدد استخراج ہوتا ہے، جب کہ ۱۲۸۸ کا عدد ”ایک بار بار“ سے حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہاماد بن ابی شیر نے ”ایک بار بار“ ہی تاریخی مادہ کہا ہوگا۔ اسے نقل کرنے میں مصنف نے کہہ ”بار بار“ لکھ کر کتاب نے غلطی کر دی۔

۱۶۔ تاریخی مادے ”طیرتہ شعرا“ سے ۱۲۸۱ کا عدد نکلتا ہے۔ اس تاریخ میں خوجہ ہے دوسرے مصرعے میں ”بے تاریخ“ کا مطلب ہے کہ وہ تاریخ میں ”تاریخ“ کے ۲۵۳ عدد خارج ہوں گے۔ یوں مطلوبہ سو بکری ۱۲۸۸ حاصل ہوتا ہے۔ پہلے مصرعے میں ”تاریخ“ کی ترکیب میں شاعر نے مصنف کا تخلص بھی نظم کر دیا ہے۔

۱۷۔ اصل: ”الحیرہ“۔ یہ لفظ بظاہر باغوا ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے کہہ ”کاتب“ نے ”الی آرمہ“ کو پرانے انداز کتابت کے مطابق لکھ کر یوں لکھا ہے ”الحیرہ“۔

۱۸۔ ملحوظہ موات خلیفہ، صفحہ ۲۳: نمبر (۳)۔ آخر میں ”۱۲“ اسے غلطی سے درج ہے۔

- ۲۰۔ اس کی کوئی نندہ موجود نہیں کہ آں حضرتؑ نے یہ شعر سنئے تھے۔
- ۲۱۔ ملحقاتِ ہراتِ خیالی، صفحہ ۲۵، ۲۴: نمبر (۴)۔ آخریں ۱۴ منہ علی اللہ عزہ درج ہے۔
- ۲۲۔ گنجلوں ناز میں بھی یہ شعر نود جہاں کے ترختے میں درج ہوا ہے۔ وہاں یہ مصرعوں لکھا گیا ہے۔
کل تم جو یہ کہتے تھے، شمشیر چادر میں ہوں
- (گنجلوں ناز، صفحہ ۳: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۶)۔ اس مصرعے کی یہی صورت ہاوزن اور گنج گنجی ہے۔
- ۲۳۔ مصنف کے زمانے میں بھی اور اس کے بہت عرصے بعد تک ادبی دنیا میں یہی مشہور تھا کہ اردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر وادی دکن ہے، تا آن کہ ۱۹۲۴ء میں مولوی مہدی الحسن نے گنجلوں قلی قطب خاں کا تفصیلی تعارف کر دیا اور ڈاکٹر محمد بن قادری زور کی ترغیب سے ۱۹۳۰ء میں یہ نکلیات آب و تاب کے ساتھ شائع بھی ہو گیا۔ یوں دستِ یابِ کلام کی زور سے طے ہوا کہ اردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر وادی سے بہت پہلے کا شاعر وادی قطب شاہ (۱۳ درمیان ۱۷۷۷ء / ۱۳ مارچ ۱۷۶۵ء - ۱۰۴۰ء / ۱۶۱۱ء) ہے۔ (گنجلوں محمد قلی قطب خاں، مقدمہ، صفحہ ۲۶۹، ۲۶۵)
- ۲۴۔ ملحقاتِ ہراتِ خیالی، صفحہ ۲۵، نمبر (۵)۔
- ۲۵۔ ہار کے اس رسالے کا نام وسالۃ شطرنج مقرب بہ ہشت نعمتہ ہے۔ مجھے یہ رسالہ نہیں مل سکا۔ اس کا تذکرہ اور کچھ مشمولات کا اجماراج کالی داس لکھا تھا رسالے اپنی کتاب غلیات (کچھ مطالعے اور مشاہدے) میں کیا ہے۔ وہاں انھوں نے اس کتاب کا یہی نام مقرر کیا ہے۔ ہار نے اس مقام کے علاوہ آگے بھی ایک دو جگہ اس رسالے کا نام ”ہشت فنی“ مقرر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ درست نہیں۔
- ۲۶۔ اصل۔ ”ہندو ساز“ (ملحقاتِ ہراتِ خیالی، صفحہ ۲۵، نمبر (۶))۔ بظاہر یہ کتابت کی غلطی ہے۔ صحیح نام ”ہندو ساز“ ہے۔ زمانہ حکومت ۲۴۹۸-۲۵۳۷ ق م (دیکھیے ہندوستان کا شائد اور ماضی، صفحہ ۸۲)۔
- ۲۷۔ ملحقاتِ ہراتِ خیالی، صفحہ ۲۵، نمبر (۶)۔ اس مہارت کا آغاز یوں ہوتا ہے: ”تکلیا سے پہلے دلچسپ شوک...“ اور آخر میں حسبِ سابق ”۱۴ منہ علی اللہ عزہ“ درج ہے۔ تسلسل قائم رکھنے کے لیے یہ دونوں عبارتیں حذف کر دی گئی ہیں۔
- ۲۸۔ ملحقاتِ ہراتِ خیالی، صفحہ ۲۵، نمبر (۷)۔ یہاں بھی آخر میں ”۱۴ منہ علی اللہ عزہ“ درج ہے۔ طبعی کی اس مہارت اور تذکرے میں بھی، مصنف نے لفظ ”آچار“ اور اس کے مشتقات: آچاری، آچاریا،

آچار دی کو ایک جگہ کے سوا ہر جگہ الف مقصورہ کے ساتھ لکھا ہے۔ مزید دیکھیے ضمیمہ الفاف۔

۲۹۔ یہاں "مل کو جری کے بعد سادہ کا نشان" کا کرنا ہے میں "مکمل کو جری" درج کیا گیا ہے۔ یہ نام مکلفین دلو میں تو موجود ہے لیکن لگتا ہے کہ تذکرہ النسبۃ نادری کے متن میں کتابت ہونے سے ردہ گیا۔ جسے حاشیے میں درج کر دیا گیا۔ یہ معلومات اس سے قبل آثار نے اپنے تذکرہ اقبال حضرت العلوم فی متعلقات المعنوم (صفحہ ۹۵) میں بھی درج کی تھیں، مل کر لگتا ہے کہ یہ معلومات وہیں سے اخذ کر کے یہاں درج کی گئی ہیں۔

۳۰۔ لغوی بیروانی کا بیان ہے کہ بھوپ کلیان راگی کی ایجاد روپ سنی سے منسوب کی جاتی ہے ("روپ سنی"، باز بہادر "مضمون"، صفحہ ۱۹۲)۔

۳۱۔ مکلفین دلو میں "بہادر راج" ہے۔ یہاں "بہادر راج" کے بجائے "بہادر راج" زیادہ مناسب لگتا ہے، جو "باز بہادر" یا "بہادر بات" کا بھاشا تعلق ہے۔ "سکھ راج" کا قافیہ بھی "بہادر راج" کی جگہ "بہادر راج" مناسب معلوم ہوتا ہے؛ لیکن یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ "راج"، "راجا" کا تلفظ بھی ہے۔ ان معنوں میں "بہادر راج" بھی مناسب ہے۔ آئندہ شعر میں بھی مکلفین دلو میں "بہادر راج" کی جگہ "بہادر راج" ہے۔

۳۲۔ اصل: "یہ عورت اپنے" (مکلفین دلو، صفحہ ۱۱: تذکرہ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۳)۔ "گچے" کے نیچے "ج" کا نشان نکال دیا گیا ہے، گویا اس لفظ کو "جی" پڑھا جانا چاہیے۔

۳۳۔ اصل: "راج نیت کی" (مکلفین دلو، صفحہ ۱۱: تذکرہ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۳)۔ یہاں "کی" کے نیچے "ف" کا نشان نکال دیا گیا ہے، گویا اسے "کے" پڑھنا چاہیے۔

۳۴۔ ۱۹۵۷ء کے بعد کاتب نے ظلمی سے بیسوی سزا کا تلف "و" کتابت کر دیا ہے (معلقہ سران خدائی، صفحہ ۲۵ نمبر ۸)۔

۳۵۔ معلقہ سران خدائی، صفحہ ۲۵ نمبر ۸)۔

۳۶۔ اصل: "چانچہ الیان" (مکلفین دلو، صفحہ ۱۲: تذکرہ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۴)۔ جہاں دو نون اکٹھے آئے ہیں، کاتب انھیں نون مع شد کے ساتھ کتابت کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی اسی روش کی پابندی کی گئی ہے، لیکن ہذا لگا نا کاتب بھول گیا۔

۳۷۔ اصل: "دلا رام" (مکلفین دلو، صفحہ ۱۲: تذکرہ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۶)۔ گچہ نام "دل آ رام" ہی ہے۔ پرانے اعداد کتابت میں لفظوں کو ملا کر لکھتے تھے، جہاں "چ" "دل آ رام" کو "دلا رام" لکھتے تھے۔

یہاں بھی یہی صورت کارفرما ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ اس کتاب کا کاتب ایسے تمام الفاظ میں نہ کتابت نہیں کرتا۔

۳۸۔ اصل: "ردوی نمود" (گٹھن دا، صفحہ ۱۱۳: تذکرۃ النسبۃ نادرۃ، صفحہ ۱۸۰)۔ "ردوی" کے پہلے "ن" کتابت کیا گیا ہے، گویا اسے "ردے" پڑھا جائے۔

۳۹۔ شاعر، بعض شلوخ کی ماہرہ، شاعر، چاکا کلو دنگ روکھی کہتے ہیں۔ علامہ کا مفہوم بھی جیرو دنگ کا ہے۔

۴۰۔ رنج میرٹھی نے دل آرام کو جہاں کیر شاہ بادشاہ سے منسوب کیا ہے۔ "آدے" رنج میرٹھی کا نام نہیں لیا لیکن امتزاض اٹھی پر کیا ہے، کیوں کہ رنج میرٹھی نے پہلے تو "زہر جہاگیر شاہ" لکھا، چند سطروں بعد اسے "جہاگیر بادشاہ" کر دیا، پھر آگے چل کر اس کی جگہ کا نام "نور جہاں شہنشاہ" لکھ دیا۔ (آدے نے اس جگہ کا ذکر محض جہاں شہنشاہ سے کیا ہے)۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ رنج میرٹھی کی مراد جہاں کیر بادشاہ ہی سے تھی، لہذا "آدے" کا امتزاض درست ہے۔

۴۱۔ ملحقہ ہرات خیالی، صفحہ ۲۶ نمبر (۹)۔ آخر میں "۱۲۰۰ غنی اللہ عز" درج ہے۔

۴۲۔ اصل: "چاٹار" (گٹھن دا، صفحہ ۱۱۳: تذکرۃ النسبۃ نادرۃ، صفحہ ۱۸۰)۔

۴۳۔ اصل: آردوی (تذکرۃ النسبۃ نادرۃ، صفحہ ۱۹)۔ گٹھن دا (صفحہ ۱۵) میں "آردوی" ہے۔ "آدے" نے شاعرات کی مشورہ پر مسعودی کہہ (دک ملحقہ میں بھی اس کا تخلص "آردوی" لکھا ہے۔ رنج میرٹھی نے بھی "آردوی" تخلص کے تحت اس کا ذکر کیا ہے (صفحہ ۱۰۰)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا صحیح تخلص آردوی ہی تھا۔ "آردوی" کو محض کتابت کی غلطی سمجھنا چاہیے۔

۴۴۔ حلقہ "خواہی مصنف"۔ ملحقہ ہرات خیالی، صفحہ ۲۶ نمبر (۱۰) اور حاشیے کی مہارت۔

۴۵۔ اصل: "من اگر تو چہ دی گروم اسے مراد کی تو خود این تو چہ گردی کہ میرای ندی"۔

[گٹھن دا، صفحہ ۱۶: تذکرۃ النسبۃ نادرۃ، صفحہ ۲۰]۔

۴۶۔ اصل: "اٹھنے کدھر گوتہ"۔ ہردوی میں تصحیف و تہوی خزان کتہ۔ [گٹھن دا، صفحہ ۱۶: تذکرۃ النسبۃ نادرۃ، صفحہ ۲۰]۔

۴۷۔ اصل: "مدا چانغرا" (گٹھن دا، صفحہ ۱۶: تذکرۃ النسبۃ نادرۃ، صفحہ ۲۰)۔ ظاہر لیا سے اخلاص کتابت اسے سے روکئی ہے۔

۴۸۔ رنج میرٹھی نے تخلص "بیدلی" لکھا ہے (مہارستان دا، صفحہ ۱۱)۔ یہ کتابت کی غلطی ہو سکتی ہے۔ آتی آمدنی نے بھی اس کا تخلص "بیدلی" ہی لکھا ہے (تذکرۃ النسبۃ نادرۃ، صفحہ ۱۸۹)۔

- ۴۹۔ اصل: ”ہے گیاد“ [گھنسی دلو، صفحہ ۱۸: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳]۔ ”ہے کے لیے“ ”ع“ کتابت ہوا ہے، یعنی اسے ”ہی“ ہونا چاہیے۔
- ۵۰۔ کاتب نے یہاں شعر کا نشان ”~“ کتابت کیا ہے، حالاں کہ یہاں مصرعے کا نشان ”ع“ آنا چاہیے۔
- ۵۱۔ اصل: ”میں دو بلا گرم“ [گھنسی دلو، صفحہ ۱۹: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳]۔
- ۵۲۔ اصل: ”طلعی طاری“ [گھنسی دلو، صفحہ ۱۹: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۳]۔ ”طاری“ کی جگہ ”نچے“ لکھا ہے، گویا اسے بے مہول پڑھا جائے، یعنی ”نذارے“۔
- ۵۳۔ اوپر کے شعر میں ”گساری“ اور اس شعر میں ”روزگاری“ کے لیے ”ف“ لگا کر نشان دی گئی ہے کہ انھیں بالترتیب ”گسارے“ اور ”روزگارے“ پڑھا جائے۔
- ۵۴۔ تادہ نے حاشیے میں تذکرۃ حسینی کا حوالہ دیا ہے۔ وہاں اس شاعرہ کا کوئی ذکر ”ذیلیری ماعری“ کے تحت نہیں ہے۔ البتہ ”لی لی ذیلیری ماعری“ کا ترجمہ موجود ہے۔ تاہم اس میں نمونہ کلام کی غزل کے تین شعر ہیں۔ پہلے دو شعر وہاں موجود نہیں۔
- ۵۵۔ اصل: ”بجز خون خوردن“ [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۵]۔ اس صورت میں مصرع بے وزن رہتا ہے۔ آتی نے ”بجز خون بگر خوردن“ لکھا ہے [تذکرۃ الخواتین، صفحہ ۲۱۵]۔ یہ وزن میں ہے اور سہا حال بھی، اسی لیے قیاسی تہجیج میں اسے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ یہ شعر گھنسی دلو میں نہیں تھا۔ نہ بہارستان دلو میں ہے۔ تادہ نے اس کا اضافہ تذکرۃ النسائے نادری میں کیا۔
- ۵۶۔ رنج سیرنگی نے اس غزل کے چوتھے شعر کا پہلا اور پانچویں شعر کا دوسرا مصرع لٹا کر اپنے ہاں ذرا غری کے نمونہ کلام میں تیسرے شعر کے طور پر دہرایا ہے [بہارستان دلو، صفحہ ۱۳۸]۔ تادہ نے رنج سیرنگی کے نام پر اپنے [رک الموقت (۵) کتاب ہذا] میں بہارستان دلو کی اٹھ گانگائی دیں۔ حیرت ہے کہ ان کی نظر سے یہ غلطی بچ گئی۔
- ۵۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تادہ نے رنج سیرنگی کے تذکرے سے استفادہ کرتے ہوئے اس شعر میں درستی کی ہے۔ اس شعر کا دوسرا مصرع گھنسی دلو (صفحہ ۲۱) میں ”تو دلی“ سے شروع ہوتا ہے، جب کہ بہارستان دلو میں ”ہاں وئے“ سے (صفحہ ۱۵۸)۔ گھنسی دلو اور تذکرۃ النسائے نادری کی اشاعت (۱۸۸۶ء، ۱۸۸۷ء) کے دوران رنج سیرنگی کا بہارستان دلو تیسری بار طبع ہوا تھا [دیکھیے مقدمہ، مخرّب کا حوالہ صفحہ ۱۷ اور ”محرّض“ مشمولہ کتاب ہذا تحت (۵) (۱)۔ اس میں اس مصرعے کا

متن مختلف کچھ کرتا دے اسی کے مطابق اس مصرعے کا متن تذکرۃ النسائے نادری میں درست کر دیا ہوگا۔

۵۸۔ اصل : وہ کہ (مجلسی دلا، صفحہ ۱۲۲ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲۷۷) صحیح قیامی۔

۵۹۔ ماحکی ظلم خوف کے حاکم کا نہیں، بل کہ مصطفیٰ کی ہم شیرہ کا ہے۔ مصنف (نادر) نے اپنی اس غلطی کا

اعتراف اور توبہ بھی پیش کی ہے۔ دیکھیے "ملفوظ" (۱۳) حوالہ مصنف کے تحت حاشیہ ۳۸۔

۶۰۔ "حلق" حوالہ مصنف۔"۔ ملحوظہ روانہ لعلی، صفحہ ۲۷، نمبر (۱۳)۔ حوالہ دینے میں یہاں مصنف

سے سوہو گیا ہے۔ اقتباسات نمبر ۱۲، ۱۳ کے لیے مصنف نے صفحہ ۲۳ میں اضافے کا حوالہ دیا ہے لیکن

حلقہ صطے پر ان عبارت کے اضافے کا کوئی عمل نہیں۔ موجود عبارت کا حلق اور تک زیب عالم کیر

سے ہے جس کا ذکر صفحہ ۲۳ پر نہیں نہیں ہوا، بل کہ صفحہ ۲۹ پر ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ مصنف سے صفحہ نمبر لکھنے

میں سوہو گیا ہو یا کاتب نے صفحہ نمبر لکھ دیا ہو۔ بہر حال، یہ اضافہ شدہ عبارت اپنے سیاق و سباق کے

مطابق نہیں آتی چاہیے۔

اسی کے ساتھ، اس عبارت کے مشمولات کو متن میں شامل کرنے کا کوئی قرینہ بھی نظر نہیں

آتا۔ متن میں زیب النساء قحی کا ذکر ہے جس کے تحت اور تک زیب عالم کیر کا حوالہ کیا ہے، کیوں کہ قحی

اس کی بیٹی تھی۔ اس سیاق و سباق میں اور تک زیب عالم کیر سے متعلق معلومات کا متن میں شامل کرنا ان

مل اور غیر حلقہ لگتا ہے۔ اسی لیے اور تک زیب سے متعلق ان اضافی معلومات کو متن کے بجائے حاشیہ

میں درج کرنے کو ترجیح دی گئی ہے، کہ وہاں ان کا شمول مناسب ہے۔

یاد رہے کہ مصنف نے عظام کی عبارت میں کہیں یہ نشان دی نہیں کی، یا واضح اشارہ نہیں دیا

کہ کوئی ہی عبارت متن میں درج کی جائے گی اور کوئی ہی حاشیہ میں درج ہوگی۔

۶۱۔ اصل : قرشی (مجلسی دلا، صفحہ ۲۲۳ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۳۰)۔

۶۲۔ ملحوظہ روانہ لعلی، صفحہ ۲۷، نمبر (۱۲)۔ آخر میں "۱۲ موعظی اللہ عزوجل" درج تھا۔ ضمیمے کی اس عبارت

میں بھی "صفحہ ۲۳ مطرو" کا حوالہ دیا گیا ہے لیکن حلقہ صطے پر اس عبارت کے اضافے کا کوئی عمل نہیں۔

اس اضافہ طلب عبارت میں قلت دولت آباد کا ذکر ہے۔ اس سیاق و سباق میں یہ عبارت اصولی طور پر

اختیار کے درمیان یا آخر میں درج ہونی چاہیے تھی، لیکن چون کہ مصنف نے خود اس میں یہ عندیہ دیا ہے

کہ "انتباہ" کی عبارت آئندہ آئے گی، یعنی یہ اضافی عبارت "انتباہ" سے قبل ہے، اسی لیے اس اضافہ

طلب عبارت کو اس مقام پر "انتباہ" سے پہلے درج کیا گیا ہے۔

- ۶۳۔ اصل: "چنانچہ فریگ" (تذکرۃ النسائے نامدی، نمبر ۳۰)۔ "فریگ" بظاہر کتابت کی لفظی گنتی ہے۔
- ۶۴۔ اصل: "زخم"۔ (کلمنٹن، نو، صفحہ ۲۳: تذکرۃ النسائے نامدی، صفحہ ۳۱)۔ یہ لفظی پرانے کا تب عام طور پر کرتے تھے۔
- ۶۵۔ اصل: "...نظمی، ...نظمی" (کلمنٹن، نو، صفحہ ۲۵: تذکرۃ النسائے نامدی، صفحہ ۳۱)۔ تذکرہ میں دونوں کے نیچے "ف" نا کر پائے معروف کو پائے بھول چڑھنے کا اشارہ دیا گیا ہے۔
- ۶۶۔ اصل: "زبانی" (کلمنٹن، نو، صفحہ ۲۳: تذکرۃ النسائے نامدی، صفحہ ۳۱) کے نیچے بھی "ف" دیا گیا ہے۔
- ۶۷۔ اصل: "کیا تھا آئندہ معنوی"۔ ملحوظہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۴، نمبر (۱۳)۔ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کا خطاس نامہ عبارت کوشنوی کے اشعار سے نقل درج کرنے کا تھا لیکن اس میں مشکل یہ ہے کہ معنوی مولوی کی یہ آیات دفعہ مذکور کا حصہ ہیں اور مصنف کا خطا یہ خدا ہو گا کہ یہ اضافہ اقتباس کی عبارت، یعنی دفعہ مذکور کے درمیان ہی درج کر دیا جائے۔ مناسب یہی ہے کہ یہ اضافہ طلب عبارت رفتے کے اختتام پر درج کی جائے۔ رفتے سے نقل بھی یہ اضافہ شدہ عبارت درج نہیں کی جاسکتی، کیوں اس عبارت کا تعلق اشعار مشوی سے ہے جو رفتے کے آخر میں نقل ہوئے ہیں۔
- ۶۸۔ ملحوظہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۴، نمبر (۱۳)۔ آخر میں "مہر علی اللہ منہ" درج ہے۔
- ۶۹۔ اصل: "سرف" (ملحوظہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۸)۔ "نا" پر ہمزہ کتابت ہونے سے ردہ گیا ہے۔
- ۷۰۔ ملحوظہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۸، ۲۴، نمبر (۱۵)۔ آخر میں "۱۳ مہر علی اللہ منہ" درج ہے۔
- ۷۱۔ اصل: "بہرنگی" (کلمنٹن، نو، صفحہ ۲۵)۔ تذکرۃ النسائے نامدی (صفحہ ۳۱) میں "کی" کی بجائے نیچے "ف" کا نشان بنا کر اسے "کے" چڑھنے کا جواز دیا گیا ہے۔
- ۷۲۔ اصل: "چمن انداز" (صفحہ ۲۶) اور تذکرۃ النسائے نامدی (صفحہ ۱۳) میں بختری کا نام "قرن جان" درج ہے۔ اس کے علاوہ تذکرۃ النسائے نامدی کے آخر میں فرسج شاعرات میں بھی اس کا نام "قرن جان" ہی لکھا ہے۔ گو "قر جان" کتابت کی لفظی ہے لہذا ان شواہد کی بنا پر یہ لفظی درست کر کے چنگ نام درج کیا گیا ہے۔
- ۷۳۔ اصل: "بے تہاش"۔ (کلمنٹن، نو، صفحہ ۲۶: تذکرۃ النسائے نامدی، صفحہ ۳۲)
- ۷۴۔ اصل: "بہمن آئی ہے۔" (ایضاً)
- ۷۵۔ اصل: "ابو محمد" (کلمنٹن، نو، صفحہ ۲۷: تذکرۃ النسائے نامدی، صفحہ ۳۳)۔

- ۷۶۔ اصل : "واقع" (گلشنِ ناز، صفحہ ۲۷: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۲)۔
- ۷۷۔ ملاحظہ مذکرہ کو سمجھو ہوا ہے۔ "ہرات" سے منسلب نسبتی "ہرادی" اور "ہرادیہ" ملتی ہے۔ "ہرانی" اور "ہراتیہ" تو دوسری طریقے سے بنائی گئی نسبت ہے، چنانچہ ہرادیہ اور ہرادیہ ہراتیہ سے ایک ہی شاعر مراد ہے، لہذا مولف مذکرہ کی یہ بحث فضول سمجھتی ہے۔
- ۷۸۔ اصل : "ہستان" (گلشنِ ناز، صفحہ ۲۹: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۶)۔
- ۷۹۔ اصل : "عاشقی بر قاضی امیر و کنہی کردہ ام" (گلشنِ ناز، صفحہ ۳۰: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۷)۔ "قاضی امیر و کنہی" کے لیے "ف" کا نشان بنایا گیا ہے۔
- ۸۰۔ اصل : "اپنے زبان"۔ (گلشنِ ناز، صفحہ ۳۱: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۸)۔ اپنے کے لیے "ع" کتابت کیا گیا ہے، گویا اسے "اپنی" پڑھنا چاہیے۔
- ۸۱۔ اصل : "تیر طشت ہے نور شیر ہے" (گلشنِ ناز، صفحہ ۳۲: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۸)۔ مقدمہ کتاب میں بھی شعر نور جہاں کے ذکر میں درج ہے۔ وہاں اس کی صورت بھی ہے جو درج کی گئی ہے۔ یہی وزن میں ہے اور درست معلوم ہوتی ہے۔
- ۸۲۔ اصل : "سیرے حال کو" (گلشنِ ناز، صفحہ ۳۳: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۸)۔ وزن کے مطابق "مرے" چاہیے۔
- ۸۳۔ مصنف اندکرہ نگار نے نور جہاں کے انتخاب کلام میں ہر قافیہ اردلیف کے شعروں کے لیے الگ اور مسلسل نمبر لگائے ہیں۔ نور جہاں کے انتخاب کلام میں کل ۲۳ غزلوں کے شعرا اور ایک رباعی دی ہے۔ قبر شہزادہ کا یہ التزام کسی اور شاعر کے انتخاب کلام کے ساتھ نہیں ملتا۔
- ۸۴۔ اصل : "ظنون آلودہ منکر و" (گلشنِ ناز، صفحہ ۳۴: تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۳۹)۔
- ۸۵۔ تذکرۃ النسبے نادری (صفحہ ۳۹، ۱۲) میں "تراویحک" ہے۔
- ۸۶۔ اصل : "نگل چیدن" (گلشنِ ناز، صفحہ ۳۴: تذکرۃ النسبے نادری، ص ۳۹)۔
- ۸۷۔ ملحقاتِ مروجہ خیالی، صفحہ ۱۸، نمبر (۱۶)۔ آخر میں "۳۳" غزل "اللہ عز و جل" درج ہے۔
- ۸۸۔ اصل : "الاداء ہر او"۔ (تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۴۱)۔
- ۸۹۔ تذکرۃ النسبے نادری (صفحہ ۴۲) میں "نام" کا لفظ کتابت ہونے سے رد کیا تھا۔ صحیح از گلشنِ ناز (صفحہ ۳۵)۔
- ۹۰۔ اصل : "تیر اپنے مد"۔ (تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۴۲، ۶)۔ "اپنے" کے لیے "ع" کتابت

کر کے اسے "اُمّی" پڑھنے کا اشارہ کیا گیا ہے۔

- ۹۱۔ اصل: "چہ مردی بود" (تذکرۃ النسائے نادری، جلد ۳۲، صفحہ ۱۱)۔ "مردی" کے بچے "ف" کی کتابت کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ موصوفہ کرہ نے جاہلی کی عبارت نقل کرتے ہوئے "شاعرانہ دہر" لکھا ہے، جب کہ جاہلی نے "ما جاپانہ دہر" تحریر کیا ہے۔
- ۹۲۔ اصل: "کچھ ہے" (مجلسی، جلد ۳۶، صفحہ ۳۶: تذکرۃ النسائے نادری، جلد ۳۳)۔
- ۹۳۔ پرانے زمانے میں سال، مہینے، ہفتے، دن اور تاریخ وغیرہ مہرب کے ساتھ "کو" استعمال کرنا جائز سمجھا جاتا تھا۔ موجودہ اردو قواعد کے مطابق سال، مہینے، ہفتے کے ساتھ "میں" اور دن، تاریخ و وقت کے ساتھ "کو" استعمال کیا جاتا ہے۔
- ۹۴۔ سراہ خیلانی میں شامل مجلسین نادر کے بھیلے میں کل آٹھ شاعرات کے تراجم ہیں (دولت، شیریں، فاطمہ، فاطمہ گلشن، ویدیت، محترمہ، لا اطر)۔ جب کہ تذکرۃ النسائے نادری میں شامل بھیلے میں یکا س شاعرات کے حالات و کلام درج ہے۔
- ۹۵۔ اصل: "بادشاہی۔۔۔ کلم" (تذکرۃ النسائے نادری، جلد ۵۵، صفحہ ۵۵)۔
- ۹۶۔ اصل: "بروئے کی زعم" (تذکرۃ النسائے نادری، جلد ۵۵، صفحہ ۶)۔
- ۹۷۔ اصل: "برخیزد۔۔۔ جبرو۔۔۔ از بھرتو۔۔۔ دل ساتھ ام" (صفحہ ۵۵، صفحہ ۱۳)۔
- ۹۸۔ "نژاد" اردو میں "نوا" کے ساتھ ہے اور فارسی نژاد ہے لیکن "نوا" عربی کے ساتھ بھی اس لفظ کا استعمال جائز سمجھا جاتا تھا۔
- ۹۹۔ ملاحظہ مراۃ خیلانی، صفحہ ۸۸، نمبر (۱۷)۔ آخر میں "۱۲ من علی اللہ عز" بھی درج ہے۔ انوار الاخلاق کے صفحہ ۸۸، اصل میں اس کتاب کی قیمت ہے، جو غالباً نادر کی دکان پر برائے فروخت موجود تھی۔
- ۱۰۰۔ اصل: "شر مسارو نیست" (تذکرۃ النسائے نادری، جلد ۵۵، صفحہ ۱۰)۔
- ۱۰۱۔ ملاحظہ مراۃ خیلانی، جلد ۸۸، نمبر (۱۸)۔ آخر میں "۱۳ من" درج ہے۔
- ۱۰۲۔ ملاحظہ مراۃ خیلانی، جلد ۸۸، نمبر (۱۹)۔ آخر میں "مسکلا بھلی طری لکھا" تحریر ہے۔ "تقدیر" دوس "بظاہر کسی قاری مشغولی کا نام نہیں ہے۔ یہ نام کبھی معروف قاری مشغولی "ولیس ورامین" کا بکاؤ تو نہیں جو متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔
- ۱۰۳۔ اصل: "در بخش مردان" (تذکرۃ النسائے نادری، جلد ۵۹، صفحہ ۹)۔
- ۱۰۴۔ اصل: "بہونال" (تذکرۃ النسائے نادری، جلد ۶۰، صفحہ ۲)۔

- ۱۰۵۔ اصل: ”مجھ کی ہیں“ (تذکرۃ النسائے نادری، ص ۶۰)۔ ”مجھ کی“ کے لیے ”ل“ کتاب ہوا ہے۔
- ۱۰۶۔ یہاں ”قاضی“ سے مراد قس کا کام کہنے والی سے ہے، نہ کہ قاضی کا کردار۔
- ۱۰۷۔ اصل: ”عالم باصطوب“۔ (تذکرۃ النسائے نادری، ص ۶۰، ۱۳)۔
- ۱۰۸۔ تذکرۃ النسائے نادری (ص ۶۰، ۶۱) میں اس فزل کے مصرعے تو ذکر کتابت کیے گئے ہیں، لیکن ایک مصرع تو ذکر آئے سامنے ایک شعر کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ یہ فزل بحر طویل میں ہے اور قس نظر فزل چار شعروں پر مشتمل ہے لیکن تذکرۃ النسائے نادری میں اسے یوں کتابت کیا گیا ہے کہ گویا یہ آٹھ اشعار پر مشتمل فزل ہے۔ اس سے یہ ہوا ہے کہ اس فزل کی روایت (سنن آئمہ کرمین وائیم) نبھاے غور ایک مصرعے کی صورت میں کتابت کی گئی ہے اور پوری فزل میں یہ مصرع پانچ جگہ ہرایا گیا ہے۔ یہاں ان اشعار کو اس اصل صورت میں درج کیا گیا ہے جیسے مراثی خیالی (ص ۹) میں کتابت ہوئے ہیں۔
- ۱۰۹۔ اصل: ”بختارست“ (تذکرۃ النسائے نادری، ص ۶۲، ۱۸)۔
- ۱۱۰۔ اصل: ”آ کلک“ (تذکرۃ النسائے نادری، ص ۶۳، ۶)۔
- ۱۱۱۔ اصل: ”جزان“ (تذکرۃ النسائے نادری، ص ۶۳)۔ سیاق و سباق اور وزن کے لحاظ سے ”جزان“ ہونا چاہیے۔
- ۱۱۲۔ اصل: ”تکرت“ (تذکرۃ النسائے نادری، ص ۶۳، ۶)۔
- ۱۱۳۔ اصل خرفی: ”نہائی“ (تذکرۃ النسائے نادری، ص ۶۳، ۷، حاشیہ)۔ بظاہر کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔
- ۱۱۴۔ اصل: ”شیفت“ (تذکرۃ النسائے نادری، ص ۶۳، ۱۳)۔
- ۱۱۵۔ کتابوں کے ساتھ اعداد کے اعداد کی اصل یاد دہانے واضح نہیں کی۔ کتابوں کے ساتھ یہ اعداد عالم ان کی قیمتوں کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ اس امر کو یقینی بناتے ہیں کہ جن کتابوں کے ساتھ ان قیمتوں کا اعداد درج ہے، وہ برائے فروخت موجود ہیں۔
- ۱۱۶۔ اصل: ”بیت کزائی“ (مراثی خیالی، ص ۱۱۳)۔ تذکرۃ النسائے نادری، ص ۶۷، ۱۱)۔
- ۱۱۷۔ ملاحظہ مراثی خیالی، جیمہ، ص ۲۸، نمبر ۲۰۔ آفریں ”۱۳“ منہ“ بھی درج ہے۔
- ۱۱۸۔ اصل: ”عمہ“ (تذکرۃ النسائے نادری، ص ۶۷، ۱۱)۔ یہ کتابت کی غلطی ہے، کیوں کہ مراثی خیالی (ص ۱۳) میں یہ لفظ نمیک کتابت ہوا ہے۔

- ۱۱۹۔ اصل: "ہندوؤں" (مراتب خیالی، صفحہ ۱۱۳: تذکرۃ النسبۃ نامدی، صفحہ ۶، طبع ۱۹۰۶ء)۔ دائرے میں "تر" ہندوؤں لکھا ہے۔ دگ "ضمیمہ (۳)" کتاب ہذا۔
- ۱۲۰۔ ملحقات مراتب خیالی، صفحہ ۲۸، نمبر (۲۱)۔ آخر میں "۱۳" مندرج ہے۔
- ۱۲۱۔ اصل: "جناب سمدو" (ملحقات مراتب خیالی، صفحہ ۲۸، طبع ۱۸۰۶ء تحت نمبر ۲۲)۔ یہ صریحاً معتق کی غلطی لگتی ہے۔
- ۱۲۲۔ اصل: "دی ہے" (ملحقات مراتب خیالی، صفحہ ۲۸، طبع ۲۱)۔ "دی" سے ۱۳۴۰ کا عدد، جب کہ "دی" سے مطلوب عدد ۱۳۱۸ حاصل ہوتا ہے۔ ویسے بھی "دی" کا یہاں کوئی محلی استعمال نہیں۔ یہ بظاہر کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔
- ۱۲۳۔ اصل: "تخلیہ سے بریں" (ملحقات مراتب خیالی، صفحہ ۲۸)۔ "تخلیہ سے بریں" سے ۱۹۰۱ کا پرما عدد برآمد ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں "وال" کے نیچے کسرۃ اضافت کی ضرورت نہیں لیکن یہاں کسرۃ اضافت بھی موجود ہے۔ کسرۃ اضافت کو قائم رکھنے سے یاے مجهول کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایسی صورت میں ماوۃ تاریخ کے عدد ۱۹۰۱ سے "یا" کے ۱۰ عدد مہیا کرنے پڑیں گے اور ماوۃ تاریخ سے ۱۸۰۹ کا عدد حاصل ہوگا جو درست نہیں۔ اس کا واضح مطلب یہی ہوا کہ اس ماوۃ تاریخ میں کسرۃ اضافت نہیں ہے، بل کہ اس کی جگہ یاے مجهول استعمال کی گئی ہے۔ کسرۃ اضافت بظاہر کتابت کی غلطی ہے جسے پروف غزالی کے دقت نامہ درست ذکر رکھے۔
- ۱۲۴۔ ملحقات مراتب خیالی، صفحہ ۲۸، نمبر ۲۲۔
- ۱۲۵۔ اصل: "واحداد" (مراتب خیالی، صفحہ ۱۵: تذکرۃ النسبۃ نامدی، صفحہ ۶۹، طبع ۱۰۶۷ء)۔
- ۱۲۶۔ اصل: "وخم" (مراتب خیالی، صفحہ ۱۵: تذکرۃ النسبۃ نامدی، صفحہ ۶۹)۔
- ۱۲۷۔ ملحقات مراتب خیالی، صفحہ ۲۸، نمبر ۲۳۔ آخری الفاظ اصل میں یہ ہیں: "دکھائی گئی ہیں۔ ۱۳ مندرج علی اللہ عن"۔ ضمیر کے مطابق اس عبارت کو شعر سے قبل اضافہ کیا جاتا تھا لیکن یہاں وسباق کے اعتبار سے یہ اسی جگہ آتی چاہیے تھی۔
- ۱۲۸۔ اصل: "تحریری عالی نسبی" (مراتب خیالی، صفحہ ۱۶: تذکرۃ النسبۃ نامدی، صفحہ ۷۱)۔ وزن کے مطابق درست کیا گیا۔
- ۱۲۹۔ اصل: "صلی علی صلی علی (مراتب خیالی، صفحہ ۱۶)۔ صلی علی صلی علی (تذکرۃ النسبۃ نامدی، صفحہ ۷۱)۔ وزن کے لیے "صلی علی صلی علی" ہونا چاہیے۔ باقی مآخذ میں بھی یہی ہے۔

- ۱۳۲۔ "لراؤن ذرہ" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷، ۸)۔ اصل میں "ذرا" لفظی تھا لیکن غلط تائے میں اس کی جگہ "ذرہ" کر دیا گیا۔
- ۱۳۳۔ "تو پر حاشے کا نشان بنا کر حاشے میں "تب" تحریر کیا ہے (مراتب خیالی، صفحہ ۲) تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷)۔ گویا صحیح شدہ مصرعے کی صورت یہ ہوگی:
- اب کہتے ہو کیا تم نے ہمیں مار تو رکھا؟
- ۱۳۴۔ "ہم نے" پر حاشے کا نشان بنا کر حاشے میں "اور شب وصل نہیں کی" درج ہے (مراتب خیالی، صفحہ ۲) تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷)۔ گویا اس صورت میں مصرعے کی قرأت یوں ہوگی:
- بکھینچاؤنی اور شب وصل نہیں کی
- ۱۳۵۔ اصل: "تیری" (مراتب خیالی، صفحہ ۲) تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷)۔ وزن کے مطابق "تری" درست ہے۔ علاوہ ازیں "تیری" پر حاشے کا نشان بنا کر امدودی حاشے میں "کاس نے میری جانب" تحریر کیا گیا ہے (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷)۔ اس صورت میں مصرعے کی صورت یوں بنے گی:
- اتنا بھی شہیت ہے کاس نے میری جانب
یہاں بھی وزن کے لیے "میری جانب" چاہیے۔
- ۱۳۶۔ اصل: "ایک ہزار" (مراتب خیالی، صفحہ ۲) تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷)۔ لیکن وزن کے لیے یہاں "اک" ہونا چاہیے۔
- ۱۳۷۔ سید احمد دہلوی نے اصل لفظ "دوبلر" کے تحت لکھا ہے کہ "دور" بھی استعمال ہوتا ہے، اور سندھ میں قہم کا یہی شعر درج کیا ہے (نورجنگ آسٹریٹ، صوفی ۲۷۸، ۲۷۹)۔
- ۱۳۸۔ اصل: "میری" (مراتب خیالی، صفحہ ۲) تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷)۔ وزن کے مطابق "میری" چاہیے۔
- ۱۳۹۔ تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۷) میں "(روایت...)" اور "(نادری و ناگری... صاحب دیوان)" کی عبارت قوسین کے اندر درج کی گئی ہے۔
- ۱۴۰۔ مراد تاجرنائی کے تذکرے انتخاب زاد گلو سے ہے، جو رام پور میں لکھا گیا اور وہیں سے شائع ہوا۔
- ۱۴۱۔ بہار سے مراد ہے فصیح الدین راجہ میرٹھی کا تذکرہ بہارستان نثر۔
- ۱۴۲۔ نغمۃ عندلیب، بالہن کے تذکرۃ گلستانِ بے خزاں کا چار بجی نام ہے۔
- ۱۴۳۔ اس پر سے مصرعے سے ۱۸۸۸ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ اس میں "داب" کی وال کے ۴ عدد شامل کر لے

سے مطلوبہ سن کا عدد ۱۲۹۲ آ رہا ہے۔

۱۵۳۔ تذکرۃ النسبۃ نادری (صفحہ ۷۹) میں یہ عبارت اس طرح درج ہے کہ اس کے شعر ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ دوسرے آثار نے عبارت نقل کرنے میں بھی نئے داری کا مظاہرہ نہیں کیا اور دو قاف لفظیاں کر دیں۔ گلسٹانِ بیخِ خزاں (صفحہ ۵۰) میں تصویر کے ترانے کا متن یہ ہے:

”۲۵۔ تصویرِ تخلص، عالم، ایک صورت کہ شکلِ حالِ ان کی ہنگامِ نظارہ پر دو پوش، معززِ طبعِ صلحہ خیال پر حیرت سے ہم دوش، تعجبِ حال میں جو با صورتِ آئینہ تصویرِ حیراں، اور اک خیال میں مختصص مثالِ رنگ پر پٹاں: شعر کے مضمون پر دل کھنپا جاتا ہے، غور کیجئے چہرے کا رنگ اترا جاتا ہے۔“

۱۵۵۔ اصل: ”ترے حراں“ (مرآۃ خیالی، صفحہ ۱۲۳) تذکرۃ النسبۃ نادری (صفحہ ۷۹)۔ ”مزگاں“ موت ہے اس لیے یہاں تری ہونا چاہیے۔ دیگر مآخذ میں بھی ”تری“ ہی ہے۔

۱۵۶۔ اصل: ”زادہ“۔ (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۷۹)۔ یہاں اسم ”زادہ“ کا مکمل نہیں، بل کہ ہم ضمیر ”زادہ“ سے اسم ”زادہ“ کا مکمل ہے۔ مرآۃ خیالی (صفحہ ۲۳) میں صحیح کتابت ہوا ہے۔

۱۵۷۔ اصل: ”جگ کویر“ (مرآۃ خیالی، صفحہ ۲۹) تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۸۰)۔ ”حیر“ (وزن میں نہیں ہے۔

۱۵۸۔ یہ اردو زبان و ادب کی شناخت کا ایک پہلو ہے کہ دلی اور کھنکو کے بعض ادبا اب علم آج بھی دکن کی لسانی اور ادبی خدمات کا اعتراف نہیں کرتے۔ آثار کے دور میں تو یہ خیال حذت کے ساتھ رائج تھا کہ دلی اور کھنکو کی زبان ہی اصل اردو ہے، جب کہ قدیم دکنی زبان اور اس کے ادب پاروں، حاکم کوئی تک کی خدمت زبان و ادب کو خاطر میں نہیں لایا جاتا تھا۔

۱۵۹۔ اس غلط فہمی سے حلقِ تحصیل کے لیے رجوع کیجئے حاشیہ ۲۳۔

۱۶۰۔ یہاں ”موسمِ شعرِ اردو“ سے مراد یہ نہیں کہ اردو میں شعر کہنا دلی نے شروع کیا، بل کہ یہ جان بھی اسی خیال کی تباہی کہتا ہے جس کی نشان دہی اور وضاحت حاشیہ ۲۳ میں کی گئی ہے۔

۱۶۱۔ طبقات الشعراء دکنی زبان میں اردو شعرا کا تذکرہ ہے اور قدس اللہ شوق نے اواخرِ صدیِ بیسوی کے آخری دہوں میں لکھا۔ یہ آثار کے زمانے تک غیر مطبوعہ تھا اور اس کے قلمی نسخے بھی بہت کم تھے۔ چینی طور پر تیار کرنے پر تذکرہ استعمال نہیں کیا، کیوں کہ:

(۱) انھوں نے چندا کے دیوان تذکرے کا سال ۱۷۹۹ء لکھا ہے، جب کہ اس سے کہیں پہلے ۱۲۹۹ھ

مطابق ۱۷۸۳ء میں تذکرہ طبقات الشعراء لکھا جاتا تھا (تالیف: امین ۱۱۸۹ھ ۱۲۱۰ھ مطابق

۱۷۷۵ء (۱۷۹۵ء) [تذکرہ طبقات الشعراء مقدمہ صفحہ ۵۶، ۵۷]۔

(ب) طبقات الشعراء میں چندا کا ذکر تک نہیں ہے۔

ان دو شواہد سے ثابت ہوا کہ نادرنے تذکرہ طبقات الشعراء نہیں دیکھا، بل کہ اسی سے ملے جلتے نام کے دوسرے تذکرے طبقات شعرائے ہند سے استفادہ کیا ہے، کیوں کہ :

(ج) دوجان نذر کرتے، پان سولار میں، گڑ سواہی و حیر اندازی، پہلوئی و چابک سواہی، درج طراری پر انعامات، دلچیزہ کے بیانات طبقات شعرائے ہند میں موجود ہیں [طبقات شعرائے ہند، صفحہ ۱۳۷]۔

یہ ملے ہونے کے بعد کہ نادرنے تذکرہ طبقات الشعراء سے نہیں مل سکا، بل کہ طبقات شعرائے ہند سے استفادہ کیا ہے، جراثمی کے ہم وطن اور دہلی کالج کے نام و راویہ مولوی کریم الدین نے تحریر کیا تھا تو حیرت ہوتی ہے کہ مولوی کریم الدین اسے مکانی اور زمانی قرب کے باوجود نادرنے تذکرے کا نام صحیح کیوں نہیں لکھا؟ اسے ان کی اصل انکاری قرار دینا چاہیے۔

۱۶۲۔ اس سے مراد ظاہر آفس لاہوری ہندوان ہے۔ چندا کے دیوان کا قلمی نسخہ نہیں محفوظ ہے۔

۱۶۳۔ یہ سب باتیں سن گزرت ہیں اور تحقیق سے سب ظاہر ثابت ہو چکی ہیں۔ دیکھیے دیوانہ لقا بلی چندا کا مقدمہ مداز شققت رضوی۔

۱۶۴۔ ”مچھوئے صاحب“ بظاہر مروان نام لگتا ہے۔ اسی لیے رنج میرٹھی نے اسے ”مچھوئی صاحب“ لکھا ہے (بہارستان دلا، صفحہ ۱۲۸)۔ تذکرۃ النخواتین (صفحہ ۴۷) میں آتی ہے ”مچھوئے صاحب“ ہی لکھا ہے اور یہی درست بھی معلوم ہوتا ہے۔ آتی الدی کی زندگی کا پیش تر حصہ لکھنؤ میں گزرا، اس لیے وہ لکھنؤ کی روایت اور وہاں ناموں کی اصطلاح سے لیٹا رہا، وہ واقف تھے۔ ان کا ”مچھوئے صاحب“ لکھنؤ واضح کرتا ہے کہ اس شخص کی شاعر کو لکھنؤ میں اسی نام سے پکارا یا جاتا تھا۔ اسی لیے نادرنے اور آتی کے اعداد کو ترجیح دی گئی ہے۔

۱۶۵۔ اصل: ”پاپڑ“ (مروان خیالی، صفحہ ۲۹؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۸۵)۔ معروف نام ”پاپڑ“ یا ”پاپڑ“ ہی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پرانے زمانے میں وہی والے اسے ”پڑا“ کے بجائے ”را“ سے ”پاپڑ“ یا ”پاپڑ“ لے لے ہوں۔

۱۶۶۔ مصلحہ مروان خیالی، صفحہ ۲۹؛ نمبر ۲۵۔ آخر میں ”۱۴۳“ غلطی اللہ عز ورج ہے۔

۱۶۷۔ حلق ”عراشی مصنف“۔ اصل ”سروئی“ (مصلحہ مروان خیالی، صفحہ ۲۹؛ صفحہ ۱۴)۔ (ظاہر کتابت کی

بے وزن ہو جاتا ہے۔ صحیح کیا ہی۔

۱۸۰۔ اصل: ”خبروں کو دہانہ“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۹۹، طرہ ۸)۔ وزن میں ”خبروں“ آتا ہے۔

۱۸۱۔ اصل: ”فلق و نجوم“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۹۹، طرہ ۱۹)۔ ”ف“ کا نظریہ کیا ہے۔

۱۸۲۔ اصل: ”۳ پر جمال؟“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۹۹، طرہ آخری)۔

۱۸۳۔ یہ حاشیہ صرف مرآت خیالی (صفحہ ۳۹) پر درج ہے۔ اس کا نشان متن میں کہیں نہیں لگا گیا۔ اس سے

واضح نہیں ہوتا کہ یہ حاشیہ کس شخص سے منعلق ہے۔ اس صفحے (مرآت خیالی، صفحہ ۳۹) پر جن طراؤں کا ذکر

آیا ہے، قرآن سے یہ حاشیہ ان میں سے درج ذیل میں اشخاص سے منعلق ہو سکتا ہے :

(۱) محمد بن زبائیل صاحبہ اشرف الاعیان، مدنی۔

(۲) شمس مصیب الدین سوزاں۔

(۳) نور محمد خاں مظاہر۔

رسالہ تاثیر القلوب سے منعلق بھی کوئی معلومات نہیں مل سکیں، اور نہ اشارہ شدہ شخصیت کی نشان دہی

میں آسانی ہو جاتی۔ اس حاشیے کی شخصیت سے منعلق حریۃ تحقیق کی ضرورت ہے۔

۱۸۴۔ اصل: ”ہو آئینہ“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۱: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۹۸)۔ وزن کے مطابق

”آئینہ“ چاہیے۔ ”آئینہ“ کی ”یا“ گرا کر بھی وزن پورا کیا جاسکتا ہے لیکن چوں کہ ”آئینہ“ کی ”یا“ کھینچ

کر بولی جاتی ہے اور اپنی پوری آواز دیتی ہے، اس لیے اس کا گرا تا معیوب سمجھا جاتا ہے، چنانچہ

”آئینہ“ پر ”آئینہ“ کو ترجیح دی گئی ہے۔ تاہم نے یا کا تب نے اور سمجھوں پر بھی ”آئینہ“ کے بجائے

”آئینہ“ لکھا ہے۔

۱۸۵۔ اصل: ”سب میرا مال“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۱: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۹۹)۔ وزن کے مطابق

”مرا“ آتا ہے۔

۱۸۶۔ یہاں ”واللہ“ بروازنی فغان استعمال ہوا ہے (دل + لا + و)، جب کہ اس سے اوپر دوسرے شعر میں

”واللہ“ بروازنی فغان استعمال ہوا ہے۔ (دل + ل)۔

۱۸۷۔ اصل: ”شکر کو میری“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۱: تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۹۹)۔ بظاہر ”میری“

قدیم الملاکی زمانہ کی کرنا نظر آتا ہے جب یائے معروف و مجهول میں تیز نہیں کی جاتی تھی لیکن نصف کے

بعد اس کتاب میں کتابت کے قدیم غواس کم ہوتے گئے ہیں۔ خاص طور پر یائے معروف و مجهول میں

فرق قائم ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے کے شعر میں ”ہائے“ اور اس سے پہلے کے شعر میں ”میں“ اور

”ہائے“ کو بے محمول ہی سے لکھا گیا ہے، جب کہ اسی شعر میں ”وی“ بے محمول سے کتابت کیا گیا ہے۔ گویا مصنف یا کاتب — لکھنے یا کتابت کرنے میں بے محمول کو ان کی اصل اشکال میں لکھ رہا ہے۔ ایسی صورت میں معاہدہ شعر میں بے محمول کو بے محمول سے لکھنا — قدیم انداز کتابت کی ہی وہی قراوین مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابت کی لفظی ہے۔

۱۸۹۔ نواب محمد مصطفیٰ خاں شیخو دوسری کے قاری زبان کے تذکرے گلشن بے خار سے مراد ہے۔

۱۸۹۔ اصل: ”سیرا بھیرا لائے“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۳؛ تذکرۃ النسلیۃ نادری، صفحہ ۱۰۲)۔ وزن کے لیے ”مرا“ چاہیے۔

۱۹۰۔ تذکرۃ النسلیۃ نادری (صفحہ ۱۰۳ مطرا) میں ”لوائی“ کے بجائے ”ف“ لکھا ہے۔ گویا اسے ”لوائے“ پڑھا جائے۔ یہ کتابت کی لفظی گنتی ہے لیکن ”بھو لائے“ کے قافیے میں ”لوائے“ ہی آئے گا۔ غلطی چارونے لگی اسی رعایت کو ملحوظ رکھا ہے۔

۱۹۱۔ اصل: ”خمس“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۵؛ تذکرۃ النسلیۃ نادری، صفحہ ۱۰۳)۔ یہ کتابت کی لفظی ہے۔ مزید دیکھیے ضمیمہ ۱، شعر بحالت الفاظ۔

۱۹۲۔ یہاں ملاحظہ مرآت خیالی، صفحہ ۳۸، نمبر ۲۸ کی عبارت اضافہ ہوئی چاہیے لیکن جوں کہ پہلے اس عبارت کا مضمون مانجھے سے متعلق تھا، اس لیے اسے متن میں درج کرنے کے بجائے مانجھے میں درج کیا گیا ہے۔

۱۹۳۔ اصل: ”سیری مشکل“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۷؛ تذکرۃ النسلیۃ نادری، صفحہ ۱۰۵)۔ وزن کے لیے ”میری“ چاہیے۔

۱۹۴۔ اصل: ”سیری سول“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۷؛ تذکرۃ النسلیۃ نادری، صفحہ ۱۰۵)۔ وزن کے لیے ”میری“ چاہیے۔

۱۹۵۔ پہلے اور تیسرے شعر میں ”دوب“ ”ہینچا“ لیکن دوسرے شعر میں ”ہیو نہا“ درج ہے۔ تمام شعروں میں ”دوب“ ایک ہی ہوتی چاہیے۔ ”ہیو نہا“ کتابت کی لفظی ہو سکتی ہے۔ اسی لیے ”ہینچا“ کو ترجیح دی گئی ہے۔

۱۹۶۔ اصل: ”طلب میں تیری“ (مرآت خیالی، صفحہ ۳۹؛ تذکرۃ النسلیۃ نادری، صفحہ ۱۰۸)۔ وزن کے مطابق ”تری“ چاہیے۔

۱۹۷۔ ”ہنس“ بروزن فتح۔ شاعر نے فون حذف کر کے ”ہنس“ مراد لیا ہے۔

- ۱۹۸۔ اصل : ”مغیرا کیجئے تیرے اب تو نہیں رہتی چشم“ (مراتب خیالی، صفحہ ۵۱) : تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۱۰۹۔ مصرع وزن میں نہیں۔ صحیح قیاس کے ذریعے متن درست کیا گیا ہے۔
- ۱۹۹۔ یہ شعر میر درد کے اس شعر کی نالی ہے:
- بک میں آ کر ادھر ادھر دیکھا قوی آ یا نظر بدھر دیکھا
- [دیوانِ درد (مرتبہ نسیم احمد)، صفحہ ۱۱۹]
- ۲۰۰۔ اصل: ”آئینہ“ (مراتب خیالی، صفحہ ۵۲) : تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۱۱۔ وزن میں ”آئینہ“ آتا ہے۔
- ۲۰۱۔ اصل: ”میرے“ (مراتب خیالی، صفحہ ۵۲) : تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۱۱۔ وزن کے مطابق ”میرے“ ہونا چاہیے۔
- ۲۰۲۔ اصل: ”غزلِ ادب“ (مراتب خیالی، صفحہ ۵۳) : تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۱۱۔
- ۲۰۳۔ اصل: ”تیری“ (مراتب خیالی، صفحہ ۵۳) : تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۱۱۔ جو وزن میں نہیں ہے۔
- ۲۰۴۔ اصل: ”میرا ایمان“ (مراتب خیالی، صفحہ ۵۳) : تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۱۱۲۔ وزن کے مطابق ”مرا“ چاہیے۔
- ۲۰۵۔ اصل: ”تیری چشم“ (تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۱۱۳)۔
- ۲۰۶۔ اس کے بعد ”دراغ کوئی کا بیان“ شروع ہوتا ہے جو ضمیمہ ۶ میں درج ہے۔
- ۲۰۷۔ ”لا غری ہم“ سے ۱۲۸۶ کا عدد استخراج ہوتا ہے۔ آخری پارے مصرعے سے بھی ۱۲۸۶ کا عدد ہی فراہم ہوتا ہے لیکن مصنف یا تاریخ کو نے اس جانب کوئی ملاحظہ نہیں کیا۔
- ۲۰۸۔ اصل: ”ایک بار“ (مراتب خیالی، صفحہ ۷۷) : تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۱۳۰۔ وزن کے مطابق ”اک“ آئے گا۔
- ۲۰۹۔ اصل: ”تو یہاں بھی“ (مراتب خیالی، صفحہ ۷۷) : تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۱۳۱۔ ”یہاں“ سے وزن گرتا ہے، ”یہاں“ چاہیے۔
- ۲۱۰۔ اصل: ”ایک ہی“ (مراتب خیالی، صفحہ ۷۷) : تذکرۃ النسبے نادری، صفحہ ۱۳۲۔ وزن کے لیے ”اک“ چاہیے۔ باقی مآخذ میں بھی یہی ہے۔
- ۲۱۱۔ اس غزل کے کالجے کا قلم نے ”درمیانِ یا کے بغیر“ ”خرائے، جائے، ترسائے، جائے، پھیلانے، خرائے“ لکھے ہیں۔ اس کتاب میں اور جگہوں پر بھی کاتب نے یہی ردش اختیار کیا ہے۔

- ۲۱۲۔ مصرع بے وزن۔ ”ضرور“ کی آخری راکرتی ہے، یا پھر ”ضرور“ کو فعل کے وزن پر چھوڑ دیا گیا۔
اس غزل کا وزن ”فاعلتن فاعلتن“ (۲۴) ہے۔
- ۲۱۳۔ اصل: ”ہے دسج اندام تراہا دشا۔۔۔ تیری ہو کر غیر“ (مرثیہ خیالی، صفحہ ۷۷)؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۳۔
غلطی اوسط درجہ کی اصل رہائی یہ ہے :
- ۲۱۴۔
ہے دسج اندام ہیرا یا شاد
اب غیر کے ہاتھ پہ نہ دکھ بھری نگاہ
ہیرا ہو قلام غیر کا دسج نگر
لا حول ولا قوۃ فی ہاتھ
[کتبہات رشک (دیوان اول)، نظم مبارک، صفحہ ۳۳۳]
- ۲۱۵۔ میر علی اوسط درجہ (۱۸۶۷ء/ ۱۲۸۳ھ) شاگرد تاج تھے۔ انہوں نے تین دیوان یادگار چھوڑے۔
نظم مبارک اُن کا پہلا دیوان ہے جو ۱۸۸۳ء/ ۱۲۵۳ھ میں مکمل ہوا۔ یہ دیوان دوسرے دیوان نظم گرامی (مکمل ۱۸۸۵ء/ ۱۲۶۱ھ) کے ساتھ پہلی اسی سال اور بعد میں دوسری بار ۱۸۸۴ء/ ۱۲۶۳ھ میں شائع ہوا۔ ”مقدمہ“ المتخلف رشک: ارزاؤ کثر محض انصار اللہ، صفحہ ۹۰۸۔
- ۲۱۶۔ ملاحظہ مرثیہ خیالی، صفحہ ۳۰ نمبر ۳۱۔ آخر میں ”۱۲“ غلطی لکھ دیا۔ یہی درج ہے۔
- ۲۱۷۔ اصل: ”تصویر بانا“ (مرثیہ خیالی، ص ۷۷)؛ تذکرۃ النسائے نادری، (۱۳۷)۔
- ۲۱۸۔ یہ شعر فنی موتی رام موتی کے اس شعر کی نقالی ہے :
دل کئے کینے میں ہے تصویرِ یار جب ذرا گردن جھکائی، رو کیولی
[اردو کے شہرہ منسل اشعار، تحقیق کسی روحانی مس، صفحہ ۴۱]
- ۲۱۹۔ اصل: ”سے خانہ۔۔۔ بیاہ“ (مرثیہ خیالی، ص ۷۷)؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۴۔
- ۲۲۰۔ اصل: ”گیتا راز“ (مرثیہ خیالی، ص ۷۷)؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۴۔
- ۲۲۱۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس جاتون کے نام کو اعلیٰ اور پھر لائن، یعنی دو طرح کی لکھا ہے خود مصنف نے لکھا ہے۔ اگر تو اعلیٰ ”اعلیٰ“ سے بنا ہے تو درست ہے لیکن معلوم ہوتا ہے یہ اصل (نثر غنیمتی، ص ۷۷) کے بجائے لال (نثر رنگ) سے مشتق ہے ایسی صورت میں الائن درست ہونا چاہیے۔
- ۲۲۲۔ نادر نے مرثیہ خیالی (صفحہ ۳۸) میں میاں قلیب الدین لکھا ہے۔ بدجی تھرگئی (بہارستانِ بلا، صفحہ ۱۹۸) مثلاً (تذکرۃ ضمیمہ سطن، صفحہ ۳۵) اور آئی الڈنی (تذکرۃ الخواص، صفحہ ۱۳۹، ۱۴۷) نے بھی نام میاں قلیب الدین عرف کالے صاحب ہی لکھا ہے۔ جیسا کہ آ کے جمل کر مصنف نے

”صحیحہ“ میں وضاحت کی ہے، تحقیق کے بعد انھوں نے پیر صاحب کا نام درست کر دیا، جب کہ باقی تذکرہ نویسوں کے پاس وہ لٹلٹی باقی رہی۔

۲۳۳۔ ملحقہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۳۰، نمبر ۳۲۔ آخر میں ”۱۲۱۲ھ غلی اللہ عنہ“ درج ہے۔

۲۳۴۔ اصل: ”یکٹی ٹی“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳)۔

۲۳۵۔ مرآۃ معین، صفحہ ۳۱، زیر عنوان ”روح“۔ غزل کا متن اصل، یعنی مرآۃ معین کے مطابق درست کیا گیا ہے۔

۲۳۶۔ حلقہ حواشی مصنف - ملحقہ مرآۃ خیالی، صفحہ ۳۰، نمبر ۳۳۔

۲۳۷۔ اصل: ”میکتیا مارا“ (مرآۃ خیالی، صفحہ ۸۶، تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۶)۔

۲۳۸۔ اصل: ”کرم افراد کرتے ہیں“ (مرآۃ خیالی، صفحہ ۸۶، تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۶)۔
”افراد“ پر حاشے کا نشان ہمارے حاشے میں ”ایزاد“ لکھا گیا ہے، گویا ”افراد“ کی صحیح ”ایزاد“ سے کی گئی ہے۔ ”بہین منایت“ ”گونا گونا گوں کے وزن پر پڑنا پڑے گا۔“ ”بے نایت“۔

۲۳۹۔ اصل: ”بھٹی نادان“ (مرآۃ خیالی، صفحہ ۸۶، تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۶)۔ وزن کے مطابق ”بھی“ چاہیے۔

۲۴۰۔ اصل: ”میری عزت“ (مرآۃ خیالی، صفحہ ۸۶، تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۷)۔ وزن کے مطابق ”میری“ چاہیے۔

۲۴۱۔ یہاں ”ہستی“ اور ”شر مٹی“ کا عمل ہے لیکن یہ دونوں وزن میں نہیں آتے۔ شاعر نے ”ہستی“ اور ”شر مٹی“ لکھ کر ”ہستی“ اور ”شر مٹی“ کے الفاظ فرا لے لیے ہیں۔ قدیم دور میں یہ عام زحمان تھا۔ امالے کے سلسلے میں خاص طور پر یہ عمومی زحمان دیکھنے میں آتا ہے۔ تذکرۃ النسائے نادری کے مصنف نے بھی تمام کتاب میں امالے کی بجائے لفظوں کو پائے ہوئے سے لکھا ہے۔

۲۴۲۔ اصل: ”مقلد کشاکی“ (مرآۃ خیالی، صفحہ ۸۹، تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۹)۔

۲۴۳۔ اصل: ”دربار بھی“ (مرآۃ خیالی، صفحہ ۸۹، تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۳۹)۔ یہ مصنف کی لٹلٹی گئی ہے، کیوں کہ دونوں کاغذ میں ”دربار“ ہے۔ کاتب کی لٹلٹی ہوتی تو دونوں یکساں ہوتی۔

۲۴۴۔ سحر و صورت میں شعر ہے وزن ہے۔ دونوں مصرعوں کا وزن ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ پہلے مصرعے کی صورت یہ ہو تو شعر با وزن ہو سکتا ہے:

کیوں نہ قربان ہوں میں جب وہ کہے ہے ناز سے

۲۳۵۔ ”کھائے“ کا صحیح تلفظ ”کھلائے“ ہے۔ امکان ہے کہ خود تیار نے ”کھلائے“ لکھا ہو، اس لیے یہاں غلطی سے مصنف کو ترجیح دی گئی ہے۔ اس لفظ کی املا کے سلسلے میں مجدد کے لیے دیکھیے ”ضمیر ۳“ کتاب قدرا۔

۲۳۶۔ اصل: ”اگر کھائے مرے“ (مروان، خجالی، صفحہ ۹۲: تذکرۃ النسائے نادری، بطور ۱۵۴)۔ اسم میں امارہ چار نہیں۔ یہ کتاب کی اناج معلوم ہوتی ہے۔

۲۳۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ یاسمن کی یہ غزل غالب کے ابتدائی زمانے کی درج ذیل غزل کی زمین میں کہی گئی ہے۔ غالب کے بعض مصرعے تو اس میں بعینہ نقل کر لیے گئے ہیں۔ غالب کی یہ غزل دس اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا مطلع، مقطع اور حلقہ شعر یہ ہیں:

بھر مجھے دیہات زیاد آیا	دل بھر مجھے فریاد آیا
سادگی ہائے حقا یعنی	بھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا
دعہ کی یوں بھی گزر ہی جاتی	کیوں ترا راہ گزر یاد آیا
کوئی دیرانی سی دیرانی ہے	دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
میں نے بھوں پہ لو کہیں میں آسدا	سگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

[دیوان غالب (نسخہ عرصی)، صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲]

حیرت ہے تیار نے اس پر اپنی کوئی رائے نہیں دی۔ دہلوی ہونے کے ناتے وہ اپنے دونوں تذکروں میں غالب کا ذکر بڑے احترام سے کرتے ہیں۔ موجودہ تذکرے میں بھی وہ دہلویت کے دیکھ بھل کر سامنے آئے ہیں اور شیخو کے جواب میں تذکرہ لکھنے پر ہاتھ کو خوب آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی جہاں دہلویت پر زور دیتی نظر آتی ہے، تیار وہاں دہلویت کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں لیکن یہاں غالب کی زمیں میں داخل کر غالب کے رنگ میں ایک غیر معروف شاعرہ کی غزل درج کرتے وقت وہ اس پر تنقید کرنے سے باز رہے ہیں۔ اور اس کا بھی نہ انہیں ماننے کہ اس شاعرہ نے غالب کے بعض مصرعے تک سرزد کر لیے ہیں۔ کہیں یہ انکسار سے معذرت کا کرشمہ نہیں، کیوں کہ اس شاعرہ (یاسمن) کو تیار نے انکسار کی کمی پر خاص لکھا ہے۔ اور انکسار بھی تو دہلوی تھا!

۲۳۸۔ اصل: ”ضمیر ۳“ (مروان، خجالی، صفحہ ۹۵: تذکرۃ النسائے نادری، بطور ۱۵۵)۔

۲۳۹۔ اصل ترکیب ”ملائے عام“ ہے، ”ملائے عام“ بظاہر کتابت کی غلطی لگتی ہے لیکن یہ اختیار مصنف بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اسے برقرار رکھا گیا ہے۔

- ۲۳۰۔ اصل ترکیب "یک قلم" ہے۔ یہاں بھی کتابت کی غلطی کا احتمال ہے۔ لیکن یہ اختیار مصنف بھی ہو سکتا ہے۔
- ۲۳۱۔ مکتبہ نسجہ سخن، نام و نگہ دستہ تھا جو کلکتہ سے فروری ۱۸۸۲ء میں جاری ہوا۔ اس نگہ ستے کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں شاعرات کا اردو کلام الگ عنوانات کے تحت چھاپا جاتا تھا۔ پردہ دار اور مگرٹو خواجہن اور طوائف شاعرات کے لیے علاحدہ گوشے تھے۔ اس کے علاوہ اس نگہ ستے میں امراء و سلاکے حالات اور غیاہ راج سے متعلق شعرا کا کلام بھی شائع ہوتا رہا ہے۔ اس کے مدیر مالک خواجہ محمد وزیر دہلوی تھے جن کا متعلق غیاہ راج، کلکتہ ہی سے تھا۔ یہ نگہ دستہ رجنی پریس، کلکتہ میں طبع ہوتا تھا۔ مزید معلومات کے لیے دیکھیے :

(۱) "نتیجہ سخن، بنگال کا ایک قدیم نگہ دستہ" (مضمون)، از مختار الدین احمد رزوی۔

(۲) انیسویں صدی میں اردو مکتبہ نسجہ سخن - تاریخ و تحقیق، از رفاقت علی شاہ۔

- ۲۳۲۔ تاوڑے اس ٹیمے میں آوا اور مزج کا کلام مکتبہ نسجہ سخن کے بارعوی شمارے، بابت جنوری ۱۸۸۳ء سے نقل کیا ہے۔ انیسویں ایپ شمارہ دست باب نہ ہو سکا۔ اسی طرح تاوڑے ٹیمے میں پرانی دھوا، خورشید، زہب، شہاب، شمع، شیرازی، گوہر، مشوق اور نازاں کا کلام نگہ ستے کے پہلے شمارے بابت فروری ۱۸۸۲ء سے نقل کیا ہے۔ یہ شمارہ بھی کوشش بسیار کے باوجود دست باب نہ ہو سکا۔

ان کے علاوہ تاوڑے نے امیر، دھوا، آوا اور مطلوب کا کلام نگہ ستے کے نویں شمارے بابت اکتوبر ۱۸۸۲ء سے — بھگراتی، پیارنی، حسین، قاضی، بھگور، مہک اور مہر کا نمونہ کلام پانچویں شمارے بابت جون ۱۸۸۲ء سے — جعفری کا کلام گیارہویں شمارے بابت دسمبر ۱۸۸۲ء سے اور غیا کا کلام چودھویں شمارے بابت مارچ ۱۸۸۳ء سے حاصل کیا ہے۔ یہ شمارے مہرے پوش نظر ہیں۔ ان شماروں کی مدد سے اشعار کی تصحیح کردی گئی ہے، جب کہ اختلافات نسخ کی نشان دہی بھی کردی گئی ہے۔

- ۲۳۳۔ "لائے" کے نیچے غنی قلم سے "ع" کا نشان بنا کر یہ بتایا گیا ہے کہ اسے "لائی" پڑھا جائے۔

- ۲۳۴۔ اصل: "میرا رنگ" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۶۵)۔ وزن کے مطابق "مرا" چاہیے۔

- ۲۳۵۔ "ہوئے" کے نیچے بھی غنی قلم سے "ع" کا نشان بنایا گیا ہے (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۶۵)۔ گویا اسے "ہوئی" پڑھا جائے۔

- ۲۳۶۔ دوسرے مصرعے میں کاتب نے "ہی" کو "تری" کے نیچے غنی قلم سے "ف" بنایا ہے (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۶۵)۔ یہ گویا اس امر کی نشان دہی کے لیے بنایا گیا ہے کہ ان الفاظ کو "ہی" کو "تری" پڑھا جائے۔

- ۲۶۱۔ یہاں بھی ”کی فیض کی“ ”نہی“ کی ”نیچے“ ”ف“ لکھا گیا ہے، مگر اس لفظ کو ”کے“ پڑھنا چاہیے۔
- ۲۶۲۔ اصل: ”بھرے پاس“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۵)۔ وزن کے مطابق ”بھرے“ چاہیے۔
- ۲۶۳۔ اصل: ”کر کے یہ لانگے“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۵)۔ ”یہ“ وزن میں نہیں آتا اور اگلا لفظ ”لانگے“ کے ”یا“ میں ”کے“ ہونا چاہیے۔ ”لانگے“ ”لانگے“ کے ”نی لگنا ہے۔
- ۲۶۴۔ متن میں ”رمل“ پر حاشے کا نشان دیا گیا ہے لیکن حاشے کی حقیقت مہارت متن ہی میں درج کردی گئی ہے جیسے حواشی مصنف کے وقت نقل کر دیا گیا ہے۔
- ۲۶۵۔ حضرت مانٹا کے ذکر سے نقل صفحہ ۳ کے حاشے میں ”کا روت“ نامی ہندی اور سلطنت مراد خیالی میں ”کوگل ہائی“ نامی ہندی کا ذکر ہے۔ آخر الذکر راہبانان گلہ کی خسر پردہ کی رانی بیان کی گئی ہے (رک: ملحوظہ مراد خیالی، صفحہ ۲۳، نمبر ۲)۔
- ۲۶۶۔ زیلا سے نقل ملحوظہ مراد خیالی میں ایک پارسی خاتون ”گل ہائی ڈاکرنی“ کا ذکر وکیل ہند، دہلی کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ (ملحوظہ مراد خیالی، صفحہ ۲۳، نمبر ۳)۔
- ۲۶۷۔ اصل: ”آمنہ“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۸۶، کالم اول، صفحہ ۱۶)۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرست جاتے وقت ”نہی“ ”کو“ ”آمنہ“ ”کھینکی کی لٹل مصنف سے ہوئی ہے۔
- ۲۶۸۔ نور جہاں سے نقل ملحوظہ مراد خیالی میں ترکی کی تین اعلیٰ ترین اہل طوائف کا ذکر محبوب عالم کی کتاب کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ ان میں پری شیخ خاتم اور محمد علی پاشا کی ”دولڈ یاں بیکر بٹری“ شامل ہیں (رک: ملحوظہ مراد خیالی، صفحہ ۲۳، نمبر ۴)۔
- ۲۶۹۔ ”گنیا“ سے نقل ملحوظہ مراد خیالی میں راجا اشوک کی بیٹی ”سکرمتی“ کا تذکرہ درج کیا گیا ہے۔ (ملحوظہ مراد خیالی، صفحہ ۲۵، نمبر ۶)۔
- ۲۷۰۔ ”ابلیا ہائی“ کے بعد ملحوظہ مراد خیالی میں ۶۷ داخلہ پڑھیں: ”نامی بہ جگری (مارس)، ارا ماہائی کچھ اردو کی، دہلی کی ہال بدھاوا ڈاکٹر اندی ہائی جوشی، بی اے پاس دو برہمنوں۔“ کا ذکر اضافہ کیا گیا ہے۔ (رک: ملحوظہ مراد خیالی، صفحہ ۲۶، ۲۷، نمبر ۸)۔
- ۲۷۱۔ شاعر کے مطابق گلشنِ دہر کی گل ۵۲ شاعرات اس فہرست میں شامل ہیں۔
- ۲۷۲۔ کیا ”بادشاہ خاتون“ تخلص ہے؟
- ۲۷۳۔ اصل: ”پر قوی“ (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۸۶، کالم ۲، صفحہ ۲۵)، لیکن متن میں ”پر قوی“ درج ہے (ایضاً، صفحہ ۲۴)۔ اس کے علاوہ بہارستانِ دہر (صفحہ ۱۱۶) میں بھی تخلص ”پر قوی“ ہی لکھا

- ۲۷۴۔ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مصنف سے ”پرتوی“ کیا یا یہ معروف پر اجزا لگانے سے رو گیا ہے۔
 ”جہاں خاتون“ نام ہے، تخلص نہیں۔ دیکھیے مجلسِ ناول میں تذکرہ جہاں خاتون۔
- ۲۷۵۔ خان زادہ کے تذکرے میں اس کا نہیں، بل کہ اس کی بہن کا نام غفرانسا لکھا ہے۔ اس کے علاوہ اسے حمیرائی کے علاوہ ترقی بھی لکھا گیا ہے۔ دیکھیے متنِ مجلسِ ناول میں تذکرہ خان زادہ۔
- ۲۷۶۔ مصنف نے ”آقا دوست“ تخلص کا ذکر دوتی کے تذکرے میں نہیں کیا۔ دیکھیے مجلسِ ناول میں دوتی کا تذکرہ۔
- ۲۷۷۔ ”لالہ خاتون“ بھی نام ہے، تخلص نہیں۔ دیکھیے مجلسِ ناول میں لالہ خاتون کا ذکر۔
- ۲۷۸۔ متن میں نام ”قربان“ تحریر ہے جو غلط ہے۔ صحیح نام قمرن جان ہی ہے۔
- ۲۷۹۔ تذکرے میں اس کے مسکن کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ دیکھیے مجلسِ ناول میں نہائی تذکرہ کا بیان۔
- ۲۸۰۔ اس کا تذکرہ علاحدہ سے درج نہیں، بل کہ دوتی کے ذکر میں ہی ایک واقعہ تحریر کر کے اس کے اشعار لکھ دیے ہیں۔ اسی لیے اسے مجلسِ ناول کی ہر قاعدہ تذکرہ شاعرات میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس فہرست کے عنوان میں ۵۳ شاعرات کی فہرست بتایا جان کیا گیا ہے، جب کہ اس ترسافچی کو فہرست میں شامل کر کے یہ تعداد بڑھ کر ۵۴ ہو گئی ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس کا تذکرہ علاحدہ شاعرہ کے طور پر نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فہرست بناتے وقت مصنف نے اسے علاحدہ شاعرہ کے طور پر فہرست میں اس لیے داخل کر دیا کہ اس طرح مجلسِ ناول کی مشمولہ شاعرات کی تعداد میں ایک کا اضافہ ہو جائے گا۔
- ۲۸۱۔ یہ بھی کوئی مستقل شاعرہ نہیں، بل کہ ایک واقعے یا لطیفے کی بنیاد پر بتاؤ نے اسے بھی شاعرات میں شمار کر کے اپنے تذکرے کی تعداد شاعرات میں اضافہ کیا ہے۔
- ۲۸۲۔ متنِ تذکرہ میں مذکور بانو تنگم کے تخلص بانو کا ذکر ہے اور عباس کے مسکن دہلی کا۔
- ۲۸۳۔ متن میں ”پری دیکھ“ ہے۔ دیکھیے متنِ ضمیمہ مجلسِ ناول میں ذکرِ پری۔ نیز دیکھیے ضمیمہ تشریحات الفاظ۔
- ۲۸۴۔ جاناں تنگم بظاہر نام ہے، تخلص نہیں۔
- ۲۸۵۔ دولت کے تذکرے میں اس کا نام ”لی لی دولت“ اور اسے ڈیونا لکھا ہے۔ دیکھیے ضمیمہ مجلسِ ناول میں تذکرہ دولت۔

- ۲۸۶۔ مجلسی نادر میں ذہرہ کے ذکر سے اس کا نام اور عرقیت تحریر نہیں، البتہ ”جمن اعداد“ میں دونوں کا اعداد درج ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے وہیں سے لے کر ذہرہ کا نام عرقیت یہاں درج کی ہے۔
- ۲۸۷۔ اصل: ”سہیلیان“ (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۸۸، کالم ۱، سطر ۱۲)۔ یہ صریحاً کتابت کی غلطی ہے۔
- ۲۸۸۔ حدیث کے ذکر میں اسے مطافاتی لکھا ہے لیکن دکن سے اس کے تعلق کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ دیکھیے طبرستان، مجلسی نادر میں ذکر حدیث۔
- ۲۸۹۔ متنی تذکرہ میں آخر کے وطن کا کوئی ذکر نہیں۔ دیکھیے ”جمن اعداد“ میں ذکر آخر۔
- ۲۹۰۔ متنی تذکرہ میں امیر کسروی متذکرہ کا نام نہ لکھیں۔ دیکھیے ”جمن اعداد“ میں ذکر متذکرہ امیر۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مصنف یا کاتب سے سہو ہو گیا ہے۔ امیر کے نام کے خانے میں ایسا کا نشان غلطی سے لگ گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اس امیر کسروی کا نام بھی امیر جان تھا، حالانکہ یہاں نام معلوم کا نشان (— لمبی لکیر) آنا چاہیے تھا، یعنی نام درج نہیں۔
- ۲۹۱۔ متنی تذکرہ میں ”سہیلی نام“ درج ہے، ”سہیلی جان“ کہیں نہیں لکھا۔ رک تذکرہ سہیلی در ”جمن اعداد“۔
- ۲۹۲۔ متنی تذکرہ میں نام و تخلص ”بسم اللہ“ ہی لکھا ہے۔ دیکھیے ”جمن اعداد“ میں تذکرہ، جسم اللہ۔ تذکرہ سے بسم اللہ کے دلی سے تعلق کی طرف بھی کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصنف کی ذاتی معلومات ہیں اور بعد کا اضافہ ہیں۔
- ۲۹۳۔ متن میں قصور کے وطن کا ذکر نہیں ہے۔ دیکھیے ”جمن اعداد“ میں ذکر قصور۔
- ۲۹۴۔ اصل: ”بڑی بیگم“ (تذکرۃ النسبۃ نادری، صفحہ ۱۸۹، کالم ۲، سطر ۱)۔ متن میں نام ”بڑی بیگم“ ہے اور یہی درست ہے۔ ”بڑی“ کتابت کی غلطی ہے بلون کا لفظ لگانے سے وہ گیا ہے۔
- ۲۹۵۔ متن میں اس کا نام ”چوٹے صاحب“ لکھا گیا ہے، یہ نہیں لکھا کہ یہی اس کا تخلص بھی ہے۔ رک ذکر چوٹے صاحب در ”جمن اعداد“۔
- ۲۹۶۔ متن میں نام ”سہیلی بیگم“ درج ہے۔ دیکھیے ”جمن اعداد“ میں ذکر خود (اول)۔
- ۲۹۷۔ متن تذکرہ میں اس کا ذکر نہیں کہ خود شیدی اس کا نام تخلص ہے۔ رک ذکر خود شیدی در ”جمن اعداد“۔
- ۲۹۸۔ یہاں بھی متنی تذکرہ میں دلی کا ذکر موجود نہیں لیکن ذہب کے بیان میں مصنف کی مندرجہ تفصیلات سے علم ہوتا ہے کہ وہ ذہب کے ہارے میں ذاتی معلومات رکھتا ہے۔ (رک ذکر ذہب در ”جمن اعداد“) اس لیے ذہب کے ہارے میں اس کے جانات قاطب اعتبار ہیں۔
- ۲۹۹۔ متن میں عرقیت ”بی جمن“ لکھی ہے۔ رک ”جمن اعداد“ میں ذکر ذہرہ (و بیگم)۔

- ۳۰۰۔ واؤ سے لعل اور دہرہ کے بعد "جمن اعزاز" میں ذہنت کا ذکر ہے لیکن فہرست میں یہاں اس کا اعدادراج موجود نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اعدادراج للطی کے باعث فہرست میں نہیں ہو سکا۔
- ۳۰۱۔ متن میں نام صرف "شرطن" تحریر ہے۔ رک "جمن اعزاز" میں ذکر شرطن۔
- ۳۰۲۔ شرطن کا نام بھی متن میں محض "جگن" درج ہے۔ ایضاً ذکر شرطن۔
- ۳۰۳۔ یہاں بھی نام محض "جگا" درج ہے۔ ایضاً ذکر شیریں (اڑل)۔
- ۳۰۴۔ متن میں نام "شرف النساء" لکھا ہے اور وطن کی نسبت کو نہیں لکھا۔ رک ذکر ضرورت در "جمن اعزاز"۔
- ۳۰۵۔ متن میں نام صرف "صفت دہلوی" درج ہے۔ رک ذکر صفت در "جمن اعزاز"۔
- ۳۰۶۔ متن میں اس کا نام ہی "صید" لکھا ہے، مخلص باہم ہونے کی جاب کوئی اشارہ نہیں ہے۔ رک ذکر صید در "جمن اعزاز"۔
- ۳۰۷۔ متن میں نام "سیر النساء" لکھا ہے۔ دیکھیے "جمن اعزاز" میں ذکر فریب۔
- ۳۰۸۔ متن میں اسے مخلص باہم لکھا ہے، البتہ اس کے بارے میں تحریر جملہ کتبے ہوئے مصنف نے اسے "محبوبہ فرحت بخش" لکھا ہے (رک ذکر فرحت در "جمن اعزاز")۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اسی لفظ جی کے باعث تذکرہ جملے میں "فرحت بخش" کی ترکیب کو فرحت کا نام کر دیا ہے۔
- ۳۰۹۔ فریدان کے ذکر میں اس کے مخلص باہم ہونے کا ذکر نہیں۔ رک ذکر فریدان در "جمن اعزاز"۔
- ۳۱۰۔ کنن کے ذکر میں بھی اس کے مخلص باہم ہونے کا ذکر نہیں۔ رک ذکر کنن در "جمن اعزاز"۔
- ۳۱۱۔ اصل: "اندھ جڑ آئی" (تذکرۃ النسایہ نادری، جلد ۱۹، کالم ۱۸۷)۔
- ۳۱۲۔ اصل: "جیناں جان" (تذکرۃ النسایہ نادری، جلد ۱۹، کالم ۱۸۷)۔ یہ کتابت کی غلطی لگی ہے۔
- ۳۱۳۔ یہاں بھی کا تب یا مصنف سے سہو ہو گیا ہے۔ حتیٰ تذکرہ میں اس "آز" ("سوی") کا نام درج نہیں۔ یہاں فہرست میں نام معلوم کا نشان (—) اور درج کرنے کے بجائے ایضاً کا نشان (•) پڑ گیا ہے۔
- ۳۱۴۔ اصل: "یا سکین" (تذکرۃ النسایہ نادری، جلد ۱۹، کالم ۱۸۷)۔ یہ کتابت کی غلطی لگی ہے، کیوں کہ متن میں "یا سکین" ہی نام لکھا ہے۔
- ۳۱۵۔ حتیٰ تذکرہ میں اس شاعر کے وطن کا ذکر نہیں۔ رک "جمن اعزاز" کی آخری شاعر کا اعدادراج۔
- ۳۱۶۔ متن میں نام "شاہ جہاں بیگم" لکھا ہے۔ رک ذکر جہاں در ضمیمہ "جمن اعزاز"۔
- ۳۱۷۔ حتیٰ تذکرہ میں اسے "مخلص باہم" لکھا ہے۔ رک ضمیمہ "جمن اعزاز" میں ذکر سونا۔
- ۳۱۸۔ حتیٰ تذکرہ میں مصنف نے اسے بھی "مخلص باہم" لکھا ہے۔ ایضاً ذکر گوہر۔

- ۳۱۹۔ حق بنی تذکرہ میں مصنف نے اسے بھی "مختلص بہ اسم" لکھا ہے۔ ایسا ذکر کوثر۔
- ۳۲۰۔ اس شاعر کو بھی مصنف نے حق بنی تذکرہ میں "مختلص بہ اسم" لکھا ہے۔ رک ذکر مستور، دو ضمیمہ "چمن اعداؤ"۔
- ۳۲۱۔ حق بنی تذکرہ میں اس شاعر کو پیدا نکل رام پوری اور سکونت مراد آباد کی تحریر ہے۔ رک ذکر ملک، دو ضمیمہ "چمن اعداؤ"۔
- ۳۲۲۔ "مرآت خیالی" بروزن قطعی، قاطعاتن یعنی "مرآت خیالی"۔
- ۳۲۳۔ "نوابہ پستان سخن" ہے "کوثر کھیدہ" کہ اس کے اوپر "۱۲۹۳" کا عدد لکھا گیا ہے۔ "نوابہ پستان سخن" ہے "۱۳۰۶" کا عدد، جب کہ "۲" کے بغیر اس ترکیبی شکل سے ۱۲۹۳ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔
- ۳۲۴۔ تذکرۃ النسبۃ نادری (صفحہ ۴۷) میں "نادر پاک ہاڑی" کا اوپر "۸۰" کا عدد درج ہے۔ یہ درست نہیں اس پر سے مصرعے سے ۸۰ کے بجائے ۸۱ کا عدد استخراج ہوتا ہے۔ مرآت خیالی (صفحہ ۴) میں اس مقام پر ۸۱ کا عدد ہی درج ہے۔ ویسے بھی "تاریخ اظہار" ۱۲۹۳ھ ہے اور ۵۱۲ کے عدد میں ۸۱ ہی جمع کرنے سے مطلوب عدد حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قطعی کتاب کی ہے۔
- ۳۲۵۔ اصل: "یہ ایک شکل" (مرآت خیالی صفحہ ۴۷: تذکرۃ النسبۃ نادری صفحہ ۱۲۹۳)۔ وزن کے مطابق "اک" چاہیے۔
- ۳۲۶۔ "بے جانب چٹ چاروں طرف کام" سے ۱۲۹۲ کا عدد استخراج ہوتا ہے۔ مصرعے کے اوپر "۱۲۹۳" درج ہے (مرآت خیالی صفحہ ۴): تذکرۃ النسبۃ نادری صفحہ ۴۷)۔ ویسے بھی چوں کہ یہ "قطعی تاریخ" اظہار" ہے، اس لیے اس سے ۱۲۹۳ ہی استخراج ہونی چاہیے۔ ایسے میں تاریخ کے عدد میں ایک کا قیام ہوگا لیکن ہمارے قلمے میں کہیں قلمی کا بھی اشارہ نہیں۔
- دوسری بات یہ کہ اس تاریخی مصرعے میں "ن" کوٹا مرنے "یا" کا قائم مقام جان کر اس کے ۱۰ عدد لیے ہیں۔
- ۳۲۷۔ اس آخری مصرعے کے نکلے "محبوب نادر مجلسی" درست است اس سے "۱۲۹۳" کا عدد نکلا ہے۔ اگر آخری الفاظ "مجلسی" کو است اس سے "۱۲۹۳" کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قطعی نظام سرور لاہوری نے "است اس" ہی لکھا ہوگا لیکن مصنف نے کاتب کی قلمی سے "است اس" نہ لیا۔
- ۳۲۸۔ اس مصرعے میں "منظر جانب میں" "نادر تاریخ" ہے۔ اس میں ہمزہ کے دس عدد لیے گئے ہیں، جو ۱۲۹۳

کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ جو گنتیں نو کا سالہ طاعت ہے (مطابق ۱۸۷۶ء)۔

۳۲۹۔ تذکرۃ النسلۃ نادری (صفحہ ۳۹) میں ”غیر عقل ہی“ ہے اور ”ہی“ کے بجائے ”ف“ لکھا گیا ہے، گویا اسے ”ف“ ہی مانا جائے۔

۳۳۰۔ خانہ لڑیگہ کالج (Training College) ملا بور جو کالج کل انجی کیشن بورڈ ریلی، لاہور کا حصہ ہے۔

۳۳۱۔ اصل: ”جہانگیر سرس“ (تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۵۲، طرہ ۵)۔ وزن کے مطابق ”اک“ چاہیے۔

۳۳۲۔ ”پید آمد ریاضی تاریخاں“ مادہ تاریخ ہے۔ اس ترکیب کے نیچے ۱۸۷۸ء کتابت ہوا ہے جو تذکرۃ النسلۃ نادری کی طباعت اول کا سال ہے لیکن تذکرۃ مادہ تاریخ سے بیسوی سال ۱۸۷۸ء کے بجائے اس کے مطابق ہماری سن ۱۲۹۵ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے غور کیے بغیر مادہ تاریخ کے نیچے ہماری کے بجائے بیسوی سن لکھ دی۔

۳۳۳۔ اصل: ”طبع تسلیم“ (تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۱۶)۔

۳۳۴۔ اصل: ”میرے“ (تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۱۶)۔ اس کے بجائے ”غ“ کتابت ہوا ہے، گویا اسے ”میری“ ہی مانا جائے۔

۳۳۵۔ مصنف کے بیان سے ظاہر یہی واضح ہوتا ہے کہ مادہ تاریخ کے پارے مصرعے میں اصطلاح ”عقل“ کے اعداد بھی لائیں جائیں گے، جب دونوں مطلقہ سین (ہجری و بیسوی) حاصل ہوں گے لیکن اصل یہ ہے کہ پارے مصرعے میں ”عقل“ کے بجائے ”عقل“ کے اعداد لانے سے مطلقہ سین برآمد ہوتے ہیں۔

مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ پارے تاریخی مصرعے اور اصطلاح ”عقل“ کے غیر موقوف حروف سے تذکرۃ النسلۃ نادری کی طباعت اول کا ہماری سن اور موقوف حروف سے بیسوی سن حاصل ہوتے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ غیر موقوف حروف سے مطلقہ ہماری سن تو برآمد ہوتا ہے لیکن صرف ”عقل“ کے ساتھ موقوف حروف سے ۱۸۷۶ء کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ اس میں پانچصل ”عقل“ کی با) کے دو عدد شامل کرنے سے مطلقہ سن کا عدد ۱۸۷۸ء برآمد ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ”عقل“ کو پہلے ”پہل“ اور بعد ”عقل“ ”جمل“ لکھنے کی لطیفی کا قب کا ہے۔

۳۳۶۔ اس تاریخ میں تہیہ ہے۔ ”خوب ہے یہ کلام معشوقان“ سے ۱۲۹۶ کا عدد مستخرج ہوتا ہے۔ اس میں ”سر دوستی“ یعنی ”دوستی“ کی دال کے عدد و شامل کرنے سے مطلقہ عدد ۱۳۰۰ بنتا ہے۔

۳۳۷۔ اصل: ”ازدہ سالس“ (تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۱۸)۔ موجود پارے مصرعے ”ازہ سالس“ خوب

زویاں ہے۔" ۱۳۲۷ کا عدد ۵۵۲ ہے۔ اس میں "اُنس" کے ۱۱۱ عدد ملانے سے مجموعہ ۱۳۳۸ بنتا ہے۔ اگر "زے" گنتن خوب ردیاں، کو بارہ تاریخ مان لیا جائے تو اس سے ۱۳۹۷ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ اس میں "اُنس" کے ۱۱۱ عدد شامل کرنے سے ۱۳۹۸ کا عدد حاصل ہوتا ہے اور سر "اُنس" یعنی الف کا ایک عدد شامل کرنے سے ۱۳۹۹ کا عدد استخراج ہوگا۔ ان میں سے کوئی بھی تذکرۃ النسب لے نادری کی طبعی دوم ۱۳۰۰ھ / ۱۳۹۰ ق / ۱۸۸۳ء / ۱۹۰۱ء کے سال سے مطابقت نہیں رکھتا۔ آخری مصرے سے استخراج شدہ ۱۳۹۷ میں تین کے عدد کا اضافہ کرنے سے مطلوبہ جبری سنہ ۱۳۰۰ حاصل ہوتا ہے۔ حرف ابجد میں "ج" کے تین عدد ہیں۔ گویا "اُنس" کے بجائے کوئی ایسا لفظ ہونا چاہیے ہوگا جو حجم کے حرف سے شروع ہوتا ہے۔ اسی حساب سے "اُنس" کی جگہ "جان" کا لفظ رکھا گیا ہے جو اوزان بھی ہے اور جس کے ہر حرف "ج" کے تین عدد ملانے سے ۱۳۰۰ کا عدد بھی حاصل ہوتا ہے جو تذکرے کی تیسری اشاعت کا جبری سنہ ہے۔ یوں "اُنس" کی جگہ "جان" درج کر کے قیاسی صحیح کی گئی ہے۔ لگتا ہے "اُنس" مصنف یا کاتب کی قلمی ہے۔

۳۳۸۔

"چراغ عورات" مادہ تاریخ ہے جس سے ۱۸۸۱ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ اس میں "سر بھوت" یعنی "بھوت" کی ہا کے دو عدد ملانے سے مطلوبہ سنہ ۱۸۸۳ء کا عدد حاصل ہوتا ہے جو تذکرۃ النسب لے نادری کی طبعی سوم کا سال ہے۔ متن میں "چراغ عورات" کے اوپر "۱۸۸۱ء" درج ہے۔ اس سے بادی انگھر میں بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تذکرے کی طبعی سوم کا سال ۱۸۸۱ء ہے اور مزید یہ کہ مادہ تاریخ صرف "چراغ عورات" ہے۔ حلالاں کہ ایسا نہیں۔ "بھوت" کے دو اعداد کا تھپہ کے بغیر مذہب مادہ تاریخ پورا ہوگا اور نہ مطلوبہ سنہ ہی برآمد ہوگا۔

۳۳۹۔

"محمین واکر جمیل" مادہ تاریخ ہے لیکن اس سے محض ۱۰۹۶ کا عدد حاصل ہوتا ہے جو تذکرۃ النسب لے نادری کی اشاعت کے کسی سنہ کو ظاہر نہیں کرتا۔ "جمیل" کی جگہ "ضمیل" ہوتا تو تذکرے کی اشاعت چارٹ کے سنہ ۱۸۸۳ء کا عدد حاصل ہوتا ہے۔

۳۴۰۔

اصل "سغالی نظیر" (تذکرۃ النسب لے نادری، صفحہ ۱۸)۔ اس سے ۱۳۱۰ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔ "نظیر" سے ۱۳۰۰ کا عدد حاصل ہوتا ہے جو تذکرے کی آخری اشاعت کا جبری سال ہے۔ گالیے کے اعتبار سے بھی "نظیر" ہی ہونا چاہیے (بشر نظیر)۔

۳۴۱۔

انہی پر شاعر کا تخلص بدھو ق تھا۔ دلی میں ان کا مطبع فوق کاشی مشہور تھا۔ وہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ نثر میں الفیہ طوطا سینا اور نظم میں قصا کویں چند ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند نے ایک جگہ مدھوٹی کا نام "انبا پرشاؤ" لکھا ہے (اردو کسی نثری داستانیں، صفحہ ۸۹۳)۔ جب کہ دوسری جگہ "لالا بی پرشاؤ مدھوٹی" تحریر کیا ہے (اردو مشنوی، شمالی ہند میں، جلد دوم، صفحہ ۳۲۲)۔ ڈاکٹر گیان چند نے جانا مرنی قواعد کی تھلید میں "انی" کی "با" پر کھڑا زیر قیاس کیا ہے جو غلط ہے کہ درست نہیں۔

انی پرشاؤ مدھوٹی کی تصانیف پر ان کا نام "انی پرشاؤ" ہی لکھا ہوا ملتا ہے۔ مثال کے طور پر ان کی مشہور مثنوی قصہ گھوئی چند کا خود ان کے مطبع فوق کاشی، مدلی کا مطبعہ ایک ٹھو میرے قوش نظر ہے۔ اس کے سرورق پر دو بار اور آخری صفحے (صفحہ ۲۸) پر تین بار مدھوٹی کا نام لکھا ہے اور پانچوں بار اختتام انھیں "انی پرشاؤ" لکھا گیا ہے۔ یاد رہے کہ سرورق اور آخری صفحے کی یہ سب عبارتیں خود انبی پرشاؤ مدھوٹی کی لکھی ہوئی ہیں اور یہ کتاب بھی ان کے اپنے مطبع اور ان کے اپنے اہتمام سے بھیجی تھی۔ اس کا واضح اظہار آخری صفحے میں "خاتمہ المطبع" میں موجود ہے (صفحہ ۲۸)۔ صرف یہی نہیں، مثنوی کے دیباچے میں ایک شعر میں وہ لکھتے ہیں:

کہ ہے انبی پرشاؤ دھامی کا نام لکھیں ہے مدھوٹی مشہور عام

[قصہ گھوئی چند، صفحہ ۲]

ان کی دوسری تصنیف قصہ علوطا و مینا بھی ان کے مطبع مطبع فوق کاشی، مدلی سے شائع ہوئی۔ اس کا ایک ٹھو بھی میرے قوش نظر ہے (سنہ ۱۲۰۱)۔ اس کے سرورق پر مدھوٹی کا نام "انے پرشاؤ" لکھا ہے۔ "انی" "کو" "انے" لکھنا قدیم زمانے کی اس روش کتابت کا امتیاز ہے جس میں بے معرفت و مجہول میں فرق روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ اس اعتبار سے بھی ان کا نام "انی پرشاؤ" ہی معلوم ہوتا ہے۔

درگا پرشاؤ تادہ، مدھوٹی کے قمری معاصر تھے۔ ان کے تذکرے مخلصی نادر اور سراب غیلانی، مطبع فوق کاشی، مدلی ہی سے طبع ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ مدھوٹی سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے۔ دونوں تذکروں کے سرورق پر مجتمہ کے طور پر مدھوٹی کا نام "انی پرشاؤ" ہی درج ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں تذکروں کے سرورق کی عبارتیں خود مدھوٹی یا تادہ نے تحریر کی ہوں گی۔

ذکورہ بالا اشہاد کی روشنی میں صاف ہو جاتا ہے کہ مدھوٹی کا نام "انی پرشاؤ" تھا، "انبا پرشاؤ" یا "انے پرشاؤ" نہیں۔

۳۳۲۔ اصل: "لکھنیا اعجاز" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۷۷)۔ بظاہر یہ "جنم اعجاز" نہیں، کیوں کہ اس کا ذکر اس سے پہلے آ گیا ہے اور اسی ذکر کے بعد "کامل نسط" سے مراد تذکرۃ النسائے نادری (یعنی

گلفی نادر اور "جمن اعزاز" ہے، لہذا "جمن اعزاز" کے سواہر سرائے گلفی نادر ہی ہے جس کے طائفے سے تذکرۃ النسائے نادری مکمل ہوتا ہے۔

۳۳۳۔ اصل: "کم آتے ہیں" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۸)۔ "آتے" کے چھپے "ع" کتابت ہوا ہے، گویا اسے "آتی" پڑھنا چاہیے۔

۳۳۳۔ اصل: "کامران مرغوب کلام" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۸)۔ "کا" کے بعد "مر" زائد ہے اور بظاہر کتابت کی غلطی ہے۔

۳۳۵۔ اصل: "اس کی باقی کلام" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۸)۔ "اس کی" یا کے چھپے "ف" کتابت ہوا ہے، گویا اسے "اس کے" پڑھنا چاہیے۔

۳۳۶۔ اصل: "بھئی سنی" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۸۰)۔ "سنی" کے چھپے "ف" لکھا ہے، گویا اسے "سنے" پڑھنا چاہئے گا۔

۳۴۷۔ اصل: "ے نیارا" (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۸۰)۔

۳۴۸۔ اصل: "واقع" (رقعہ راستی مرقعہ بے مبادلہ، مشمولہ ملحظہ مرآت خیالی، صفحہ ۲۸)۔

۳۴۹۔ اصل: "۱۳۳" (ایضاً صفحہ ۱۸۰)۔

۳۵۰۔ ملحظہ، صفحہ ۳۰ نمبر ۳۰ آفریں ۱۳۳ مدنی اللہ عزوجل بھی درج ہے۔

۳۵۱۔ اصل: "ایک نکال ہے" (سرآت خیالی، صفحہ ۶۲؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۲۲)۔ وزن کے مطابق "اک" چاہیے۔

۳۵۲۔ تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۳۳) میں "حال" پر "ن" یا کسر کے آفریں "ن سال" لکھا گیا ہے۔ گویا "ن" کے نکال کے ذریعے "حال" کو "سال" سے بدلا گیا ہے۔

۳۵۳۔ یہاں بھی شعر کا نشان (۵) دیا گیا ہے، (سرآت خیالی، صفحہ ۶۲؛ تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۲۲) جب کہ مصرعے کا نشان (۵) آنا چاہیے۔

۳۵۴۔ یہ متن، یعنی ان تاریخوں کا آغاز کتاب کے صفحہ ۱۳۶ ہی سے ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے

"صحاح صفحہ ۱۳۶" جمن اعزاز کے الفاظ کا تب کے لیے لکھے ہوں گے، کیوں کہ سرآت خیالی میں یہ تاریخیں شامل نہیں تھیں۔ نادری ان کا اضافہ کرنا چاہتے ہوں گے، اسی لیے اس ہدایت نامے کے ساتھ تاریخیں کا تب کو دی ہوں گی۔ کا تب صاحب نے اس ہدایت نامے کو بھی متن کا حصہ سمجھ کر کتابت کر

دیا۔ اسی صلیے پر متن کے ساتھ صلیے کا احوال غیر حلق ہے۔

۳۵۵۔ اصل: "مصرود" (تذکرۃ النسلے نادری، صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸)

ضمیمہ (۲)

اختلافات نسخ

- ۲۱۔ صفحہ ۵۶، سطر ۱۳، ۱۲: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۱): آدم خاں کو بازار بہادر کے۔
- ۲۲۔ صفحہ ۵۷، سطر ۴: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۱) میں یہ شعر یوں درج ہیں (نقل مطابق اصل):
 پائی پان رہت کہت بہتر کیو چاہت سکھ راج
 روپ متی پیا جیسی ڈکھیا کہان گیا پیا بہادر راج
- ۲۳۔ صفحہ ۵۷، سطر ۵: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۱): اور مرتے وقت یہ کہا تھا۔
- ۲۴۔ صفحہ ۵۷، سطر ۶: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۱) میں اس شعر کی صورت یہ ہے (نقل مطابق اصل):
 تم بن جیو را رہت بہت مانگت ہے سکھ راج
 روپ متی ڈکھیا جیسی پیا بہادر راج
- ۲۵۔ صفحہ ۵۹، سطر ۶: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۲، سطر ۲): ابو پانچہارا علیا خان کی۔
- ۲۶۔ صفحہ ۵۹، سطر ۱۰، ۹: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۳، سطر ۷، ۷): شاہنشاہ محمد عثمان کے عہدِ دولت میں تھی۔
- ۲۷۔ صفحہ ۵۹، سطر ۱۱: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۳): جس اب میں اس مقدمہ کو ختم کرتا ہوں۔ اور اس "پنجستان خیالات النادر" (۱۹۳۲) کو درج نہیں کرتا ہوں۔
- ۲۸۔ صفحہ ۶۲، سطر ۱۱: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۳) میں "پہلا نصف۔ حدیقہ رائی خانہ۔" "فج" کے بعد آتوں کا ترجمہ درج ہے۔ گویا آغاز کی مہارتیں اور ویجاہ اضافے کی حیثیت رکھتا ہے جو پہلی بار تذکرۃ النسائے نادری ہی میں شامل ہوا۔
- ۲۹۔ صفحہ ۶۳، سطر ۱: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۳): آتوں: مسماہ قوتی آتوں، انکو حدیقہ سلجا جانی جیسا مستند۔
- ۳۰۔ صفحہ ۶۳، سطر ۱۳: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۳): جہا گھیرے منسوب کیا ہے۔ ملاحظہ انتقال کا موقع۔
- ۳۱۔ صفحہ ۶۳، سطر ۱: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۲) میں یہ شعر یوں ہے:
 جہاں وحیات، ایں ہمہ بے وفا است
 فنا را نگہ دار کاخِ فنا است
- ۳۲۔ صفحہ ۶۳، سطر ۱۵: بہارستانِ ناز (ایضاً): اس گشت مات۔
- ۳۳۔ صفحہ ۶۵، سطر ۱: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۲): یزور چند پر کم رام باغ و کج گھاہاں را۔
- ۳۴۔ صفحہ ۶۵، سطر ۶: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۵): آرزو، کوئی صورت سرحدی۔
- ۳۵۔ صفحہ ۶۵، سطر ۷: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۲): عشق من سراپا آرزو۔
- ۳۶۔ صفحہ ۶۵، سطر ۹: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۵): آرزوئی، یہ خوش خیال بھی سرحدی تھی۔
- ۳۷۔ صفحہ ۶۵، سطر ۱۰: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۱): خاکِ رہت کر گرو مانزی۔

- تذکرۃ الخواص (ص ۱۸۴) : شریک خاک درت۔
- ۳۸۔ صفحہ ۶۵ طر ۱۲ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۵) : آقا، مہر جیسے داروغہ۔
- ۳۹۔ صفحہ ۶۵ طر ۱۶ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۵) : آقا، نجیم، یہ ہرانی شاعر۔
- ۴۰۔ صفحہ ۶۶ طر ۱ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۹۸) : شوم خدا سے درت۔
- ۴۱۔ صفحہ ۶۶ طر ۸ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۵) : سیا شاعر بھی اسی کے ہیں۔
- ۴۲۔ صفحہ ۶۶ طر ۱۰ : تذکرۃ الخواص (صفحہ ۱۸۴) : آوازاں داس کے کہ۔۔۔ داسے بدلنے کے ہر دم بخورد۔
- ۴۳۔ صفحہ ۶۶ طر ۱ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۴) : پردا سے خود۔
- ۴۴۔ صفحہ ۶۶ طر ۳ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۴) : شیر و درم کر کند۔
- ۴۵۔ صفحہ ۶۶ طر ۵ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۶) : بادشاہِ خاقان، یہ شیرازی نقیب الدین محمد سلطان کی بیٹی۔
- ۴۶۔ ایضاً : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۶) : ”سلطانِ خاقان“۔ یہ درست لکھا ہے۔ دماغِ آسمانی نے بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۰۹) میں ”خراں“ لکھا ہے۔
- ۴۷۔ صفحہ ۶۶ طر ۶ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۶) : صدف کی کتابت میں۔
- ۴۸۔ صفحہ ۶۶ طر ۱۱ : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۲۱) : ”آ سائیں جان بیہ کالش“۔ یہاں ”پ“ کتابت ہونے سے رد کیا ہے۔ بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱۰) میں اس کا عنوان ”رباعی“ لکھا ہے۔
- ۴۹۔ صفحہ ۶۶ طر ۱۵۸ : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۲۱) : ”رامہ قلم۔ بظاہر ان کا نقط کتابت ہونے سے رد کیا ہے۔ اگلے شعر کے دوسرے مصرعے میں بھی یہاں ”یار یک نہ آب“ ہے۔ گلشنِ ناز (ص ۱۶) میں ”نار یک“ کے ”تا“ کے نیچے دو نقطے اور ”پ“ کے اوپر ایک یا دو نقطے بھی معلوم ہوئے ہیں۔ لکھا ہے کہ انھی سے نقلی کیا کر کا قب نے ”نار یک نہ“ کو ”یار یک نہ“ کر دیا ہے۔
- بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱۰) میں ان اشعار پر ”دیگر“ کا عنوان دیا گیا ہے۔ گویا یہ بھی رہا ہے۔
- ۵۰۔ صفحہ ۶۶ طر ۱ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۶) : بزرگی مالکِ شیرازی بخری۔
- ۵۱۔ صفحہ ۶۸ طر ۱ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱) : کے ہا عرب کے نجمِ سادہ۔
- ۵۲۔ صفحہ ۶۸ طر ۳ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱) : دہر قدمِ مرا کفعم صلاح است۔۔۔
- ۵۳۔ صفحہ ۶۸ طر ۵ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱)، تذکرۃ الخواص (صفحہ ۱۸۹) : تار و خیز زست۔
- ۵۴۔ صفحہ ۶۸ طر ۱ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۶) : بچہ نجم، یہ عورتِ علم نجوم کی فاضلہ شاعرہ، مرقیہ اور عارف۔
- ۵۵۔ صفحہ ۶۸ طر ۹ : گلشنِ ناز (صفحہ ۱۶) : عرفاتِ دہشتی تھی۔ کہتے ہیں کہ۔

- ۵۶۔ صفحہ ۶۸، طر۶: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱۳): عراب تو نمازی۔
- ۵۷۔ صفحہ ۶۸، طر۱۳: گلشنِ ناز (صفحہ ۷۱): بیج رکائی۔
- ۵۸۔ صفحہ ۶۸، طر۶ خری: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۷): بی بی، منگو و شیخ عبداللہ..... خوبہ حکیم جو شیر ہرات۔
- ۵۹۔ صفحہ ۶۹، طر۳: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۸): پرتوی، کوئی تخریزی۔
- ۶۰۔ صفحہ ۶۹، طر۷: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۸): بھائی، مولانا بدرالدین۔
- ۶۱۔ صفحہ ۶۹، طر۹: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۴۵): ہر یک ازاں۔
- ۶۲۔ صفحہ ۶۹، طر۱۵: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۸): جیل، کوئی زن فیس لطیف۔
- ۶۳۔ صفحہ ۶۹، طر۱۶: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۴۶)، تذکرۃ الطوائف (ص ۱۱۷): آں ہم ظہیر۔
- ۶۴۔ صفحہ ۶۹، طر۶ خری: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۸): جہاں آراخت کھاں..... پادشاہ و بی بی۔ سنہ ۱۰۹۴ ہجری۔
- ۶۵۔ صفحہ ۷۰، طر۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۴۶)، تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۹۹): غریباں میں گیاہ۔
- ۶۶۔ صفحہ ۷۰، طر۷: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۸): جہاں خاتون، منگو و خوبہ۔
- ۶۷۔ صفحہ ۷۰، طر۱۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۴۷): چوں غزل ہاے..... کوئی کہیں گفتا ست۔
- ۶۸۔ صفحہ ۷۰، طر۷: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۲۰۳): بلکہ گردوں گرداں۔
- ۶۹۔ صفحہ ۷۰، طر۲۰: ”محبیہ“ کی یہ عبارت: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۹) میں نہیں ہے۔ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۷۰۔ صفحہ ۷۰، طر۲: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۲۰۳): مصور ست۔
- ۷۱۔ صفحہ ۷۰، طر۳: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۹): کجائی، بہت خوبہ ہادی استرا ہادی جرمیہ۔
- ۷۲۔ صفحہ ۷۰، طر۷: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۹): حیات، حیات النساء و تذکرۃ آرام کے۔
- ۷۳۔ صفحہ ۷۰، طر۸: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۱): دلم ہر ہاری گردو۔
- ۷۴۔ صفحہ ۷۰، طر۱۱: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۹): حیات، ہر یزدادار۔
- ۷۵۔ صفحہ ۷۰، طر۱۵: گلشنِ ناز (صفحہ ۱۹): حیاتی، ہر آتی لیلیٰ گو۔
- ۷۶۔ صفحہ ۷۰، طر۱۷: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۲): چو بختوں۔
- ۷۷۔ صفحہ ۷۰، طر۱۷: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۲): آں دست بیکان..... حیاتی آنچہ.....
- ۷۸۔ صفحہ ۷۰، طر۶: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۰)، بحر قصورات (صفحہ ۵۰)، تذکرۃ الطوائف (ص ۲۱۰):
- شے یہاں نہیں ہاے۔
- ۷۹۔ صفحہ ۷۰، طر۱۹: گلشنِ ناز (صفحہ ۲۰۳): راز کی، مجہول الحال۔

- ۸۰۔ صفحہ ۷، طرعا : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۸) : چشم تو۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۱۵) : طوردہ ام خواب دل و این۔
- ۸۱۔ صفحہ ۷، طرعا : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۱۵) : بہارستانِ ناز میں یہ شعر نہیں ہے۔
- کار سن ہے تو بجز خزان بگر خوردن نیست ہم از مردم صاحب نظر آموختہ ام
بظاہر یہ کتاب کی غلطی ہے، کیوں کہ شعر کے دوسرے مصرع بھی یہی کتابت ہوا ہے۔
- ۸۲۔ صفحہ ۷، طرعا : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۱۵) : شیوہ عاشقی در ہم نظر بازی دا۔
- ۸۳۔ صفحہ ۷، طرعا آخری : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۱۵) : استاد ازل ہیں۔ بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۸)
میں اس شعر کا پہلا اور اگلے شعر کا آخری مصرع ہا کر ایک شعر کی صورت میں لکھا گیا ہے۔
- ۸۴۔ صفحہ ۷، طرعا : گلشنِ ناز (صفحہ ۲۰) : علی آملی ماں وال۔
- ۸۵۔ صفحہ ۷، طرعا : ”شیوہ افراط و تفریط“ کے بعد کا تری بملہ گلشنِ ناز (صفحہ ۲۰) میں نہیں۔
- ۸۶۔ صفحہ ۷، طرعا : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲۶) : اے عاشقِ خست۔
- ۸۷۔ صفحہ ۷، طرعا : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲۶) : سلطان چہ سے۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲۶) میں اس نزل کا یہ شعر مزید درج ہے :
- آب است شرابِ عشقِ علم ہاں لعلِ من و شرابِ حاضر
- ۸۸۔ صفحہ ۷، طرعا : ۱۰۹۔ گلشنِ ناز (صفحہ ۲۱) : شیریںِ تحفِ سلطان ... آتشِ سزا ۱۳۳۔
- ۸۹۔ صفحہ ۷، طرعا : گلشنِ ناز (صفحہ ۲۱) : تو دلی۔
- ۹۰۔ صفحہ ۷، طرعا : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۵۸) : دلچسپ اپ نور۔
- ۹۱۔ صفحہ ۷، طرعا آخری : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲۳) : تحت چرخِ سلطانی۔ بظاہر باقی کی غلطی لگتی ہے۔
- ۹۲۔ صفحہ ۷، طرعا : گلشنِ ناز (صفحہ ۲۱) : حقیقی ہم صبرا دزدہ مذکور۔
- ۹۳۔ صفحہ ۷، طرعا : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۶) : ترا چہ سے نیست۔
- ۹۴۔ صفحہ ۷، طرعا : ۱۰۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۴۷) : ... گفتنی با ... بے چہری نیست۔
- گلشنِ ناز (صفحہ ۲۱) : بی چہری نیست۔
- ۹۵۔ صفحہ ۷، طرعا : ۱۴۔ گلشنِ ناز (صفحہ ۲۱) : مانتوسر قدی کی۔
- ۹۶۔ صفحہ ۷، طرعا : ۱۳۔ بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۷۵) : کسے آ نکہ۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۶) : ردگوئی کشیدہ کہ۔

- ۹۷۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۱۳ : بہارستان نو (صفحہ ۱۷۷) : عالم دیست۔
- ۹۸۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۱ : حور مقصودات (صفحہ ۱۳۷) : از پاشکونگان طلب۔
- ۹۹۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۳ : گلشن نو (صفحہ ۲۲) : شیخ مصطفیٰ الدین سعدی شیرازی۔
- ۱۰۰۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۱ : یہ شعر بہارستان نو (صفحہ ۱۷۷) میں موجود نہیں صرف تاور کے پاس ہی ہے۔
- ۱۰۱۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۳ : گلشن نو (صفحہ ۲۲) : حلقی داسری۔ علامہ کوئی شیریں کا نام نہیں۔
- ۱۰۲۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۱۰ : بہارستان نو (صفحہ ۱۷۷) : بھدیار۔
- تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۲۳۰) : کرودو سے بھدیار۔ گلشن نو (صفحہ ۲۲) میں بھی "بھدیار" ہے۔ تذکرۃ النسلیۃ نادری (صفحہ ۲۷) میں بھی لکھا تھا لیکن تاور نے صحت نامے میں اس کی تصحیح کر کے "زقادیار" بنا دیا۔ یہی کج بھی ہے۔
- ۱۰۳۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۱۳ : گلشن نو (صفحہ ۲۲) : قناباں نواز افسانگم۔
- ۱۰۴۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۱ : بہارستان نو (صفحہ ۱۸۱) : گراؤ ہر آؤ۔
- ۱۰۵۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۳ : گلشن نو (صفحہ ۲۲) : مکتا دیکم سے پہلی چلی جاں والہ عمار الملک کہتے۔
- ۱۰۶۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۶ : قوسین کے اندر کی مہارت گلشن نو (صفحہ ۲۳) میں موجود نہیں۔
- ۱۰۷۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۱ : بہارستان نو (صفحہ ۱۶۱) : ہزار جاں اختر زو۔
- ۱۰۸۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۲۱، ۲۲ : "نہیں معلوم..... دوام ہیں" کی مہارت گلشن نو (صفحہ ۲۳) میں موجود نہیں۔
- ۱۰۹۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۴ : گلشن نو (صفحہ ۲۳) : لطیف، لطیف النساء۔
- ۱۱۰۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۱۶ : قوسین کی مہارت گلشن نو (صفحہ ۲۳) میں موجود نہیں۔ یہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۱۱۱۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۲۱، ۲۲ : گلشن نو (صفحہ ۲۳) : فوت ہوگی۔ سعید اشرف پر۔
- ۱۱۲۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۳۶، ۳۷ : گلشن نو (صفحہ ۲۳) : خیال کرتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ۔
- ۱۱۳۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۱۶ : انتہاء کی یہ مہارت گلشن نو (صفحہ ۲۳) میں نہیں، بعد کا اضافہ ہے۔
- ۱۱۴۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۱ : بہارستان نو (صفحہ ۱۹۹) : اے عذیب ناداں۔
- ۱۱۵۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۸ : گلشن نو (صفحہ ۲۶) : مشتہر۔ موجود اوقت۔
- ۱۱۶۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۹، ۸ : گلشن نو (صفحہ ۲۶) : کھنڈ سے ہے۔ جو بہ شاگردی۔
- ۱۱۷۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۴ : گلشن نو (صفحہ ۲۶) : سرب۔ کوئی کاشغری عورت طمان شاہ کے گھر۔
- ۱۱۸۔ صفحہ ۷۷ طرہ ۱۸ : گلشن نو (صفحہ ۲۷) : بحر۔ اس کے بیان میں۔

- ۱۱۹۔ صفحہ ۸۳، سطر ۳: بہارستان نثر (صفحہ ۲۱۱): "یہ ذکر نہ رہا۔" یہاں کثرت کی قحطی ہے۔
- ۱۲۰۔ صفحہ ۸۳، سطر ۸۵۵: قوسین کی یہ عبارت گھٹتی نثر (صفحہ ۲۷۷) میں موجود نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت مواضع ذکرہ نے بعد میں اضافہ کی ہے۔
- ۱۲۱۔ صفحہ ۸۳، سطر ۷۱: گھٹتی نثر (صفحہ ۲۸): کر کہا، چہ مصری۔
- ۱۲۲۔ صفحہ ۸۳، سطر ۱۸: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰): یارب چہ سرمشم۔
- ۱۲۳۔ صفحہ ۸۳، سطر ۲۰: گھٹتی نثر (صفحہ ۲۸): ایک دوزیہ طریقہ تنگ صاف کی۔
- ۱۲۴۔ صفحہ ۸۳، سطر ۹: بہارستان نثر (صفحہ ۲۱۱): زردہ سرمشوش۔
- ۱۲۵۔ صفحہ ۸۳، سطر ۱۴: بہارستان نثر (صفحہ ۲۱۴): میری زبان تو جوکان۔
- ۱۲۶۔ صفحہ ۸۳، سطر ۱۸: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰): بے خود لا عقل۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶۱): زدم آں فراہ عقل۔
- ۱۲۷۔ صفحہ ۸۳، سطر ۱۹: بہارستان نثر (صفحہ ۲۱۴): دشت از نور۔
- حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶۱): دشت خود بہاں۔
- ۱۲۸۔ صفحہ ۸۳، سطر ۲۰: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶۱): از کر یہ وزاری ولم۔
- ۱۲۹۔ صفحہ ۸۳، سطر ۲۱: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶۱): تو بے ایم ہم۔
- ۱۳۰۔ صفحہ ۸۳، سطر ۲۲: بہارستان نثر (صفحہ ۲۱۴): دولت بود تماشائی رخت لعل دار۔
- حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶۱): کہا میں دہاج مشعل۔
- ۱۳۱۔ صفحہ ۸۵، سطر ۷: گھٹتی نثر (صفحہ ۲۹): سستی گجہ کی پاکہ برزادی تھی۔ بعض نے۔
- ۱۳۲۔ صفحہ ۸۵، سطر ۱۲: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۰): ۲۲ در حرکت۔ بر گل بند۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶۲): ۲۲ در حرکت۔
- ۱۳۳۔ صفحہ ۸۵، سطر ۱۳: "میں لکھتا" کے بعد کی عبارت اور شعر گھٹتی نثر (صفحہ ۲۹) میں نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۱۳۴۔ صفحہ ۸۵، سطر ۱۵: حور مقصورات (صفحہ ۱۵۱): نصیب درگست دست درگست۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶۵): لشت درگست۔
- ۱۳۵۔ صفحہ ۸۵، سطر ۱۹: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۷): ہارے تم تو۔
- ۱۳۶۔ صفحہ ۸۶، سطر ۳: بہارستان نثر (صفحہ ۲۴۹): بہ عالم ہر کد۔

- ۱۳۷۔ صفحہ ۸۶، طرہ ۶: بہارستانِ دلو (صفحہ ۲۲۹)، تذکرۃ الخواتین (ص ۷۷۷)، کردہ ایم۔ کردہ ایم۔
- ۱۳۸۔ صفحہ ۸۶، طرہ ۷: بہارستانِ دلو (صفحہ ۲۲۵): یہ پشت جدا دوسرے ہے۔
- ۱۳۹۔ صفحہ ۸۶، طرہ ۱۵: گلشنی دلو (صفحہ ۳۱) میں ”توک کیا گیا“ کے بعد کی تخری عبارت موجود نہیں۔
- ۱۴۰۔ صفحہ ۸۶، طرہ ۲۰: گلشنی دلو (صفحہ ۳۱) درختن چنای شرم۔
- ۱۴۱۔ صفحہ ۸۸، طرہ ۶: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۶): پہل میں اگر شادادلت خوشنود... یہاں منت مگر۔
- ۱۴۲۔ صفحہ ۸۸، طرہ ۱۶: بہارستانِ دلو (صفحہ ۲۲۶): بنگا سرفراے۔
- ۱۴۳۔ صفحہ ۸۸، طرہ ۲۶: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۷): ترا کر تکر لعل است بر لباس حریر۔
- ۱۴۴۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۷): دوست در بان طوئیش۔
- ۱۴۵۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۱۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۷): برآ در دوزباں۔
- ۱۴۶۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۱۳: بہارستانِ دلو (صفحہ ۲۲۶): گرور ویک۔
- ۱۴۷۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۱۳: گلشنی دلو (صفحہ ۳۳، ۳۴) میں ”ربائی“ کا عنوان نہیں ہے اس کے علاوہ ربائی کا دوسرا شعر پہلے اور پہلا دوسرے نمبر پر درج ہے۔
- ۱۴۸۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۱۶: گلشنی دلو (صفحہ ۳۲)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷۷): ”قیامت ممکن در دل نا۔“
- نیز تذکرۃ الخواتین میں دوسرے نمبر میں ”گزرا غم کو قیامت“ ہے۔
- ۱۴۹۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۱۹: گلشنی دلو (صفحہ ۳۳): ان شعروں میں پہلا شعر اور دوسری ربائی اور چوتھا اور چوتھوے سوال اور چوتھے سوال شعر ذیاب اقسا کا ہے چکا۔
- ۱۵۰۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۲۱: گلشنی دلو (صفحہ ۳۳): مگر ایک شخص نے دوسری ربائی ... نام پر لکھتا ہے۔
- ۱۵۱۔ صفحہ ۸۹، طرہ ۲۲، ۲۳: گلشنی دلو (صفحہ ۳۳): شعر مختصر ہم کا پہلا ... کا ایک سو بیس کا پہلا نمبر ... ربائی نمبر ۷۷ کا۔
- ۱۵۲۔ صفحہ ۹۰، طرہ ۱۲: یہ شعر گلشنی دلو (صفحہ ۳۳) میں نہیں۔ بعد کا اضافہ لگتا ہے۔
- ۱۵۳۔ صفحہ ۹۰، طرہ ۱: ”ونگر“ کا عنوان گلشنی دلو (ص ۳۳) میں نہیں۔
- ۱۵۴۔ صفحہ ۹۰، طرہ ۳: گلشنی دلو (صفحہ ۳۳): یہ شعر مکرر رسوائی مشق راج .. لکھا گیا بعض۔
- ۱۵۵۔ صفحہ ۹۰، طرہ ۵: گلشنی دلو (صفحہ ۳۳): چو چمی نہائی کوئی امیر زادی شاہ سلیمان کی مجلس۔
- ۱۵۶۔ صفحہ ۹۰، طرہ ۷: بہارستانِ دلو (صفحہ ۲۲۷): برہنہ (بی ظلم)۔
- ۱۵۷۔ صفحہ ۹۰، طرہ ۹: گلشنی دلو (صفحہ ۳۳): اس کا جواب عدا اللہ خاں دہری نے اس طرح دیکھا ہے

معدن کاغذ میں لایا۔

- ۱۵۸۔ صفحہ ۹۱، طرز ۱۱۱: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۸۴): زراست شکبوت دول ہال و ہراست
جہاں طرم معنی شکرست ہریش از و شہد آں شیر زراست
بہارستان ناز (صفحہ ۲۴۷): طہیت زراست شکبوت دول ہال و ہراست
طرم معنی شکرست ہریش کد و چشید آں شیر زراست
- ۱۵۹۔ صفحہ ۹۱، طرز ۱۱۲: گلشن ناز (صفحہ ۳۳): یہ شعر بھی کسی نے۔
- ۱۶۰۔ صفحہ ۹۱، طرز ۱۱۳: گلشن ناز (صفحہ ۳۳): زہد درج۔
- ۱۶۱۔ صفحہ ۹۱، طرز ۱۱۹: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۸۱) میں یہ شعر نہائی شیرازی کے تحت درج ہے۔
- ۱۶۲۔ صفحہ ۹۱، طرز ۱۲۱: بہارستان ناز (صفحہ ۲۲۸): جہاں شہد۔ ثم درو کد۔ چنداں شہد۔
- ۱۶۳۔ صفحہ ۹۱، طرز ۵: "تقلید" کا عنوان گلشن ناز (صفحہ ۳۳) میں نہیں۔
- ۱۶۴۔ صفحہ ۹۱، طرز ۶: یہ تقلید تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۸۱، ۲۸۰) میں نہائی کرمانی کے کلام کے نمونے
میں درج ہے۔ اختلافات متن درج ذیل ہیں:
- داسے بر شماران۔ بہاد تا بید۔ سرودج بہاست۔
- ۱۶۵۔ صفحہ ۹۱، طرز ۱۱۴: گلشن ناز (صفحہ ۳۵): پانچویں نہائی جعفری والدہ۔
- ۱۶۶۔ صفحہ ۹۱، طرز ۱۱۹: گلشن ناز (صفحہ ۳۵): وزیر۔ وزیر القسام۔
- ۱۶۷۔ صفحہ ۹۱، طرز ۲: بہارستان ناز (صفحہ ۲۳۵): بابا باز آہ۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۸۴): بابا باز آہ۔
- ۱۶۸۔ صفحہ ۹۱، طرز ۳: گلشن ناز (صفحہ ۳۵): ہدی شریف بانو نای کے یہ شعر ہیں۔
- ۱۶۹۔ صفحہ ۹۱، طرز ۷: بہارستان ناز (صفحہ ۲۳۷): دیوانہ لیلیٰ۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۸۵): دیوانہ لیلیٰ۔
- ۱۷۰۔ صفحہ ۹۱، طرز ۹: بہارستان ناز (صفحہ ۲۳۷): جود قیہان۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۸۵): جود قیہان۔ برعرش بریم۔
- ۱۷۱۔ صفحہ ۹۱، طرز ۲۱، ۲۲: یہ عبارت گلشن ناز (صفحہ ۳۶) میں نہیں، بعد کا اضافہ ہے۔
- ۱۷۲۔ صفحہ ۹۱، طرز ۱۱: مراد خیالی کا سرودق ہے جس کی عبارت غلط ۸ میں درج کر دی گئی ہے۔
- نیز مراد خیالی میں نکلے گلشن ناز کا آغاز صفحہ ۹ سے ہوتا ہے اس کے آغاز کی عبارت

یہ ہے :

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“

محمّد بن خلف الاول تذکرہ النسلے نادری کہ یا جم تکلفی زاد سنہ ۱۸۷۶ء میں پنجپ کر
جاری بخش دماغ و روح متعلقان ہوا و در ان خوش گیوں کا کلام فرحت انعام اس کے بعد
ہاتھ آیا۔ مجدد اس طرح لکھا کیا۔“

۱۷۳۔ صفحہ ۹۰، طرز ۲ : مراد خیالی میں ہاؤ تکم سے دلالت دیکھ کے تراجم موجود نہیں۔ یہ تراجم بعد کا اضافہ
ہوا۔ مراد خیالی کے پتیلے میں لکھ آئندہ شاعرانہ کے تراجم شامل ہیں۔ ان میں سے پہلا
ترجمہ دولت کا ہے۔

۱۷۴۔ صفحہ ۹۰، طرز ۳ : تذکرہ الخوانین (صفحہ ۱۹۲) : خدائی کلام۔ آئی الدنی نے اسے خوشی لکھا ہے۔

۱۷۵۔ صفحہ ۹۰، طرز ۱۱، ۱۰ : تذکرہ الخوانین (صفحہ ۱۹۲) : خوشی (دو دفعہ)۔

۱۷۶۔ صفحہ ۹۸، طرز ۳ : تذکرہ الخوانین (صفحہ ۱۹۰) : آتش است۔

۱۷۷۔ صفحہ ۹۹، طرز ۱ : تذکرہ الخوانین (صفحہ ۲۰۳) : گل و باغ۔ کیے است۔ کیے است۔

۱۷۸۔ صفحہ ۱۰۰، طرز ۱۰ : تذکرہ الخوانین (صفحہ ۲۰۸) : کہا ہوئی تو امروز۔

۱۷۹۔ صفحہ ۱۰۰، طرز آخری تا صفحہ ۱۰۱، طرز ۳ : مراد خیالی (صفحہ ۹) میں عبارت جگہ جگہ سے مختلف ہے، لہذا

مراد خیالی سے دولت کا پورا ترجمہ درج کیا جاتا ہے :

”دولت تکلف۔ بی بی دولت نام، سرقدی، تابعیاء، فاضلہ کا گزری ہے۔ جب کہ میر تقی میر وادار
سرقد ہوئے سپاہی لوٹ محسوس کا اسباب اس بے چاری کے سر پر رکھ کر لے گئے۔ ہواشوائے
فرمایا: حیران کیا ہے؟ اس نے عرض کی: دولت۔ حضور نے ارشاد کیا: کیا دولت اندھی ہوتی ہے؟
اس حاضر جواب نے عرض کیا کہ اگر اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کے گھر کیوں آتی؟ فرض یہ کہ یہ
بیرہ شعر اس کا ہے جو پآواز بلند کتنی جاتی تھی : آتش در۔۔۔“

اسی صدائے جاں سوز سے اس کو حضوری کی ثوابت پہنچی تھی۔

۱۸۰۔ صفحہ ۱۰۰، طرز ۱۰ : حوزہ مقصودات (صفحہ ۶۲) : دولتِ غضب۔۔۔ بریت گلین دل، نامریاں خوشن۔

تذکرہ الخوانین (صفحہ ۲۱۳) : دولتِ آس است۔

۱۸۱۔ صفحہ ۱۰۰، طرز ۹ : تذکرہ الخوانین (صفحہ ۲۱۷) :

ازاں ہستی بدالم شرح و ادہاش .. دہشتانیت جواں شیر توں لہاش

- ۱۸۲۔ صفحہ ۱۰۳ طرہ ۶: بہارستان نثر (صفحہ ۱۵) از ہمدان خود۔
 خود مقصودات (صفحہ ۸) : دلی دارم یہ پہلو ہے قرار از ہمدان خود چہ کردم بخش۔
 تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۴۷) : دلی دارم یہ پہلو ہے قرار از ہمدان خود چہ کردم بخش۔
- ۱۸۳۔ صفحہ ۱۰۴ طرہ ۱۱: مرآت خیالی (صفحہ ۱۱) میں عبارت مختلف ہے۔ اختلافات درج ذیل ہیں :
 ”..... مجھے نہیں اور ابھی نہیں۔ اگر یہ سخن اسی کا ہے تو بہت اچھا ہے۔ اس کے کلام سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ..... قیمت ہے۔“
- ۱۸۴۔ صفحہ ۱۰۴ طرہ ۱۶: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۵) خطا کارم۔
- ۱۸۵۔ صفحہ ۱۰۵ طرہ ۲: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۵) : بہ غلط خانہ از۔
- ۱۸۶۔ صفحہ ۱۰۵ طرہ ۷: مرآت خیالی (صفحہ ۹) : شاعرہ ماہرہ علوم کی یہ دہائی پندرہ دہائی ہے۔
- ۱۸۷۔ صفحہ ۱۰۵ طرہ ۱۵: مرآت خیالی (صفحہ ۱۰) : شاید جاتا ہے اور یہ دہائی کدرا منہ حضرت نظام الدین گزری ہیں یعنی چہ سوینا نہیں ابھری نبوی میں انکی وفات گھسی ہے۔
- ۱۸۸۔ صفحہ ۱۰۶ طرہ ۶: خود مقصودات (صفحہ ۱۳۸) : اشرف و شعاع : چہ داد..... بے بے
 تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۶) : ملی لیلی۔
- ۱۸۹۔ صفحہ ۱۰۶ طرہ ۱۰: خود مقصودات (صفحہ ۱۳۹)۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳۸، ۲۳۹) :
 فیتیخہ خورائیں لم فیتیخہ شب آجکی کرد
- ۱۹۰۔ صفحہ ۱۰۶ طرہ ۸: مرآت خیالی (صفحہ ۱۰) : اس لہجہ میں بھول داسم و الحال کی یہ ہر طرز مقال ہے۔
- ۱۹۱۔ صفحہ ۱۰۷ طرہ ۹: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۵۲) : مراد فاسف۔
- ۱۹۲۔ صفحہ ۱۰۸ طرہ ۵۴: مرآت خیالی (صفحہ ۱۰) : ارتکابی کا یہ ہر ہی شعر غلط۔
- ۱۹۳۔ صفحہ ۱۰۸ طرہ ۱۳: مرآت خیالی (صفحہ ۱۰) : مرقوم ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعرہ وارسلہ چارہ کے وقت میں دکن میں جلوہ آراہی۔
- ۱۹۴۔ صفحہ ۱۰۸ طرہ ۱۶: بہارستان نثر (صفحہ ۲۱۰) : امیرہ عظیمہ و القمان خسرو : کلام نام بخش۔
- ۱۹۵۔ صفحہ ۱۰۹ طرہ ۱۱: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۴۷) : زلف کار است۔
- ۱۹۶۔ صفحہ ۱۰۹ طرہ ۱: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۸۳) : پُر افلاں سادہ قرآن خود۔

- ۱۹۷۔ صفحہ ۱۱۰ طر۳ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۲۸۶) : نمودار۔
- ۱۹۸۔ صفحہ ۱۱۰ طر۶، ۷ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۰) : ایک روز اس عورت کا معلوم ہوا کہ اس نے یہ۔
- ۱۹۹۔ صفحہ ۱۱۳ طر۱ : آغاز کی اس عبارت سے قبل مرآت خیالی (صفحہ ۱۱) میں ذیل کی عبارت درج ہے
”ہواخانہ اور۔“ چمن انماز۔“
- تذکرۃ النسائے نادری، جس کا تاریخی نام مرآت خیالی رکھا گیا ہے اور دو حصوں میں منقسم ہوا ہے۔ ازاں جملہ بخش اذلی منقلب بہ گنشن دلو اول دفعہ سنہ ۱۸۷۶ء میں طبع سے آراستہ ہوا اور پھر دہائی معروف بہ ”چمن انماز“ چھپنے کے واسطے سنہ ۱۸۷۸ء میں صاف ہو رہا ہے، یعنی اصل تذکرہ کا یہ دوسرا حصہ ہے اور مولف کا پانچواں مسودہ۔“
- ۲۰۰۔ صفحہ ۱۱۳ طر۶ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۲) : جس کا تذکرہ طبع ہے کہ۔
- ۲۰۱۔ صفحہ ۱۱۳ طر۱۳ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۲) : اس کام سے دست بردار۔
- ۲۰۲۔ صفحہ ۱۱۳ طر۱۱ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۳) : آخر میں یہ عبارت ذاکہ ہے : ”تحت مفاد کلامہ۔“
- ۲۰۳۔ صفحہ ۱۱۵ طر۵ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۳) : چنا بہ مکہ منقلب۔
- ۲۰۴۔ صفحہ ۱۱۹ طر۵ : مرآت خیالی (صفحہ ۱۶) : حیرتی عالی نسبی۔
- ۲۰۵۔ صفحہ ۱۱۹ طر۸ : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۷) : ماہ فلک و مہر کرم۔
- تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۰) : ماہ فلک و مہر کرم۔
- بہارستان دلو (صفحہ ۹۳) : حیرے جلوے سے۔
- ۲۰۶۔ صفحہ ۱۱۹ طر۱۱ : بہارستان دلو (صفحہ ۹۳) : واہ کیا شان ہے، کیا ازبہ ہے اور کیا اور چہ۔
- ۲۰۷۔ صفحہ ۱۱۹ طر۱۱ : بہارستان دلو (صفحہ ۹۳) :۔
- ۲۰۸۔ صفحہ ۱۱۹ طر۲۰ : بہارستان دلو (صفحہ ۹۳) : گنشن چرخ فی حیرے برائے گل گشت
تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۱) : ہی ہے گل گشت۔
- ۲۰۹۔ صفحہ ۱۱۹ طر آخری : بہارستان دلو (صفحہ ۹۳) : یہ جنات بھی حشت
تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۱) : یہ جنات حشت
انحاک گذشت
انحاک گذشت
- ۲۱۰۔ صفحہ ۱۲۰ طر۲ : بہارستان دلو (صفحہ ۹۳) : حیرتی ہوئی سرمہ۔
- ۲۱۱۔ صفحہ ۱۲۰ طر۳ : بہارستان دلو (صفحہ ۹۳) : قواے شادام۔

تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۱): برائے شادام۔

- ۲۱۴۔ صفحہ ۱۴۰، ۱۵۰: بہارستان ناز (صفحہ ۹۴): کوئی بات اے عزیمات لبانغم ہوئی۔
- ۲۱۳۔ صفحہ ۱۴۰، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۹۵): سب سے مری — کی طرف سے۔
- ۲۱۳۔ صفحہ ۱۴۰، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۹۵): آن کا تو کھیل۔
- ۲۱۵۔ صفحہ ۱۴۰، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۹۵): اُس کے تئیں۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۱): نگارے اڑا دیے۔
- ۲۱۶۔ صفحہ ۱۴۰، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۹۵): دل نے مجھیں کو۔
- ۲۱۷۔ صفحہ ۱۴۱، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۱۰۰): اُس کے دل۔
- ۲۱۸۔ صفحہ ۱۴۱، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۱۰۵): باوا بہت ترسا۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵): کویت کا کافر۔
- ۲۱۹۔ صفحہ ۱۴۱، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۱۰۵): کیا گستاخانہ آتا ہے۔
- ۲۲۰۔ صفحہ ۱۴۱، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۹۶): تذکرۃ الخواتین (ص ۱۶): گر مجھ ... تو میں ...
- ۲۲۱۔ صفحہ ۱۴۱، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۹۶): ضعیفی میں۔
- ۲۲۲۔ صفحہ ۱۴۲، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۱۰۵): مجھے سے۔ پس یا۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷): یا مجھ پر۔
- ۲۲۳۔ صفحہ ۱۴۲، ۱۵۱: ان دو دستور کا سوار (انہوں۔۔۔ تا۔۔۔ راجنوں) مراد خیالی (ص ۱۹) میں نہیں۔
- ۲۲۴۔ صفحہ ۱۴۳، ۱۵۱: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳): قرباں نہ کیجئے — پریشاں نہ کیجئے۔
- ۲۲۵۔ صفحہ ۱۴۳، ۱۵۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۷۵): کہ دل گی۔
- بہارستان ناز (صفحہ ۱۰۸): تذکرۃ الخواتین (ص ۴۱): مجھ کو۔
- ۲۲۶۔ صفحہ ۱۴۵، ۱۵۱: مراد خیالی (صفحہ ۲۰): تیرے مرنے۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲): موت آتی ہے نہ ہے ذہیت کا یا یا مجھ کو
- بہارستان ناز (صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹): اور تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲) میں ردیف ”مجھ کو“ ہے۔
- ۲۲۷۔ صفحہ ۱۴۵، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۱۰۹): فغاں کی تری۔
- ۲۲۸۔ صفحہ ۱۴۵، ۱۵۱: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۲): آتشِ لم ہی۔
- ۲۲۹۔ صفحہ ۱۴۵، ۱۵۱: بہارستان ناز (صفحہ ۱۱): آنکھیں میں لڑاؤں کہیں اُس۔

- ۲۳۰۔ صفحہ ۱۲۵، طر ۱۳: بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۴): مرے کی میں۔ بار نظر ہے۔
- ۲۳۱۔ صفحہ ۱۲۵، طر ۱۸: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳): برسوں خیم گیموں میں۔ اب کہتے ہو۔۔۔ مجھے۔
- بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۴): اب کہتی ہو کیا تم نے مجھے۔
- ۲۳۲۔ صفحہ ۱۲۵، طر ۱۹: بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۴): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳):
- مجھے یاد ہے اپنی اور شب وصال نہیں کی۔
- ۲۳۳۔ صفحہ ۱۲۵، طر ۲۰: بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۴): طرف سے تری خاتم۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۳): تری طرف سے خاتم۔
- ۲۳۴۔ صفحہ ۱۲۶، طر ۳: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۵): بہار کی اک ہے۔
- ۲۳۵۔ صفحہ ۱۲۶، طر ۸: بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۳): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۵): نہیں مجھ کو دیکھ۔
- ۲۳۶۔ صفحہ ۱۲۶، طر ۹: بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۳): دو گانہ۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۵): ڈگانہ۔
- ۲۳۷۔ صفحہ ۱۲۶، طر ۱۰: بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۳): شانہ۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶): شانہ۔
- ۲۳۸۔ صفحہ ۱۲۶، طر ۱۲: بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۳): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۶): گھر سہ گانہ کے دو گانہ۔
- ۲۳۹۔ صفحہ ۱۲۸، طر ۴: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۷): پہننے ہیں۔
- ۲۴۰۔ صفحہ ۱۲۸، طر ۸: بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۸): ہاتھ تینے پہ۔
- ۲۴۱۔ صفحہ ۱۲۸، طر ۱۴: بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۸): کیا حرا پائے گی۔
- ۲۴۲۔ صفحہ ۱۲۸، طر ۱۳: بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۸): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳۷): نہیں سمجھتی۔
- ۲۴۳۔ صفحہ ۱۳۰، طر ۳: بہارستان نثر (صفحہ ۱۲۰): تمھاری اکا کل شب۔
- ۲۴۴۔ صفحہ ۱۳۰، طر ۷: بہارستان نثر (صفحہ ۱۱۹): زائد۔
- ۲۴۵۔ صفحہ ۱۳۰، طر ۱۰: مرآت خیالی (صفحہ ۲۵): دہلی میں بھی تھی۔
- ۲۴۶۔ صفحہ ۱۳۰، طر ۱۵: بہارستان نثر (صفحہ ۱۲۳): اس میں آ جا کر بیٹھ برستا ہے۔
- ۲۴۷۔ صفحہ ۱۳۰، طر آخری: بہارستان نثر (صفحہ ۱۲۳): ایک بار سے پہ۔
- ۲۴۸۔ صفحہ ۱۳۱، طر ۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۰): اس چان باتوں کی۔
- ۲۴۹۔ صفحہ ۱۳۱، طر ۷، ۷: تو سین میں "تسمیر" کی مہارت مرآت خیالی (صفحہ ۲۵) میں نہیں۔ یہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۲۵۰۔ صفحہ ۱۳۱، طر ۱۰: بہارستان نثر (صفحہ ۱۲۱): ہر دے کا فیصلہ۔

- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۴۱) : ... گدا دل کا ... ہوئے گا فیصلہ دل کا۔
- ۲۵۱۔ صفحہ ۱۳۱، طرز ۱۲ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۲۱) : ہمیں داس نہیں ہے۔
- ۲۵۲۔ صفحہ ۱۳۱، طرز ۳ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۲۳)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۴۱) : مجھ کو ترا۔
- ۲۵۳۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۲ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۴۱) : زینا ہے۔
- ۲۵۴۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۳ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۲۳) : بھائی کرتا ہے۔
- ۲۵۵۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۲ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۲۳) : یاں سے جانا تھا۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۴۵) : بہا تھا۔
- ۲۵۶۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۱ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۲۳) : یہ کس کے — مرے شے نے۔
- ۲۵۷۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۱ : مرادِ خیالی (صفحہ ۲۷) : تذکرۃ حکیم صاحبِ موصوف سے۔
- ۲۵۸۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۱۲ : مرادِ خیالی (صفحہ ۲۸) : حکیم کا نام صاحبِ کارمورہ۔
- ۲۵۹۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۲ : مرادِ خیالی (صفحہ ۵۸) : سے یہ چٹا لگا گیا ہے۔
- ۲۶۰۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۵۲ : ”۱۲۸ تا یاں“ کا ”کتنی جی“ کی مہارت مرادِ خیالی (صفحہ ۲۹) میں نہیں۔
بعد کا اضافہ ہے۔
- ۲۶۱۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۱۳ : مرادِ خیالی (صفحہ ۲۹) : جس کے پردِ شمع۔
- ۲۶۲۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۶ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۲۹) : دلاوا — دلاوا۔
- ۲۶۳۔ صفحہ ۱۳۲، طرز آخری : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۳) : لذت دیجہ ارکا ہے۔
- ۲۶۴۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۶ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳۹) : تارے کن کن کے ہے عالم نے۔
- ۲۶۵۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۱ : تذکرۃ النسبائے نادری (صفحہ ۸۹) : عازالہ دین۔
- ۲۶۶۔ صفحہ ۱۳۸، طرز ۲ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۳) : ناز تو کو۔
- ۲۶۷۔ صفحہ ۱۳۸، طرز ۵ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۶) : تارے تاراں۔
- ۲۶۸۔ صفحہ ۱۳۸، طرز ۹ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۳) : حردوں کے عز سے۔
- ۲۶۹۔ صفحہ ۱۳۸، طرز ۱۸ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۵۷) : کیونکر جہا گئیر — ظہیرائی ہو جو۔
- ۲۷۰۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۳ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۷) : پائے دیجات ہوا۔
- ۲۷۱۔ صفحہ ۱۳۲، طرز ۲ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۰) : دل میرا لیا صاف چراغ میری — اس بات کی۔
- ۲۷۲۔ صفحہ ۱۳۰، طرز ۱۹، ۱۸ : ”سمجھیں“ سے آخر تک کی مہارت مرادِ خیالی (صفحہ ۲۴) میں نہیں ہے۔

یہ بعد کا اضافہ ہے۔

- ۲۷۳۔ صفحہ ۱۳۱، سطر ۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۲۹): حیرا کیا۔۔۔ ہمارا پیر سے پیرا
 نادر نے یہ شعر کاغذاتِ مفاصلِ فطرت کے وزن پر وزن کیا ہے، جب کہ راجہ میرٹھی نے اس کا
 وزن "قافلاتی فطرتی" لیا ہے۔ دوسرے مصرعے میں دونوں کے اختلافات دیکھتے
 ہوئے راجہ میرٹھی کا اعدادِ گج یا قابلِ ترجیح لگتا ہے۔
- ۲۷۴۔ صفحہ ۱۳۱، سطر ۱۳: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۳): چھوڑ کسی انگریز۔
- ۲۷۵۔ صفحہ ۱۳۲، سطر ۱: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۹): دانے کے ٹپس ہم۔
- ۲۷۶۔ صفحہ ۱۳۲، سطر ۷: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۵): مجھے اس میں کام ہے۔
- ۲۷۷۔ صفحہ ۱۳۲، سطر ۹: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۹): تذکرۃ الخواتین (ص ۶۲): میں تھوکر۔
- ۲۷۸۔ صفحہ ۱۳۲، سطر ۱۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۹): تم اٹھ کے۔
- ۲۷۹۔ صفحہ ۱۳۲، سطر ۱۶: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۹): حاتمہ صدائوس۔
- ۲۸۰۔ صفحہ ۱۳۳، سطر ۸: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۶۳): تاتھوکر۔
- ۲۸۱۔ صفحہ ۱۳۳، سطر ۱۰: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۵): انتظام الدولہ خاں صاحب۔
- ۲۸۲۔ صفحہ ۱۳۳، سطر ۱۲: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۶): "مشہور ہیں" کے بعد کی عبارت موجود نہیں۔
- ۲۸۳۔ صفحہ ۱۳۳، سطر ۱۶: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۶): دلِ دانا دار۔
- ۲۸۴۔ صفحہ ۱۳۳، سطر ۱۸: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۹): ہم چرکتے چاہیں۔۔۔ چاہیں مکتے چاہیں۔
- ۲۸۵۔ صفحہ ۱۳۳، سطر ۲۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۶۵): اُسے آہا کرو۔
- ۲۸۶۔ صفحہ ۱۳۳، سطر ۲۲: یہ شعر مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۶) میں نہیں۔ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۲۸۷۔ صفحہ ۱۳۳، سطر ۲۶: مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۶): میراں نام۔
- ۲۸۸۔ صفحہ ۱۳۵، سطر ۷: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۳): فرشتے کی۔ جس وقت میں۔
- ۲۸۹۔ صفحہ ۱۳۵، سطر ۹: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۳۳): دایہ انداز ہے ہو۔
- ۲۹۰۔ صفحہ ۱۳۵، سطر ۱۳: "حمیمہ" کی یہ عبارت مرآتِ خیالی (صفحہ ۳۷) میں نہیں۔ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۲۹۱۔ صفحہ ۱۳۶، سطر ۳: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۶۶): اے پارخدا یا۔
- ۲۹۲۔ صفحہ ۱۳۶، سطر ۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۶۶): آہی
- ۲۹۳۔ صفحہ ۱۳۷، سطر ۳: تذکرۃ النسایے نادری (صفحہ ۹۳): بند کوٹا کی ہے۔

- ۳۹۳۔ صفحہ ۱۳۸، طرے: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷): علامہ دہر۔
- ۳۹۵۔ صفحہ ۱۳۸، طرے ۱: مرآت خیالی (صفحہ ۳۹): اختر، بیاس کا۔
- ۳۹۶۔ صفحہ ۱۳۸، طرے ۳۳: مرآت خیالی (صفحہ ۳۹): نہ ٹکے۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷): ایک یوں ہرگز نہ ٹکے۔
- ۳۹۷۔ صفحہ ۱۳۹، طرے ۱: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷): انہی۔
- ۳۹۸۔ صفحہ ۱۳۹، طرے ۷ تا صفحہ ۱۵۰، طرے ۱۸: "امیر القلیم" کا ترجمہ القلیم کے آفریقہ کی مہارت مرآت خیالی (صفحہ ۴۰) میں موجود نہیں۔
- ۳۹۹۔ صفحہ ۱۵۱، طرے ۲: مرآت خیالی (صفحہ ۴۰): ادب دریاضی و ہندسہ و نجوم۔
- ۴۰۰۔ صفحہ ۱۵۱، طرے ۱۶: مرآت خیالی (صفحہ ۴۰): "لیا لیا کہتا"۔ چھپائی خراب ہے، الفاظ واضح نہیں۔
- ۴۰۱۔ صفحہ ۱۵۱، طرے ۲۰: مرآت خیالی (صفحہ ۴۰): راقم آثم۔
- ۴۰۲۔ صفحہ ۱۵۲، طرے ۱: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷): یہ معذرت۔
- ۴۰۳۔ صفحہ ۱۵۲، طرے ۲۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷): ہم سے کسی روٹھے۔
- ۴۰۴۔ صفحہ ۱۵۳، طرے ۷: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷): اور چٹکے۔
- ۴۰۵۔ صفحہ ۱۵۳، طرے ۱۵، ۱۲: "بہار مطہر"۔ تا۔ "مقد کر لیا" کی مہارت مرآت خیالی (صفحہ ۴۲) میں نہیں۔ یہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۴۰۶۔ صفحہ ۱۵۳، طرے آخری: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰۰): "نام صحت"۔ صریحاً کتابت کی قطعی ہے۔
- ۴۰۷۔ صفحہ ۱۵۵، طرے ۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰): خط و کتابت۔
- ۴۰۸۔ صفحہ ۱۵۵، طرے ۳۲: "تسمیہ" کی یہ مہارت مرآت خیالی (صفحہ ۴۳) میں نہیں، بعد کا اضافہ ہے۔
- ۴۰۹۔ صفحہ ۱۵۵، طرے ۶۰، ۵: یہ شعر: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۱) میں سلطان کے کلام میں آگئی اورج ہے۔ نیز "آٹھائے" کی بجائے "آٹھائے" درج ہے۔
- ۴۱۰۔ صفحہ ۱۵۵، طرے ۷: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷): وہاں پر۔
- ۴۱۱۔ صفحہ ۱۵۵، طرے ۸: بہارستان نثر (صفحہ ۱۵۲): دن دیکھو وہم و حاسن ہوگا۔
- ۴۱۲۔ صفحہ ۱۵۵، طرے ۹: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷): "مجھ لے دل میں یہ اپنے جہلی"۔
- یہی شعر اس تذکرے میں سلطان کے کلام میں آگئی اورج کیا گیا ہے۔
- ۴۱۳۔ صفحہ ۱۵۵، طرے ۱۱: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷): ہم نے شاعر صاحب۔

- ۳۱۳۔ صفحہ ۱۵۵، سطر ۱۳: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷۹): یہ کیا ہے سردار، چھو۔
- ۳۱۵۔ صفحہ ۱۵۵، سطر ۱۶: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۷۹): چنساے دل۔
- ۳۱۶۔ صفحہ ۱۵۵، سطر ۱۹: بہارستان ناز (صفحہ ۱۵۴): مجھ کو یاد رہے۔
- ۳۱۷۔ صفحہ ۱۵۵، سطر ۲۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۰): ناسے دل۔
- ۳۱۸۔ صفحہ ۱۵۵، سطر ۲۲: بہارستان ناز (صفحہ ۱۵۳): دل میرا۔
- ۳۱۹۔ صفحہ ۱۵۶، سطر ۱: تذکرۃ النسلیۃ نادری (صفحہ ۱۰۴): "دگی آنکھ"۔
- یہی شعر تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۱) میں سلطان کے کلام میں بھی شامل ہے۔
- ۳۲۰۔ صفحہ ۱۵۶، سطر ۲: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۱۳): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۰): مرے پاس ہے۔
- ۳۲۱۔ صفحہ ۱۵۶، سطر ۳: مراد خیالی (صفحہ ۳۳): "میں کیا کروں تم سے"۔ کثرت کی قلعی ہے۔
- ۳۲۲۔ صفحہ ۱۵۶، سطر ۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۰): اسیدت بھاری ہے۔
- ۳۲۳۔ صفحہ ۱۵۶، سطر ۱۶، ۱۷: مراد خیالی (صفحہ ۳۳): میں مصرع سے قبل "مصرعہ" اور بعد میں "نزل" لکھا ہے۔ دونوں جلی لکم سے کثرت کے لئے ہیں۔
- ۳۲۴۔ صفحہ ۱۵۶، سطر ۱۷: یہ شعر تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۱) میں سلطان کے کلام کا بھی حصہ ہے۔
- ۳۲۵۔ صفحہ ۱۵۷، سطر ۱۹: ایضاً۔ نیز تذکرۃ النسلیۃ نادری (صفحہ ۱۰۴): کڑھا کڑھوں۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۱): کڑھا کرو۔
- ۳۲۶۔ صفحہ ۱۵۷، سطر ۱: مراد خیالی (صفحہ ۳۵): قاتھو لوائی۔
- ۳۲۷۔ صفحہ ۱۵۷، سطر ۸: مراد خیالی (صفحہ ۳۵): بہارستان ناز (صفحہ ۱۵۱)۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۱): جان پآئی۔
- ۳۲۸۔ صفحہ ۱۵۷، سطر ۱۰: بہارستان ناز (صفحہ ۱۵۴): سرائے دل۔
- ۳۲۹۔ صفحہ ۱۵۷، سطر ۱۱: بہارستان ناز (صفحہ ۱۵۴): سلطان نزل۔
- ۳۳۰۔ صفحہ ۱۵۷، سطر ۹: بہارستان ناز (صفحہ ۱۶۱): بیٹھو دوں۔
- ۳۳۱۔ صفحہ ۱۵۷، سطر ۱۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۸): تا چار ہیں۔
- ۳۳۲۔ صفحہ ۱۵۷، سطر ۱۲: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۸): رہنے کے لئے۔ تجلی قافل نے۔
- ۳۳۳۔ صفحہ ۱۵۷، سطر ۱۸: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۱۵): دے گاؤں ہیں۔ راج ساگر۔
- ۳۳۴۔ صفحہ ۱۵۷، سطر ۱۹: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۱۶): دھوڑتا ہوں کب سے دل۔

- ۳۳۵۔ صفحہ ۱۵۹، سطر آخری : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۱) : فتح کو بھلا کیا کیجئے۔
- ۳۳۶۔ صفحہ ۱۶۰، سطر ۳ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۰) : مردہ زندہ ہو گئے۔
- ۳۳۷۔ صفحہ ۱۶۰، سطر ۵ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۱) : نکاح ہوا ہے۔
- مراۂ خیالی (صفحہ ۴۸) میں یہ شعر نہیں۔
- ۳۳۸۔ صفحہ ۱۶۰، سطر ۱۲ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۵۷) : نکس گل تر ہزار گل کھائیں ہے۔
- ۳۳۹۔ صفحہ ۱۶۰، سطر ۱۵ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۵۶) : پار بجھے شوق سے پرتائیں وہ نہ لجھریں دو۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۹) : مرے پاؤں میں۔
- ۳۴۰۔ صفحہ ۱۶۰، سطر ۱۶ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۵۶) : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۹) :
دووں زلفوں پاؤں / پاؤں میں۔
- ۳۴۱۔ صفحہ ۱۶۰، سطر ۱۸ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۹) : سید کی سوزش۔
- ۳۴۲۔ صفحہ ۱۶۰، سطر ۱۹ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۸۹) : پایا ہات سے۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۴) : سوچیں ہیں تدبیریں دو۔
- ۳۴۳۔ صفحہ ۱۶۱، سطر ۱۵ : مراۂ خیالی (صفحہ ۴۹) : ہم نلو ہیں۔ از خاندان عمار الملک کے معنی یہ بات
ظاہر نہیں کرتے۔
- ۳۴۴۔ صفحہ ۱۶۲، سطر ۱ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۸) : تذکرہ بیدار۔
- ۳۴۵۔ صفحہ ۱۶۲، سطر ۸ : ”ضمیمہ“ کی یہ عبارت مراۂ خیالی (صفحہ ۵۰) میں نہیں۔ یہ لہذا اضافہ ہے۔
- ۳۴۶۔ صفحہ ۱۶۲، سطر ۱۶ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۹) : ہاتھ اک تار۔
- ۳۴۷۔ صفحہ ۱۶۲، سطر ۲۰ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۹) : یا آہی۔
- ۳۴۸۔ صفحہ ۱۶۳، سطر ۳ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۹۹) : متاثر ہوتے لب کے اگر مصری۔
ترے ہونٹوں کی ہم چٹھی۔
- ۳۴۹۔ صفحہ ۱۶۳، سطر ۱۳ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۵۵) : ترے رخ کی جگہ۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۰) : رات صبر سے۔
- ۳۵۰۔ صفحہ ۱۶۳، سطر ۱۸ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۰) : کیا فائدہ ہو مریجو۔
- ۳۵۱۔ صفحہ ۱۶۳، سطر ۱۸ : بہارستان نثر (صفحہ ۱۵۵) : آگاہ کسی سے۔
- مراۂ خیالی (صفحہ ۵) : نئے نام نہاد نظام۔

- ۳۵۲۔ صفحہ ۱۶۳، طر ۲۳: بہارستان نو (صفحہ ۱۵۵): بھٹ کچا ہے۔ مجھ کو باور۔
- ۳۵۳۔ صفحہ ۱۶۳، طر ۲۵: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰۹): دل میرائے کے۔
- ۳۵۴۔ صفحہ ۱۶۳، طر ۳۶: مرآت خیالی (صفحہ ۵۵): تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰۹):
 بلیر دیکھے تیرے اب تو نہیں رہتی چشم۔
- ۳۵۵۔ صفحہ ۱۶۳، طر ۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۰۹): تراہو سق ہو سے۔
- ۳۵۶۔ صفحہ ۱۶۳، طر ۵: مرآت خیالی (صفحہ ۵): میر محمدی شیر۔
- ۳۵۷۔ صفحہ ۱۶۳، طر ۹: بہارستان نو (صفحہ ۱۵۹): بھڑ ہے کہ کوئی نہ۔
- ۳۵۸۔ صفحہ ۱۶۳، طر ۱۰: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۱۷): چاندل۔ آ چاندل۔
- ۳۵۹۔ صفحہ ۱۶۳، طر ۱۱: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۱۷): "آ چاندل" اس تذکرے میں اس منزل کے کافے "پھنائے" "جائے" لگائے "بدون معزو" درج ہیں۔
- ۳۶۰۔ صفحہ ۱۶۳، طر ۱۲: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۳): سید سے پیچک دیں۔ مجھ کو پھنائے دل۔
- ۳۶۱۔ صفحہ ۱۶۳، طر ۱۳: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۱۷): قواراد کچہ بھال کر۔
- ۳۶۲۔ صفحہ ۱۶۵، طر ۴: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۳): تجھ کو ہارو گر دیکھا۔
- ۳۶۳۔ صفحہ ۱۶۵، طر ۵: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۱۰): شرود دیکھا۔
- ۳۶۴۔ صفحہ ۱۶۵، طر ۹: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۳): مثل آئینا آئے۔
- ۳۶۵۔ صفحہ ۱۶۵، طر ۱۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۱۰): زلف آبروی ساپ دیکھو کی۔
 تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۳): ساپ دیکھو۔
- ۳۶۶۔ صفحہ ۱۶۵، طر ۱۸: بہارستان نو (صفحہ ۱۶۰): خدا ہائے بے دل میں کیا بدگمانی۔
 تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۳): کھاتے نہیں ہیں۔
- ۳۶۷۔ صفحہ ۱۶۵، طر ۲۳: مرآت خیالی (صفحہ ۵۳): ایک دفتر بھڑو۔
- ۳۶۸۔ صفحہ ۱۶۶، طر ۲: بہارستان نو (صفحہ ۱۶۳): تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷): صراحتی و سنے۔
- ۳۶۹۔ صفحہ ۱۶۶، طر ۸: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۳۲): راج کو بھی تری زلف نے۔
- بہارستان نو (صفحہ ۱۶۳): کافر کیا مجھ کو نے کویا تری۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۷): کافر کیا مجھ کو۔
- ۳۷۰۔ صفحہ ۱۶۶، طر ۱۳: بہارستان نو (صفحہ ۱۶۵): فصل گل آئی ہے۔

- ۳۷۱۔ صفحہ ۱۶۶، طرہ ۱۵: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۵)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۵): پاؤں آہستہ سے۔
- ۳۷۲۔ صفحہ ۱۶۶، طرہ ۱۶: تذکرۃ النسایۃ نادری (صفحہ ۱۱۱): تری صورت پہ۔ تری الفت میں۔
- ۳۷۳۔ صفحہ ۱۶۶، طرہ ۱۷: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۵): خاتہ جسم سے:
- بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۵): خاتہ جسم سے ... سوجھارے مری روح گھر جاتی ہیں تمھاری۔
- ۳۷۴۔ صفحہ ۱۶۶، طرہ ۱۸: تذکرۃ النسایۃ نادری (صفحہ ۱۱۲): وعدہ کی پہ۔
- ۳۷۵۔ صفحہ ۱۶۶، طرہ ۱۹: تذکرۃ النسایۃ نادری (صفحہ ۱۱۳): میرے ارمان۔
- ۳۷۶۔ صفحہ ۱۶۷، طرہ ۲۰: مرآت خیالی (صفحہ ۵۳): پورب سے طلوع ہو جلوہ۔
- ۳۷۷۔ صفحہ ۱۶۷، طرہ ۲۱: مرآت خیالی (صفحہ ۵۳): شہوی قول نہیں اس کی۔
- ۳۷۸۔ صفحہ ۱۶۷، طرہ ۲۲: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۶)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۹): سہاں پہ۔
- ۳۷۹۔ صفحہ ۱۶۷، طرہ ۲۳: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۶)، تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۱۸): نگارے میں۔
- ۳۸۰۔ صفحہ ۱۶۷، طرہ ۲۴: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۶): ترکہ۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۹): طے کر رکھو۔
- ۳۸۱۔ صفحہ ۱۶۷، طرہ ۲۵: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۶): کچھ گھر پار۔
- ۳۸۲۔ صفحہ ۱۶۷، طرہ ۲۶: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۷): دکھاؤ۔ تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۰۹): تو مرے۔
- ۳۸۳۔ صفحہ ۱۶۸، طرہ ۲۷: مرآت خیالی (صفحہ ۵۵): ہلہلاہ نامہ۔
- ۳۸۴۔ صفحہ ۱۶۸، طرہ ۲۸: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۸)، تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۳۳): یادگار۔
- ۳۸۵۔ صفحہ ۱۶۸، طرہ ۲۹: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۸): آغا نہیں ہاتھ۔
- ۳۸۶۔ صفحہ ۱۶۸، طرہ ۳۰: مرآت خیالی (صفحہ ۵۵): کیجا ایک شعر اس کا۔
- ۳۸۷۔ صفحہ ۱۶۸، طرہ ۳۱: یہ شعر مرآت خیالی (صفحہ ۵۵) میں موجود نہیں۔ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۳۸۸۔ صفحہ ۱۶۹، طرہ ۳۲: بہارستان نثر (صفحہ ۱۶۷): مر گئے پھر۔
- ۳۸۹۔ صفحہ ۱۶۹، طرہ ۳۳: بہارستان نثر (صفحہ ۱۷۱): اٹار اٹم سے تمھارا دم سے۔
- ۳۹۰۔ صفحہ ۱۷۰، طرہ ۳۴: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۱۳): بھوکا خاک۔
- ۳۹۱۔ صفحہ ۱۷۰، طرہ ۳۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۱۳): کیجئے گا۔
- بہارستان نثر (صفحہ ۱۷۱): سے کہے گا ہے۔
- ۳۹۲۔ صفحہ ۱۷۰، طرہ ۳۶: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۳۴): س سے ہیں شب۔
- ۳۹۳۔ صفحہ ۱۷۰، طرہ ۳۷: بہارستان نثر (صفحہ ۱۷۱): شمشاد مرد ساج۔

	۱۲۹۲	۱۲۹۲
۳۹۳۔	صفحہ ۱۷۸ طرہ ۶ : مرآت خیالی (ص ۵۵) : سرود غیبی یعنی خیابان تاریخ -	
۳۹۵۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۴ : تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۳) : عالم دہترے ہوں گے طبکار آئی دن ! تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۲۱) : حتم کوئی بھی ایجاد -	
۳۹۶۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۵ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۲۱) : کرد کا نکل کا -	
۳۹۷۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۱۱ : (حب کہ باغ) یہ شعر مرآت خیالی (صفحہ ۷۷) میں نہیں ہے۔ بعد کا اضافہ لگتا ہے۔	
۳۹۸۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۱۵ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۲۲) : گری عشق -	
۳۹۹۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ آخری : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۳۰) : مذکورہ شہور ہے۔	
۴۰۰۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۱۵ : مرآت خیالی (صفحہ ۷۷) : اور یہ بھی حقیق ہو گیا۔	
۴۰۱۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۱۷ : بہارِ سخنِ ناز (صفحہ ۱۷۸) : غنچہ کو : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۲۲) : برنگ گل -	
۴۰۲۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۵ : بہارِ سخنِ ناز (صفحہ ۱۷۷) : بھگدولہ زار -	
۴۰۳۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۷ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۲۵) : پر دانہ ہو -	
۴۰۴۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۸ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۲۵) : گر مبادل میں یک -	
۴۰۵۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ آخری : تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۳) : ہم نے پائی ہے -	
۴۰۶۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۵ : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۲۱) : ہوسیرے تو لگی -	
۴۰۷۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۷ : تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۱۹)، تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۲۷) : زلف دہاے -	
۴۰۸۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۸ : تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۱۹) : چھوڑوں گا : مرآت خیالی (صفحہ ۷۷) : کہو ہے ! بہارِ سخنِ ناز (صفحہ ۱۸۰)، تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۲۷) : کیا تھو کہ -	
۴۰۹۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۱۵ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۲۸) : ایک ہی زبان -	
۴۱۰۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۲۰ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۲۹) : کیجئے -	
۴۱۱۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۵ : تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۳)، تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۲۹) : پاؤں مری -	
۴۱۲۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۱۰ : "شمع" کی یہ عبارت مرآت خیالی (صفحہ ۷۷) میں نہیں ہے۔	
۴۱۳۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ ۱۹ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۰) : گر یاں چھوٹ -	
۴۱۴۔	صفحہ ۱۷۷ طرہ آخری : بہارِ سخنِ ناز (صفحہ ۱۸۵) : مت کی یہ -	

- ۳۱۵۔ صفحہ ۷۷، سطر ۵ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۱) : ستارہ ہے اک میرے۔
- ۳۱۶۔ صفحہ ۷۷، سطر ۷ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۱) : مری آہ کی کار فرمائیاں ہیں پتہ لامکاں۔
- ۳۱۷۔ صفحہ ۷۷، سطر ۱۰ : تذکرۃ النسلۃ نادری (صفحہ ۱۳۳) : سوئی ہوں۔
- تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۳) : شراب نزع کے وقت آنکھوں کی حشر میں ساتی۔
- ۳۱۸۔ صفحہ ۷۸، سطر ۲ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۹۰) : کہیں ہاتھ کہ۔
- ۳۱۹۔ صفحہ ۷۸، سطر ۳ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۹۰) : جاتی بھی ہو۔
- تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۸) : کہا کرتے ہو۔
- ۳۲۰۔ صفحہ ۷۸، سطر ۶ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۹۰) : بند کھولگی۔
- ۳۲۱۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۰ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۸۶) : تیرا وارثا۔ ہو کر کیز طیر کی۔
- ۳۲۲۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۳ : مرآۃ خیالی (صفحہ ۷) میں یہ ”کے تحقیقی“ نہیں ہے۔
- ۳۲۳۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۲ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۸۷) : خداوات تری۔
- ۳۲۴۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۳ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۸۷) : تذکرۃ شمع سخن (صفحہ ۱۳۵) : سوئی دھراں۔
- ۳۲۵۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۹ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۸۷) : پر قرار آدم عالم۔
- ۳۲۶۔ صفحہ ۷۸، سطر ۲۰ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۸۷) : قوی ہالی ہے۔
- ۳۲۷۔ صفحہ ۷۸، سطر ۲۱ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۸۸) : ہیں شجر اور بحرستان مدینہ تو۔
- ۳۲۸۔ صفحہ ۷۸، سطر ۲ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۰) : پھر میں لگی۔
- ۳۲۹۔ صفحہ ۷۸، سطر ۳ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۸۸) : دریں خاک مرپ۔
- ۳۳۰۔ صفحہ ۷۸، سطر ۹ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۸۸) : ہوئے تاب حیات۔
- ۳۳۱۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۰ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۸۸) : لہا نیم دوتی۔
- ۳۳۲۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۲ : تذکرۃ النسلۃ نادری (صفحہ ۱۳۶) : سرافرازا نظر۔
- ۳۳۳۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۶ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۸۹) : ہو تم شانی۔ حازم در کہ یہ کھلی۔
- ۳۳۴۔ صفحہ ۷۸، سطر ۱۷ : تذکرۃ النسلۃ نادری (صفحہ ۱۳۶) : دریاں ملی۔
- بہارستان ناز (صفحہ ۱۸۹) : بچے دریاں ملی۔
- ۳۳۵۔ صفحہ ۷۸، سطر ۲۰ : تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۳۲) : کیجئے۔ کیجئے۔
- ۳۳۶۔ صفحہ ۷۸، سطر ۳ : بہارستان ناز (صفحہ ۱۹۱) : میں آپ کے لوں گی۔

- ۳۳۷۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۳ : بہارستانِ نادر (صفحہ ۱۹) : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۲) : بابا بھٹو کا :
تذکرۃ شمعِ سخن (ص ۱۹) : کیا نکان سا۔
- ۳۳۸۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۵ : بہارستانِ نادر (صفحہ ۱۹) : کسی کے پار نہیں۔
- ۳۳۹۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۱۱ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۳) : کہئے یہ اجڑا۔ غیر اچھا ہی ہوگا۔
- ۳۴۰۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۱۳ : تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۵) : بگ سے مارا :
مراٹ خیالی (صفحہ ۷۷) : ستر۔
- ۳۴۱۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۱۳ : تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۵)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۳)، شرم کھا کر شکر۔
- ۳۴۲۔ صفحہ ۱۸۱، سطر ۲۰ : بہارستانِ نادر (صفحہ ۱۹۲) : مری تاخیر۔
- ۳۴۳۔ صفحہ ۱۸۲، سطر ۶ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۵) : بھٹیں راہ میں دو کوئی۔ زانا تاربا۔
- ۳۴۴۔ صفحہ ۱۸۲، سطر ۱۳ : بہارستانِ نادر (صفحہ ۱۹۷) : ترادوشہ دیکھیں گے۔
- ۳۴۵۔ صفحہ ۱۸۲، سطر ۶ : تذکرۃ النسبائے نادری (صفحہ ۱۳۸) : مرزا کی بن میں۔
- ۳۴۶۔ صفحہ ۱۸۲، سطر ۱۵ : مراٹ خیالی (صفحہ ۷۸) : جی رہاں قلب الدین صاحب۔
- ۳۴۷۔ صفحہ ۱۸۲، سطر ۲ : مراٹ خیالی (صفحہ ۷۹) : ہو ہو ہوا۔
- ۳۴۸۔ صفحہ ۱۸۲، سطر ۳ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۵) : تیرے کوچے کے سوا۔
- ۳۴۹۔ صفحہ ۱۸۲، سطر ۱۰ : بہارستانِ نادر (صفحہ ۲۰۹) : ابھی آگھ گی ہے۔
- ۳۵۰۔ صفحہ ۱۸۲، سطر ۱۵ : مراٹ خیالی (صفحہ ۷۹) : صرف یہی ایک قطعِ چنابِ مبارک بنایا۔
- ۳۵۱۔ صفحہ ۱۸۲، سطر آخری تا ۱۸۵، سطر ۴ : ”حمیر“ کی عبارت اور شعر مراٹ خیالی (صفحہ ۷۹) میں نہیں۔
- ۳۵۲۔ صفحہ ۱۸۵، سطر ۶ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۸) : آلی کیوں۔
- ۳۵۳۔ صفحہ ۱۸۵، سطر ۱۳ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۸) : بکو ہمیں دہشت۔
- ۳۵۴۔ صفحہ ۱۸۵، سطر ۱۶ : مراٹ خیالی (صفحہ ۸۰)، تذکرۃ النسبائے نادری (صفحہ ۱۳۸) :
زندگی گزرتی ہے۔ قلب میں پیارے۔
- ۳۵۵۔ صفحہ ۱۸۵، سطر ۱۷ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۸) : ہاتھوں سے گل بھی ہم ہوں۔
- ۳۵۶۔ صفحہ ۱۸۵، سطر ۱۸ : مراٹ خیالی (صفحہ ۸۰) : موت زندگی محبوب۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۳۸) : سے ہے موت زندگی۔ ہے مری دست کردار۔
- ۳۵۷۔ صفحہ ۱۸۶، سطر ۳ : بہارستانِ نادر (صفحہ ۲۰۷) : ثواب ہوا : تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۳۵)۔

- تذکرۃ الخواتین (ص ۱۳۹): انڈھائی ہے۔ ثواب ہوا۔
- ۳۵۸۔ صفحہ ۱۸۶، طرے: مرآۃ خیالی (صفحہ ۸۰): قصاں ہے۔ مرزاو سے بڑا کہ مشہور یہ صاحب جمال ہے۔ گوٹھ کمر کر پکاری جاتی ہے مگر قرن جان اس کا نام ہے۔
- ۳۵۹۔ صفحہ ۱۸۷، طرے: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۴): یہ دو خطائیں ہیں۔
- ۳۶۰۔ صفحہ ۱۸۸، طرے: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۳۳): "آتمہ آگئی"۔ یہ مرزا کا بہت کی گئی ہے۔
- ۳۶۱۔ صفحہ ۱۸۸، طرے: مرآۃ خیالی (صفحہ ۸۳): سوائے قانون از رو کے۔
- ۳۶۲۔ صفحہ ۱۸۹، طرے: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۲۴)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۴):
- پاؤں گئے کترے کیا یہ چٹائی۔
- ۳۶۳۔ صفحہ ۱۸۹، طرے: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۳۲) بجے سے نرم۔
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۴): مجھ سے نرم۔
- ۳۶۴۔ صفحہ ۱۸۹، طرے: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۰۸): دروازے ہاتھ۔
- ۳۶۵۔ صفحہ ۱۸۹، طرے: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۰۸)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۵):
- مال دل کا جو کچھ کروں اختیار۔
- ۳۶۶۔ صفحہ ۱۸۹، طرے: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۴): ہے چاہا بیکہ کی دین و دنیا کی۔
- ۳۶۷۔ صفحہ ۱۸۹، طرے: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۴): سوزِ ظلم سے تو دنیا میں یوں مل جاتی۔
- ۳۶۸۔ صفحہ ۱۹۰، طرے: مرآۃ خیالی (صفحہ ۸۳): جوتا گڑھ۔
- ۳۷۹۔ صفحہ ۱۹۰، طرے: آئی الدنیا (تذکرۃ الخواتین، صفحہ ۱۵۶) نے یہ شعر متور تحفہ منور رحمان، سکون کرناں کے نام سے لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہاتھیں نقل کرنے میں ہو ہوا ہے۔
- ۳۷۰۔ صفحہ ۱۹۱، طرے: (تذکرۃ الخواتین، صفحہ ۱۵۶): ہم کو سینہ سے۔
- ۳۷۱۔ صفحہ ۱۹۱، طرے: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۳۶): گیتھ نام ہے۔
- ۳۷۲۔ صفحہ ۱۹۲، طرے: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۳۳)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۲): پاؤں کے۔
- ۳۷۳۔ صفحہ ۱۹۲، طرے: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۲): یہ ہیں اُن کی ہمت ہے۔
- ۳۷۴۔ صفحہ ۱۹۲، طرے: ۶۰۵: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۲): باز آگئے جہا کر کے۔ انتہا کر کے۔
- ۳۷۵۔ صفحہ ۱۹۲، طرے: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۳۴): بڑا دم کو ہوا۔
- ۳۷۶۔ صفحہ ۱۹۲، طرے: تذکرۃ شمیم سخن (صفحہ ۳۶)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۷): داس رسائی کا۔

- ۳۷۷۔ صفحہ ۱۹۲، طرہ ۱: تذکرۃ شمع سخن (صفحہ ۳۶)، تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۵۸): بے اثر شوق۔
- ۳۷۸۔ صفحہ ۱۹۲، طرہ ۱: تذکرۃ شمع سخن (صفحہ ۳۶)، بچ سے دوا۔
- ۳۷۹۔ صفحہ ۱۹۲، طرہ ۱: تذکرۃ شمع سخن (صفحہ ۱۹۳، طرہ ۱۵: بہارستان ناز (صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰) اور تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳) میں مدنیہ "بھوکو" ہے۔
- ۳۸۰۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۱: مرآت خیالی (صفحہ ۸)، تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۲۲۳): ہوگات حاصل۔
- ۳۸۱۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۲: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۶۲): آج رہے ہوا معراج کا۔
- ۳۸۲۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۵: تذکرۃ شمع سخن (صفحہ ۲۲)، تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۶۲): ذرا بھر دتو۔
- ۳۸۳۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۱۵: بہارستان ناز (صفحہ ۲۲۰): از احباب کی خاطر سے لکھی۔
- ۳۸۴۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۱۹: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۶۲): ساتی سے گرگ۔
- ۳۸۵۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ آخری: بہارستان ناز (صفحہ ۲۱۸): وصف مفرد لکھی کان:
- تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۶۲): ہے تالہ و زاری کامری۔
- ۳۸۶۔ صفحہ ۱۹۳، طرہ ۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۲۸): جان سے مارے۔
- ۳۸۷۔ صفحہ ۱۹۵، طرہ ۱: بہارستان ناز (صفحہ ۲۱۹): بت پئے دل۔
- ۳۸۸۔ صفحہ ۱۹۵، طرہ ۱۹: بہارستان ناز (صفحہ ۲۲۰): دل بھریم تو دونوں کو بیٹھے۔
- ۳۸۹۔ صفحہ ۱۹۵، طرہ ۱: بہارستان ناز (صفحہ ۲۲۰): ہو گئے دو جہاں۔ غدا چہ چیتھے۔
- ۳۹۰۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۵۰): میرے انتہا کو۔
- ۳۹۱۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۱۳: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۶۲): ہے نظر بار بار۔
- ۳۹۲۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۱۵: بہارستان ناز (صفحہ ۲۲۱)، تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۶۲): میں دو منہاں۔
- ۳۹۳۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۱۹: بہارستان ناز (صفحہ ۲۲۱): سے برائی تو کہے۔ جو لکھی ہی تھا ہے۔
- تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۶۲): کہتے جو رقیبوں سے برائی۔
- ۳۹۴۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۲۱: بہارستان ناز (صفحہ ۲۲۱): یہاں ہے ثمن دل سے سر قد تک۔ بتایا تھا۔
- ۳۹۵۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۱: تذکرۃ شمع سخن (صفحہ ۲۵): کیوں کرتیں اہل وقایاں کون ہے۔
- تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۶۲): کہے باز سے ہم کو بھانپا ہے شوق۔
- ۳۹۶۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۳: تذکرۃ الطوائف (صفحہ ۱۶۲): نراکت ہوں ہر۔
- ۳۹۷۔ صفحہ ۱۹۶، طرہ ۸: بہارستان ناز (صفحہ ۲۲۲): قور پرتو خالم۔

تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۸) : تھذیرو عالم۔

- ۳۹۸۔ صفحہ ۱۹۷ طرہ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۸) : چھاپائی تھا کہ حمد۔
- ۳۹۹۔ صفحہ ۱۹۸ طرہ ۱ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۹) : قصہ دیکھئے سنگدل بہ دعا ہے۔
- ۵۰۰۔ صفحہ ۱۹۸ طرہ ۱۳ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۶۹) : طغی نے حال اپنا۔ نہیں اب رہے ہم۔
- ۵۰۱۔ صفحہ ۱۹۸ طرہ ۱۶ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۳۲) : دل لگا کر۔
- ۵۰۲۔ صفحہ ۱۹۹ طرہ ۳ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۱) میں یہ شعر ”کلیم بن“ نام کے تحت لکھا ہے:
تو جو۔۔۔ یہاں رہتا ہے۔ مجھ پہ تھائی میں۔
- ۵۰۳۔ صفحہ ۱۹۹ طرہ ۱ : تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۲۶) : تری زلف نے۔
- ۵۰۴۔ صفحہ ۱۹۹ طرہ ۱۱ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۳۳) : تو یہ آستخاں میں پنہاں نہ مرے نگاہ ہوتا
- تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۵) : تو یہ آستخاں میں ہرگز نہ مرے نگاہ ہوتا۔
- ۵۰۵۔ صفحہ ۲۰۰ طرہ ۲ : مرآۃ خیالی (صفحہ ۹۳) : دیکھ نے کمالی۔
- ۵۰۶۔ صفحہ ۲۰۰ طرہ ۷ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۷) میں یہ شعر ”ہوتی“ تخلص کی شاعرہ لکھایا گیا ہے:
اُتھے رہے جس کی چڑھ جائے ہے
- ۵۰۷۔ صفحہ ۲۰۰ طرہ ۱۵ : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۵۳) میں ”۱۲۹۳ھ“ اور ”راج نہیں۔“
- ۵۰۸۔ صفحہ ۲۰۰ طرہ آخری : بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۳۹) : یاں سے چلے گی۔
- ۵۰۹۔ صفحہ ۲۰۱ طرہ ۱ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۳۹) : جاں نظیرگی۔
- ۵۱۰۔ صفحہ ۲۰۱ طرہ ۵ : بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۳۹) : گل کی ہوئے۔
- ۵۱۱۔ صفحہ ۲۰۱ طرہ ۶ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۸) : آچھے خبر۔
- ۵۱۲۔ صفحہ ۲۰۱ طرہ ۱۱ : مرآۃ خیالی (صفحہ ۹۳) : تھی کہ سب دہر پار سالی کے نکاح کرنے۔
- ۵۱۳۔ صفحہ ۲۰۱ طرہ ۱۶ : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۸) : جب وہ حور نظر۔
- ۵۱۴۔ صفحہ ۲۰۱ طرہ ۱۸ : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۵۳) : پر میرے دل سے:
- بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۳۸) : پر میرے دل سے یاد نہ گیا۔
- تذکرۃ شمعِ سخن (صفحہ ۲۶) : تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۸) : پر میری داغ جان۔
- ۵۱۵۔ صفحہ ۲۰۲ طرہ ۷ : تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۵۵) : دسموئے پردین۔
- ۵۱۶۔ صفحہ ۲۰۲ طرہ ۱۹ : مرآۃ خیالی (صفحہ ۹۶) میں اختتام تذکرہ کے بعد ملاحظہ ہو

نادری شہسوار درج ہے جو اس اشعار کی ہے۔ صفحہ ۹۵ کے حاشیے پر اس کا اس سوانح اور "اشعبار" بھی ہے۔ اسی طرح صفحہ ۹۶ کے حاشیے اور حواشی کے حاشیے کے درمیان نادری کا منتخب اردو کلام بھی درج ہے۔ حواشی کے آخر میں "نقد تاریخی حنفی" پر تعداد اشعار "۱۲۶" ہے۔ یہ تحریریں کتاب ہذا میں ملحقات کے تحت شامل ہیں۔

- ۵۱۷۔ صفحہ ۲۰۶، طرہ ۹: گنبدستانہ نتیجہ سخن، اکتوبر ۱۸۸۲ء، (صفحہ ۳۱): دلدار کا مزار۔
- ۵۱۸۔ صفحہ ۲۰۷، طرہ ۱۳: بہارستانِ ناز (صفحہ ۱۱۵): غیر سے کرتی ہو۔
- ۵۱۹۔ صفحہ ۲۰۷، طرہ ۱۸: تذکرۃ شہسوار سخن (صفحہ ۳۱): سن کے میرا قصہ دلم۔
- ۵۲۰۔ صفحہ ۲۰۸، طرہ ۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۲۶): جگ کو کھنکھاتا ہے۔
- ۵۲۱۔ صفحہ ۲۱۰، طرہ ۵: گنبدستانہ نتیجہ سخن، جون ۱۸۸۲ء، (صفحہ ۵۱): "شاہد اعجاز"۔ اس فنون کا قافیہ امیرانہ، دیوانہ، وغیرہ ہے، لہذا یہاں بھی قافیے کی رعایت سے "شاہد" ہونا چاہیے۔ اسے کتابت کی غلطی تسلیم کرنا چاہیے۔
- ۵۲۲۔ صفحہ ۲۱۵، طرہ ۲: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۷۱): گزر رہا دیوار۔
- ۵۲۳۔ صفحہ ۲۱۷، طرہ ۷: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۰): کسی سال کم۔
- ۵۲۴۔ صفحہ ۲۱۸، طرہ ۱۰: تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۵۱): جوش فریاد آواز۔
- ۵۲۵۔ صفحہ ۲۲۰، طرہ ۱۶: بہارستانِ ناز (صفحہ ۲۱۳)، تذکرۃ الخواتین (صفحہ ۱۷۱): محشر میں جھوک۔
- ۵۲۶۔ صفحہ ۲۲۳، طرہ ۴: مرآتِ خیالی (صفحہ ۲): قطعات تاریخ کی کئی سبوں سے وقت اظہارِ مجلسی ناز نہ چھپ سکے، مجبور یہاں لکھے جاتے ہیں۔
- ۵۲۷۔ صفحہ ۲۲۳، طرہ ۱۸، ۱۷: مرآتِ خیالی (صفحہ ۲) میں مذکور عدد درج نہیں۔
- ۵۲۸۔ صفحہ ۲۲۶، طرہ ۷: مرآتِ خیالی (صفحہ ۲): جو گیا وہ اس طرح جاری سے گھبرایا ہوا۔
- ۵۲۹۔ صفحہ ۲۲۶، طرہ آخری: مرآتِ خیالی (صفحہ ۲): سحر اظہار۔
- ۵۳۰۔ صفحہ ۲۲۸، طرہ ۴: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۲۸): مقبرہ نجیب مین۔
- ۵۳۱۔ صفحہ ۲۲۸، طرہ ۲۵، ۲۴: مرآتِ خیالی (صفحہ ۶): قوم کا جھوٹا مقرر۔
- ۵۳۲۔ صفحہ ۲۲۹، طرہ ۲: مرآتِ خیالی (صفحہ ۶): اور کسی کے معصوم۔
- ۵۳۳۔ صفحہ ۲۲۹، طرہ ۳: مرآتِ خیالی (صفحہ ۶): آئینِ وارث العالمین۔
- ۵۳۴۔ صفحہ ۲۲۹، طرہ ۱۱: مرآتِ خیالی (صفحہ ۶): تاریخ میں شاعر نے آن۔

- ۵۳۵۔ صفحہ ۲۳۹، طر ۱۳: مرآت خیالی (صفحہ ۶): جو شعراء و کے کہتی ہیں اس زمانہ میں۔
- ۵۳۶۔ صفحہ ۲۳۹، طر ۱۵: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۵۰): بحری ہے نہال۔
- ۵۳۷۔ صفحہ ۲۵، طر ۳: مرآت خیالی (صفحہ ۷): میں ”مہاشی وغیرہ“ کے بعد کا جملہ نہیں ہے۔
- ۵۳۸۔ صفحہ ۲۵، طر ۸: مرآت خیالی (صفحہ ۷): ”سن“ کی دالیں طرف پہنچنی علم سے ”ائی پر شاذ“ لکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کاتب کا نام یا دست خط ہوں۔
- ۵۳۹۔ صفحہ ۲۵، طر ۱۸: مرآت خیالی (صفحہ ۷): میں مولوی الفتح حسین کی تقرید پر تفصیلات تاریخ اور تقرید کا سلسلہ قلم ہوا ہے۔ صفحہ ۸ پر مرآت خیالی کا صحت نام ہے اس کی مہدت ٹکھو ۸ میں نقل کی گئی ہے۔
- ۵۴۰۔ صفحہ ۲۶، طر ۱۰: مرآت خیالی (صفحہ ۹۶): شاعرانہ تاریخ اظہار و فہرست ”چمن امداد“ پر صنعت و عمارت جس کے حروف ہلکے سے جبری اور جملہ سے محسوس ہوتا ہے۔
- تجمل: ایک سو چالیس شاعر و مورخوں اردو کا تذکرہ۔
- سن ۱۸۷۶ء، سن ۱۲۹۵ ہجری۔
- ۵۴۱۔ صفحہ ۲۸، طر ۲۱: مرآت خیالی (صفحہ ۵۵): صنعت: ناظران۔
- ۵۴۲۔ صفحہ ۲۸، طر ۱۲: مرآت خیالی (صفحہ ۵۸): یعنی کہ چھت ہو۔
- ۵۴۳۔ صفحہ ۲۸، طر ۱۹: ”ٹکھو“ کی روشنی مرآت خیالی (صفحہ ۵۹) میں نہیں۔ ان کی جگہ علی حروف میں محفل ”تلم“ تحریر ہے۔
- ۵۴۴۔ صفحہ ۲۸، طر ۵۰: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۱۸): دوسرے سن نہیں۔
- ۵۴۵۔ صفحہ ۲۸، طر ۱۱: تذکرۃ النسائے نادری (صفحہ ۱۱۸): پیڑ و یاسر۔
- ۵۴۶۔ صفحہ ۲۸، طر ۲: ”ہوتا ہے“ کے بعد کا جملہ مرآت خیالی (صفحہ ۶۱) میں نہیں ہے۔
- ۵۴۷۔ صفحہ ۲۸، طر ۱۷: مرآت خیالی (صفحہ ۶۳): جس کے سر ہر لفظ۔
- ۵۴۸۔ صفحہ ۲۸، طر ۱۸: مرآت خیالی (صفحہ ۶۴) میں ”ہاتف“، ”پہ“، ”خود“، ”پہ“، ”پہ“، ”پہ“ اور ”آدم“ کے ایک کا ہندسہ کتابت کیا گیا ہے۔
- ۵۴۹۔ صفحہ ۲۸، طر ۲۰: مرآت خیالی (صفحہ ۶۴) میں ”ہم دم“ کے اوپر ”۵“، ”عابد“، ”پہ“، ”خیا“، ”پہ“ اور ”۸“ اور ”قائل“ پر ایک ہزار کا عدد کتابت ہوا ہے۔
- ۵۵۰۔ صفحہ ۲۹، طر ۲: مرآت خیالی (صفحہ ۶۴): ”امراؤ حکیم صاحب عابد“۔ امراؤ حکیم کا تخلص عابد ہے۔ دیکھیے تذکرے میں ذکر عابد۔ ”عابد“ کتابت کی قطعی گنتی ہے۔

- ۵۵۱۔ صفحہ ۲۹۰، طرز: تذکرۃ النسبائے نادری (صفحہ ۱۲): "سوار مٹاریہ" یہ صریحاً کتابت کی غلطی ہے۔
- ۵۵۲۔ صفحہ ۲۹۰، طرز: مرآت خیالی (صفحہ ۳۳) میں "ولی" پر "۳۶" "سولی" پر "۳۷" اور پھر "ولی" پر "۳۰" کا عدد کتابت ہوا ہے۔
- ۵۵۳۔ صفحہ ۲۹۰، طرز ۱۹: مرآت خیالی (صفحہ ۶۳) میں "کام لایا ہے" کے بعد کی عبارت نہیں۔
- ۵۵۴۔ صفحہ ۲۹۱، طرز ۴: تذکرۃ النسبائے نادری (صفحہ ۱۳۲): شمار ایک ہے۔
- ۵۵۵۔ صفحہ ۲۹۱، طرز ۱۲: مرآت خیالی (صفحہ ۶۳) میں "سز مطلوبہ" درج نہیں۔
- ۵۵۶۔ صفحہ ۲۹۱، طرز ۱۶: مرآت خیالی (صفحہ ۶۳) میں "صنعت الحروف والاعراب" "تھا لیکن حاشیے میں "صنعت الاسماء الحروف والاعراب" لکھ کر اس کی تصحیح کی گئی ہے۔
- ۵۵۷۔ صفحہ ۲۹۲، طرز ۱۵: مرآت خیالی (صفحہ ۶۴) میں "تکھے ہوں گے" کے بعد کا جملہ نہیں ہے۔
- ۵۵۸۔ صفحہ ۲۹۲، طرز ۲۰: مرآت خیالی (صفحہ ۶۵): حال تاریخ اجاب۔
- ۵۵۹۔ صفحہ ۲۹۳، طرز ۳: مرآت خیالی (صفحہ ۶۵) میں "اشاکیر" کے اوپر عدد ۱۰۰۰ درج ہے۔
- ۵۶۰۔ صفحہ ۲۹۳، طرز ۸: مرآت خیالی (صفحہ ۶۵) میں "چلے بیٹش" کے اوپر "۱۹۲۰" درج ہے۔
- ۵۶۱۔ صفحہ ۲۹۳، طرز ۱۱: تذکرۃ النسبائے نادری (صفحہ ۱۳۳) میں "سدہ چل" کے نیچے ۲۱۲ کا عدد درج ہے جو درست نہیں۔ دیکھیے جگہ ۲۱۲ ملنے سے ۲۰۲۰ کا مجموعی عدد حاصل ہوتا ہے، جب کہ مطلوبہ عدد ۱۹۲۰ ہے جو ۱۱۲ سے حاصل ہوتا ہے۔
- ۵۶۲۔ صفحہ ۲۹۳، طرز ۲۲ تا صفحہ ۲۹۴، طرز ۱: مرآت خیالی (صفحہ ۶۵، ۶۶) میں "ہاں" سے "سز ۱۲۴۸" تک کی عبارت موجود نہیں۔ یہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۵۶۳۔ صفحہ ۲۹۵، طرز ۳: مرآت خیالی (صفحہ ۶۶): $۲۰۰ + ۳ = ۱۲۸۷$ ۔
- ۵۶۴۔ صفحہ ۲۹۵، طرز ۵: مرآت خیالی (صفحہ ۶۷): اہل ائم
- $۳۱ + ۵۱ + ۳۱$
- ۵۶۵۔ صفحہ ۲۹۵، طرز ۶: یہ عبارت تذکرۃ النسبائے نادری (صفحہ ۱۲۵) کے حاشیے پر درج ہے۔
- مرآت خیالی (صفحہ ۶۶) میں یہ عبارت موجود نہیں۔
- ۵۶۶۔ صفحہ ۲۹۵، طرز ۱۹ تا صفحہ ۲۹۷، طرز ۵: "جامہ راج پر نہیں... قیمت خدا کا نام"۔
- مرآت خیالی (صفحہ ۶۷) میں یہ عبارت موجود نہیں۔ یہ بعد کا اضافہ ہے۔
- ۵۶۷۔ صفحہ ۲۹۷، طرز ۱۵ تا ۱۷: مرآت خیالی (صفحہ ۶۸): "صنعت میں ایک قطعہ... میں لکھا ہے۔ اور

اس کو۔۔۔ طرح پر ہر حاجا تا ہے مگر۔۔۔ طور پر ہر حاجا تا ہے۔

۵۶۸۔ صفحہ ۲۹۸، طر ۸: مرقاۃ خلیلی (صفحہ ۶۸): پہلے اول حرف کو کو اور بعد تیسرے کو ہر پانچویں کو
 وغیرہ۔ خواہ دوسرے چوتھے پہلے وغیرہ کو۔ یا تیسرے پانچویں ساتویں وغیرہ کو۔ اسی طرح
 چاہو۔

۵۶۹۔ صفحہ ۲۹۸، طر ۱۰: مرقاۃ خلیلی (صفحہ ۶۹): نہ از تکلف ہے اور اس۔

ضمیمہ (۳)

تشریحاتِ الفاظ، تراکیب، اصطلاحات

انکھا (آرود۔ تابع فعل): لفظ ”انکھا“ کا یہ قدیم املا ہے [رک: فرہنگ آصفیہ: اذول، صفحہ ۱۹۲]۔ اب اس کی جگہ ”انکھا“ استعمال ہوتا ہے [رک: فرہنگ تلفظ، صفحہ ۶۸، ۷۱]، جو جو قدیم دور سے آرود میں مستعمل ہے۔ یہ پنجابی لفظ ”انکھ“ سے مشتق ہے۔ ”انکھ“ بھی آرود میں اسم کے طور پر انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جن معنوں میں یہ پنجابی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی اس لفظ کا غالباً پراانا اور صحیح املا ہے۔

اُنّی آخرہ الخمرہ (عربی): آخر تک۔ عموماً اُن عبارات کے آخر میں لکھا جاتا ہے جنہیں نامکمل چھوڑ دیا جائے۔ جس ناقص عبارت کے آخر میں یہ لکھا جائے، اس کا مطلب ہوتا ہے کہ یہ عبارت آخر تک مراد لی جائے۔ کتابوں میں عموماً اس کا مخفف ”الخ“ لکھا جاتا ہے۔

انشا کرنا (آرود محاورہ): ”انشا“ عربی لفظ ہے جس کے معنا ”عبارت لکھنا“ اور ”بات پیدا کرنا“ کے ہیں۔ قدیم دور میں یہ لفظ عموماً دوسرے معنوں میں ہی استعمال ہوتا رہا ہے، یعنی عبارت یا شعر میں کوئی بات پیدا کرنا۔ اسی سے آرود محاورہ ”انشا کرنا“ بنایا گیا ہے۔

یہاں بھی ”انشا“ قدیم روایت کے مطابق نئی بات پیدا کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ سید احمد دہلوی کے مطابق اس لفظ (انشا) کے ”لفوی معنا“ کچھ بات دل سے پیدا کرنا“ کے ہیں [فرہنگ آصفیہ: اذول، صفحہ ۲۵]۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت میں ”(مشتق)“ نے اپنے ضعیف خاوند کی شان میں یہ روایت انشا کی تھی“۔ تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۳۶، سطر ۱۶) میں بین بین یہی مطلب لیا گیا ہے۔

یہ لفظ ”انشا“ (فارسی۔ مؤنث) پہ معنا شعر خوانی، بھی ہو سکتا ہے [رک: فرہنگ علویہ، صفحہ ۶۷]۔ یہاں دونوں لفظ معنا دے رہے ہیں، لیکن چوں کہ متن میں ”انشا کرنا“ لکھا ہے اور ”انشا کرنا“ آرود کا کوئی محاورہ نہیں ہے، اس لیے یہاں ”انشا کرنا“ ہی درست ہے۔

آسای (عربی۔ مؤنث): نام، مقصود۔ آرود میں بطریقہ ”(آسائی)“ مستعمل ہے۔

۱۲ منہ عنی اللہ عنہ (عربی کلمہ): ”۱۲“ کا عدد قاعدۃ تہنیل کے حساب سے لفظ ”عدہ“ سے حاصل ہوتا ہے

جو عبارت کے ختم ہونے کی نشانی ہے: ”ہنہ“ (عربی۔ حلق فعل) : اس کا — عطفی اللہ غفر (عربی۔ بکھرنا) : خدا اُسے معاف کرے۔ یہ کلمہ عموماً کسی عبارت کے اختتام پر لکھا جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ تحریر مصنفہ حاشیہ کے قلم سے ہے۔
یہ اور اس طرح کے دیگر کلمات لغات سے غیر حاضر ہیں جس پر تعجب کا اظہار ہی کیا جاسکتا ہے۔

ہامیوں (ہندی۔ جمع مؤنث) : ہامیوں کی تائید۔ ”ہامن“ بھی مستعمل ہے۔ عرب عام میں برہمن کو کہتے ہیں [ضمیمہ ہندی اردو لغت، صفحہ ۵۸۹]۔ دشنو کے ایک اؤ تار کا نام بھی ”ہامن“ تھا [ہندی اردو لغت، صفحہ ۱۷۱]۔ ممکن ہے اسی تعلق سے اعلاذات کے ہندوؤں کو ”ہامن“ کہا جانے لگا ہو۔

باز بھوپ کلیان (سنسکرت۔ ترکیب) : باز : حاکم بالوہ کا نام + بھوپ : راجا، ہواشاہ + کلیان : ایک راگ یا راگنی کا نام جو رات کو گایا جاتا / گائی جاتی ہے۔ یعنی ایسا راگ جس میں اپنے محبوب باز بہادر کے فراق میں روپ متی فراقیہ گیت گاتی تھی۔ فخری بھوپالی کا کہنا ہے کہ یہ راگ روپ متی ہی نے ایجاد کیا (دیکھیے حاشیہ مرتبہ ۳۰)۔ سید احمد دہلوی نے اسے راگنی لکھا ہے [فرہنگ آصفیہ، سوم، صفحہ ۵۴]، جب کہ فارہس [فاکشنری، ہینسٹنکی انگریزی اور انگریزی، ہینسٹنکی، صفحہ ۵۷۹] اور پلٹس [اردو کلاسیکی ہندی اور انگریزی فکشنری، صفحہ ۸۳۵] نے اسے راگ لکھا ہے۔

بدوان (ہندی۔ صفت) : ”بدھوان“۔ اصل : بدھی دان، یعنی عقل مند، ذریک۔
بدیہ ابدیہ (عربی۔ مذکر) : سوچے بغیر ٹھیک بات کرنا، برجستہ اور برہمن۔ فارسی اور اردو میں دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ [راگ : فرہنگ عامرہ، صفحہ ۹۱]۔ سید احمد دہلوی نے اپنی لغت میں صرف ”بدیہ“ درج کیا ہے [فرہنگ آصفیہ، اول، صفحہ ۳۷۹]، جب کہ شان الحق حقی نے محض ”بدیہ“ اور اس کے حوصلات ہی درج کیے ہیں [فرہنگ تلفظ، صفحہ ۱۵]۔
بیکہ (فارسی سے مشتق) : ”بیک“، پہنچا امیر، سردار، مغلوں کا ایک خطاب جو نام کے بعد لگایا

جاتا ہے [فرہنگِ آصف: اَوَّل، صفحہ ۱۳۶]۔ معلوم ہوتا ہے کہ نادرنے اسی کی مونث یا ایک ذادی کا نام ”نیکہ“ اختراع کیا ہے، کیوں کہ سب لغت میں یہ لفظ نہیں ملتا، بل کہ اس کی جگہ ”نیکہ/نیکہ“ ملتا ہے۔

بھوکے (اردو۔ اسم کیفیت، صفت): ”بھوکہ“ سے مشتق جو ”بھوک“ کی قدیم شکل ہے۔ آصف اور دیگر میں اس قدیم شکل کا اندراج نہیں، بلکہ ڈکسن فاربس اور ٹیلیس نے اسے اپنی اپنی لغت میں درج کیا ہے [ڈکشنری: ہینسٹنی/انگریزی اور انگریزی/ہینسٹنی، صفحہ ۱۴؛ اردو، کلاسیکی ہندی اور انگریزی ڈکشنری، صفحہ ۱۹۶]۔

پاترا (ہندی۔ مونث): کبھی، ریڑی، طوائف۔ راجیسور راڈ اصف نے ”پاٹر“، جب کہ سید احمد دہلوی نے ”پاٹر“ لکھا ہے [ہندی اردو لغت، صفحہ ۲۰۳؛ فرہنگِ آصف: اَوَّل، صفحہ ۱۳۷]۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کا صحیح تلفظ دی ہے جو راجیسور راڈ اصف نے لکھا ہے اور سید احمد دہلوی کے زمانے میں یہ لفظ دہلی میں اُسی طرح بولا جاتا ہوگا جیسے انھوں نے لکھا ہے (پاٹر)۔ ہندی الفاظ میں عموماً آخر میں الف بڑھائی جاتی ہے۔ یہ دہائی رسم خط کی خاصیت ہے، اسی لیے ”پاٹر“ کو نادرنے ”پاترا“ لکھا ہے۔

پانو/پانو (اردو۔ مذکر): قدیم تلفظ، دہلوی شعراءِ مصنفین خصوصاً استعمال کرتے تھے۔ غالب کی مثال اس سلسلے میں واضح ہے۔ رشید حسن نے شوقِ نیوی اور مولف نور اللغات کی تحریروں اور غالب، آتش اور ترقی کے شعروں سے سندیں درج کر کے لفظ ”پانو“ کے بارے میں تحقیق کی ہے۔ انھوں نے اس لفظ کے اطلاقی تفصیلی بحث کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قدیم دور میں اس لفظ کو بر وزنِ فارغ استعمال کیا جاتا تھا (پانو: فارغ)، اگرچہ کھنے میں ”پانو“ کے علاوہ ”پانوں“ اور ”پاؤں“ کے اطلاقی اختیار کیے گئے۔ یہیں سے اشتباہ پیدا ہوا، اس اسم کا اطلاقی ”پاؤں“ رائج ہوتا گیا اور شعرا بھی ناگہی میں اسے بر وزنِ فعلن استعمال کرنے لگے [دیکھیے: اردو املا، صفحہ ۲۳۱ تا ۲۳۳]۔

پڑم لوک (ہندی۔ مرتب۔ مذکر): پڑم (اعلا)۔ لوک (جہان، دنیا)۔ املا جہاں، یعنی آخرت،

عاقبت، دوسری دنیا۔ ہندی اور اردو میں عموماً ”پروک“ مستعمل ہے۔

پنڈت۔ (ہندی۔ مذکر): دانائے عقل مند۔ عالم، فاضل، استاد، معلم۔ ہندو مذہب کا فقیہ۔ ایک تعلیمی خطاب جو عموماً کشمیری ہندوؤں کا ہوتا ہے [فرہنگ آصفیہ: اؤل، صفحہ ۵۳۵]؛ ہندی اردو لغت، صفحہ ۲۵]۔ سید احمد دہلوی نے اس کا تلفظ ”پنڈت“ (پ فتح ذال) لکھا ہے [ایضاً]۔ اس سے معلوم ہوا کہ کم سے کم دہلی میں یہ لفظ اس تلفظ کے ساتھ بھی بولا جاتا تھا۔

پو بارہ (اردو۔ مذکر۔ اصطلاح): کچھو کچھ سو اچھو پر کے کھیل کی ایک اصطلاح۔ گوٹ کو گھر سے نکال کر بساط کے خانے میں لانے کے لیے نمبر مقرر کر لیے جاتے ہیں، چنانچہ پانے سے مقررہ عدد آئے کو ”پو“ کہا جاتا ہے۔ پو کے بعد ایک ہی بار میں اسے نمبر آ جائیں کہ گوٹ تینوں گھر چل کر اپنے گھر واپس آ جائے تو اسے ”بارہ“ کہتے ہیں، لہذا ”پو بارہ“ کا مطلب ہے ایک ہی باری اپانے سے وہ مقررہ عدد بھی آ جائیں کہ گوٹ باہر نکل آئے اور مزید اسے نمبر آ جائیں کہ گوٹ پٹنے سے بچ کر واپس اپنے گھر پہنچ جائے [دیکھیے: فرہنگ آصفیہ: اؤل، صفحہ ۵۳۷؛ سوم، صفحہ ۵۲۸، ۵۲۹؛ فرہنگ لفظ، صفحہ ۴۳۹؛ فرہنگ اصطلاحات پیشہ وران، ہاشم، صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲]۔ مجازاً: ہر کام شدہ ہونا، ہر طرح سے جیت، اقبال ہندی۔

پنے (فارسی۔ مذکر): واسطے، لیے، برائے۔ یہ لفظ بغیر مزہر ہے لیکن غلط العام میں اسے مع مزہر (پنے) لکھا اور چڑھا جاتا ہے۔ ”پ“ پر زبر دروے کر چڑھی جائے تو اس لفظ کا تلفظ ادا ہوتا ہے۔ اس صورت میں ایک نیکی ہی مزہر کی آواز کا شائبہ ہوتا ہے جو اصلی نہیں، بل کہ اشباح بنتہ ہے۔

پھایا (اردو۔ مذکر): دُھم پر دوائی یا مرہم لگا کر رکھی جانے والی زوئی کی خفیف سی بقدر یا زوئیں دار کپڑے کا شفا سا کٹڑا جس پر بچی یا عجمی جاتی ہے۔ اس کی دوسری صورت ”پھاپا“ آج کل عام مستعمل ہے۔ سید احمد دہلوی نے ”پھاپا“ اور ”پھایا“ کو ہم معنا لکھا ہے [فرہنگ آصفیہ: اؤل، صفحہ ۵۳۵]۔ جب کہ فارسی نے دونوں کا اندراج الگ الگ کر کے دونوں کے معنا

بھی علاحدہ علاحدہ تحریر کیے ہیں۔ ’پھایا (پھاپا)‘ کی ایک صورت ’پھویا (پھوپا)‘ بھی ہے۔

[ڈاکٹری: ہینسٹنی / انگریزی اور انگریزی / ہینسٹنی، صفحہ ۱۹۴]۔

پھیرے (آرود۔ نڈر): اس کے عام معنی پتھر، گھماؤ، جھیر، الجھاؤ، بختی، مشکل کے ہیں، لیکن ایک معنی تفاوت اور فرق کے بھی ہیں [فرہنگ آصفیہ، اول، صفحہ ۵۶۰]۔ اس شعر میں یہ لفظ اُسی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

تھج / تھج (عربی۔ مؤنث۔ اصطلاح): ”آدور کا بیان ہے کہ“ اس طرح کی بندش کی صنعت تھج یا جزل بعض تھج کہتے ہیں“ [تذکرۃ النسلے نادری، صفحہ ۸۷، حاشیہ ۲، سطر ۲]۔ شعریا عبارت میں تاریخی واقعے، قصے، مشہور و معروف بات، فطری صداقتوں، طے شدہ حقائق، آسانی یا مذہبی کتابوں کی عبارتوں، وغیرہ کا ذکر کرتا ”صنعت تھج“ کہلاتا ہے، لیکن اس صنعت کے لیے ”تھج“ کی اصطلاح کسی مستعملت میں نہیں ملی۔ ”آدور نے واضح نہیں کیا کہ کون لوگ (“بعض”) اس صنعت / اصطلاح کو ”تھج“ کے بجائے ”تھج“ بولتے ہیں؟ عبداللہ خویہٹکی نے الہیہ لفظ ”تھج“ اپنی لغت میں درج کیا ہے لیکن اُس کے معنی ”سلونی چیز لانا، ٹھیک کرنا، کھانے میں تنگ ڈالنا“ لکھے ہیں [فرہنگ عامرہ، صفحہ ۱۶۷]۔

ٹھرایا (آرود۔ فعل): ”ٹھرایا“ کا قدیم املا، آج کل متروک ہے۔ قدیم دور میں ہائے مفرد و مخلوط (و۔ ح) میں تیز نہیں کی جاتی تھی، اس لیے اسے ”ٹھرایا“ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ سید احمد دہلوی نے ”ٹھرایا“ کو داخل لغت نہیں کیا [دیکھیے: فرہنگ آصفیہ، دوم، صفحہ ۱۷۰]۔ انھوں نے اپنی لغت میں ”ٹھیرانا“ اور ”ٹھیرنا“ کا اندراج کیا ہے اور ”ٹھیرنا“ کے تحت لکھا ہے کہ اسے ”ٹھیرنا“ اور ”ٹھیرنا“ دونوں طرح بولتے ہیں، لیکن اہل دہلی ”ٹھیرنا“ ہی بولتے ہیں، جب کہ ”ٹھیرانا“ کے تحت ایسی کوئی بات نہیں لکھی [ایضاً، صفحہ ۲۲]۔ اس سے یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ ”ٹھیرانا“ کوئی مستعمل لفظ نہیں تھا یا کم سے کم دہلی میں نہیں بولا جاتا تھا، البتہ ”ٹھیرنا“ اور ”ٹھیرانا“ قدیم آرود ادب میں مستعمل رہے ہیں۔ شان الحق شکی نے اپنی لغت میں ”ٹھیرنا“ درج کیا ہے [فرہنگ تلفظ، صفحہ ۳۴۲]۔

جہات (عربی۔ مؤنث۔ جمع): ”جہت“ کی جمع، بہ معنائیں، اطراف۔ اس لفظ کا صحیح الماحذ کے بغیر ”جہات“ ہے لیکن شاعرہ نے غالباً ضرورت شعری کے لیے اسے مفرد بانداھا ہے جو بہر حال غیر فصیح اور نامناسب ہے۔

جھکوائے (آرڈو۔ مفعول): غالباً ”جھانکنا“ فعل کے محدود المعنی ”جھانکنا“ سے مشتق ہے جس کا پڑاوا تلفظ ”جھکوائے“ تھا۔ ”جھکوائے“ کا لفظ لغات سے غیر حاضر ہے۔ شعر میں اس کے معنایں ہیں جو لغات میں ”جھانکنا“ کے تحت بیان ہوئے ہیں، اس لیے یہ ”جھانکنا“ کا اسم مفعول ہونا چاہیے۔

چارستان (مرتب۔ آرڈو): فارسی و اردو لغات میں یہ ترکیب نہیں ملی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترکیب دو الفاظ: ”چار“ اور ”استان“ (یعنی مقام) سے مل کر بنائی گئی ہے، جس کا مطلب بازار کا چوک ہے جہاں سے چاروں طرف بازار کے راستے جاتے ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ اصطلاح مصنف نے بنائی ہے، یا پھر پہلے سے موجود تھی تو بہت کم استعمال ہوتی ہوگی۔

چلتی پھرتی نظرائی (آرڈو۔ محاورہ): آرڈو محاورہ ”چلتے پھرتے نظرائی“ سے مشتق۔ اس محاورے کا مطلب لغات میں رخصت ہو جاؤ، چلے جاؤ، وغیرہ درج ہیں۔ مصنف نے اس میں تصرف کرتے ہوئے اسے ”دنیا سے رخصت ہو جانا“ کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

چھو کے کھانا (آرڈو۔ مذکر): غالباً اردو مصدر ”چھو کھانا“ (بہ معنا جھکنا) سے مشتق، یعنی چلتے ہوئے جھکے کھانا۔ اردو لغات سے غیر حاضر ہے۔

حور احمد احمدان احمدین (عربی۔ مؤنث): نادر نے ”حورین“ پر حاشیہ لکھتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ”حور“ مفرد اور اس کی جمع ”حور“ ہے، مگر اردو اور فارسی میں ”حور“ مفرد استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع ”حوران“ بنائی گئی ہے۔ اسی سے نادر نے صیغہ حشیہ ”حورین“ گھڑ لیا ہے۔

[نذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۸، حاشیہ (۱)]۔ اردو لغت میں یہی مطالب بیان ہوئے

ہیں، نیز ”حور“ کی تائید ”حور یہ“ لکھی گئی ہے [اردو لغت: ہاشم، صفحہ ۲۹۸-۳۰۰]۔

در ہے جاسوی (فارسی۔ تابعی فعل۔ مرتب): بھڑکی کے لیے بیچھے پڑا ہوا تعاقب میں [فرہنگی

عامرہ، صفحہ ۲۶۱؛ فرہنگ اصفیہ: دوم، صفحہ ۴۹، ۴۳۸]۔ ”پنے“ پر اضافت کی ہمزہ لگائی گئی ہے جو غلط ہے۔ غلط العام میں ”پنے“ کو ہمزہ کے ساتھ ”پے“ لکھا جاتا ہے، مثلاً ”درپے آزار“ وغیرہ۔ یہ واضح ہے کہ ایسی صورت میں ہمزہ اضافت کے طور پر نہیں لایا گیا، بل کہ حرف کے طور پر استعمال ہوا ہے (پ۔ے) اور ظاہر ہے کہ صحیح لفظ ”پنے“ (پ۔ے) ہے ”پے“ نہیں، اس لیے اضافت کا ہمزہ یا ”یا“ آخری ساکن حرف پ آتی ہے، اس لیے اصولاً ”پنے“ میں اضافت کا کسرہ یا ہمزہ ”یا“ پر آئے گا۔ چون کہ ”پنے“ میں ”پے“ پر ہمزہ آنا ممکن نہیں، اس لیے اضافت کا کسرہ لگایا جائے گا۔ اسی اصول کے تحت سید احمد دہلوی نے ”درپنے“ کی بار ہمزہ لگانے کی کوشش کی ہے (درپنے) [فرہنگ اصفیہ: دوم، صفحہ ۴۳۸]۔ رشید حسن خاں نے بھی اپنی تحقیق کے بعد واضح کیا ہے کہ ”پے“، ”پنے“ وغیرہ جیسے الفاظ پر اضافت کی ہمزہ نہیں لگے گی، بل کہ کسرہ اضافت لگایا جائے گا۔ اس سلسلے میں انھوں نے غالب کے متعدد مصرعے درج کر کے اس کی مثالیں بھی درج کی ہیں۔ [اردو اسلا، صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹]۔

دوالی (فارسی۔ موت)؛ ”دوا“ (عربی۔ موت) کا بگاڑ۔ مولوی غیاث الدین کے بقول یہ متاخرین اہل قاری کا تصرف ہے، قدیم دور کے قاری کوں کے ہاں نہیں ہے [غیبات اللغات، صفحہ ۲۰۶]۔ عبد اللہ غوثی نے اسے ”دوا کا مزید طبع“ لکھا ہے [فرہنگ عامرہ، صفحہ ۲۷۳]۔ وارث سرہندی نے اسے ”دوا“ کا بگاڑ کہا ہے [علمی اردو لغت، صفحہ ۷۵]۔ اردو لغت [خیم، صفحہ ۶۳] میں اسے عوامی لفظ لکھ کر قدیم دور سے اس کی مثالیں درج کی گئی ہیں۔ ان مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ”دوالی“ غلط العام ہے اور قدیم عرصے سے (دکنی دور سے) یہ لفظ استعمال ہو رہا ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ ”دوالی“۔ ”دوا“ کا اسم تفسیر ہے جو بزرگ عظیم میں بتایا گیا ہے [بہروایت ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی]۔ یہ خیال بڑی حد تک درست معلوم ہوتا ہے۔

اس تمام بحث کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فصیح اور اصل لفظ بہر حال ”دوا“ ہی ہے۔

کبھی لغات اس پر تعلق ہیں، البتہ اسم تفسیر کے طور پر ”دوائی“ کا استعمال جائز سمجھنا چاہیے۔
 رومان (اردو۔ اختراعی) : رہائی سے مراد ہے۔ مصنف نے یہی معنی لکھے ہیں۔ مک۔ سلحفاہ
 مرآت خیالی، صفحہ ۷۱۔

دونو (اردو۔ صفت) : ہر دو۔ رشید حسن خاں نے تحقیق کے بعد واضح کیا ہے کہ ”ماں“، ”دونوں“
 اور ”میں نے“ کو قدیم دور میں نون غنہ کے بغیر لکھا جاتا تھا۔ ان کی صحیح صورت نون غنہ
 کے ساتھ ہی ہے [اردو اسلا، صفحہ ۱۸۸]۔ گویا یہ لفظ نون غنہ کے بغیر متروک سمجھے جائیں۔
 راضہ عورت (اردو۔ مؤنث) : ”راضہ“ بمعنا جوان بیوہ، عورت، بے شوہر [الغناء اللخواتین، صفحہ
 ۱۰۷]۔ فروہنگو آصفیہ: دوم، صفحہ ۳۳۵]۔ (یہاں ”جوان“ کا ساتھ غیر ضروری، بل کہ درست
 ہے۔ ”راضہ“ کے معنا میں بیوہ کے جوان یا بزرگی ہونے کی شرط نہیں۔) فروہنگو آصفیہ
 میں اس کے مزید معنی محتاج، کہی، کثیر، جوان عورت اور کھڑ، تجتیر کے درج ہیں۔ لیکن یہاں
 وہی معنا مراد ہیں جو پہلے درج ہوئے ہیں، کیوں کہ اس کا ذکر ”بال بدعوا“ کے ساتھ ہوا
 ہے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۲]۔ اس ترکیب میں ”راضہ“ کے ساتھ عورت کا لاحقہ
 غیر ضروری ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصنف کا مخصوص انداز ہے۔ اسی طرح کی ایک مثال
 تذکرۃ النسائے نادری کے سرورق کی عبارت سے بھی ملتی ہے جہاں مصنف نے ”شاعرہ
 عورتوں“ کی ترکیب استعمال کی ہے۔

تکھ ٹھمھی (ہندی ترکیب۔ مؤنث) : بکری سال کے ساون کے مہینے کی بیسویں تاریخ۔ اسے سدی
 دوم ٹھمھی بھی کہتے ہیں۔

رل گیا (اردو۔ فعلی لازم) : ”رہنا“ مصدر کا لازم۔ دھج دے کر ہٹا دینا؛ دیوار کا اپنی جگہ چھوڑ
 دینا۔ (اصطلاح) مویشی کا اپنے گائے سے بھٹک کر دوسرے گائے سے مل جانا یا کھو جانا [اردو
 لغت: دوم، صفحہ ۱۷۱]۔ یہاں آخری معنا مراد ہیں۔

زم کر گیا (اردو۔ محاورہ) : اردو فعل ”زم کرنا“ سے مشتق۔ ”زم کرنا“ دراصل فارسی مصدر ”زمیدن“
 سے حاصل مصدر ”زم کردن“ کا اردو ترجمہ ہے۔ فارسی میں ”زم کردن“ کے علاوہ ”زم

”موردن“، ”زم زدون“، ”زم دادون“، ”زم خوردن“، وغیرہ مرتب مصادر بھی موجود ہیں۔ ”زم کرنا“ کے معنی لغت میں ہرن کا وحشت کرنا اور شکاری کے خوف سے بھاگ کھڑا ہونا۔ تیزی سے بھاگنا اور بچ جانا (اردو لغت: دوہم، صفحہ ۷۷)۔

زہ کرتی ہے [کمان زبان کو زہ کرتی ہے] (اردو محاورہ): یہ محاورہ اردو فعل ”زہ کرنا“ سے بنایا گیا ہے جو فارسی مصدر ”زہ کردن“ پر معنا ”(کمان کا) پتلہ چڑھانا“ کا ترجمہ ہے۔

نیا محاورہ زبان کی کمان کو پتلے کی طرح کھینچ کر طعن کے تیز برسائے کا نکل بیان کیا ہے۔

بخنی (اختراعی): لغات میں یہ لفظ موجود نہیں۔ مصنف نے ”مشورہ بخنی“ لکھا ہے [تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۷۳، ۱۷۵]۔ اس کی جگہ علوی ”مشورہ بخن“ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ لفظ ”بخن“ + یاے نسبتی کو ملا کر بنایا گیا ہو۔ یہ امکان بھی موجود ہے کہ مصنف نے ”مشورہ بخن“ اختیار فرمایا، لکھا ہو جسے کاتب نے ”مشورہ بخنی“ کر دیا۔

شطرنج (مغرب چترنگ۔ سوئٹ): ایک کھیل جو چھ طرح کے بتیس بتیس نمبروں کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فرہنگ اصغریہ: سوم، صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹۔ اردو لغت میں مہروں کی تعداد سولہ سولہ نکل بتیس بتائی گئی ہے اور نمبروں کی تفصیل یہ لکھی ہے: آٹھ پیادے، دو رخ، دو نیکل، دو اُپ (کھوڑے)، ایک وزیر اور ایک پادشاہ، خانوں کی تعداد چونسٹھ ہے۔ ہر مہر کے کاخانہ اور چال کا طریقہ مقرر ہے [اردو لغت: دو اردوہم، صفحہ ۵۹]۔

شعر لایق (موزن ترکیب۔ نثر): ”لا لایق“ بہ معنی بعد میں آنے والا لفظ۔ اسی سے مصنف نے یہ ترکیب اختراع کی ہے، یعنی اس عبارت کے بعد درج کیا جانے والا شعر۔

منابع بدائع (عربی۔ ادبی اصطلاح۔ نثر): شعر میں مدح کی خوبی پیدا کرنے یا اپنی طبیعت کی رسائی دکھانے کے لیے شاعر جو فنی باریکیاں روارکتا ہے، انھیں صنعتوں اور بدائع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ کلام میں حسن اور خوبی پیدا کر کے ابلاغ کا فریضہ بھی انجام دیتی ہیں اور کلام کی آرائش بھی کرتی ہیں۔ بدائع میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ اور مجاز مرسل شامل ہیں، جب کہ صنعتیں کثیر تعداد میں ہیں۔ ان کی تفصیل کے لیے دیکھیے: البدیع، از سید عابد علی عابد:

لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع اول، مارچ ۱۹۸۵ء۔

صواب (عربی۔ مذکر): صحیح، درست۔ اس کا ایک مطلب ٹکی اور ٹواب بھی ہے۔ دوسرے لفظوں میں شعراء وادبانے اسے، غلط یا صحیح ”ٹواب“ کی جگہ بھی استعمال کیا ہے (اردو لغت: روز و ہم، صفحہ ۹۹)۔

طاق (عربی۔ مذکر): بظاہر ”طوق“ کے معنا میں۔ ”طاق“ کا ایک معنا ”مخراب“ بھی ہے اور طوق بھی مخراب کی مانند ہوتا ہے۔ غالب اسی مشابہت کی بنا پر شاعر نے ”طوق“ کی جگہ ”طاق“ استعمال کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ”طوق“ ہی ہو جو کتابت کی لفظی سے ”طاق“ ہو گیا، لیکن چون کہ ”طاق“ کے درست ہونے کا امکان موجود ہے (جس کی تفصیل ادب گزر بھی ہے) اس لیے اسے ”طاق“ ہی رہنے دیا گیا ہے۔

غس (عربی۔ مذکر): کوٹوال، رات کا پہرے دار شہر میں گشت کرنے والا (فرہنگ عامر، صفحہ ۳۲۲: فرہنگ آصفیہ، سوم، صفحہ ۲۷۳)۔ عربی میں ”غاس“ کی جمع کے طور پر، جب کہ فارسی اور اردو میں بطور واحد مستعمل ہے۔

کاجھنی (ہندی۔ مؤنث): ”کاجھ“ کی تانیث، ”کاجھنی“ کی تغیر۔ کاجھ / کاجھ: بھدوں کا مشہور فرقہ جس کا پیشہ لکھنے پڑھنے کا ہے۔ ”کایا“ بہ معنا جسم اور ”استھا“ بہ معنا قرار پانے سے مراد، یعنی وہ افراد جو بعضوں کے نزدیک برہما کے جسم سے پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک شُودرانی (شُودر و عورت) کے پیٹ اور جھتری کے ٹپے سے ان کا جنم ہوا (ہندی اردو لغت، صفحہ ۳۱۲: فرہنگ آصفیہ، سوم، صفحہ ۳۵۶)۔

کبی ایشورماں (ہندی۔ مذکر): ”کبی ایشور“، بہ معنا شاعر کی جمع۔ مصنف نے بھی اس کے تین اسطور ”شاعران“ لکھ کر اس کے معادرج کیے ہیں (مصحفہ مرآت خیالی، صفحہ ۲۵، بطور ۳)۔ ”کبی ایشور“، ”کیشور“، بہ معنا شاعر کی اصل ہے۔ ”کبی“ کا بدل ”کوی“ بہ معنا شاعر اور ”کویتا“ بہ معنا شعر نظم آج بھی ہندی میں مستعمل ہیں۔

کڑھا کڑھوں بیٹھے (اردو۔ ضعیف محاورہ): ”کڑھانا“ بہ معادل ذکرمانا، برنجیدہ کرنا (فرہنگ آصفیہ:

سوم، صفحہ ۵۰۶] سے مشتق۔ اس کے ایک معیار نج دے کر کھانا بھی درج ہیں [ایضاً]۔
یہاں یہ معیار بھی بر محل ہیں۔

کھانا / کھانا (اردو۔ نذر): اس لفظ کے اہل کی تعین میں متوسط اور متاثر لغت نگاروں نے ظہور
کھائی ہے۔ مستخدم لغت نگاروں میں سے ڈکن فاربس نے اس لفظ کے دونوں اہل لکھے ہیں [
ڈکشنری: ہینسلٹی / انگریزی اور انگریزی / ہینسلٹی، صفحہ ۵۸۱، ۵۸۲]، جب کہ جان
ہائیس نے اپنی لغت میں "کھانا" کو بنیادی اور "کھانا" کو ثانوی لفظ کے طور پر درج کر کے
"کھانا" سے جمع کرنے کا لکھا ہے (اردو، کلاسیکی ہندی اور انگریزی ڈکشنری، صفحہ
۸۳۹)۔ گویا ان کے نزدیک اصل لفظ "کھانا" ہے اور "کھانا" غیر فصیح ہے۔ فرہنگ
آصفیہ (سوم، صفحہ ۵۶۵)، نور اللغات (چہارم، صفحہ ۱۵۶) اور فرہنگ تلفظ (صفحہ
۷۶۹) میں صرف "کھانا" کا امداد ہے۔ اردو لغت (تاریخی اصولوں) میں
دونوں کا امداد ہے (جلد پانزدہم، صفحہ ۱۸۶، ۲۰۰)۔ اس میں "کھانا" کے تحت درج کی
گئی نثری و شعری اسناد کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے اور مشتقات، وغیرہ بھی اسی کے تحت درج
ہیں، جب کہ "کھانا" کے تحت محض چار اسنادی شعر دیے گئے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ امر قابلِ نظر رہتا چاہیے کہ قدیم دور میں کتابت کی خامیوں سے ہم بھی
واقف ہیں۔ قدیم امداد کتابت میں لفظ کا اہل بدل جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اسی لیے جب
تک ماہر زبان محقق الفاظ کی شکلیں حتمین نہ کر دیں، اہل کے معاملے میں لغت نگاروں کی روش
کو مستحضر ماننا مشکل ہے۔ علاقائی مخصوص الفاظ اور روز مرہ کے امدادات البتہ کسی حد تک
سہولیات میں سے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ "کھانا" کے اہل کے سلسلے میں بھی قدیم امداد کتابت سے مسائل پیدا ہوئے
ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ سید احمد بلوی، نقشر لکھنوی اور شان الحق خلی قدیم اردو زبان کے
محقق نہیں تھے اور نہ انھیں قدیم امداد کتابت کی خامیوں کا احساس و شعور تھا۔ اس کے
مقابلے میں ڈکن فاربس، جان ہائیس، وغیرہ مستشرقین نے اپنی طبعی اعتماد کے مطابق تحقیق

کے بعد اپنی لغات میں الفاظ درج کیے ہیں۔ ایسی صورت میں اردو کے پیش تر قدیم الفاظ کی اصل کے معاملے میں مستشرقین کی تحقیق پر اعتماد کرنا سرنج ہے۔

یہاں بھی یہی صورت ہے۔ اس لفظ کا درست اطلاق ”کھلانا“ ہی قدیم دور سے مستعمل رہا ہے اور قدیم شعری اور نثری ادب پارے نقل یا مرثب کرتے ہوئے اسی اطلاق کو ترجیح دینی چاہیے۔ ”کھلانا“ کو نووارد مسلمانوں کا صرف سمجھنا چاہیے جو ہائے غلطی کے ادا کرنے میں وقت محسوس کرتے تھے۔

گجری (ہندی۔ مونت): ”گجر“ کی تائید۔ ایک خانہ بدوش قوم جس کے افراد کا پیشہ سرکیاں، چھیکے، پھانج، وغیرہ بنا کر بیچنا اور جنگل جانوروں کا شکار کرنا ہے؛ سانسی، ایک ذات کے لوگ جو سانپ، وغیرہ پکڑتے اور کھاتے ہیں، مُردار بھی کھاتے ہیں۔ پنجاب میں ”گجری“؛ کسی اور قافہ صورت کے معنوں میں مستعمل ہے [فربنگ آصفیہ: سوم، صفحہ ۵۷۰: ہندی اردو لغت، صفحہ ۳۳۰]۔

گجراتی (ہندی۔ مونت): ”گجری“ کی مونت۔ اصل ”گجری“؛ ”گجری“ بھی کہتے ہیں۔ ہندوؤں کا دوسرا اعلیٰ طبقہ شاہی یا نوبی نسل کا آدلی سپاہی، گجری [سنسکرت اردو لغت، صفحہ ۷۷: ہندی اردو لغت، صفحہ ۳۳۶]

گجری (ہندی مونت): ”سیکھ راگ“ کی دوسری راگنی کا نام جو ساون بھادوں (مطابق جولائی اگست) میں دن چڑھے گائی جاتی ہے۔ چوں کہ گجریاں (گجر، گوالا قوم کی عورتیں، گوالن) اسے اس موسم میں بہت گاتی ہیں ماسی وجہ سے اس راگنی کا یہ نام پڑا [فربنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۹۰] لیکن مطلع العلوم اور تراث موسیقار کے مطابق اس راگنی کے گانے کا وقت دوپہر کا ہے [اردو لغت: شانزدہم، صفحہ ۲۵۹]۔

گجستن (اردو۔ مونت): ”گجستن“ (ہندی) کا بگاڑ۔ گجستن بیوی، گجستن بیٹھنے والی عورت [اردو لغت: شانزدہم، صفحہ ۳۶۸]۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بگاڑ ”گجستن“ سے گجستن مشتق کرنے سے پیدا ہوا ہے، لیکن اسے ”بگاڑ“ کہنے کے بجائے اردو کا لفظ مان لیا جائے تو زیادہ

بہتر ہے۔ ”گرہ سخن“ ہندی اصل لفظ کے طور پر اور ”گہر سخن“ اردو لفظ کے طور پر۔

لُہو لُغَب (اردو ترکیب۔ مذکر): اصلاً یہ ”لُہو و لُغَب“ معرّب و ملزس ترکیب ہے۔ امکان ہے کہ یہاں شعری تقاضے کے تحت شاعر نے اسے واو مطلق کے بغیر باندھا ہے۔ [”لُہو و لُغَب“ بہ معنا پیش و عشرت، بے نگری، ہنسی مذاق، وغیرہ]۔

لُحْطٰی (معرّب۔ صفت): ”لُحْطٰی“ کا پکا لُحْطٰی اردو کا ایک مستقل لفظ ہے، یہ معنا دغا باز، عیار، فتنہ فریب جاننے والا (فرہنگِ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۲۸)۔ وارث سرہندی نے بھی اسے لفظ ترکیب لکھا ہے [علمی اردو لغت، صفحہ ۱۳۴]، لیکن اب یہ اردو میں مستقل ہے اور اسے اردو کا لفظ مان لینے میں کوئی اُسر مانع نہیں۔

لُج (اردو۔ اسم ضمیر): ”لُج“ کا قدیم تلفظ اور لُج۔ قدیم دور میں، انیسویں صدی کے ربعِ سوم تک، بعض الفاظ کی وہ صورتیں مروج تھیں جو اب تبدیل یا متروک ہو چکی ہیں۔ ان میں بھال، دھال، ہات، لُج، مراد، اکھٹا، بھور، بھوکھے، پانو، نہرایا، صواب (ثواب)، کا، تھ، گہر سخن، وغیرہ الفاظ اس کتاب میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض الفاظ آج بھی کوئی کوئی شاعر استعمال کر لیتا ہے لیکن ضرورت شعری کے لیے۔ نثر میں ان سب کا استعمال متروک ہو چکا ہے۔

مردوں میں نام کر گئی (اردو محاورہ): مردوں میں نام کرنا محاورہ ہے، یہ معنا ابلوں، لائقوں، شجاعوں میں خود کو شمار کرانا۔ یہ محاورہ لغات سے غیر حاضر ہے۔ حد تو یہ ہے کہ فرہنگِ آصفیہ میں بھی نہیں ہے جو وہی میں مستقل الفاظ، ترکیب اور محاوروں، وغیرہ کا خاص لغت ہے۔

مِرّ قاعدِ اُلاّی (عربی ترکیب): ”مِرّ ق“ بہ معنا وہ حالت جس پر کوئی چیز ہمیشہ رہے، یا ”مِرّ ق“ بہ معنا ایک بار [مصباح اللغات، صفحہ ۸۱۳] سے مشتق۔ اسی طرح کی دیگر ترکیب، جو فارسی و عربی سے ماخوذ، اردو میں بکثرت استعمال ہوتی ہیں لیکن ان کے معنا معروف اردو لغات میں درج نہیں ہیں۔ اسی طرح کی ایک اور ترکیب ”۱۴۰ منہ غنی اللہ عنہ“ بھی اس ضمیمے میں درج کی گئی ہے۔

”برزّ“ یا ”تَرْزَعْدُ الْوَرَى“ کا مطلب ہے بالترتیب، اسی ترتیب سے یکے بعد دیگرے، اسی ترتیب سے پہلے سے آخری تک۔

مرقّعہ (محب۔ مذکر): ”مرقّع“ کا لفظ املا۔ اسے چوں کہ بعض ادبا و شعرا نے استعمال کیا ہے، اس لیے اس کا اندراج کیا گیا ہے [رک: اردو لغت: ہفت دہم، صفحہ ۸۴]۔ مصنف کے زمانے میں ”مرقّع“ ہی استعمال کیا جاتا تھا [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۲۹]۔ یہ بہر حال لفظ العام ہے، اسے نیا لفظ بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ ”مرقّع“ کا لفظ پہلے سے موجود ہے۔

مستأ (محب، صفت): ”مستئ“ (عربی) کا اردو تلفظ۔ اردو میں بھی عام طور پر اس لفظ کا املا عربی قاعدے کے مطابق لکھا جاتا ہے۔ عربی زبان کے مطابق تو کھڑے زبر کا تکلف مناسب اور درست ہے، لیکن اردو سیدھی سادی زبان اور تکلفات سے پاک ہے۔ اس لیے اصول وضع کیا گیا کہ جو لفظ جس طرح بولے جاتے ہیں، اردو میں انہیں اُسی طرح، بغیر کسی تکلف کے، لکھا جائے۔ ”مستئ“ کی قبیل کے جتنے الفاظ اردو میں مستعمل ہیں، ان کے لیے بھی یہی اصول برتنے کا کہا گیا ہے۔ ان الفاظ میں کھڑا زبر الف کا قائم مقام ہے۔ چوں کہ اردو میں کھڑا زبر نہیں ہے، بل کہ اس کی جگہ الف مستعمل ہے، اس لیے سفارش کی گئی کہ ایسے تمام الفاظ کو الف کے ساتھ لکھا جائے جن میں کھڑا زبر آتا ہے۔ اسی کے ساتھ اس سفارش میں کچھ مستثنیات کا بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ اسم نکرہ یا خاص ناموں کو اُسی طرح لکھنا چاہیے۔ مثال کے طور پر ”موسیٰ“، ”یحییٰ“، ”مصطفیٰ“، ”مرقضی“ وغیرہ۔ خاص ناموں میں یہ استثنا بہر حال موجود رہنا چاہیے اور یہ استثنا اسی معاملے میں نہیں ہے، بل کہ اردو سمیت دنیا کی تمام زبانوں میں خاص نام اُسی طرح نقل کیے جاتے ہیں، جیسے اصل زبانوں میں انہیں لکھنے کا رواج ہو۔ کھڑے زبر اور الف کے استعمال کے سلسلے میں رشید حسن خان نے تحقیق اور طویل بحث و تجزیہ کیا ہے۔ رک: اردو املا، صفحہ ۶۵۲۔

اسی تناظر میں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اس لفظ (مستئ / مستأ) کی تانیث ”مستأۃ“ (مع

الف اور بدون یاے مجہول و کثر الف) مستعمل ہے جو ظاہر ہے کہ ”مستا“ سے شق ہو سکتی ہے، ”مستی“ سے نہیں۔ اس دلیل سے بھی ”مستی“ کے بجائے ”مستا“ ہی اس لفظ کا صحیح اطلاق ثابت ہوتا ہے۔

مشتري (عربی۔ مذکر): یہاں مطلب ہے کہ قریاں تھا۔ مشتري، عظام ششی میں سب سے بڑا سارہ ہے۔ اہل نجوم اسے فلک ششم میں گردانتے ہیں اور اسے سعدا کبر کہتے اور کہتے ہیں [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۲۵۶: اردو لغت: ہزارم، صفحہ ۱۰۵]۔ فرہنگ آصفیہ میں اسے ”قاضی فلک، برہمن“ بھی لکھا ہے [ایضاً]۔ یہاں غالباً انہی معنا کے مطابق اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔

مطبوخ (عربی۔ صفت): ۱۔ طبع کیا ہوا، پختہ ہوا، ۲۔ پسند کیا گیا، پسندیدہ، دل پسند۔ یہاں پہلے مصرعے میں اوّل الذکر معنا اور دوسرے میں ثانی الذکر معنا مراد ہیں۔
میز (عربی۔ صفت): اقرار کرنے والا، تسلیم کرنے والا، معترف۔ اصل لفظ ”میز“ (پدرائے مشدود) ہے لیکن اردو اور فارسی میں پدرائے ساکن مستعمل ہے [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۸۵]۔

ملا کمر (اردو۔ مذکر): صحیح ”ملا کر“۔ دکن میں ملیا ریا ملبار کا ایک مشہور پہاڑ ”ملا یا“ جہاں کا صندوق قابل تعریف اور عمدہ ہوتا ہے۔ (مونٹ) لوڈیوں یا گمریلو ملازموں کا نام، جیسے جنیلی، کیکلی، نورن، وغیرہ۔ ایک پہاڑی پرندے کا نام بھی ہے [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۹۹]۔ اطلاق درجے کا صندوق۔ ایک پہاڑی پرند جو صندوق کے رنگ کا ہوتا ہے [اردو لغت: ہزارم، صفحہ ۶۰۳]۔

مولف ابو الف (معرب۔ صفت): عربی الاصل ایسے الفاظ جن میں واوا اپنی پوری آواز نہیں دیتا، بل کہ یاے غلو ط کی طرح اس کی آواز ناقص مضموم (پیش والا) حرف کے ساتھ مل کر نکلتی ہے، ایسے الفاظ میں واو پر حمزہ لگانا غلط العام ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ایسی واو پر حمزہ لگانے والے علم اصوات یا سانیات سے کمال واقف نہیں اور ان کے لیے ایسی آواز یا آوازوں کا

اتیار کرنا مشکل ہی نہیں، ناممکن ہوتا ہے۔ ایسے کچھ مزید الفاظ نوٹل، نوٹر، نوٹر، نوڈن، نوٹ، نوٹل، وغیرہ ہیں۔ ایسے الفاظ میں چوں کہ واو ماقبل مضموم حرف کے ساتھ مل جاتا ہے، اس لیے واو کے بعد دلا حرف واضح طور پر تلفظ میں آتا ہے اور اس کو حذ کے ساتھ پڑھنا پڑتا ہے۔ رشید حسن خاں نے اس پر تفصیلی بحث مع امثال کی ہے۔ [رک: اردو (۱۸۱۵ء) صفحہ ۳۷۹]۔

مہندی (اردو۔ مونث): حنا، ہنر پختہ جو عجمی کر ہاتھوں، پاؤں وغیرہ پر لگاتے ہیں، جن سے سرخ رنگ آتا ہے۔ اس لفظ کا یہ اطلاق عام ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں ”مہندی“ لکھ کر ”مہندی“ سے رجوع کرنے کا لکھا گیا ہے [چہارم، صفحہ ۳۹۳]۔ اردو لغت میں ”مہندی“ کو فصیح بتایا گیا ہے [نور دوم، صفحہ ۲۹۰]۔ یہ درست ہے۔ اس لفظ کا صحیح تلفظ اور اطلاق ”مہندی“ (م م و ی) ہی ہے، لیکن عرصہ دراز سے اس کی جگہ ”مہندی“ (م م و ی) نے لے لی ہے۔ جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ فرہنگ آصفیہ کی چوتھی جلد، مطبوعہ ۱۹۰۱ء [فرہنگ آصفیہ: چہارم، پرنٹ لائن کا صفحہ] میں ”مہندی“ اور اس کے مشتقات درج ہیں۔ خود ”چمن انداز“ میں اس کی مثالیں موجود ہیں جو ۱۸۷۸ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ رشید حسن خاں نے تحقیق کے بعد ”مہندی“ کے اطلاق میں تبدیلی کی وجہ تفصیل سے بیان کی ہے، چنانچہ مزید تفصیلات کے لیے اُن کی کتاب اردو (۱۸۸۵ء) صفحہ ۱۸۴ (۱۸۸۵ء) سے رجوع کرنا چاہیے۔

نواوا (فارسی۔ مذکر): اردو لغت کے مطابق یہ لفظ ”نواوا“ کا بگاڑ ہے، نیز اسے پہنچ و کسرہ لکھا ہے، لیکن ”نواوا“ کو وہاں صرف پہنچ تحریر کیا گیا ہے، جب کہ اس سے مشتق ”نواوا“ کو پہنچ و کسرہ لکھا ہے [اردو لغت: نور دوم، صفحہ ۸۹۲، ۸۹۳، ۹۰۸]۔ غورینگی اور وارث سرہندی نے ”نواوا“ (پہنچ و کسرہ) درج کر کے ”نواوا“ کی طرف رجوع کرنے کا لکھا ہے۔ گویا اُن کے نزدیک صحیح یا فصیح لفظ ”نواوا“ ہے لیکن ”نواوا“ (پہنچ و کسرہ) بھی مستعمل ہے [فرہنگ عاصمہ، صفحہ ۶۵۳؛ علمی اردو لغت، صفحہ ۱۵۰۳]۔ امکان ہے کہ وارث

مرہٹوں نے خوبشکل کے اندراجات کو ہی نقل کر دیا ہے۔ سید احمد دہلوی اور حق صاحب نے محض ”ہندو“ (پہسرہ) ہی لکھا ہے، ”نزاؤ“ ان کے ہاں موجود نہیں [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۵۵، ۵۵۸؛ فرہنگ تلفظ، صفحہ ۹۳۳]۔ اس سے معلوم ہوا کہ فارسی اور اردو میں ”نزاؤ“ پہ معنا اصل، حسب نسب، تلفظ، وغیرہ مستعمل رہا ہے۔

”فنی“ (اردو۔ مونت): چھوٹی، اور [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۶۰۸]۔ اردو لغت میں اسے ”فنی“ کا ایک املا لکھا ہے [اردو لغت: بیستم، صفحہ ۶۳، ۶۴]۔ اگرچہ آصفیہ میں ایسی کوئی وضاحت نہیں کی گئی اور ”فنی“ کو ایک علاحدہ لفظ کے طور پر ہی لکھا گیا ہے، لیکن ”فنی“ اور ”فنی“ کے مشترک معنا سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ”فنی“ اصل میں ”فنی“ ہی کا ایک املا ہے، علاحدہ لفظ نہیں۔

ہرجائی (فارسی۔ مونت): آوارہ حراج۔ حجلون حراج۔ ایک جگہ نہ نکلنے والا [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۷۰]۔ حجلون حراج فرد کسی شے میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ یہاں انجی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ہرفنی (مقرن ترکیب۔ صفت): ہر فن مولا، بہت سے کام جاننے والی۔ ایسے افراد بھی کسی ایک شے میں کمال حاصل نہیں کر سکتے، کیوں کہ وہ کئی فنون جانتے ہیں اور ان کا زیادہ وقت نئے نئے فنون جاننے میں صرف ہو جاتا ہے، لہذا کسی ایک فن میں مہارت پیدا کرنے کا موقع انھیں نہیں ملتا، یا ان کی طبیعت اس طرف نہیں آتی۔

ہندوں (ہندی۔ مذکر): ”ہندو“ کی جمع۔ ہند، شعرقی، نڈان میں سے کسی کے احکام پر چلنے والے [ہندی اردو لغت، صفحہ ۵۳۷]۔ ہندوستانی۔ ہندوستان کی وہ قوم جس میں بچوں کی پوجا جائز ہے اور ان کا طریقہ بقید اقوام سے جدا ہے [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۷۳۳]۔ اصل لفظ ”ہندوؤں“ (ہندو + وں۔ صیغہ جمع) ہے لیکن تادہ کے علاوہ اسے شان الحق علی نے بھی ”ہندوؤں“ لکھا ہے [فرہنگ تلفظ، صفحہ ۹۷، تحت لفظ ”ہندوئی“]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں ”ہندو“ کی جمع ”ہندوؤں“ (پیک واو) بھی مستعمل تھی۔ مصنف

کی فضا کے مطابق اس کتاب میں اس لفظ کا یہی الٹا (ہندوں) اختیار کیا گیا ہے۔
 بیعت دان (مغرب ترکیب۔ مذکر): ”بیعت“، یعنی آسمانوں اور گزروں کی بلایت و گردش وغیرہ کے
 مطالعے کا علم [فرہنگ آصفیہ: چارم، صفحہ ۶۳] جاننے والا۔ سید احمد دہلوی نے اس کی
 درست الٹا ”بیعت“ [ایضاً] اور غویہ لکھی نے ”بیعت“ (مخفیات) ”لکھی ہے۔ [فرہنگ
 عامرہ، صفحہ ۷۰]

تلی (مترس۔ مفت): ”یگا / پتہ“ یہ معنا مفرد، بے نظیر، لائقانی [فرہنگ آصفیہ: چارم، صفحہ
 ۸۵]: فرہنگ عامرہ، صفحہ ۷۰] کی وضعی تانیث۔ غویہ لکھی نے ”یگا“ کے تحت معنا
 لکھے ہیں اور ”پتہ“ لکھ کر ”یگا“ کی جانب رجوع کرنے کا کہا ہے [ایضاً]، جب کہ سید احمد
 دہلوی اور دیگر نے اسے صرف ”پتہ“ لکھا ہے۔ [ایضاً]۔

ضمیمہ (۴)

فرہنگ

پاکت (عربی۔ مؤنث): مباح ہونا، اجازت ہونا۔
 اُچھرا (اردو۔ مؤنث): ”اُپہرا“ (ہندی) کی شکل، بمعنی طوائف، حسینہ۔
 اُجلاف (عربی۔ مذکر): ”ہلے“ کی جمع، کہینے، ہنڈے، چٹنی ذات کے۔
 اُچھلاہٹ (ہندی۔ مؤنث): شوخی، چٹپٹ، ہنس۔
 اُتھر نہیج کھوئی (فارسی۔ ترکیب): نیکی کے آسمان کا ستارہ۔
 اُختال (عربی۔ مذکر): کم زوری، پیدائشی، بکھری ہوئی حالت، پراگندگی۔
 اذعان [اذنب الاذعان] (عربی۔ مذکر): حکم ماننا، اطاعت، فرماں برداری۔
 اربع تناسہ (عربی۔ مذکر): حساب کا ایک قاعدہ۔ اس قاعدے کی رُو سے چار ہم نسبت اعداد میں سے اگر ایک نامعلوم ہو تو باقی تین کی مدد سے اُسے معلوم کیا جاتا ہے [علمی اردو لغت، صفحہ ۹۴، نیز فرہنگ اصفیہ: اول، صفحہ ۱۳۲]۔ یہاں متن میں ”اربع تناسہ“ سے مراد ہے کہ علم حساب کی تعلیم اُس درجے تک حاصل کی جس درجے تک اربع تناسہ کا کلیہ سمجھا جاتا ہے۔

اشت وحماری (اردو ترکیب۔ مذکر): ”اشت“ بہ معنی محبوب، معبود [جامع اللغات: اول، صفحہ ۳۰۳؛ فرہنگ تلفظ، صفحہ ۵۲؛ ہندی اردو لغت، صفحہ ۱۲۳] اور ”وحماری“ بطور لاحق، بہ معنی پکڑنے والا [علمی اردو لغت، صفحہ ۷۰۷]۔ یعنی معبود ماننے والا، محبوب رکھنے والا۔
 اٹا (عربی۔ کلمہ صحیحہ): نہیں تو، اس کے علاوہ۔

ایحسام [مہبت التیام] (عربی۔ مذکر): باہم ماننا، آپس کا ملاپ۔ [مہبت التیام: آپس کی محبت]۔
 البعۃ لہ (عربی۔ کلمہ نقلی): اللہ کا شکر ہے۔

امیر الامرا (فارسی۔ ترکیب اصطلاح): سرداروں کا سردار۔ بہت بڑا امیر، نہایت دولت مند۔
 اقام (عربی۔ اسم جمع): موجودات، مخلوقات۔
 انضمام (عربی۔ مذکر): وصل ہونا، ملاپ، اتصال۔

الواک (ہندی۔ڈگر): دیہوں کے بچوں کا ایک حصہ، کتاب کا ایک حصہ [ہندی اردو لغت، صفحہ ۱۵۱]۔

آورد (اردو۔حرف عطف): دیگر دوسرا مزید۔

آسا (ہندی۔ڈگر): بکری / بکرا جتنی سال کے تیرے مینے "اساڑا" کا کٹھن۔ یہ مہینا برسات کے موسم کا بھی پہلا مہینا ہے، یہاں غالباً بکری مراد ہے، یعنی برسات۔

آگیا کاری (ہندی۔ڈگر): تابع فرمان، حکم ماننے والا، مطیع۔

آگک (ہندی): حروف [ضمیمہ ہندی اردو لغت، صفحہ ۵۸۸]۔

باریاب (فارسی۔صفت): حاضر ہونے کی اجازت پانے والا۔

بازچہ خان (فارسی۔ڈگر): "بازچہ خانہ" کا کٹھن۔ کھیل کھانے والا کمرہ۔ یہاں مراد ہے شطرنج کھیلنے کا کمرہ۔

بال پد صوا (ہندی۔صفت): "بال و صوا" بھی کہتے ہیں۔ نو عمر ہندو بیوہ، چھوٹی عمر کی ہندو بیوہ [فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۳۵۴]۔

پالیں (فارسی۔مؤنث): بچی، سرخانا۔

باہری (عربی۔صفت): "باہر" + یاے نسبی۔ اعلیٰ، افضل۔ روشن، دھیاں۔

بدو کا ب (فارسی عربی ترکیب۔صفت): اُڑیل کھوڑا۔ وہ کھوڑا جو سوار نہ ہونے دے، سواری کے لیے خراب کھوڑا۔

بُردانت (ہندی۔ڈگر): اصل "ڈرانت"۔ حال، کیفیت، احوال [ہندی اردو لغت، صفحہ ۶۷۱]۔

برنج اسکول (انگریزی): Branch School۔ مدرسے / اسکول کی شاخ [فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۳۸]

بسم اللہ کرات (اُردو محاورہ): ساڑھے چار سال کے بچے / بچی کی تعلیم کے آغاز کی رسم جو مسلمانوں میں جاری ہے۔ مزید تفصیل کے لیے رجوع کیجیے: فرہنگ آصفیہ: اول، صفحہ ۳۹۴۔

بکرماجیت (ہندی۔اسم ذات): ا۔ اُچھین کا راجا جو راجا سال باہن سے جنگ کرتے ہوئے مارا

گیا۔ اُس کے دربار کے نورتن مشہور ہیں، جن میں کالی داس بھی شامل ہے۔ ۲۔ اس بادشاہ کے نام پر شروع کیا گیا سبب کا کینڈر جو ۱۵ قبل مسیح سے شروع ہوا اور جو ہندوؤں میں جاری ہے [جامع اللغات: ازل، صفحہ ۴۸]۔

کبری (ہندی۔ اسم سال): منسوب بہ سبت است۔
ہند گان عالی متعالی (فارسی، عربی۔ ترکیب): حضور بلند مرتبت، اعلا مرتبے والے۔ یہاں مراد ہے انگریز حاکمان سے یا اعلا انگریز عہدے داروں سے۔
بہرور (فارسی۔ مذکر): ”بہرہ ور“ کی قصر۔ فائدہ اٹھانے والا والی۔

عیان (عربی۔ مذکر۔ آذلی اصطلاح): وہ علمِ ادب جس میں صنعتوں (تثنیہ، استعارہ، کنایہ، مجاز، نثر، وغیرہ) کے ذریعے ایک مطلب کو ایک سے زیادہ طریقوں سے ادا کیا جاسکتا ہے۔
چکات (عربی۔ صفت): تاریخ گوئی کی ایک اصطلاح۔ اس میں لفظ کے تعلق کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور لفظ کے سر حرف کو چھوڑ کر باقی حروف کے اعداد لے لیے جاتے ہیں [تذکرۃ النسلۃ نادری، صفحہ ۱۲۵؛ حیات اللغات، صفحہ ۸۸؛ جامع اللغات: ازل، صفحہ ۶۰۹؛ علمی اردو لغت، ص ۳۰]۔

بے بہرہ (فارسی۔ صفت): ناواقف محض، فائدہ اٹھانے والا، محروم۔
بھگن (سنسکرت۔ مذکر): حمد یہ گیت۔ دیوتاؤں کی تعریف کے گیت۔ ہندوؤں کی دُعا یہ مبادتیں۔
بھل گوجری (ہندی۔ مذکر۔ اصطلاح، ترکیب): ایک راگ کا نام۔
پان سو (فارسی۔ اسم عدد): ”پان“ تعلق پانچ ہے، لہذا ”پانسو پان سو“ بہ معنی پانچ سو ہے۔
پودی (ہندی۔ مذکر): راستہ، مرتبہ، خطاب [ہندی اردو لغت، صفحہ ۲۱۵]۔
پڑم دھام (ہندی۔ مؤنث): مقامِ اعلا، یعنی بہشت [ہندی اردو لغت، صفحہ ۲۲]۔
پستکی (فارسی۔ صفت): پستے کے رنگ کا، ہلکا سبزی رنگ۔
پلندہ (اردو۔ مذکر): کاغذوں کا کٹھا۔ بڈل اور ٹکٹ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے [قرہنگ آصفیہ: ازل، صفحہ ۵۳]۔ یہاں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

پیٹ پوجمن (اُردو۔ ڈگر۔ اصطلاح۔ محاورہ زنانہ ہندو): اصل: ”پیٹ پوجمن“۔ اخیر کا بچہ، وہ جس کے بعد اور بچہ پیدا نہ ہو۔

پچھڑ عام (اُردو۔ ڈگر): کھلے عام طوائف کا اجتماع [فرہنگِ آصفیہ: اوّل، صفحہ ۵۶۵]۔

قرآنِ عشا (اُردو محاورہ): لہن طعن کرنا، بیزارگی کا اظہار کرنا، مڑا بھلا سنانا۔

کُتلی جفت (فارسی + عربی ترکیب۔ مونت): ”کُتلی“ (فارسی) بہ معنی بڑی چادر [فرہنگِ عاصرہ، صفحہ ۱۳۹] اور جفت (عربی) بہ معنی پاک دامنی، پارسائی، یعنی سراپدہ پاک دامنی۔

بجھا ڈونج (ہندی مرثب۔ مونت): ”بجھا“ بہ معنا قمری مینے کی تاریخ + ”ڈونج“ بہ معنا دوسری تاریخ — یعنی قمری مینے کی دوسری تاریخ۔

تخرجہ (عربی۔ ڈگر): تاریخ گوئی کی اصطلاح۔ مادہ تاریخ سے اعداد منہا اکم / خارج کر کے درست تاریخ کا عدد برآ کر دینا۔

جریا پھلڑ (ہندی۔ ڈگر): عورتوں کے کمر و فریب۔

تسود (عربی۔ مونت): سیاہ کرنا۔ مسودہ تیار کرنا۔ لکھنا، تحریر کرنا۔ نقش، خاک۔

خصدید (عربی۔ ڈگر): دوسری، تکلیف دہی [فرہنگِ آصفیہ: اوّل، صفحہ ۶۰۹: فرہنگِ عاصرہ، صفحہ ۱۵۳]۔

خیرینہ (عربی۔ ڈگر): اعداد کا کرنا۔ محاکمات۔ صنعتِ تاریخ گوئی کی ایک اصطلاح، مادہ تاریخ میں کسی لفظ یا حرف کا اضافہ کر کے مطلوبہ تاریخ کے اعداد مکمل کرنا۔

تین کانے (اُردو۔ ڈگر۔ اصطلاح): کچھلی یا چوسر یا چوڑے کے کھیل میں پانسہ پھینکنے میں تینوں دانوں میں ایک ایک آنا، گویا سفر کے برابر عدد ہونا، مجازاً نامرادی، ناکام یا بلی [فرہنگِ آصفیہ: اوّل، صفحہ ۶۵۵]۔

لُوم (اُردو۔ مونت): خوب صورت عورت۔ بازاری لڑکی، نوہچی۔ چالاک، جیز طرار [فرہنگِ آصفیہ: دوم، صفحہ ۱۳]۔

جا (ہندی۔ اسم کیفیت): مناسب، واجب [ہندی اُردو لغت، صفحہ ۸۷۸]۔

جدار (فارسی۔ مونث): دیوار [غیاث اللغات، صفحہ ۱۳۵]۔

جنس (ہندی۔ مذکر): شہرت، نام دہی۔ دھار۔ اعتبار۔ ٹیک ٹائی۔ نیکی۔ بھلائی۔ استعداد۔ وصف

[فرہنگ آصفیہ، دوم، صفحہ ۳۹]۔ یہاں یہ لفظ پہلے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

جواب یا صواب (اُردو عربی ترکیب۔ مذکر): غیر مناسب/غیر معقول جواب، غلط جواب۔

جوتھی (ہندی۔ مونث): نجومی، ستارہ شناس۔

جوکھوں (ہندی۔ مونث): خطرہ، ڈر۔ نقصان، خسارہ۔ مصیبت۔

جیو (ہندی۔ مذکر): جی، دل، روح۔

چار آنشچی (فارسی مرکب): چار + ”آنشچی“ بمعنی مخالف، ضد، عنصر [غیاث اللغات، ص ۷]

— یعنی چار عناصر دنیا: آب، آتش، ہوا، خاک؛ محاذ آبیہ دنیا، جو ان عناصر سے بنی ہے۔

چامہ (عربی فارسی): شعر، غزل [فرہنگ علامہ، صفحہ ۲۰۰]، (موسیقی): گیت، غزل یا ترانہ

[فرہنگ تلفظ، صفحہ ۳۹۸]۔ خود تار نے اپنے دوسرے تذکرے خزینۃ العلوم فی

متعلقات المنظوم (صفحہ ۶۱) میں اسے غزل کا ہم معنی لکھا ہے۔

چٹا دینا (اُردو فعل): الگ کر دینا، ترک کر دینا۔ اُردو مصدر ”چٹنا“ سے مشتق۔

چٹلکا ہٹ (اُردو۔ مونث): شوخی، چالاکی۔ ٹچا نہ بیٹھنے کی حالت۔

چٹلکی (اُردو۔ مونث۔ صفت): ”چٹلکا“ (شوخی، چالاک، ٹچا نہ بیٹھنے والا) کی تانیٹ۔

چٹلکے بن (اُردو۔ مذکر): ”چٹلکا“ کا اسم کیفیت۔

چٹ چٹنا (اُردو۔ محاورہ): آپس میں ٹوک جھوک ہونا، آپس میں طعز کرنا۔ مقابلہ ہونا، ایک

دوسرے پر وار کرنا [اُردو لغت: بہار، صفحہ ۶۶۴، فرہنگ آصفیہ، دوم، صفحہ ۱۲۵]۔

چردنگ (اُردو۔ مذکر): تنکوار بازی کے لیے عمدہ مشق [فرہنگ آصفیہ، دوم، صفحہ ۱۲۸]۔ کسی چیز کو

آزی تر بھی ضرب شمشیریوں لگانا کہ وہ چارنگڑوں میں تقسیم ہو جائے [اُردو لغت: بہار،

صفحہ ۶۳۶]۔

چھپر رکنا (اُردو۔ فعل، حمزہ): بھاری احسان کرنا، بوجہ رکنا [فرہنگ آصفیہ، دوم، صفحہ ۱۳۸]۔

مجھی بچی (اُردو ترکیب - موتھ): بچی، بہ معنی کپڑا چھاپنے کا پیشہ ور [فرہنگِ اصلہ: دوم، صفحہ ۱۳۷] + بچی (لاکی) — یعنی کپڑا چھاپنے والے کی لڑکی۔

جدا (عربی - کلمہ تحسین): بہت خوب، واہ وا [فرہنگِ عامرہ، صفحہ ۴۱۱: فرہنگِ تلفظ، صفحہ ۳۵۳]

خریق (عربی - صفت): جلا ہوا، سوختہ۔

حساب (عربی - مذکر): حکمت کے تین علوم میں سے ایک علم ریاضی کی شاخ، جس میں گنتی اور شمار کے طریقوں سے مسائل حل کرنے کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ وہ علم جس کے ذریعے دو یا دو سے زیادہ مجہول اعداد سے مخصوص و معرط طریقے کی مدد سے نتیجہ معلوم کیا جائے [تصطلاحات علوم و فنون عربیہ، صفحہ ۱۳۰]۔

حق خلق (عربی - فقہی اصطلاح): گھر سے ملی ہوئی ہم سارے کی غیر حقوقہ جائیداد خریدنے کا استحقاق، فائق حق [اُردو لغت: ہشتم، صفحہ ۲۰۴: علمی اُردو لغت، صفحہ ۶۵۲]۔

خاگی (فارسی - صفت - موتھ): ایسی کسی، قاحشہ جو بچپن کرا گھر بیٹھے کب کرے [فرہنگِ آصفیہ: دوم، صفحہ ۱۸۰]۔

خاوندی (فارسی - موتھ): ”خاوند“ کی حالت مفعولی / اسم کیفیت، لیکن یہاں یہ ”خاوند“ ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

خٹکنا خاک (فارسی ترکیب): زمین میں بچپ جانے والے، دنیا سے اٹھ جانے والے فوت شدگان۔

خواب پوشیں (فارسی - ترکیب - مذکر): میٹھی نیند، گہری نیند [اُردو لغت: ہشتم، صفحہ ۷۲۸]۔

دارو قد (ترکی - مذکر): ہجران - ملازموں یا سپاہیوں کا سردار - کوتوال، قہانے دار۔

دال تنجمہ (عربی - ترکیب - موتھ): تنجم، بہ معنی نقطہ اور منقطع - دال (و) کو ”دال مہملہ“ (یعنی بغیر نقطہ دال) اور ”دال کو“ دال تنجمہ“ (نقطہ دار دال) کہتے ہیں [علمی اُردو لغت، صفحہ ۶۹۴، ۷۹۱]

دامِ خودیہ (فارسی ترکیب - مذکر): فریب کا جال۔

دوسری دولا (فارسی۔ ترکیب) : ان حالات میں، اس معاملے میں [اردو لغت : جیم، صفحہ ۱۸۵]۔
 ڈوبر (فارسی۔ ترکیب) : ”ڈوبر“ کا قدیم تلفظ۔ سید احمد دہلوی نے ”ڈوبر“ کے تحت اس کا
 اندراج کر کے سند میں جیم کا یہی شعر لکھا ہے (فرہنگ آصفیہ : دوم، صفحہ ۲۷۸، ۲۷۹)۔
 دیوانگلاں (ہندی۔ صفت مونت) : جمع ”دیوانگلاں“ یعنی اہسرا میں، پر یاں، حسین و جمیل عورتیں
 [ضمیمہ ہندی اردو لغت، صفحہ ۶۳۴]، لیکن یہاں ان معنوں میں یہ لفظ استعمال نہیں
 ہوا۔ یہاں اس کا مطلب نکلے گا دیوتاؤں کی محبوب یا نور نظر عورتیں، مقدس عورتیں۔

دھیان (اردو۔ مذکر) : خیال، تصور۔ مراقبہ، توجہ، فکر۔

ڈھیا (اردو۔ مذکر) : رہنما، رہنمائی کا خاندان [اردو لغت : دوم، صفحہ ۱۹۴، بحوالہ مہذب اللغات]۔
 ڈھیاوار (اردو۔ مذکر) : خاندانی طوائف جو اپنی رہائش پر ٹھاٹھ سے رہتی ہوں، جہاں موسیقی و رقص کی
 تربیت بھی دی جاتی ہو، خوش حال کسی، بازاری کی ضد [اردو لغت : دوم، صفحہ ۱۹۴]۔
 فرہنگ تلفظ، صفحہ ۵۵۴]۔

رسالہ (عربی۔ مذکر) : چھوٹی کتاب، مختصر کتاب۔ عام طور پر ساٹھ صفحات تک کی ضخامت ہو تو اسے
 رسالہ اور اس سے زیادہ ضخامت ہو تو اسے کتاب کہتے ہیں۔
 رسالہ مختصرہ (عربی ترکیب۔ مذکر) : مختصر کتاب، چھوٹی کتاب۔

رشی (سنسکرت۔ مذکر) : خدا پرست، عارف۔ وہ مہتروں کا عالم [ضمیمہ ہندی اردو لغت، صفحہ
 ۶۵۳]۔ روشنی کی کرن، ”وہ آدمی جو علم میں فرشتوں سے بڑھ جائے اور جس سے فرشتے علم
 حاصل کریں۔ رشی کے اوپر برہما کے سوا کوئی آدمی نہیں“ [سنسکرت اردو لغت، ص ۵۸]۔
 رفتار (فارسی۔ مونت) : چال۔ یہاں مطلب ہے شطرنج کے مختلف مہروں کی وہ مختلف رفتار جس کے
 تحت ہر لوندا و اطامرہ مقررہ خانے ہی چل سکتے ہیں۔

رقاصی (اردو۔ لاحقہ کیفیت و فاعلی) : راج، رقص کا پیشہ۔ رقص کا پیشہ اختیار کرنے والا [اردو لغت :
 دوم، صفحہ ۶۷۷، ۶۷۸]۔ یہاں پہلے معنی اختیار کیے گئے ہیں۔

رم جنی (ہندی۔ مونت) : اصل ”رام جنی“ کا مختلف۔ لاوارث عورت جو مصمت فردی کا پیشہ اختیار کر

لے، ہندو کبی، رڈی، طوائف (اردو لغت: دوم، صفحہ ۳۳۳: ہندی اردو لغت، ص ۳۳۰)

ریاضی (عربی۔ مؤنث): حکمت کے تین بنیادی علوم میں سے ایک کا نام، عدد اور مساحت کا علم۔ ریاضی میں علوم حساب، ہندسہ، جبر و مقابلہ، عدد، جبر، مثلث، نجوم، موسیقی، وغیرہ شامل ہیں۔ (فرہنگ آصفیہ: دوم، صفحہ ۳۹۲: اردو لغت: دوم، صفحہ ۹۹)

ژنر (عربی۔ مذکر۔ اصطلاح): تاریخ گوئی کی اصطلاح۔ کسی لفظ کے ملفوظی حروف میں سے پہلا حرف اور اس کا عدد (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۲۵: اردو لغت: نیاز و ہم، صفحہ ۳۸)۔ مثال کے طور پر لفظ ”خوش“ میں ”خ“ ژنر ہے، جب کہ ”وش“ پنات ہیں۔

زناہ (فارسی۔ مذکر) (تذکرۃ النسائے نادری، صفحہ ۱۲۵: اردو لغت: نیاز و ہم، صفحہ ۱۶۳: دوم، صفحہ ۳۱۳: اردو لغت: نیاز و ہم، صفحہ ۱۶۳)

ژاؤ خواہ (فارسی۔ اسم صفت): ”ژاؤ یان“ مصدر سے اسم مشتق ”ژاؤ“ (بے معنی بے فائدہ، بے مطلب بات) سے بنایا گیا اسم صفت۔ بے معنی باتیں کرنے کی طبیعت رکھنے والا، بکواسی طبیعت کا۔

ژاؤ گو (فارسی۔ اسم صفت): بے مطلب اور بے فائدہ باتیں کرنے والا، بکواسی (غیبات السلفات، صفحہ ۲۳۸: فرہنگ آصفیہ: دوم، صفحہ ۳۳۲)۔

ژاؤ گوئی (فارسی۔ اسم کیفیت۔ مؤنث): ”ژاؤ گو“ کا اسم کیفیت۔ ساہو (ہندی۔ مذکر): عارف، پارسا، عابد۔ جو آخرت کی بہبودی کے لیے شاستر کے احکام کی تعمیل کرتا ہو (ہندی اردو لغت، صفحہ ۳۵)۔

سابا (ہندی۔ مذکر): سپہاگ، ہندوؤں میں شادی کے لیے وہ مخصوص دن جن میں بیاہ کا شجگ ہوتا ہے، شادیوں کا موسم، شادیوں کے مخصوص دن (فرہنگ آصفیہ: سوم، صفحہ ۲۰)۔

صح (عربی۔ مذکر): ایک شعری صنعت جس کے تحت شعر میں کوئی نام یا اس کا کوئی حصہ یوں نظم کیا جائے کہ وہ نام عبارت میں با معنا اور موزوں ہو اور شعر پڑھتے وقت وہ نام دھیان

میں آجائے۔

مرادقِ مصمت (عربی- ترکیب- مڈگر): ”مرادق“، یہ معنی نیسے کا چاروں جانب کا پردہ و نقات (اردو لغت: نیاز دہم، صفحہ ۶۹؛ فرہنگِ عامرہ، صفحہ ۳۳۱)؛ یعنی آبرو، مصمت کے نیسے میں پردہ دار۔

مراثاتِ شعری (عربی و فارسی ترکیب- مڈگر): ”مراث“، یہ معنی چوری۔ دوسرے کے شعر، شعر کے حصے یا مضمون کو اپنے شعر میں داخل کر لینا (فرہنگِ آصفیہ، سوم، صفحہ ۷۰)۔

مشرمن (ہندی- مڈگر): بولی، روشنی، خدا رسیدہ۔

سببت (ہندی- مڈگر): سال، ستہ۔ ہندی سال، راجا بکرناجیت کے دور سے شروع کیا جانے والا سال جو حساب میں سو چھ سو سے ۵۷ سال قبل شروع ہوا۔ یہ سال ”جیت“ کے مہینے سے شروع ہوتا ہے اور اس کا اختتام ”پچاگن“ کے مہینے پر ہوتا ہے (فرہنگِ آصفیہ، سوم، صفحہ ۹۵)۔

سکھیرن (سکھرت- مڈگر): ملا ٹھلا؛ ایسا راگ یا راگنی جو دو یا زیادہ راگوں سے مرکب ہو (اردو لغت: دوازدہم، صفحہ ۵۳)۔

سنگتی (اردو- مونث): ساتھی۔ گوپنے کا ساتھ دینے والا ساڑنہ۔

سورنیہ چکھسا (ہندی ترکیب): سورنیہ (سورج) + چکھسا (علاج)؛ یعنی علاجِ ششی (ہندی اردو لغت، صفحہ ۳۹۰، ۳۹۱)۔

سوسائیاں (اردو- مؤنث): سوسائٹیاں (Societies) کا پرانا تلفظ۔

سیاقِ اعلیٰ سیاق (عربی- مڈگر): حسابِ احساب کا علم۔ علم کی وہ شاخ جس میں اعداد سے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔

سیاقِ دہاق (عرب ترکیب- صفت): ”سیاق“ کا مطلب پس منظر یا گذشتہ کا ہے، جب کہ دہاق پیش منظر یا آئندہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آگے اور پیچھے کی مسلسل مہارت جس کے ساتھ ٹپلے یا مہارت کا مفہوم واضح ہو (اردو لغت: دوازدہم، صفحہ ۲۸)۔ یہاں یہی

مطلب لیا گیا ہے کہ فارسی زبان پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ سیاق و سباق کی مدد سے فارسی عبارت کا مفہوم سمجھ سکتی تھیں۔

سیت (ہندی۔ مونث): سردی، پالا، جاڑے کا موسم۔

تخمدرد (فارسی۔ صفت): اصل: بخشش ذر، یعنی چہرہ دروازوں والا مکان، جہاں سے رہائی مشکل ہو۔ شطرنج کی بازی، اسی سے کنٹینہ حیران، پریشان مراد لیا جاتا ہے۔

شیراز (آردو۔ صفت): شیر کی طرح، دلیری سے، بہادری سے [الردو لغت: دوازدہم، صفحہ ۸۰] ضیہ (عربی۔ مونث): دودھ پیتی بچی، چھوٹری۔

صعوبہ توشیح (عربی۔ مونث): بچہ بیان کی ایک شعری صنعت، جس کے تحت مصرعے یا شعر کے پہلے پہلے حروف یا الفاظ کو جمع کرنے سے کوئی نام برآمد ہوتا ہو [البدیع، صفحہ ۲۹۸]

صعوبہ اطراو (عربی۔ مونث): بچہ بیان کی ایک شعری صنعت، جس کے مطابق کسی کی مدح یا مذمت بیان کی جائے تو اس کے آداب و اجداد کے نام بھی نظم کیے جائیں، خواہ مرثیہ، مکتوب یا غیر مرثیہ۔ [البدیع، صفحہ ۲۳۵]

ضعیف البیان (عربی۔ صفت): جس کی بنیاد کم زور ہو۔ عموماً ”انسان“ کے ساتھ مرثیہ صورت میں استعمال ہوتا ہے۔

طریقہ (فارسی۔ صفت): طریق، بہ معنی ”غریب و نادر و نوزادہ“ [غیاث اللغات، صفحہ ۳۰۰] کی تائید۔

طریقہ رباعیہ (ترکیب معرب۔ مذکر): اچھا طریقہ، عمدہ اصول۔

طولی فضول (معرب ترکیب۔ صفت۔ مذکر): بے کار طوالت، بے فائدہ تفصیل۔ (نئی ترکیب ہے)۔
ظہوری (معرب۔ صفت۔ مذکر): ٹھنڈا ہوا، واضح، حیاں۔ ”ظہور“ کا اسم کیفیت۔

صحت کے نگاہ رکھنے کی خوبیاں (آردو۔ دو وزن)۔ صحت کی حفاظت کرنے کی خوبیاں۔

علم سیاق (معرب اصطلاح۔ مذکر): حساب کا علم، وہ علم جس میں انداز سے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔
علم عروض (معرب اصطلاح۔ مذکر): مقررہ ارکان اور بحر کی مدد سے اشعار کا وزن معلوم کرنے کا علم۔

علمِ توانی (معرب اصطلاح۔ مذکر): اشعار میں قافیہ بندی اور قافیوں کے درست و نادرست ہونے سے بحث کرنے کا علم۔

عیشِ مباح (معرب ترکیب۔ مذکر): بھانڑ عیش، عیش و عشرت کی خواہش شریعت کے موافق پوری کرنا۔ یہاں مطلب ہے نکاح کر کے عیش و عشرت کو جائز بنا لیا ہے۔ یہ بھی تازہ ترکیب ہے۔

غدری ہولی (آرڈو ہندی ترکیب۔ مؤنث): غدری یعنی جگ ۱۸۵۷ء موسم پہ غدر کی حالت، مغولی، اور ہولی، یہ معنی قابلِ ہولی کے تو بار کے دنوں میں گائی جانے والی راگنی (ہندی آرڈو لغت، صفحہ ۵۳۸)۔ یعنی ایسا گیت جو ہولی (راگنی) پر گایا جائے اور جس میں غدر (محرکہ ۱۸۵۷ء) کا بیان ہو۔ نئی ترکیب ہے۔

فروع (عربی۔ مذکر): "فروع" کی جمع، شاخیں، غورقوں کی چوٹیاں (فرہنگ عامہ، صفحہ ۳۵۲، ۳۵۵) قلمِ ذولسان (عربی ترکیب۔ مذکر): قلم + ذولسان، یہ معنا زبان پر عبور رکھنے والا۔ یعنی محسنِ زبان کہتے والا قلم، فصیح البیان قلم۔

کالجیٹی [دہلی کالجیٹی] (آرڈو۔ مؤنث): کالجیٹی (Collegiate): بطور کالج قائم [اوکسفرڈ انگلش آرڈو ڈکشنری، صفحہ ۲۷۷] کی حالت، مغولی۔ پرانا تلفظ، مئی زمانہ مستعمل نہیں۔ کالجی (آرڈو۔ مؤنث): کالجی (copy) کا پرانا آرڈو تلفظ۔

کاٹہ (ہندی۔ مذکر): کتاب کا حصہ، فصل، باب (ہندی آرڈو لغت، صفحہ ۴۱۲)۔ کجیاٹی (ہندی۔ مؤنث): شاعری۔ "گیت" یہ معنی شعر و نظم سے اسمِ کیفیت (فرہنگِ آصفیہ: سوم، صفحہ ۳۵۹: آرڈو لغت: چہارم، صفحہ ۶۲۹)۔

کبرائوں (ہندی۔ مؤنث): "کبرائی" کی جمع، مصنف کے مطابق اس کے معنی شاعرات کے ہیں [ملحقہ سرآمد خیالی، صفحہ ۲۵، ہطر ۳]

کسی (آرڈو۔ مؤنث): قاضی، پیشہ کرانے والی، قلم (فرہنگِ آصفیہ: سوم، صفحہ ۵۱۳)۔ "کسب"، یہ معنی کام سے مشتق۔

کلائی نہکر (آرڈو۔ محاورہ): کلائی کرنا (محاورہ) یہ معنا اپنی کلائی حریف کے پنجے سے آزاد کرانے اُس

کی کلائی کو اپنے پٹے میں لینے کی کوشش کرے، سے مشتق۔ یعنی ایسی کوشش نہ کر! مقابلے سے باز رہو!

کمان زبان کو زہ کرنا (اردو محاورہ): ”کمان زہ ہوتا“ اردو محاورہ ہے، یہ معنی کمان چلانے کی تیاری کرنا، کمان پر چلتے چڑھنا، چڑھنا (اردو لغت: پانزدہم، صفحہ ۱۵۶)۔ گویا ”کمان زبان کو زہ کرنا“ کا مطلب ہوا کہ زبان کو اختر طرز و تحقیر چلانے کے لیے تیار کرنا۔

کھترانی ہامنی (ہندی۔ موث): ”ہامنی/ہامنییاں“ اور ”کھترانی“۔
کھکھیو (اردو۔ موث): محنت، مشقت، تکلیف، زحمت۔

گائوں (ہندی۔ صفت): گائیں (گانے والی) کی جمع۔ گائوں (گانے والوں) کی تائید۔

گڈکا (ہندی۔ مذکر): دوا کی گولی، بڑی گولی (گروہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۱۵)۔

گرمیاں کرنا (اردو محاورہ): شوخیوں کرنا، مذاق کرنا، محبت ظاہر کرنا، گرم جوشی دکھانا۔

گڈہر بنیاں (ہندی۔ موث): گڈہر، یہ معنی اچھا گانے والا کی تائید کی جمع (گڈہر + بنیاں)۔

گٹھت (ہندی۔ مذکر): پوشیدہ، مخفی (ہندی اردو لغت، صفحہ ۳۵۰)۔

گھڑت (اردو۔ موث): بنائی ہوئی بات، جھوٹی بات۔

گھٹکرو بند (اردو۔ مذکر): تپنے والے گانے والیوں کے عزیز، جاننے والے۔

لاہڑا: ایک (عربی ترکیب۔ مذکر): لاحقہ، یہ معنا کسی لفظ کے آخر میں پامنا لفظ کا اضافہ کرنا (ایک)۔

یہ معنا نام کا۔ یہاں مراد ہے معنا آور تحفہ۔

لگائی (اردو۔ موث): بیوی، عورت، آشٹا عورت۔

لہنا (ہندی۔ مذکر): نفع، فائدہ۔

ماپ (اردو): ”ماں باپ“ کا تحفہ۔

مناڈرت (عربی اسم کیفیت۔ موث): جلدی، تیزی، جرات و دلیری (علمی اردو لغت،

صفحہ ۱۳۳۵)

نخاع (عربی۔ مذکر و موث): انا، مال — نخاع۔

نخاع (عربی۔ مذکر): شیعہ مذہب میں شرعی میعاد کا کاح۔ اصل ”نحوہ“۔

نحیالی (عربی۔ صفت): نحیال، یہ معنا ارفع، بلند، عالی کا اسم کیفیت۔

نحرور (عربی۔ صفت): گرم، حرارت دیا گیا [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۰۶]

نحیف شایقہ (عربی۔ مؤنث): نختہ شایقہ، یہ معنا سخت محنت، جہاں نشانی کا غیر مستعمل ملا۔

نفسکرات (عربی۔ مؤنث): ”نفسکیر“ کی جمع، فشی اشیاء نشاء وراشیاء [علمی اردو لغت، صفحہ ۱۳۸]۔

مشہورہ (مذہب۔ صفت): شہرت یافتہ، نامور۔ ”مشہور“ کے ساتھ لاحقہ ”ہ“ لگا کر بنایا گیا ہے۔

[اردو لغت، پڑدہم، صفحہ ۱۳۸]۔

منصف (عربی۔ مذکر): محققوں کا مجموعہ، مراد ہے قرآن مجید۔

معانی (عربی اصطلاح۔ مؤنث): وہ علم جس میں لفظ کے معنی / معنوں کا تجزیہ و مطالعہ کر کے اُن کا

تحقیق و تحقیقائے حال یا اصل صورت سے جڑا جاتا ہے۔ علم بیان و بدیع اسی کی شاخیں

ہیں۔ اسی علم سے کلام میں بلاغت پیدا کی جاتی ہے [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۷]۔

مغل پنهانی (اردو۔ مذکر): ایک کھیل کا نام جو خانے کھینچ کر سولہ ٹکڑیوں کے ساتھ کھیلایا جاتا ہے۔

[فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۷]

مقامات (عربی۔ مذکر): ”مقام“ کی جمع، جگہیں۔ اوقات، مواقع۔

مُفَظَّہ سے (عربی۔ مذکر): جمع ”مُفَظَّہ“ دعواء، استغاثہ۔ (عجاز) واردات، حادثہ، وقوع۔ موقع،

معاملہ۔ مسئلہ، بات [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۳۸]

مکڑائی (اردو۔ مؤنث): نا فرمانی، سرکشی، بغاوت۔

مل گوجری (ہندی۔ مذکر۔ اصطلاح و ترکیب): ایک راگ کا نام۔

معان (عربی۔ مذکر): نیکی کرنے والا، احسان کرنے والا۔ خدا تعالیٰ کا صفاتی نام۔

منّا تے ہیں (اردو کا اردو): اصل محاورہ ہے ”منّا تا“ یہ معنی طعن مارنا، طعنے کرنا۔ [فرہنگ آصفیہ:

چہارم، صفحہ ۳۳]

مہنگی (سنسکرت۔ مؤنث): مہنگت، یہ معنا جوگی، فقیروں کا سردار، بڑا سادھو کی تائید۔

نادرۃ الام (عربی ترکیب - صفت): اپنے دور کی منفرد، اپنے زمانے کی انوکھی / کا انوکھا۔

نامیہ (عربی - مذکر): پیشانی، چین، ماتھا۔

ناکد خدا (فارسی - صفت): بن بیاہاری، کنوارا، کنواری۔

نردین (ہندی - مذکر): سوچ بچار، کسی امر سے حقیق غور و تامل کے بعد رائے قائم کرنا (ہندی

اردو لغت، صفحہ ۷۳۹)۔

نظری (عربی - صفت - مؤنث): نامعلوم چیز - نظروں سے گرا ہوا، گری ہوئی چیز - رسالے / فکر کا

نکالا ہوا (گھوڑا)۔ بے کار، بکٹا، ناقص۔ جو آنکھوں سے نظر آئے۔ قیاسی، فرضی، خیالی

[جامع اللغات، دوم، صفحہ ۱۹۶۵]۔

نعتی غزل (عربی - صفت - مؤنث): نعتیہ غزل، نعت جو غزل کی صفت میں لکھی جائے۔

نور پُر زور (عربی فارسی ترکیب - مذکر): "نور" (عربی - مذکر)، بہ معنا روپ، نظارہ اور "زور"

(فارسی - مذکر) بہ معنا غضب کا، قیامت کا۔ انوکھا، نرالا۔ زیادہ، بہت سے مرتب۔

یعنی قیامت اور غضب ڈھانے والا جلوہ۔

نو چیاں (مفرد - مؤنث): "نو چچی" کی جمع۔ بازاری عورتوں کی لوطیاں یا پیشیاں، جن سے وہ پیشہ کرا

کے کمائی کھاتی ہیں۔ کنواری بازاری لڑکیاں۔ کٹنیوں (دھندل کرنے والیوں) کی لڑکیاں۔

ایسی پیشہ ور لڑکیوں کو "نو چچی" اور ان کی مالکہ کو "نانکھ" کہتے ہیں جو ان کی کمائی کھاتی ہے

[فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۶۱۳؛ اردو لغت: قسم، صفحہ ۵۵۴]

نیم روز (فارسی ترکیب - صفت): دو پہر، آدھا دن۔ ایک جگہ کا نام۔

واون (وکی لفظ - مرتب): وا، یہ معنواہ اور دن سے مرتب، یعنی دو دن۔

ہم غلط (مفرد ترکیب): "ہم" بہ معنی آپس میں، نیز ہمگی [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۷۲۶] کے

ساتھ ترکیب بنا کر "دونوں غلط" کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

ہوا ہٹانا (اردو دھارہ): ٹال دینا، بھانے سے چٹا کر دینا [فرہنگ آصفیہ: چہارم، صفحہ ۷۴۲]۔

ہوا ہٹا کر (عربی - صفت - مذکر): وہ قدرت رکھنے والا، وہ غالب، مبرا خدا تھا۔

چچ کارہ کو (فارسی - مذکر - ترکیب): نا کارہ و نالائق کی بات کرنے والا۔ انکاری کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے۔

یاگ ڈلگ رشی (ہندی - صفت): یاگ، پہ معنا پوجا + ڈلگ، پہ معنا چک، بھٹک + رشی یا زشی، پہ معنا عارف، خدا پرست، عابد [ہندی اُردو لغت، صفحہ ۳۶۹-۵۵۰: ۳۳۳؛ ضمیر ہندی اُردو لغت، صفحہ ۶۵۳]، یعنی ایسا خدا رسیدہ جس کے بکھرے سے پوچھا پوچھ کرنا ناخاہر ہوتا تھا۔ واللہ اعلم۔

کتابیات

- ۱۔ انکار عالم آزاد، ستیہ: حدود مقصودات یا اسلام میں تعلیم یافتہ مستورات [۱۹۰۷ء]۔
 علی گڑھ، مطبع المعلوم، باہتمام ستیہ علی حسن اسحق مارہروی، مستعارو (۱۹۱۰ء کے قریب)۔
- ۲۔ امجد علی اشرفی، ستیہ: لغات الخواتین [۱۹۰۷ء]؛ لاہور دارالذکیر، (اشاعت دوم)، طبع اول، ۲۰۰۳ء۔
- ۳۔ انبی پرشاد، فنی: (۱) ہفتہ طوطو سینا [۱۸۸۰ء سے قبل]؛
 دہلی، مطبع نوب کاٹی، باہتمام فنی انبی پرشاد؛ سن (۱۸۸۰ء کے قریب)۔
 (۲) ہفتہ گویں چند [معلوم]، ۱۸۵۸ء [پاکل]؛ لایٹا؛ سن (۱۸۸۰ء کے قریب)۔
- ۴۔ انصار اللہ، ڈاکٹر محمد: (۱) (عقدہ احباب و رجب)؛ انتخاب رشک [۱۹۸۳ء، پاکل] (اولیٰ اوسط
 رشک کھنوی)، کھنؤ، آخر پر دیش اردو اکادمی؛ اشاعت اول، ۱۹۸۳ء۔
 (۲) سنسکرت اردو لغت [۱۹۹۲ء]؛ اسلام آباد، مختدر قوی زبان؛ دوسری اشاعت، ۲۰۰۹ء۔
- ۵۔ آتی الدینی، مولوی عبدالہادی: تذکرۃ النسائین [۱۹۲۷ء]؛
 کھنؤ، مطبع فنی نول کشور؛ واحد اشاعت، مستعارو (نام) [۱۹۲۷ء]۔
- ۶۔ باہم اے ایل: ہندوستان کا شاندار ماضی [۱۹۵۳ء]؛ حرم: انس اسلام سٹانی [قبل ۱۹۸۲ء]؛
 نئی دہلی، قوی کونسل برائے فروغ اردو زبان؛ دوسرا ایڈیشن، ۱۹۹۸ء۔
- ۷۔ ہاشم اکبر آبادی، بحیم غلب الدین: گلستانِ بے خزان [۱۲۶۵ھ/۱۸۵۰ء]؛
 کھنؤ، مطبع فنی نول کشور؛ اشاعت اول، جون ۱۸۷۵ء، جمادی الاول ۱۲۹۲ھ۔
- ۸۔ ہاشم فنی، دہلی پرشاد: تذکرۃ ائلا القہر اے ہنود [۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء]؛
 دہلی، مطبع رضوی؛ واحد اشاعت، ستمبر ۱۸۸۵ء۔
- ۹۔ حسین دوست سنبھلی، میر: تذکرۃ حسینی [۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء]؛
 کھنؤ، مطبع فنی نول کشور؛ اشاعت اول، جون ۱۸۷۳ء (مسلک ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی)۔
- ۱۰۔ پاپلس: اردو کلاسیکی ہندی اور انگریزی ڈکشنری [مئی ۱۸۸۳ء]؛
 کھنؤ، آخر پر دیش اردو اکادمی؛ اکادمی سے پہلی بار ۱۹۸۳ء۔

۱۱۔ درگاہ شادآوردہ لہوی: (۱) تذکرہ النساء [۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء]۔

دہلی، مکمل الطابع: ناشر معصفت: واحد اشاعت ۱۸۸۳ء۔

(۲) تذکرہ النسائے نادری، مراثی خیالی [۱۸۷۸ء]: دہلی، مطبع فوق کاشی،

پہا اجتماع غشی انبی پرشاد: واحد اشاعت ۱۸۷۸ء۔

(۳) خزینۃ العلوم فی متعلقات المظلوم [۱۸۷۹ء]: ناشر: لاہور، غشی لکھاب سنگھ؛

مطبوعہ مطبعہ مفید عام لاہور: واحد اشاعت ۱۸۷۹ء۔

(۴) رسالۃ لہوی [۱۸۸۳ء]: دہلی، مطبع قادی، پہا اجتماع لالہ گیان چند: واحد اشاعت ۱۸۹۰ء۔

(۵) مجلسی نثار [۱۸۷۹ء]: دہلی، مطبع فوق کاشی، پہا اجتماع غشی انبی پرشاد: واحد اشاعت ۱۸۷۹ء۔

(۶) شلحہ مراثی خیالی [۱۹۰۴ء]: دہلی، مطبع سری رام پرکاش،

پہا اجتماع لاکڑ رام کشن: واحد اشاعت ۱۹۰۵ء۔

۱۲۔ دردلوچہ بحر: دیوانِ مودہ [۱۲۹۹ھ/ ۱۸۵۵ء]: مرثیہ: ڈاکٹر محمد امجد:

نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان: پہلی اشاعت، جولائی/ ستمبر ۲۰۰۳ء۔

۱۳۔ راجہ سردار اصفہر بھا: ہندی اردو لغت [۱۹۳۸ء]: (صحیحہ میر از سینہ قدس نغری)

کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان: اشاعت اول (پہلی)، ۱۹۹۷ء۔

۱۴۔ رفیق علی اوسط: نظم سبارک (دیوانِ اول) [۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء]: مرثیہ: ڈاکٹر محمد افسار علی:

سؤدہ برائے طباعت، انجمن ترقی ادب، لاہور۔

۱۵۔ رشید حسن خاں: اردو ایلا [۱۹۷۳ء]: لاہور، مجلس ترقی ادب: اشاعت اول (پاکستانی نسخہ)، مئی ۲۰۰۷ء۔

۱۶۔ رفاقت علی شاہ: آہستہ صدی میں اردو مجلسی، تاریخ و تحقیق [۲۰۰۵ء]:

نثری مقالہ برائے پی ایچ ڈی: لاہور، جامعہ پنجاب، میقات ۱۹۹۸ء، ۲۰۰۳ء۔

۱۷۔ ریح مریض، بحیم ضحیٰ الدین: بہارستانِ نثار [۱۲۸۱ھ تا ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۷۳ء تا ۱۸۸۳ء]:

مرثیہ ظلیل الرحمن، ڈاکوئی: لاہور، مجلس ترقی ادب: اشاعت اول، مارچ ۱۹۶۵ء۔

- ۱۸۔ سید احمد دہلوی (مؤلف): فرہنگِ اصحیہ، لاہور، مکتبۂ حسن کتب وچھاپہ (پاکستان میں پہلی مرتبہ، مکتبۂ اشاعت)۔
 (۱) جلد اول [۱۹۱۷ء]: طبع چہارم، سنہ ۱۳۳۷ھ۔ (۲) جلد دوم [۱۹۰۸ء]: طبع چہارم، سنہ ۱۳۲۷ھ۔
 (۳) جلد سوم [۱۸۹۸ء]: طبع سوم، سنہ ۱۳۱۷ھ۔ (۴) جلد چہارم [۱۹۰۲ء]: طبع سوم، سنہ ۱۳۲۱ھ۔
- ۱۹۔ سیدہ جعفرہ ڈاکٹر (مترجم و مقدمہ): کتابیات محمد ثقی قطب، ضلع [مقدمہ ۱۹۸۴ء]۔
 نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، پہلا ایڈیشن، جنوری تا مارچ ۱۹۸۵ء۔ (مقدمہ)۔
- ۲۰۔ شان الحق شانی: (۱) (مترجم و مترجم) اوکسفرڈ اننگلش اردو ڈکشنری [۲۰۰۴ء]۔
 کراچی: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، اعلیٰ سطح، ششم، ۲۰۰۷ء۔
 (۲) فرہنگِ تلفظ [۱۹۹۵ء]: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان: طبع سوم، ۲۰۰۸ء۔
- ۲۱۔ شفقت رضوی (مقدمہ و ترتیب): دیوانہ لفظی جہتاً [۱۳۱۳ھ/۱۷۹۸ء]: [”قیس لفظ“ ۱۹۹۰ء]۔
 لاہور: مجلسِ ترقی ادب: اشاعتِ اول، اپریل ۱۹۹۰ء۔ [”قیس لفظ“، صفحہ ۵۵۴]۔
- ۲۲۔ متناہج فی مولوی عہدانی: تذکرۃ شعیب سخن [۱۳۰۰ھ/۱۸۸۴ء]۔
 لکھنؤ: طبعِ شعیب قول کشور: اشاعتِ دوم، ۱۸۹۱ء۔
- ۲۳۔ ضیاء الدین لاہوری: جوہر لغویہ [۱۹۹۴ء]: لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ: طبعِ اول، ۱۹۹۴ء۔
- ۲۴۔ ظفر الرحمن دہلوی، مولوی: فرہنگِ اصطلاحاتِ ہفتہ دران، جلد ششم [۱۹۴۴ء]۔
- ۲۵۔ ظہور الحسن سید: تاریخِ عربیہ دہلی [۱۹۱۴ء]: دہلی، ہلالی پریس: اشاعتِ اول، ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۴ء۔
- ۲۶۔ عابد علی عابد: التمدید [جل ۱، ۱۹۷۱ء]: لاہور: مجلسِ ترقی ادب: اشاعتِ اول، مارچ ۱۹۸۵ء۔
- ۲۷۔ عبدالغنی بلیدی، مولانا (مؤلف): مصباح اللغات [۱۹۵۰ء]: آکڑہ، ملک مقارونی کتب خانہ، سنہ ۱۳۷۰ھ۔
- ۲۸۔ عبدالحق ڈاکٹر مولوی: مرحوم مہدی کالج [۱۹۴۳ء، قبل]، دہلی، انجمنِ ترقی اردو (بند) ۱۳۷۵ھ، دوم، ۱۹۴۵ء۔
- ۲۹۔ عبداللہ خان خوشنویس: فرہنگِ عامرہ [۱۹۳۷ء]: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان: طبعِ اول (نکس)، جون ۱۹۸۹ء۔

۳۰۔ عبدالحمید دہلوی (مترجم): جامع اللغات [۱۹۳۳ء]:

(۱) جلد اول: لاہور، جامع اللغات کتب خانہ اشاعت اول، ۱۹۳۵ء۔

(۲) جلد دوم: لاہور، اردو سائنس بورڈ: (دوسری اشاعت)، طبع سوم، ۲۰۱۰ء۔

۳۱۔ غالب دہلوی، مرزا اسد اللہ خاں: دیوان غالب (مستطاب معرضی) [۱۸۶۹ء]:

مترجم: امتیاز علی خاں مرثیہ رام پوری: نئی دہلی، انجمن ترقی اردو (ہند): اشاعت دوم، ۱۹۸۱ء۔

۳۲۔ غیاث الدین رام پوری: غیات اللغات [۱۲۳۲ھ/۱۸۲۶ء]:

کان پور، مطبع مفتی نول کشور، دارالختم، جنوری، ۱۸۹۰ء۔

۳۳۔ فارسی: ڈاکٹوری: ہندوستانی/انگریزی/اور انگریزی/ہندوستانی [جنوری ۱۸۵۷ء]:

مکتبہ مآثر پرنٹس اردو اکادمی: پہلا اکادمی ایڈیشن، ۱۹۸۷ء۔

۳۴۔ فخری بھوپالی: ”روپ متی، ہاز بہار“ (مضمون) [۱۹۸۴ء]: مجلہ نیا دور، کراچی: شمارہ ۵۵ و ۵۶،

بابت اپریل و جولائی ۱۹۸۴ء (خاص نمبر): صفحات ۱۹۴ تا ۱۹۸۔

۳۵۔ قدیم لغوی: سید: ضمیر [۱۹۹۶ء یا قبل] در ہندی اردو لغت: از راجا رام سوردا و امیر (رک پائی)۔

۳۶۔ کالی داس ٹیگور: غالبیات (کچھ مطالعے اور مشاہدے) [۱۹۹۷ء]:

ممبئی، ساکار پبلشرز: اشاعت اول، ۱۹۹۸ء۔

۳۷۔ کریم الدین مولوی: طبقات شعرائے ہند [۱۸۴۷ء]:

مکتبہ مآثر پرنٹس اردو اکادمی: پہلی اکادمی اشاعت (طبع اول کی کتب اشاعت)، ۱۹۸۷ء۔

۳۸۔ گیان چند واکٹر: (۱) اردو مستوی شمالی ہندی میں، جلد اول [۱۹۷۶ء]:

نئی دہلی، انجمن ترقی اردو (ہند): اشاعت دوم، ۱۹۹۷ء۔

(۲) اردو کی لغوی داستانیں [۱۹۷۸ء]: اشاعت چہارم:

مکتبہ مآثر پرنٹس اردو اکادمی: (اشاعت سوم) پہلا اکادمی ایڈیشن، ۱۹۸۷ء۔

۳۹۔ مارتھارڈ: لڑا العین طاہرہ [۱۹۳۸ء]: حرم: عباس علی بیٹ (ترجمہ) [۱۹۳۷ء یا قبل]:

ترجمہ اور اشاعت: صاحبزادی [۱۹۸۵ء]: کراچی، مہجائی پبلشنگ آرٹس: اشاعت سوم، ۱۹۸۶ء۔

- ۳۰۔ محمود یک دہشت: نتائج المساعي [۱۸۶۴ء، ۱۸۷۳ء]؛
مرتب: گوہر نوشا، لاہور مجلس ترقی ادب؛ اشاعت اول، جنوری ۱۹۶۷ء۔
- ۳۱۔ حسن کھٹوی، سنجہ حسن علی: تذکرۃ سروا سخی [۱۲۷۸ھ/۱۸۶۷ء]؛
کھٹو، مطبع مفتی نول کشور، بارہ سو باہر علی ۱۸۹۸ء، رزی قعدہ ۱۳۱۵ھ۔
- ۳۲۔ مکی الدین غازی الجیری: مصطلحات علوم وفنون عربیہ [۱۹۷۳ء، یا قبل]؛
کراچی، انجمنی ترقی اردو پاکستان؛ دواہ اشاعت ۷۸۰-۷۹۷۶ء۔
- ۳۳۔ محمد الدین احمد: ”نتیجہ سخی، بنگال کا ایک قدیم گلدستہ“ (مضمون) [۱۹۵۱ء، یا قبل]؛
دواہ چہدہ اردو، کلکتہ؛ سال ۱۹۵۱ء، صفحہ ۵۲-۵۳۔
- ۳۴۔ عدوی، مفتی انجی پرشاد: (۱) قصۃ طوطا و سیا [۱۸۸۰ء، یا قبل]، دلی، مطبع فوق کاشی؛ شمارہ (۱۸۸۰ء کے قریب)۔
(۲) قصۃ گولہ چند [معلوم ۱۸۵۸ء، یا قبل]؛ دلی، مطبع فوق کاشی؛ شمارہ (۱۸۸۰ء کے قریب)۔
- ۳۵۔ شفیق خواجہ: ”نگارستان ہشیہ“ (مضمون) [۱۹۷۰ء، یا قبل]؛
سہ ای اردو، کراچی؛ جلد ۴، شمارہ ۱، اہت جنوری ۱۹۷۰ء؛ صفحہ ۲۹-۸۷۔
- ۳۶۔ دارا احمد فاروقی: مقدمہ [۱۹۶۵ء، یا قبل]، تذکرۃ طبقات الشعراء لاہور، مجلس ترقی ادب؛ اشاعت اول، ۱۹۶۸ء۔
- ۳۷۔ نذیر احمد (دہلوی)، مولوی حافظ: تاریخ دربار تاج پویش [۱۹۰۳ء، یا بعد]؛
کھٹو، مطبع مفتی نول کشور؛ شمارہ (۱۹۰۳ء کے بعد، ۱۹۱۳ء سے قبل)۔
- ۳۸۔ نور الحسن پیر کھٹوی، سنجہ: نورالشفات، جلد چہارم [۱۹۲۵]؛
اسلام آباد، پبلیشنگ کمپنیشن؛ طبع سوم، ۱۹۸۹ء۔
- ۳۹۔ وارث مریدی: مجلس اردو لغت [۱۹۷۶ء]؛ لاہور، علمی کتاب خانہ؛ (اشاعت شمارہ) ۱۹۹۶ء۔
- ۵۰۔ وزیر خواجہ محمد زید (مدیر مرغب): ماہانہ گلدستہ نتیجہ سخی [۱۸۸۲-۸۳ء]، کلکتہ؛
شمارہ جون، اکتوبر، دسمبر ۱۸۸۲ء؛ تاریخ ۱۸۸۳ء۔

۵۱۔ _____ اردو لغت (تاریخی اصولیں): کراچی، اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ)

جلد ہفتم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ڈاکٹر ابوالخلیف صدیقی): اشاعت اول، ۱۹۸۵ء۔

جلد ہفتم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ڈاکٹر فرمان فتح پوری): اشاعت اول، دسمبر ۱۹۸۷ء۔

جلد نهم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعت اول، دسمبر ۱۹۸۸ء۔

جلد دہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعت اول، جنوری ۱۹۹۰ء۔

جلد یازدہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعت اول، مئی ۱۹۹۰ء۔

جلد دوازدہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعت اول، جنوری ۱۹۹۱ء۔

جلد چہار دہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعت اول، جنوری ۱۹۹۲ء۔

جلد پانزدہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعت اول، جون ۱۹۹۳ء۔

جلد شانزدہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعت اول، جون ۱۹۹۴ء۔

جلد ستر دہم [۱۹۸۵ء]: (قائم مقام مدیر اعلیٰ مرزا نسیم بیگ): اشاعت اول، دسمبر ۲۰۰۰ء۔

جلد ہجڑ دہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ڈاکٹر یونس حسینی): اشاعت اول، جون ۲۰۰۲ء۔

جلد نو دہم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ڈاکٹر رؤف پارکھی): اشاعت اول، دسمبر ۲۰۰۳ء۔

جلد ہشتم [۱۹۸۵ء]: (مدیر اعلیٰ ایضاً): اشاعت اول، جون ۲۰۰۵ء۔

تذکرۃ النساء نادری

تذکرۃ النساء نادری دراصل فارسی شاعرات کے تذکرے گلشنِ ناز، اُردو شاعرات کے تذکرے ”چمن انداز“ اور دیگر چند تحریروں کا مجموعہ ہے۔ ”چمن انداز“ اُردو شاعرات کا پہلا آزاد تذکرہ ہے۔ تذکرۃ النساء نادری کے مصنف ڈرگا پرشاد ناڈر دہلوی ہیں جو دہلی کالج کے طالبِ علم اور بعد میں اسی درس گاہ کے استاد رہے۔ انھوں نے یہ تذکرہ ۱۸۷۱ء اور ۱۸۷۵ء کے درمیان مکمل کیا۔ یہ تذکرہ پہلے دو حصوں میں ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۸ء میں شائع ہوا۔ دوسری اور آخری بار یہ تذکرہ کثیر اضافوں کے بعد مکمل صورت میں ۱۸۸۳ء میں نکلیا۔ مصنف نے تذکرے پر نظر ثالث کے بعد مزید تراجم پر مشتمل ایک مختصر ضمیمہ بھی ۱۹۰۳ء میں شائع کیا۔ تذکرے کی زیرِ نظر تدوین میں ۱۸۸۳ء کے نسخے اور ۱۹۰۳ء کے ضمیمے کو بنیاد بنایا گیا ہے، جب کہ تذکرے کی بقیہ اشاعتوں اور معاصر تذکروں کو مقابلہِ متن کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس تذکرے کی تدوین و اشاعت گرمانی مرکز زبان و ادب، لہور کے تحقیقی منصوبے کا حصہ ہے۔

گرمانی مرکز زبان و ادب، لہور، لاہور

بہارِ شراک

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

Rs. 1800.00

www.sangmeel.com

ISBN 978-969-15-2074-9

ISBN 978-969-15-2074-9

